Scanned by CamScanner

خطبات صفدر

جلد سوم

افادات

مناظر اسلام، ترجمان اہل سنت، وکیل احناف

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

ترتیب، تسہیل و تصحیح

مولانا نعیم احمد

مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان

سلمان عثمان اینڈ کمپنی دیوبند

خطبات صفدر

جلد سوم

......خطبات......

مناظر اسلام، ترجمان اہلسنت وکیل احناف

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی

......ترتیب تسہیل تصحیح......

مولانا نعیم احمد مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان شہر

سن طباعت : ۲۰۱۱ء

تعداد : ۵۵۰

باہتمام : سلمان مسعود رمزی

قیمت:

سلمان عثمان اینڈ کمپنی دیوبند

SALMAN USMAN&COMPANY DEOBAND

MOB.9897260543-PH-01336223506

خرقِ عادات اور کرامات اور قادیانیت

(ردِ قادیانیت کورس چناب نگر ۱۹۹۹ء)

الحمد للہ و کفٰی و سلام علی عبادہ الذین اصطفٰی ! اما بعد
فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم.
وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی.
وقال تعالٰی انا آتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک.
صدق اللّٰہ العظیم.

عادت اور خرقِ عادت میں فرق:

کیونکہ یہ میرا آخری پیریڈ ہے، ایک دو باتیں عرض کرنی ہیں۔ایک عادت ہے اور دوسرا ہے خرقِ عادت۔ آج کل یہ بڑا مسئلہ بنا ہوا ہے۔ایک ہے عادت، عادت یہ ہے کہ مثلاً ایک آدمی اندھا ہو گیا، آپریشن کیا جائے یا دوائی ڈالی جائے تا کہ اس کی آنکھیں ٹھیک ہو جائیں۔ خرقِ عادت یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کی قمیص رکھی جائے اور آنکھیں ٹھیک ہو جائیں۔

عادت یہ ہے کہ اونٹنی اونٹنی کے پیٹ سے پیدا ہو اور خرقِ عادت یہ ہے کہ اونٹنی پتھر سے پیدا ہو جائے۔ جیسے حضرت صالح علیہ السلام والی اونٹنی۔ عادت یہ ہے کہ سانپ سپنی کے انڈے سے پیدا ہو اور خرقِ عادت یہ ہے کہ موسٰیؑ علیہ السلام کی لاٹھی سانپ بن

جائے۔ اس طرح ایک عادت ہے، اس کو سنت اللہ کہتے ہیں اور ایک خرق عادت ہے جس کو قدرت کہتے ہیں۔ اللہ کی خاص قدرت۔ اس میں آج کل لوگ گڑبڑ کر رہے ہیں۔ عادت یہی ہے کہ مرد عورت دونوں ملیں تو پھر اولاد پیدا ہوتی ہے اور خرق عادت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ بغیر باپ کے پیدا فرما دیں۔

ہم افراط وتفریط کے قائل نہیں:

ہم اہلسنت والجماعت عادت کو عادت مانتے ہیں اور خرق عادت کو خرق عادت مانتے ہیں۔ اب افراط وتفریط والے جو ہیں وہ خرق عادت کا ویسے ہی انکار کر دیتے ہیں کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ بغیر باپ کے بیٹا پیدا ہو جائے۔ یہ عادت اور خرق عادت ہمارے اعتبار سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی چیز مشکل نہیں ہے۔ کتنے کیڑے مکوڑے بغیر ماں باپ کے پیدا ہو جاتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو انسان بھی بغیر ماں باپ کے پیدا ہوتے رہتے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی چیز مشکل نہیں ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ بھیڑیا باتیں کر رہا ہے۔ ایک بھیڑیا آیا اور بکری اٹھا کر بھاگا، چرواہے نے شور مچایا، وہ بکری رکھ کر بیٹھ گیا۔ کہنے لگا میں اپنا رزق لے کر جا رہا ہوں، تجھے کیا پریشانی ہے؟ تجھے کیا تکلیف ہے؟ وہ حیران ہوا کہ بھیڑیا انسانوں کی طرح بول رہا ہے۔ کہتا ہے کہ تو اس بات پر حیران ہو رہا ہے کہ بھیڑیا انسانوں کی طرح بول رہا ہے اور میں اس بات پر حیران ہو رہا ہوں کہ خدا کے سچے نبی دنیا میں آئے ہیں اور لوگ ان پر ایمان نہیں لا رہے ہیں، چرواہے نے کہا کہاں آئے ہیں؟ تو اس نے کہا کہ فلاں جگہ ہیں حضرت اس وقت۔ تو وہاں جا، میں تیری بھیڑوں کی رکھوالی کروں گا، میں رکھوالی کروں گا تو جا کر ایمان لے آ۔ اب بھیڑیا انسانوں کی طرح باتیں کر رہا ہے۔ یہ خرق عادت ہے۔ عادت یہ ہے کہ بھیڑیا انسانوں کی طرح نہیں بلکہ بھیڑیوں کی طرح بولے اور خرق عادت یہ ہے کہ بھیڑیا انسانوں کی طرح بولے۔

اب عثمانی پارٹی اور غیر مقلدین اس کا انکار کر دیتے ہیں اور بریلوی حضرات اس

خرق عادت کو عادت ہی بنا ڈالتے ہیں۔ وہ تو کہتے ہیں کہ کنواری کے ہاں بچہ ہو سکتا ہی نہیں اور بریلویت یہ ہے کہ جہاں کنواری بچہ جن لے اس کو عیسیٰ مان لیا جائے۔ اس کو قاعدہ اور کلیہ ہی بنا لیا جائے۔ ہم عادت کو عادت مانتے ہیں اور خرق عادت کو خرق عادت مانتے ہیں۔

عادت میں انسان کا اپنا اختیار ہوتا ہے۔ خرق عادت میں انسان کا اپنا اختیار نہیں ہوتا۔ جیسے آپ کے ہاتھ میں قلم ہے اور آپ لکھ رہے ہیں۔ یہ قلم اپنے اختیار سے نہ نقطہ بڑھا سکتا ہے نہ گھٹا سکتا ہے، آپ لکھ رہے ہیں نا؟ (جی)۔ بالکل یہی حالت ہوتی ہے نبی کی بوقت معجزہ اور ولی کی بوقت کرامت، اب عثمانی صاحب کہتے ہیں کہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ ہم کہتے ہیں کہ کس سے نہیں ہو سکتا۔ اگر کہتے ہو کہ بی بی مریم سے نہیں ہو سکتا تو ہم بھی کہتے ہیں کہ نہیں ہو سکتا اور اگر کہو کہ عیسیٰ علیہ السلام سے نہیں ہو سکتا تو ہم بھی کہتے ہیں کہ نہیں ہو سکتا کہ خود بغیر باپ کے پیدا ہو جائیں تو ان سے بھی نہیں ہو سکتا اور اگر کہو کہ اللہ سے بھی نہیں ہو سکتا تو پھر تمہاری توحید کیا ہوئی؟ جب تم خود خدا کے منکر ہو۔ عثمانی اور غیر مقلد سمجھتا ہے کہ اللہ کی طاقت صرف اتنی ہے جتنی میری ہے۔ جو کام میں نہیں کر سکتا وہ اللہ بھی نہیں کر سکتا۔ تو اسی لئے یاد رکھیں کہ یہ توحید نہیں ہے توحید کا انکار ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا انکار ہے۔

مولانا لاہوریؒ اور مولانا صفدر:

میں ایک دفعہ حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ ایک آدمی نے مسئلہ پوچھا کہ ہمارے گاؤں میں دو مسجدیں ہیں۔ ایک بریلویوں کی اور ایک غیر مقلدوں کی، تو میں نماز کہاں پڑھوں؟ کن کے پیچھے پڑھوں؟ حضرت نے فرمایا کہ غیر مقلدوں کی توحید تو ہے، ان کے پیچھے پڑھ لیا کرو۔ میں نے کہا کہ حضرت مجھے اس مسئلے میں کچھ اشکال ہے۔ فرمایا کیا؟ میں نے عرض کی کہ حضرت غیر مقلد توحید کے منکر ہیں۔ وہ توحید نہیں مانتے۔ اشاعتی بھی توحید کے منکر ہیں اور مماتی بھی۔ نام سارے توحید کا لیتے ہیں، فرمانے لگے کیسے؟ میں نے کہا کہ یہ صرف کرامات کا انکار ہی نہیں کرتے بلکہ استہزاء اڑاتے ہیں۔

مذاق کرتے ہیں اور کرامت ہے خدا کی قدرت کا ظہور، تو جو خدا کو قادر نہیں مانتا وہ اہل توحید کیسے ہو سکتا ہے۔ حضرت بات سن کر فرمانے لگے کہ دوبارہ بات کرو۔ میں نے دوبارہ عرض کیا، تو میں نے کہا کہ معتزلہ جو ہیں، وہ معجزات اور کرامات کا انکار کرتے ہیں۔ یہ معتزلہ تو ہم کہتے ہیں وہ اپنے آپ کو کہتے ہیں "اصحاب العدل والتوحید".

اب کسی کو اللہ کی طرف سے کشف ہو گیا، نہیں ہو سکتا۔ اللہ سے بھی نہیں ہو سکتا، تو کرامات کا انکار اللہ کے علم کا انکار ہے۔ اللہ کی قدرت کا انکار ہے، جو فرقہ اللہ کی قدرت اور اللہ کے علم کا انکار کرتا ہے۔ وہ توحید کا قائل بالکل نہیں۔ نہ غیر مقلدوں کے پاس توحید ہے، نہ مماتیوں کے پاس توحید ہے، نہ عثمانیوں کے پاس توحید ہے۔ اگرچہ مسجد کا نام مسجد توحید رکھا۔ بازار کا نام بھی بازار توحید رکھ لیتے ہیں، لیکن توحید کی "ت" کا پہلا نقطہ بھی ان کے پاس نہیں ہے۔

تو یہ عادت اور خرق عادت کا مسئلہ جو ہے یہ بہت اہم ہے۔ آج کل اب غیر مقلد بھی قراءت خلف الامام، رفع یدین کے مناظرے چھوڑتے جا رہے ہیں کہ جی دیوبندی مشرک ہیں۔ ایسی کتابیں آ رہی ہیں، کرتے کیا ہیں؟ کہ وہ کسی بزرگ کی کشف یا کرامت لکھ دیتے ہیں کہ دیکھو جی یہ اپنے بزرگوں کو عالم الغیب مانتے ہیں، دیکھو یہ اپنے بزرگوں کو قادر مطلق مانتے ہیں۔

عقیدہ علماء دیوبند

(۱) کرامت بندے کے اختیار میں نہیں:

حالانکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ کشف اور کرامات خدا کے اختیار میں ہیں، بندے کے اختیار میں نہیں ہیں۔ تبلیغی نصاب پر اعتراض ہوتا ہے۔ اس میں سے کشف اور کرامات اکٹھی کر لیتے ہیں، یہ غلط ہے۔ تبلیغی نصاب سے شرک پھیل رہا ہے۔ آج کل غیر مقلدین کا یہ طریقہ کار ہے۔

تو اس کی میں عام فہم مثال دیا کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات

جو تھے، عیسائیوں نے ان معجزات کو عیسیٰ علیہ السلام کی اپنی قدرت مانا اور گمراہ ہو گئے۔ اب قرآن پاک عیسائیوں کی گمراہی کے بعد نازل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو پتہ تھا کہ ان معجزات کا غلط مطلب لے کر پوری امت گمراہ ہو چکی ہے، لیکن پھر بھی قرآن پاک میں معجزات کا ذکر ہوا اور نازل ہوئے۔ یہ نہیں کیا کہ پہلے ان معجزات کی وجہ سے لوگ گمراہ ہو چکے ہیں، لہذا ان کو نکال دیا جائے، کیونکہ ان معجزات میں نہ تو اللہ کا کوئی قصور تھا کہ معجزات اللہ کی طرف سے کیوں ظاہر ہوئے؟ نہ عیسیٰ کا قصور تھا۔ قصور تو اس عیسائی ذہنیت کا تھا نا؟ (جی) کہ بجائے اس کو خدا کی قدرت ماننے کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قدرت ماننے لگے۔

اب وہ معجزات قرآن پاک میں موجود ہیں۔ ہم بھی ان معجزات کو برحق مانتے ہیں لیکن ہم کہتے ہیں کہ وہ باذن اللہ اللہ کی قدرت سے ظاہر ہوتے تھے، اس لئے ہمیں عیسیٰ علیہ السلام کا ہر ہر معجزہ اللہ تعالیٰ کی توحید کی دلیل نظر آتا ہے اور عیسائیوں کو ہر ہر معجزہ شرک نظر آتا ہے، کیونکہ وہ اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنا فعل مانتے ہیں۔ تو آج کل جو غیر مقلدین یا مماتی لوگ بزرگوں کی کرامات سے ایسا نتیجہ نکالتے ہیں تو میں یہی کہتا ہوں کہ ان کرامات کے ظہور میں نہ خدا کا گناہ ہے نہ ولی اللہ کا گناہ ہے۔ غیر مقلد کی ذہنیت عیسائی ہو گئی ہے۔

جس طرح انہوں نے اپنے نبی کے معجزات کو عیسائی ذہنیت سے ان کا فعل سمجھ لیا اور شرک بنا لیا یہ ہمارے بزرگوں کی کرامتوں کو عیسائی ذہنیت سے پڑھتے ہیں، اس لئے ان کو ہر کرامت شرک نظر آتی ہے۔ ہم ان کو اسلامی ذہن کے ساتھ پڑھتے ہیں اور ہمیں ہر کرامت توحید کی دلیل نظر آتی ہے، اس میں اللہ کی قدرت نظر آتی ہے، تو ایک پہلی بات یہ ہے کہ کرامت جو ہے اس میں اختیار نہیں ہوتا ولی کا، یا نبی کا معجزے میں۔

کرامت اور معجزے میں فرق یہ ہوتا ہے کہ معجزہ بھی خرق عادت ہے اور کرامت بھی خرق عادت ہے لیکن ولی تحدی اور چیلنج نہیں کر سکتا کہ جو کرامت میرے ہاتھ

پر ظاہر ہوئی ہے کسی کے ہاتھ پر ظاہر نہیں ہو سکتی۔ البتہ نبی تحدی اور چیلنج کر سکتا ہے کہ جس طرح میں نے کیا ہے وہ کوئی عام نہیں کر سکتا۔ وہ اس کے ہاتھ سے نہیں ہو سکتی ہے، کیونکہ نبی ﷺ کے سامنے اللہ نے پوری امت کو جھکانا ہے اور ولی نبی کے درجے کا نہیں، صرف چند مریدوں کو جھکانا ہے اس لئے دوسرے ولی کے ہاتھ پر بھی وہ کرامت، تیسرے ولی کے ہاتھ پر بھی وہی کرامت ظاہر ہو سکتی ہے۔

(۲) خرق عادت میں دوام نہیں:

تو پہلی بات تو میں یہ سمجھا رہا ہوں کہ کرامت جو ہے اس میں اختیار نہیں ہوتا انسان کا، اب جو کہتے ہیں کہ ہو نہیں سکتا۔ ہم بھی پوچھتے ہیں کہ کس سے؟ کہ اگر کہو کہ اس انسان سے نہیں ہو سکتا تو ہم بھی کہتے ہیں کہ اس انسان سے نہیں ہو سکتا، اگر کہو کہ خدا سے بھی نہیں ہو سکتا تو پھر یہ خدا کی قدرت کا انکار ہے۔ خدا کی توحید کا انکار ہے۔

دوسرا یہ کہ اس میں دوام نہیں ہوتا، عادت میں تو دوام ہوتا ہے۔ آپ ایک کام کرتے ہیں اور روزانہ کر لیتے ہیں۔ یہ آپ کے اختیار میں ہے لیکن معجزے اور کرامت میں دوام نہیں ہوتا۔ ایک وقت ہے کہ پانی نہیں ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا حدیبیہ کے مقام پر کہ حضرت پانی نہیں ہے۔ فرمایا کہ کچھ تھوڑا بہت ہے تو لاؤ، آپ نے اس پر اپنا مبارک ہاتھ رکھ دیا تو وہاں پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔ یہ معجزہ تھا، لیکن کیا حضرت کے اپنے اختیار میں تھا؟ (نہیں)۔

دوسرے وقت میں حضرت تیمم کر کے نماز پڑھ رہے ہیں۔ اب جس کے اختیار میں پانی ہے اس کو تیمم کر کے پڑھنا جائز ہے؟ (نہیں)۔ معلوم ہوا کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا اختیار تھا۔ جب چاہا چودہ سو صحابہؓ کے لئے پانی مہیا کر دیا اور اگر نہ چاہا تو اپنے ایک پیغمبر ﷺ کے لئے بھی مہیا نہیں کیا۔ ان کو بھی تیمم کر کے نماز ادا کرنی پڑی۔

اس کی اور عام فہم میں مثال دیا کرتا ہوں کہ قرآن اللہ کے نبی کا معجزہ ہے لیکن اس میں ایک نقطہ بھی اللہ کے نبی کا اپنا نہیں۔ یہ کلام خدا کا ہے، معجزہ مصطفیٰ ﷺ کا ہے،

کوئی یہ کہے کہ یہ ان کا اپنا کلام ہے، تو وہ کافر ہے نا؟ (جی)۔ کوئی یہ کہے کہ یہ معجزہ ہی نہیں وہ بھی کافر ہے۔

تو جس طرح علمی معجزات میں قرآن کلام خدا کا ہے لیکن معجزہ مصطفیٰ ﷺ کا ہے، عملی معجزات میں بھی حکم خدا کا ہوتا ہے اور معجزہ نبی کا ہوتا ہے۔

(۳) کرامت میں کلیت نہیں ہوتی:

پھر اس میں کلیت نہیں ہوتی کہ ایک ولی کے ہاتھ پر جو کرامت ظاہر ہو وہ سارے ولیوں کے ہاتھ پر بھی ظاہر ہو۔ یہ نہیں ہوتا، بلکہ اس میں یہ بھی نہیں ہوتا کہ قیاس نہیں چلتا کہ اگر چھوٹے کے ہاتھ پر ظاہر ہوئی ہے تو بڑے کے ہاتھ پر بھی ضرور ظاہر ہو جائے۔

نبی اور ولی:

دیکھو خود قرآن میں دیکھو، سیدنا زکریا نبی ہیں اور سیدہ مریم ولی ہیں، لیکن اس ولی کو بے موسے پھل مل رہے ہیں۔ زکریا کو نہیں مل رہے، حالانکہ یہ نبی ہیں۔ اب ان کے پاس بے موسے پھل دیکھ کر ان کو جوش آتا ہے کہ اے اللہ تبارک وتعالیٰ! تیرے لئے موسم اور بے موسم ایک ہی چیز ہے، تیری قدرتوں کے سامنے اگر مریم کو بے موسا پھل مل سکتا ہے تو مجھے بھی بے موسا بیٹا مل سکتا ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو بیٹا عطا فرمایا۔

دو پیغمبر:

یعقوب علیہ السلام باپ ہیں اور یوسف علیہ السلام بیٹے ہیں۔ باپ کا مقام بڑا ہوتا ہے یا بیٹے کا؟ (باپ کا)۔ تو حضرت یعقوب علیہ السلام جب اپنا چہرہ انور دھوتے تھے اپنے ہاتھوں سے تو ان کے ہاتھ آنکھوں پر لگتے تھے یا نہیں؟ (لگتے تھے) لیکن ان کے ہاتھ لگنے سے بھی بینائی نہیں آئی، حالانکہ وہ باپ ہیں اور یوسف علیہ السلام کی قمیص رکھنے سے بینائی آ گئی۔ تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جو چیز چھوٹے کو ملی ہے بڑے کو بھی وہ خرق عادت مل جائے۔ یہ نہیں ہے، یہ اللہ کی مرضی ہے۔

تو اس کی میں مثال خواب سے دیا کرتا ہوں تاکہ آپ سب کی سمجھ میں آ جائے،

کیونکہ خواب کا سب کو تجربہ ہے۔ بعض اوقات چھوٹے بچے کو خواب آتا ہے۔ خواب بالکل صحیح ہوتا ہے اور بڑے کو وہ خواب نہیں آتا، تو کوئی یہ نہیں کہتا کہ بچہ کو آیا ہے، اس کے باپ کو ضرور آیا ہوگا، یہ خواب بچہ کو آیا ہے اس کی والدہ کو ضرور آیا ہوگا۔ تو اس طرح خواب میں انسان کا اختیار نہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہے ایک رات میں دس خواب دکھادے اور اگر خود چاہیں دس دن دعائیں کرتے رہیں لیکن خواب نہ آئے، تو اس لئے (۱) کرامت میں اختیار نہیں ہوتا۔ اللہ کا اختیار ہوتا ہے۔ (۲) اور دوام نہیں ہوتا کہ اگر ایک دفعہ ظاہر ہوا ہے تو ہمیشہ وہ ظاہر ہو، کیونکہ وہ عادت نہیں ہے۔ خرق عادت ہے اس لئے تو اس کو خرق عادت کہتے ہیں۔ (۳) اور اس میں کلیت نہیں ہوتی کہ اگر ایک ولی کے لئے چیز ظاہر ہوئی تو سب ولیوں کے لئے وہ ظاہر مانی جائے کیونکہ وہ عادت ہی نہیں۔ اس لئے تو اس کو خرق عادت کہا جاتا ہے۔

اب اس بارے میں بریلوی حضرات یہ زیادتی کرتے ہیں کہ ایک کرامت پڑھی۔ اب سب اولیاء اللہ میں وہی مان لی۔ ایک بزرگ نے کسی جانور کو چوغا ڈال دیا۔ اب یہ قاعدہ بنالیا کہ ساری کائنات کا رازق یہی ہے۔ اب یہ بھیڑیا جو ہے یہ انسان کی طرح باتیں کر رہا ہے۔ اس میں اس کا کوئی اختیار نہیں۔ اس میں دوام بھی نہیں کہ جب یہ چاہے انسان کی طرح بات کرے، جب چاہے بھیڑیے کی طرح کرے۔ بھیڑیے کی طرح بات کرنا اس کے اختیار میں ہے لیکن انسان کی طرح بات کرنا اس کے اختیار میں نہیں ہے اور کلیت بھی نہیں ہے کہ اس بھیڑیے کا واقعہ پڑھا تو اب ہم سب بھیڑیوں کے بارے میں یہی عقیدہ رکھیں کہ سب بھیڑیے انسان کی طرح کلام کریں گے۔

مسئلہ علم غیب:

تو اس لئے علم میں اور اس میں فرق ہے۔ یہ علم غیب کا مسئلہ مثال کے طور پر میں عرض کرتا ہوں۔ علم غیب کس کو کہتے ہیں؟ ایک مناظر صاحب میرے پاس آئے۔ کہنے لگے کہ میں مناظرہ رکھ کر آیا ہوں۔ میں نے پوچھا کس بات پر؟ علم غیب پر، تو نے کیا لکھا

تھا؟ میں نے لکھا تھا کہ حضور پاک ﷺ کو عطائی علم غیب ہے۔ میں نے کہا کہ پھر ان کے ساتھ تیرا جھگڑا کیا ہے؟ وہ بھی عطائی مانتے ہیں کہ دیکھو کتنے واقعات آتے ہیں کہ اس کی بھی اطلاع دی۔ اس کی بھی اطلاع دی، اس کی بھی اطلاع دی۔

تو قرآن میں آیتیں تو آتی ہیں کہ خدا نے غیب کا علم ظاہر کیا۔ **فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول. الا باذن اللہ ......** اطلاع غیب کا ذکر ہے، وحی غیب کا ذکر ہے، نبیوں پر غیب کی وحی آتی ہے، نبیوں کو غیب کی اطلاع دی جاتی ہے، غیب ان پر ظاہر کیا جاتا ہے۔ تو یہ کتنی آیتیں ہیں اور کتنے واقعات ہیں، تو ان کا انکار تو نہیں کیا جا سکتا۔ کہنے لگے کہ اس لئے میں لکھ کر آیا ہوں کہ آپ کو عطائی طور پر علم غیب حاصل تھا۔ میں نے کہا کہ یہ بات غلط لکھ کر آئے ہو، پھر اس کا انکار کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ انکار نہیں اقرار کرتے ہیں۔

اب علم غیب کا مطلب کیا ہے؟ علم غیب کا نہ آپ کو تجربہ ہے نہ مجھے تجربہ ہے۔ علم شہادت کا آپ کو بھی تجربہ ہے، مجھے بھی تجربہ ہے۔ علم شہادت کے لئے اللہ نے یہ پانچ حواس ہمیں دے دیئے ہیں۔ آنکھ سے دیکھتے ہیں، کان سے سنتے ہیں، زبان سے چکھتے ہیں، ہاتھ سے پکڑتے ہیں، ناک سے سونگھتے ہیں۔ یہ پانچوں حواس آپ کے اپنے ہیں یا خدا کی عطا ہیں؟ (خدا کی عطا ہیں) اب خدا نے عطا کر کے آپ کے اختیار میں ان کا استعمال دے دیا ہے۔ آپ چاہیں دیکھیں، چاہیں آنکھ بند کر لیں، اختیار میں ہے نا؟ (جی) اب آپ اس کو اپنا ذاتی سمجھتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ میں نے ذاتی طور پر دیکھا تھا کہ آپ وہاں کھڑے تھے۔ کہتے ہیں نا؟ کیوں؟ اس لئے کہ یہ آپ کے اختیار میں ہے۔

اسی طرح ولی کو اللہ تعالیٰ چھٹا حس دے جو اس کے اختیار میں ہو، اب دیکھیں اللہ نے یہ حواس ہمیں دیئے ہیں ناں؟ (جی) اب اس کے بالکل نہیں ہو سکتا۔ جبرائیل علیہ السلام آئیں اور آ کر کہیں کہ یہ ٹیپ ہے۔ اب یہاں جبرائیل علیہ السلام کی ضرورت نہیں۔ یہ عینک ہے، اس کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔

اسی طرح اللہ اگر کوئی چھٹا حس نبی یا ولی کو دے دے کہ جب وہ چاہے اس سے غیب کی بات دریافت کرلے، اس میں وحی کشف اور الہام کے واسطے کی ضرورت نہ ہو۔ اس کو کہتے ہیں علم غیب عطائی اور یہی شرک ہے کیونکہ اس میں اختیار مان لیا۔ علم غیب عطائی میں وہ حضرات کہتے ہیں۔ ذات میں رکھنے سے ذاتی بھی کہہ دیتے ہیں جیسے عام کو ہم ذاتی بھی کہتے ہیں، عطائی بھی کہتے ہیں۔

تو اس لئے اب عطا، اطلاع، وحی غیب، اظہار غیب یہ کہنا ان کی دلیلیں ہیں یا ہماری؟ (ہماری) کیسے؟ کیونکہ اطلاع اسے دی جاتی ہے جس کے پاس اپنی قوت موجود نہ ہو۔ اب سارے آپ آ کر بیٹھے رہیں تو کسی نے کچھ کہا نہیں تو کوئی نابینا آئے تو ہم کہیں گے کہ آگے تپائی ہے ذرا بچ کر بیٹھنا۔ اب نابینے کو آپ نے اطلاع دی، اس لئے کہ اس کے پاس اپنی آنکھ نہیں ہے اور جس کی آنکھ ہو اس کو کوئی اطلاع نہیں دیتا۔

تو اب پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ جو غیب کی اطلاع دے رہے ہیں اس لئے کہ نبی ﷺ کے پاس اپنی قوت غیب کے لئے نہیں ہے، اگر وہ بینا ہوتا تو آپ اس کو اطلاع نہ دیتے۔ اب عطاء اور اطلاع میں فرق ہوتا ہے۔

ریاضی کا کلیہ:

ایک ہے کلیہ، علم کلیات اور قاعدوں کو کہتے ہیں۔ آپ کو قاعدہ یاد ہوگا 9x9=81 اس قاعدے کے جتنے سوال آپ کے سامنے ہوں گے وہ آپ نکال دیں گے، کلیہ آ گیا نا؟ (جی) نابینے کو آپ نے بتا دیا کہ تپائی ہے، اس سے ایک تپائی کا پتہ چلا ہے۔ اسے یہ نہیں پتہ کہ یہاں تکیہ بھی رکھا ہے۔ اسے یہ بتایا کہ فلاں صاحب بیٹھے ہیں۔ باقیوں کا نام اسے نہیں آیا۔ ایک جزئی واقع ہوا نہ؟ (جی)

دو چیزیں:

تو اطلاع میں دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک اختیار کی نفی، دوسرے علم کی نفی، کیونکہ ایک جزئی کا پتہ چلا ہے۔ دوسری کا پتہ نہیں چلا۔ اس کی مثال میں خواب کی دیا کرتا ہوں

کہ بعض اوقات خواب میں بھی آپ کو کسی چیز کی اطلاع ہو جاتی ہے، جیسے میں نے بتلایا کہ مجھے پرچہ نظر آ گیا تھا، ساری کتاب کا اور کچھ بھی لکھا ہے خواب، لیکن خواب میں جو کچھ آپ کو بتایا گیا وہ جزئی ہے۔ آپ کے پاس کوئی کلیہ قاعدہ نہیں ہے جس سے اور مسائل بھی نکال لیں۔

تو جس طرح بعض لوگوں کو خواب زیادہ آتے ہیں اور بعض کو کم آتے ہیں، اسی طرح بعض بزرگوں کو کشف زیادہ ہوتا ہے اور بعض کو کم ہوتا ہے لیکن کسی کو کتنے ہی خواب آ جائیں وہ جزئیات ہیں۔ اس کو عالم الغیب کوئی نہیں کہتا اور وہ یہ نہیں کہتا کہ میرے اختیار میں بات آ گئی سب کچھ، ہزاروں خواب بھی آپ دیکھ لیں اور ایسی باتیں سامنے آ ئیں جو سچی بھی ہوں لیکن آپ عالم الغیب نہیں بن سکتے۔ وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها الا هو غیب کی چابیاں اور قاعدے اللہ کے پاس ہیں۔

یہ جو ہیں علم شہادت، علم شریعت اس کے قاعدے نبی کو بتا دیئے گئے۔ ان قاعدوں کو سامنے رکھ کر پھر مجتہدین نے تفسیر فرما دی ہے۔ تو جہاں کہیں بھی کتابوں میں آتا ہے کہ حضرت کو پورا اور سارا علم دے دیا گیا وہ علم شریعت ہے اور جہاں بھی یہ چیز ہے کہ علم کی نفی کی گئی تو وہاں علم تکوینی کی نفی کی گئی۔ اس کی جزئیات بتائی گئیں۔

تکوین و شریعت:

اب یہ تکوین اور تشریع کیا ہے؟ اس کو بھی سمجھیں ذرا۔ جو چیزیں آپ کے اختیار میں نہیں وہ تکوینی ہیں۔ مثلاً آپ ناشتہ کر کے بیٹھے ہیں، وہ ہضم ہوتا جاتا ہے۔ آپ کہیں کہ اس کو روک لوں یہ ہضم نہ ہو جائے۔ کیا آپ روک سکتے ہیں؟ (نہیں) آپ کے جسم میں خون گردش کر رہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ دو منٹ کے لئے روک لوں۔ کیا آپ روک سکتے ہیں؟ (نہیں) آپ کے اختیار میں نہیں ہے۔ بادل پانی سے بھرا ہوا جا رہا ہے۔ جہاں اللہ کا حکم ہو وہاں برسے گا۔ آپ چاہیں کہ اس سے ایک پیالہ بھر لیں، تو نہیں۔ جب برسنے لگے گا آپ چاہیں گے کہ بند ہو جائے تو آپ کے اختیار میں نہیں۔

تکوینی امور وہ ہیں جن میں انسان کا اختیار نہیں۔ تشریعی امور وہ ہیں جن میں انسان کا اختیار ہے۔ آپ نے یوں نظر بھی اٹھائی نا اپنے ارادے سے تو اس کا شریعت میں کوئی حکم ہے۔ وہ صحیح پڑی مثلاً قرآن پاک پر پڑی تو آپ کو ثواب ملے گا۔ غلط جگہ پڑی تو آپ کو گناہ ہوگا۔ یوں دیوار پر پڑ گئی تو اس کا بھی فقہ میں حکم ہے کہ مباح ہے نہ گناہ ہوا نہ ثواب ہوا۔

تو تکوینی اور تشریعی امور میں سے تکوینی کا تعلق مسئلہ توحید کے ساتھ ہے اور تشریعی کا تعلق مسئلہ تقلید کے ساتھ ہے۔ اب یہ شریعت کا مسئلہ ہے کہ خنزیر حرام ہے بکرا حلال ہے۔ یہ مسئلہ آپ کو بھی معلوم ہے؟ (جی) لیکن اس کے لئے یہ جاننا کہ کل خنزیر دنیا میں کتنے ہوئے ہیں یہ جاننے کی آپ کو ضرورت نہیں ہے۔ کل بکرے دنیا میں کتنے ہوئے ہیں اور کتنے قیامت تک ہوں گے اس کی آپ کو ضرورت نہیں ہے۔ آج انہوں نے کتنا چارہ کھایا؟ کتنی مینگنیاں کیں؟ اس کی آپ کو ضرورت نہیں ہے۔ یہ تکوین کے ساتھ چیزیں تعلق رکھتی ہیں، تشریع کے ساتھ تعلق نہیں رکھتی ہیں تو تبیانا لکل شیئی وغیرہ جو آیات ہیں ان میں علم شریعت کی بات ہے کیونکہ خود قرآن نے بتایا ہے کہ الیوم اکملت لکم دینکم ......تو معلوم ہوا کہ دین کا مکمل علم آپ کو بتا دیا گیا۔

اور علم قاعدوں کا نام ہوتا ہے، جزئیات کا نام نہیں ہوتا۔ عالم حساب ہم اسی کو مانتے ہیں جس کو قاعدے یاد ہوں، جس کو قاعدے یاد نہیں وہ دوسروں سے روز سو چیزوں کا حساب کرا لیتا ہے۔ پیسے لے لیتا ہے لیکن کوئی یہ نہیں کہتا کہ یہ حساب دان ہے۔ نہ کوئی یہ کہتا ہے کہ وہ ذاتی حساب دان ہے اور یہ عطائی حساب دان ہے۔ مثلاً ایک آدمی دکان پر بیٹھا ہے۔ دس نوکر ہیں سامنے، اب اگر ان کو حساب نہیں آتا وہ حساب کر کے بتا دے گا کہ اس سے سو روپے لے لو، اس سے دو سو لے لو اور اس سے تین سو لے لو، حساب دان وہ ہے جس کو حساب کے قاعدے آتے ہیں۔ یہ جو دوسروں سے پوچھ کر عمل کر رہا ہے کہ حساب دان نہیں نہ ذاتی نہ عطائی۔ اسی طرح جو خود مسئلہ استنباط کر لیتا ہے اس کو مجتہد کہتے

ہیں اور جو دوسرے کے استنباط کیے ہوئے مسئلے پر عمل کر لیتا ہے تو اس کو مقلد کہتے ہیں۔

علم کیا ہے؟

یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ علم کسے کہتے ہیں؟ اور مثال سے سمجھیں، شاعر وہ ہے جو خود شعر بنائے نہ کہ کسی کے شعر یاد کرے، مثلاً علامہ اقبال کی بانگ درا یاد ہو یا بال جبرئیل، مولانا روم کی ساری مثنوی یاد ہو، فردوسی کا سارا شاہ نامہ یاد ہو اور وہ پڑھتا ہے رات دن، ہزار ہا اشعار اس کو یاد ہیں، لیکن کوئی اس کو یہ نہیں کہتا کہ یہ شاعر ہے نہ کوئی یہ تسلیم کرتا ہے کہ فردوسی ذاتی شاعر تھا اور یہ عطائی شاعر ہے۔ اس کے شعروں کے جزئیات ہیں، لیکن علم شعر اس کے پاس نہیں تو جس طرح خواب انسان کے اختیار میں نہیں، وحی نبی کے اختیار میں نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ چاہیں ایک دن میں بیس مرتبہ وحی نازل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ چاہیں تو تین مہینے حضرت پریشان پھر رہے ہیں، وحی نازل نہیں ہو رہی۔

کشف اور الہام:

اسی طرح کشف اور الہام جو ہے یہ ولی کے اختیار میں نہیں ہوتا، اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو وہ بیت المقدس کشف ہو جائے اور نہ چاہیں تو قریب کے میں خبر چل رہی ہے کہ عثمان شہید کر دیے گئے۔ کشف نہیں ہوا۔

اس لئے جب بھی آپ کوئی واقعہ کسی بزرگ کا پڑھیں اور آپ کو سمجھ نہ آ رہا ہو کہ توحید کے خلاف نظر آ رہا ہے تو اس کے لئے ایک ہی طریقہ یاد رکھیں کہ آپ سمجھیں کہ گویا یہ میرا ایک خواب ہے اپنا، جب آپ اس کو خواب سوچ کر پڑھیں گے تو فوراً آپ کی سمجھ میں آ جائے گا کہ اس میں اختیار نہیں ہے، کیونکہ آپ کو کشف کا تجربہ ہے نہیں، الہام کا تجربہ ہے نہیں لیکن خواب کا تجربہ تو ہے نا؟ (جی)

اب کسی کے دس ہزار بھی خواب بیان کر دیں تو کوئی یہ نہیں کہتا کہ یہ عالم الغیب ہو گیا۔ نہ وہ کہتا ہے کہ میں عالم الغیب ہو گیا ہوں، تو جس طرح میں نے بتایا کہ خوابوں میں کسی کو خواب زیادہ آتے ہیں، کسی کو کم آتے ہیں، کسی کو کشف زیادہ ہوتا ہے اور کسی کو

کشف کم ہوتا ہے۔ زیادہ آئیں تب بھی اختیار اللہ کا، کم آئیں تب بھی اختیار اللہ کا۔

تو اس لئے عادت اور خرق عادت کا مسئلہ میں نے واضح کر دیا۔ مماتی اور غیر مقلدین آج ان باتوں کی بناء پر علماء دیوبند کو مشرک کہہ رہے ہیں۔ اب جب ہم ان کے کشف اور کرامات پڑھتے ہیں تو ہمارا دل قوی ہوتا ہے کہ یہ لهم البشرى کی مد میں شامل ہیں، ہمارے بزرگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو شاباش مل رہی ہے۔ کشف اور کرامت ان پر ظاہر ہو رہے ہیں اور وہ جب پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ مشرک ہو گئے۔ مشرک ہو گئے، مشرک ہو گئے۔ ہم عادت کو عادت سمجھتے ہیں اور خرق عادت کو خرق عادت۔

عادت، خرق عادت اور غیر مقلدین:

عادت ہم بھی مانتے ہیں کہ مرد عورت دونوں ہوں پھر اولاد پیدا ہوتی ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرما دیں تو ہم خدا کی قدرت کا انکار نہیں کرتے۔

غیر مقلدوں نے اتنی موٹی کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "عیون زم زم فی میلاد عیسیٰ بن مریم" تو پورا زور لگا دیا ہے کہ بغیر باپ کے کوئی پیدا نہیں ہو سکتا۔ عیسیٰ علیہ السلام یوسف ترکھان کے لڑکے ہیں، لیکن ہم یہی کہتے ہیں کہ یہ چیزیں عادت، عادت ہے اور خرق عادت، خرق عادت ہے۔ اب یہ کہتے ہیں کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ صرف خدا تعالیٰ جو ہیں ان سے خدائی قوتیں ظاہر ہوتی ہیں، ظاہر تو ہم بھی ان سے مانتے ہیں لیکن خدا کی طرف سے کسی انسان کے ہاتھ پر بھی مانتے ہیں اس لئے یہ دجال کے ایجنٹ ہیں۔

جب دجال آ جائے گا تو وہ عجیب کام دکھائے گا۔ اب یہ کہیں گے کہ یہ ولی تو نہیں ہو سکتا، یہ واقعی خدا ہے۔ چونکہ دجال کا زمانہ قریب ہے اس لئے دجال کے ایجنٹ پیدا ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے فتنے سے محفوظ رکھے۔ (آمین) اور پھر جو ان کا امام دجال آنا ہے اس کے فتنے سے بھی محفوظ رکھے۔ (آمین) یہ بات کرامات والی سمجھ میں آ گئی ہے؟ (جی)

آج کل غیر مقلد بھی اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور اشاعتی و مماتی بھی،

بریلوی بھی، بریلوی ایک کرامت کو کلیہ بنا لیتے ہیں اور یہ جو ہیں یہ کرامت اور اللہ کی قدرت کا بھی انکار کر دیتے ہیں۔

اہل سنت والجماعت صاف کہتے ہیں کہ عادت عادت ہے اور خرق عادت خرق عادت ہے۔ یہاں عادت میں انسان کی قدرت ہے اور وہاں خرق عادت میں اللہ کی قدرت ہے۔ یہ جو اللہ نے انسان کو قدرت دی ہے اگر یہ سمجھ آ جائے یہ بنیادی نقطہ ہے تو یہ سارے فتنے اسی سے بھاگ جائیں۔

فقہ پر اعتراضات:

اس لئے اس کے بعد یہ بات، اب دوسری بات فقہ پر اعتراض کا زور ہے۔ دیکھو ایک ہوتا ہے کام کرنا، ایک ہے غلطی نکالنا، ایک بہت بڑا مصور تھا تصویریں بناتا تھا، ایک تصویر بنا کر رکھ دی اور ساتھ بورڈ رکھ دیا کہ اس میں کوئی غلطی ہو تو دوسرے بورڈ پر لکھ دی جائے۔ میں اس کو ٹھیک کر دوں گا۔ شام تک کسی نے لکھ دیا کہ ناک صحیح نہیں ہے۔ کسی نے لکھا کہ کان صحیح نہیں ہے، کسی نے لکھا کہ آنکھ صحیح نہیں ہے۔ تو سارا غلط کیا۔ اگلے دن پھر اس نے وہی تصویر رکھ دی اور ساتھ ایک خالی بورڈ رکھ دیا کہ جن لوگوں نے کل مشورہ دیا ہے میں ان کا بڑا شکر گزار ہوں۔ اس بورڈ پر اس جیسی تصویر بنا دی جائے۔ اب ایک دن نہیں کئی مہینے بورڈ پڑا رہا۔ اب کون بنائے آ کر تصویر۔

اب یہ کہتے ہیں کہ جو نماز امام صاحب نے بتائی ہے یہ غلط ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ ذرا پوری نماز ہمیں بتائیں کہ آپ نے کہاں سے سیکھی ہے؟ ہماری نماز کو تو غلط کہتے ہیں، ہماری فقہ غلط ہے تو تمہارے پاس کیا ہے؟ (کچھ بھی نہیں)۔

تو جو فقہ پر اعتراضات کرتے ہیں اس کو سمجھیں۔ دیکھئے سنت قرآن کا بیان ہے، لیکن آج تک کسی نے اس کا معنی نہیں سمجھا کہ ہر مسلمان کو ہر حدیث کا ماخذ بھی قرآن سے معلوم نہیں ہے۔ وہ اللہ کے نبی کو معلوم ہے۔ ہم ان پر اعتماد کرتے ہیں کہ اگر ہمیں اس حدیث کا ماخذ قرآن میں نہیں ملا تو بھی یہ قرآن کا بیان ہے۔ اللہ کے نبی نے یوں فرما دیا

ہے اس لئے اگر کوئی منکر حدیث کہتا ہے کہ حدیثیں قرآن کے خلاف ہیں تو اس کا طریقہ بھی یہ ہوتا ہے کہ حدیث کی کتاب کھول لیں۔ اب ایک ایک حدیث پڑھتے جائیں اس کے خلاف آیت دکھاؤ، اب وہ دکھا تو نہیں سکے گا۔ اب کہے گا نہیں یہ موافق ہے۔ اچھا اس کے موافق آیت دکھاؤ، اب نہ موافق جانے نہ مخالف جانے۔ پتہ چلا کہ بالکل جاہل ہے اور صرف باتیں کر رہا ہے۔ اس کو نہ قرآن آتا ہے نہ حدیث آتی ہے۔

مولانا تھانویؒ کا کلیہ:

جس طرح حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کے پاس ایک آدمی آیا۔ کہتا ہے کہ پہلے ہمارے علاقے میں کچھ بریلوی حضرات تھے۔ ان سے کوئی بات چیت کر لیتے تھے، اب اہلحدیث آ گئے جو حدیث حدیث کرتے ہیں۔ وہ ہمیں آتی نہیں۔ فرمایا کہ ان سے بات کرنا ان سے بھی زیادہ آسان ہے۔ کیسے؟ آپ بہشتی زیور لے کر چلے جائیں ان کے پاس کہ جی ہم نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اسی سے ہم دیکھ کر عمل کر رہے ہیں۔ اب آپ نے بتایا کہ یہ کتاب غلط ہے تو میں زمیندار آدمی ہوں۔ میں آپ کو 50 روپے مہینہ دیا کروں گا۔ اس زمانے میں پچاس بہت تھے۔ آپ مجھے ایک صفحہ چیک کروا دیا کریں کہ جی ہر مسئلے کے خلاف ایک حدیث لکھوا دیا کریں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جب پہلے کہیں گے کہ یہ مسئلہ حدیث کے خلاف ہے۔ اب جب کہو گے کہ لکھواؤ حدیث تو ان کو آتی نہیں۔ پھر کہیں گے کہ یہ مسئلہ حدیث کے موافق ہے۔ ساری فقہ خلاف نہیں کچھ مسئلے خلاف ہیں۔ اب انہیں کہو کہ اس کے موافق حدیث لکھواؤ۔ اس نے ایسے ہی کیا۔ وہ چلا گیا۔ میں نے جا کر کہا کہ حضرت آپ کو اللہ نے علم حدیث دیا ہے۔ اللہ اور برکت عطا فرمائے۔ یہ بہشتی زیور جو ہے میں نے اس سے وضو سیکھا، اس سے میں نے نماز سیکھی۔ اب آپ کہتے ہیں کہ یہ کتاب بالکل غلط ہے۔ کہتا ہے کہ بالکل غلط ہے۔ یہ پہلا مسئلہ وضو کا ہے۔ اس کے خلاف ایک حدیث دکھائیں۔ اب حدیث اس کو آئے نہ، کون سا مسئلہ ہے؟ یہ مسئلہ ہے۔ یہ غلط نہیں ہے۔ یہ حدیث کے موافق ہے۔ آپ تو فرماتے تھے کہ فقہ

ساری قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ وہ کہتا کہ ساری نہیں کچھ مسئلے خلاف ہیں۔ یہ مسئلہ حدیث کے موافق ہے؟ ہاں، تو اس کی موافق حدیث دکھا دیں۔ اس کی کیا ضرورت ہے؟ میں نے جو کہہ دیا، آپ کے کہنے سے کیا ہوگا؟ حدیث دکھانے سے آدمی کون سا کافر ہو جاتا ہے۔ آپ لکھوا دیں۔ پہلے سارے حنفی کہتے ہیں کہ یہ (فقہ حدیث کے) موافق ہے، تم نہیں مانتے۔ اب صرف آپ کے کہنے سے میں نہیں مانتا۔ آپ حدیث دکھا دیں۔ اس وقت تیاری نہیں ہے۔ یہ کہتا ہے کہ یہ کتاب رکھی ہے میں کل حاضر ہو جاؤں گا، اگلے دن وہ پھر گیا تو کہتا ہے کہ یہ ایک صفحہ تو چیک ہو گیا ہوگا، آپ نے تیاری کر لی ہوگی؟ اور آپ اپنی فیس پیشگی لے لیں، پچاس روپے۔ وہ کہتا ہے کہ نہیں مجھے رات وقت نہیں ملا۔ بہت اچھا آ گیا، اس کے بعد اس نے پیچھے بھیج دیا کہ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ وہ پھر گیا اس نے منت کی کہ دیکھئے آپ نے کہہ دیا کہ ہماری نماز غلط ہے، ہمارا وضو غلط ہے۔ اب فکر تو ہمیں لگ گیا نا؟ آپ نے کہا تو آپ ٹھیک بھی تو کرا دیں نا تا کہ ہمارا وضو ٹھیک ہو جائے، ہماری نماز ٹھیک ہو جائے۔

ہم اچھی طرح پڑھتے تھے، آپ کہتے تھے کہ غلط ہے۔ غلط ہے۔ میں نے جو کہہ دیا، اس نے کہا کہ غلط بھی تو آپ نے کہہ دیا۔ اب ٹھیک بھی تو کرائیں نا۔ اب وہ مسئلہ پڑھے۔ وہ بند کرے۔ وہ پھر مسئلہ کھول کر پڑھے۔ اگر یہ حدیث کے موافق ہے تو پھر موافق حدیث دکھا دیں۔ اگر مخالف ہے تو مخالف حدیث دکھا دیں۔ اب دیکھئے یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے، لیکن تجربہ کر کے دیکھیں ذرا ایک صفحہ فوٹو سٹیٹ کرا دیا۔ شامی کا یا عالمگیری کا یا بہشتی زیور کا، اور جا کر کہیں کہ حضرت اللہ تعالیٰ آپ کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے۔ یہ پندرہ مسائل اس صفحے پر ہیں ان پندرہ کے خلاف ہمیں حدیث پاک لکھ کر بھیج دیں اور ذرا جلدی کر دیں پوری فقہ چیک کرانی ہے، پھر ہم اگلا ورق بھیج دیں گے۔

آپ دیکھیں گے کہ وہ پھر آپ کو دیکھ کر راستہ چھوڑ جائے گا۔ جیسے حضرت عمرؓ کو دیکھ کر وہ (شیطان) چھوڑ جاتا تھا، بلکہ ایسے ہی راستہ چھوڑ جائے گا حالانکہ آپ نے کوئی

گالی نہیں دی، لیکن آپ نے ان کی جہالت واضح کردی کہ جانتے تو آپ کچھ نہیں، تو جب بھی وہ فقہ پر کوئی اعتراض کرے آپ یہ قاعدہ یاد رکھیں کہ سب سے پہلے ان سے یہ پوچھیں اور آپ خود غور کریں کہ کیا حنفی اس مسئلے پر حنفی ہر جگہ عمل کر رہے ہیں؟ اگر عمل کر رہے ہیں تو وہ مسئلہ مذہب حنفی ہے اور اگر عمل ہی کوئی حنفی نہیں کر رہا تو وہ مذہب حنفی نہیں۔

کہ جی فقہ کی کتاب میں تو لکھا ہے۔ فقہ میں فرضی مسائل بھی ہوتے ہیں اور شاذ بھی ہوتے ہیں۔ خود قرآن میں فرضی مسائل موجود ہیں۔ لو کان فیھما الھة الا اللہ لفسدتا ...... حالانکہ دوسرے خدا کا ہونا محالات میں سے ہے۔

دیکھو قرآن پاک کی آیات ان کے ثابت ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ متواتر ہیں، یقینی ہیں۔ ان کا مطلب اور ترجمہ غلط کرتے ہیں قادیانی وغیرہ، تو صرف ثبوت سے کچھ نہیں ہوتا۔ وہ یہ ہے کہ وہ آیت ثابت ہے یا حدیث ثابت ہے۔ اب اس سے جو مطلب اخذ کر رہے ہیں یا نکال رہے ہیں وہ اس سے نکلتا ہے یا نہیں؟ اس بحث کو دلالت کی بحث کہتے ہیں اور پھر بعض اوقات آپس میں کچھ ٹکراؤ ہوتا ہے۔ دلائل میں تو جب تک وہ ٹکراؤ ختم نہ ہو تو اس وقت تک دلیل کامل نہیں ہوتی، تو پوری دلیل وہ ہوتی ہے جو ثابت بھی ہو اور اس کی دلالت بھی ثابت ہو اور پھر اس کے خلاف کوئی اور دلیل نہ ہو۔

فقہ کا اصول اول:

یہ ترتیب جو ہے مجتہد کے لئے ہے، آپ میں سے کوئی مجتہد صاحب بیٹھے ہیں؟ (نہیں) اس لئے امام غزالی "فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اجماع کو دیکھا جائے گا، اگر اس مسئلے پر امت کا اجماع ہے کیونکہ قرآن کی آیت ہم نے پڑھ لی۔ امکان ہے کہ کہیں منسوخ نہ ہو گئی ہو۔ سنت یقین سے پہنچ گئی، اس میں احتمال ہے کہ نسخ نہ ہوا ہو، لیکن اجماع کا کوئی ناسخ نہیں ہے اس لئے اس وقت سب سے اصل چیز اجماع ہے، یاد رکھنے کی بات۔

اب ہمیں مل گیا کہ ختم نبوت پر اجماع ہے۔ اب اگر کوئی قرآن کی آیت اس اجماع کے خلاف پیش کرتا ہے تو ہم کہیں گے کہ قرآن برحق ہے اور یہ جو مطلب بیان کر

رہا ہے یہ بالکل ناحق ہے، کیونکہ اجماع غلطی سے معصوم اور پاک ہے اور اگر میں اس کے خلاف جا رہا ہوں، تو میں تو معصوم نہیں ہوں نا؟

حیات مسیح پر اجماع ہے امت کا، اب کوئی آیت یا حدیث آپ کے سامنے رکھے تو امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی بات سننے کی ضرورت نہیں۔ یقیناً اس کا مطلب اجماع کے خلاف ہے۔ یہ جو ترتیب ہے پہلے کتاب اللہ پھر سنت رسول اللہ پھر اجماع اور پھر قیاس۔ یہ امام اعظم ابو حنیفہؒ اور مجتہدین کے لئے ہے، میرے اور آپ کے لئے نہیں۔

ایک غیر مقلد مولانا کی خدمت میں:

ایک دفعہ ایک آدمی آ گیا۔ مجھے کہتا ہے کہ سب سے پہلے مسئلہ کہاں سے لینا چاہئے؟ میں تو چونکہ ان کا ڈاکٹر ہوں نا۔ مجھے بیماری کا پتہ ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ سب سے پہلے؟ ہاں جی سب سے پہلے۔ میں نے کہا فقہ میں۔ میں نے کہا کہ تو قرآن کتنے سال پڑھتا رہا ہے؟ تجھے یہ مسئلہ اس میں نہیں ملے گا۔ پھر صحاح ستہ کا ترجمہ، پتہ نہیں دو سالوں میں پڑھے؟ تو تین سال میں مطالعہ کرے، لیکن مسئلہ نہیں ملنا وہاں۔ یہ مسئلہ فقہ کی کتاب میں ملنا ہے، تو اتنا عرصہ تو اپنی نماز کا کیا کرے گا، جو خراب ہوئی ہے۔ میں نے کہا کہ ایک عیسائی آتا ہے یہاں ہمارے پاس۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے مسلمان کر لو، اب ہم اسے مسلمان کر لیتے ہیں۔ اس کا نام رحمت مسیح تھا۔ ہم نے رحمت اللہ کر دیا۔ اب مسلمان ہونے کے بعد اس پر نماز فرض ہے یا نہیں؟ (ہے)۔ میں آپ سے نہیں ڈرتا نہ مجھے ضرورت ہے۔ میں نے کہا کہ میں تعلیم الاسلام دوں گا کہ یہ دو سطروں میں نماز کی شرطیں لکھی ہوئی ہیں کہ کپڑے پاک کر لو، جگہ پاک کر لو، بدن پاک کر لو۔ یہ شرطیں جو لکھی ہیں یہ اسے دکھاؤں گا کہ بھئی نماز پڑھنی ہے اور یہ دیکھو کہ یہ تعلیم الاسلام میں شرطیں لکھی ہیں۔ یہ پوری کر لو۔ میں نے کہا کہ تو اسے کیا کہے گا کہ قرآن لے لے ترجمے والا اور اس سے شرطیں تلاش کر نماز کی۔ میں نے کہا کہ وہ تو آج مسلمان ہوا ہے، تو بیس سال کا نوجوان مسلمان ہے، یہ لے قرآن پاک اور اس سے مجھے نماز کی شرطیں نکال کر دے۔ کہاں ہیں

نماز کی شرطیں؟ اب وہ ہاتھ نہ لگائے۔ میں نے کہا کہ تو ناراض تو بڑی جلدی ہو گیا تھا۔ ایسے موقع پر پتہ چلتا ہے کہ ائمہ مجتہدین کتنا بڑا کام کر گئے ہیں۔ وہ ہمیں پکی پکائی روٹی دے گئے۔ اب صرف کھانا ہی کام رہ گیا ہے۔ اب فرق یہ ہے کہ ہم کھاتے ہیں اور ان کا شکریہ بھی ادا کرتے ہیں۔ تم کھاتے بھی ہو اور ان کو بھونکتے بھی ہو۔ مسئلے آخر تم بھی یہیں سے لیتے ہو۔

تو یہی بات ہے کہ دلائل چار ہیں۔ ان میں سب سے پہلے یہ دیکھنا پڑے گا کہ مسئلہ پر اجماع ہے یا نہیں؟ امام غزالی ؒ کی کتاب کا نام لکھ لیں "المستصفی" دو جلدوں میں ہے۔ اس میں انہوں نے اجماع کی بحث میں یہی لکھا ہے کہ فرض یہی ہے کہ سب سے پہلے دیکھا جائے کہ کیا مسئلے پر اجماع ہے؟ اگر اجماع ہے تو اب کسی کو اس سے اختلاف کا حق نہیں۔ کوئی قرآن کا نام لے کر اس مسئلے میں اختلاف کرتا ہے تو یقین جانو کہ قرآن پر جھوٹ بول رہا ہے۔ کوئی حدیث کا نام لے کر اس سے اختلاف کرتا ہے تو یقین جانو کہ وہ حدیث کا نام لے کر جھوٹ بولتا ہے، کوئی کسی بزرگ کا نام لے کر کہتا ہے تو یقین جانو کہ وہ ایک بزرگ ہے ٹھیک ہے اجماع تو نہیں ہے نا؟ (نہیں) نبی کے بعد ایک بھی شخصیت معصوم نہیں۔ امت کا اجماع معصوم ہے۔

دیکھئے جیسے اجماع کی عام مثال ہے، جیسے آپ پڑھتے ہیں...... کل فاعل مرفوع ...... ہر فاعل پر پیش پڑھی جاتی ہے۔ اب کسی اہل فن نے اس سے کبھی اختلاف نہیں کیا۔ اسی کو اجماع کہتے ہیں۔ اہل فن کا اجماع۔

چار دلائل:

تو دلائل ہمارے کتے ہیں؟ (چار) لیکن سب سے پہلے جو مسئلہ زیر بحث آئے گا اس میں یہ دیکھنا ہے کہ امت کا اجماع ہے یا نہیں؟ اب اختلاف بھی سمجھ لیں۔

اختلاف کی اقسام:

اختلاف کی کل تین قسمیں ہوتی ہیں۔ نمبر ایک "اسلام اور کفر کا اختلاف"۔ نمبر دو "سنت اور بدعت کا اختلاف"۔ نمبر تین "اجتہادی اختلاف"۔

پہلا اختلاف جو ہے اسلام کفر کا، تو ایمان اور کفر کی تعریف یاد ہے کسی کو؟ ضروریات دین میں سے ایک چیز کا انکار کرنا یا تاویل باطل کرنا اس کو کفر کہتے ہیں اور تمام ضروریات دین کو ماننا ایمان ہے۔

اب ضروریات دین کس کو کہتے ہیں؟ دین کے وہ مسائل جو اتنے تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچے ہیں کہ وہ صرف علماء ہی نہیں علماء اور عوام بھی سارے جانتے اس میں شریک ہیں، بلکہ جو کافر ہیں مسلمانوں میں ان کو بھی پتہ ہے کہ مسلمان اپنے نبی ﷺ کو آخری نبی کہتے ہیں۔ مسلمان دن رات میں پانچ نمازوں کو فرض کہتے ہیں۔ مسلمان رمضان کے روزوں کو فرض کہتے ہیں، زکوٰۃ کو فرض کہتے ہیں۔ یہ وہ چیزیں ہیں کہ کافر تک بھی جانتے ہیں کہ مسلمانوں کے یہ اہم مسائل ہیں، تو ایسا تواتر اس کی حیثیت سورج جیسی ہوتی ہے۔ جیسے سورج کا انکار کفر ہے۔ کفر چھپانے کو کہتے ہیں نا؟ (جی) اسی طرح ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا انکار کر دینا یا اس کی باطل تاویل کر دینا ایسا مطلب لینا جو پوری امت کے خلاف ہو کفر ہے۔

مثلاً ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نماز کو مانتا ہی نہیں۔ وہ کافر ہے۔ ایک کہتا ہے کہ میں نماز کو تو مانتا ہوں لیکن نماز یہ نہیں کہ جو تم پڑھتے ہو ایک رکوع دو سجدے، نماز تو بس دل کی ہوتی ہے۔ دل میں اللہ کو یاد کر لینا۔ اگر چہ ایسا شخص کہتا ہے کہ میں نماز کو مانتا ہوں، لیکن وہ نماز کو مانتا نہیں۔ اب اندازہ لگائیں کہ ایک ہے نماز کا انکار اور ایک ہے اس کی باطل تاویل، تو ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار یا اس کی باطل تاویل کفر ہے۔

پہلا اختلاف:

پہلا اختلاف ہے کفر و اسلام کا اختلاف۔ تمام ضروریات دین کو ماننا یہ ایمان ہے۔ کسی ایک کا انکار یا اس کی باطل تاویل کر دینا کفر ہے، دیکھئے آپ قادیانی مکانوں کی طرف جائیں تو بعض مکانوں پر انہوں نے باہر لکھا ہوا ہے پاک محمد مصطفیٰ ﷺ نبیوں کا سردار خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم...... اور آپ رات دن کہتے ہیں کہ یہ ختم نبوت کو نہیں

مانتے۔ وہ لکھتے ہیں خاتم النبیین، لیکن خاتم النبیین کا وہ معنی نہیں مانتے۔ باطل تاویل کرتے ہیں جو امت میں قابلِ قبول نہیں۔ اللہ کے نبی پاک کی متواتر احادیث اور امت کے اجماع سے ثابت ہے کہ خاتم النبیین کا مطلب ہے کہ سب سے آخر میں پیدا ہونے والے نبی ﷺ، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور انہوں نے کیا کیا کہ خاتم کہتے ہیں مہر کو، تو خاتم النبیین کا معنی ہے نبیوں کی مہر، پہلے اللہ تعالیٰ خود نبی بنایا کرتے تھے۔ آدم علیہ السلام سے لے کر حضور پاک ﷺ تک سارے نبی اللہ نے خود بنائے۔ اب کہتے ہیں کہ نبی بنانے والی مہر اللہ نے حضور پاک کو دے دی ہے جس کو چاہیں نبی بنا دیں یا معنی ہے کہ نبی بنائے۔ اس کا ترجمہ مرزا قادیانی "حقیقت الوحی میں میرا ایمان اور یقین ہے کہ ہمارے سردار محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبیین ہیں کیونکہ آپ کی روحانی توجہ نبی تراش ہے" اور کہتا ہے کہ چودہ سو سال میں صرف ایک ہی نبی بنا ہے، مرزا قادیانی۔

خواب اور مناظر:

کمیٹی کے کئی سکول ہوتے ہیں۔ ایک سکول سے میرا تبادلہ دوسرے سکول میں ہوا۔ میں گیا، وہاں جا کر چارج لیا۔ گھنٹہ بیٹھا، گھر چلا گیا، سو گیا تو ہیڈ ماسٹر صاحب کل کہہ رہے تھے کہ دو آدمی بڑے پریشان تھے اور تلاش کر رہے تھے۔ میں نے کہا کہاں سے آئے تھے؟ انہوں نے کہا کہ تھے تو شہر کے ہی، میں نے کہا کہ نام پوچھا تھا؟ نام انہوں نے نہیں بتایا کہ مولوی صاحب ہمیں جانتے نہیں اور ہم صبح پتہ کریں گے۔ ابھی یہ بات ہو رہی تھی کہ وہ دونوں آ گئے۔ یہ دونوں آپ کو تلاش کر رہے تھے۔ آپ ان کو جانتے ہیں؟ میں تو نہیں جانتا۔ اس رات میں نے جو خواب دیکھا، میں نے دیکھا کہ جس محلے میں میں نیا آیا ہوں رحمان کالونی اس محلے کا نام ہے۔ اس کے چوک میں کنواں ہے، جیسے یہ موت کا کنواں ہوتا ہے، اوپر کو بنا ہوا اور اس کے چاروں طرف سے گندا پانی نکل کر اس نے گلیاں خراب کی ہوئی ہیں۔ میں آیا تو میں نے کہا کہ اس کو بند کرو، اس طرح کھڑے ہو، تو سارے کہنے لگے، تو بند کر۔ اب میں اس کے اوپر چڑھا، نیچے اترا تو یہاں یہاں تک پانی

تھا، سیاہ رنگ کا گندا پانی۔ اب رات بھی تھی، میں سوچ رہا ہوں کہ کسی کو کہوں کہ اوپر روشنی والی چیز ہوتا کہ پتہ چلے کہ کہاں سے یہ ابل رہا ہے اور وہاں سے بند کروں میں۔

پھر ایسے دیکھا کہ سورج نکل آیا ہے۔ روشنی ہوگئی، تو دیکھا کہ جو کنوئیں سے اوپر دیوار تھی اس پر جناب نبی اقدس ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ تشریف فرما ہیں۔ اب میں نے اوپر کو ہاتھ کیا، مصافحہ کیا تو مصافحے کے بعد حضرت نے صدیق اکبرؓ سے فرمایا کہ امین کا ہاتھ پکڑ کر رکھو یہ پانی بند ہو جائے۔ صدیق اکبرؓ نے یوں میرا ہاتھ پکڑا۔ بس انگلی رکھی تھی، نہ پانی، نہ کنواں۔ یہ خواب میں نے رات دیکھا۔

اب صبح وہ آدمی آئے تو اس نے کہا کہ اس محلے میں جہاں آپ آئے ہیں چار بیٹھکیں ایسی ہیں جو مسلمانوں کی ہیں، لیکن ان کو قادیانیوں نے کچھ پیسے کاروبار کے لئے دیئے ہوئے ہیں۔ ان بیٹھکوں میں یہ اپنا درس دیتے ہیں۔ بس ادھر لڑکے نکلے مسجد سے ایک کو پکڑ لیا۔ کلمہ سناؤ بھئی! تیرا کلمہ غلط ہے۔ یہ مولوی کلمہ بھی صحیح نہیں کراتے۔ دھوکہ ہی دینا ہے نا؟ (جی) یہاں آیا کرو، یہاں بھی ہم نماز پڑھاتے ہیں، کلمہ پڑھاتے ہیں۔ وہاں ان کو کچھ کھلانا پلانا بھی، ٹافیاں دینی، تو بچے تو ٹافیوں وغیرہ کے شوقین ہوتے ہیں تو اس طرح انہوں نے چار بیٹھکوں میں سلسلہ شروع کیا ہوا ہے اور ہمارے کئی بچے بگڑ رہے ہیں۔ ہم پریشان ہیں۔ آپ کے بارے میں پتہ لگا ہے کہ آپ کوئی بات ان سے کر لیتے ہیں، تو آج ہم نے اڑھائی بجے مناظرہ رکھ لیا ہے۔ میں نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ گیارہ بجے آدھی چھٹی ہوئی۔ میں گھر جاؤں گا اور کتابیں لے آؤں گا، اس کے بعد کر لیں گے مناظرہ۔

ان کے چار مبلغ آ گئے۔ پچاس ساٹھ آدمی تھے۔ میں بھی چلا گیا۔ اب اس نے اٹھ کر پہلی تقریر کی کہ بھئی اللہ کی ساری مخلوقات میں سے نبیوں کا مقام بہت بلند ہے اور سارے نبیوں سے بلند مقام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ اب اس کے بعد اس کی بدمعاشی سنو! کہ وہ کیا بلندی ہے؟

موسیٰ کی تابعداری سے صحابی بنے، تابعی بنے، غوث بنے، قطب بنے، عیسیٰ کی

تابعداری سے بھی، ہمارے نبی ﷺ کی تابعداری اس لیے زیادہ شان والی تھی جس طرح صحابی بنے، ولی بنے، غوث بنے، قطب بنے، ان کی تابعداری میں نبی بھی بن سکتا ہے۔ یہ حضرت کی خاص شان ہے کہ آپ کی تابعداری سے صرف غوث، قطب، ولی نہیں بنتے نبی بھی بنتے ہیں۔ یہ اللہ نے ہمارے نبی کو خصوصیت عطا فرمائی ہے۔ دیکھو انداز کیسا ہے؟ کہ گویا یہ ہمارے نبی پاک ﷺ کی بڑی تعریف کر رہا ہے، میں نے کہا کہ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک الزامی اور ایک تحقیقی، تحقیقی جواب تو یہ ہے کہ آخر وہ کون سی بات ہے جو ابوبکر صدیقؓ سے رہ گئی تھی اور مرزے نے کر لی؟ صحابہ کرام جو ہیں ان کی اطاعت کے بارے میں تو قرآن نے سرٹیفکیٹ دے دیا ہے۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔ حضرت عمرؓ سے وہ عبادت رہ گئی تھی اور مرزا قادیانی نے کر لی اس لئے حضرت عمرؓ کو نبوت نہیں ملی، وہاں تو یہی فرماتے رہے...... لو کان بعدی نبی لکان عمر ......اور مرزا قادیانی کو مل گئی۔

دیکھو نا عبادات میں نماز ہے، روزہ ہے، حج ہے، زکوۃ ہے، جہاد ہے۔ بڑی باتیں پانچ ہیں نا؟ (جی) صحابہؓ نے نمازیں سب پڑھی یا نہیں؟ (پڑھی) زکوۃ دی؟ (جی) روزے رکھے؟ (رکھے) حج؟ (کیا) جہاد؟ (کیا) سب کچھ کیا اور اس انداز سے کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قبول کر لیا اور اعلان نازل ہو گیا...... رضی اللہ عنهم و رضوا عنه......

جہاد کے مخالف کون؟

اب بتاؤ مرزا قادیانی نے کیا کیا؟ جہاد کیا اس نے؟

جہاد کا اب چھوڑ دو دوستو خیال دیں کیلئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
لوگوں کو بتاؤ کہ یہ وقت مسیح ہے جنگ اور جہاد اب حرام اور قبیح ہے

جہاد کرنے کی بجائے پچاس الماریاں کہتا ہے کہ میں نے جہاد کے خلاف لکھیں۔ ۱۹۶۵ء میں جو انڈیا سے جنگ ہوئی تھی نا؟ اس وقت سکولوں میں آرڈر آیا کہ جہاد کانفرنسیں کی جائیں۔ طلباء کو جہاد پر ابھارنے کے لئے مضامین بیان کئے اور لکھیں جائیں، ہمارے سکول میں جو بزم ادب کا انچارج تھا، مولوی رفیق صاحب وہ میرے پاس آ کر کہتے ہیں

کہ امین کی تقریر ہونی چاہئے۔ اب ہیڈ ماسٹر صاحب نہیں چاہتے۔ کیونکہ ہیڈ ماسٹر ہمارا قادیانی تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ نہ ہو، انہوں نے مجھے دو تین دفعہ کہا ہے کہ امین کی تقریر نہیں رکھنی ہے اور سارے اساتذہ کہتے ہیں کہ امین کی تقریر ہونی چاہئے۔ آپ دونوں کو خوش رکھ لیں، آپ میری تقریر نہ رکھیں، آپ میری دعا رکھ لیں۔ ماسٹروں نے پوچھا کہ مولوی امین کی تقریر ہے؟ اس نے کہا کہ انہوں نے خود کہا ہے کہ میں دعا کرلوں گا۔ خیر وہ چپ کر گئے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے پوچھا کہ طے ہوگیا؟ جی ہوگیا کہ صرف امین صاحب دعا کرائیں گے۔ خیر بہت اچھا ہے۔ تقریب ہوتی رہی۔

اب آخر میں میری دعا کا اعلان ہوا کہ امین دعا کرائے گا۔ یہ اس طرف اسٹیج تھا۔ سارے ٹیچر بیٹھے ہوئے تھے اور ہیڈ ماسٹر ادھر بیٹھا تھا۔ چھوٹی سی کرسی رکھ کر آگے میز لگا کر، میں نے دعا شروع کی۔ میں نے کہا کہ دعا کرو اللہ تعالیٰ ان مجاہدین کے درجات بلند فرمائے جنہوں نے سترہ دنوں میں مرزا خبیث کی پچاس الماریاں جلا دیں جو اس نے جہاد کے خلاف لکھی تھیں۔ اب اس نے یوں دیکھا، اس کی عینک گر کر ٹوٹ گئی۔ اب تین بجے جہاد پر میری دعا شروع ہوئی اور ایک گھنٹہ میں نے دعا کی۔ وہ اٹھ کر چلا گیا۔

صبح میں آیا تو اتنی بڑی جواب طلبی رکھی تھی کہ آپ جواب دیں کہ آپ نے سرکاری ادارے میں فرقہ وارانہ تقریر کی ہے۔ آپ کے خلاف کوئی تعزیری کارروائی کی جائے۔ میں نے جواب لکھا کہ جہاد کے بارے میں گورنمنٹ کے آرڈر آئے تھے، چونکہ یہ جہاد کا منکر ہے، قادیانی ہے، اس لئے جہاد کو فرقہ وارانہ تقریر سمجھتا ہے۔ خدا کے لئے ہماری اس سے جان چھڑائی جائے۔ میں یہ لے کر آیا تو میں نے کاغذ رکھا۔ میں پیچھے مڑا، ابھی میں دروازے پر پہنچا تھا، مولوی صاحب یہ جواب غلط ہے۔ میں دوبارہ جواب طلبی کروں گا؟ میں نے کہا کہ تو سو دفعہ لکھے گا، میں نے جواب یہی دینا ہے۔ اب میں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ بچوں کو پڑھا کر تنخواہ نہیں لینی جواب طلبیوں کے جواب لکھ کر تنخواہ لینی ہے، پھر کبھی کسی کو میرے پاس بھیجے، کبھی کسی کو، کہ دیکھو ماتحت کا نقصان ہوتا ہے، افسر کا تو نہیں

ہوتا۔ آپ معافی مانگ لیں۔ میں نے کہا کہ کس بات کی معافی مانگوں؟ یہی کہ چلو نوکری ختم ہو جائے گی تو رازق تو اللہ تعالیٰ ہیں نا؟ (جی) یہ ملازمت تو ایک پیالی ہوتی ہے پیسے کے لئے، یہ پیالی ٹوٹ گئی اور مل جائے گی۔ چلو اس میں نہ سہی کسی اور میں سہی۔ رزق تو اللہ نے دینا ہے نا؟ یہ تو پیالیاں ہیں، اگر اس میں نہیں تو کسی اور پیالی میں سہی میرا رزق تو لکھا ہوا ہے۔

جب اس نے دیکھا کہ یہ نہیں آتا تو پھر خود آیا۔ دو چار ٹیچر ساتھ، آپ کو پتہ ہے وہ ٹیچر کہنے لگے کہ دیکھیں یہ ہمارے ہیڈ ماسٹر صاحب کتنے شریف آدمی ہیں۔ میں نے کہا کہ بہت ہیں۔ ان کی شرافت کی حد ہے۔ پوری دنیا میں ایک بدمعاش میں ہی ہوں جس کی جواب طلبی ہوئی ہے۔ نہیں جی، مولوی صاحب میں تو اس جواب طلبی کے بالکل حق میں نہیں ہوں، اصل میں میں کل گھر گیا تو دو تین وفد آئے کہ سکول میں ایسی تقریر ہوئی ہے۔ اب میں نے ان کا منہ بند کرنے کے لئے جواب طلبی کی ہے۔ میں نے کہا کہ دو تین وفد گئے تھے، آپ لکھ دیں۔ (جی ہاں) میں نے کہا انشاء اللہ آج تیس چالیس پہنچیں گے۔ ابھی چھٹی ہوتی ہے اور میں جلسہ کرتا ہوں کہ قایادنی کو مرکز سے ہٹاؤ، بس رونے لگا۔ میرے پاؤں پکڑ کر بیٹھ گیا۔ کہنے لگا کہ اگر جلسہ رکھا تو مجھے گھر میں نہیں جانیں دیں گے بلکہ راستے میں ہی قتل کر دیں گے۔ میں نے کہا کہ میں کچھ نہیں کرتا۔

مرزے کا الہام اور پیر مہر علی کا جواب:

اب جہاد مرزے نے کیا یا اس کی مخالفت کی؟ (مخالفت کی) حج کیا؟ (نہیں)، اب مرزے کو الہام ہوا کہ میں مکہ میں مروں گا یا مدینہ میں؟ الہام تو اچھی چیز کا ہوتا ہے۔ حضرت پیر مہر علی صاحب گولڑوی نے فرمایا کہ میں نبی تو نہیں ہوں لیکن سچے نبی کا فرمانبردار ہوں۔ مجھے الہام ہوا ہے کہ مرزے کو مکہ اور مدینہ دیکھنا بھی نصیب نہیں ہو گا۔ اب وہی بات سچی ہے پیر مہر علی صاحب گولڑویؒ کی۔

مرزے نے ساری زندگی پوری نماز نہیں پڑھی:

پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کی دو تین کتابیں ہیں قادیانی کے خلاف اور اس کے ساتھ

مقدمہ بھی لڑا ہے۔ ایک کا نام ہے "شمس الھدایہ" نوٹ کرلیں، بہت اچھی کتاب ہے اور ایک "سیف چشتیائی" یہ دو کتابیں قادیانی کے زمانے میں لکھی ہیں۔

زکوٰۃ اس نے کبھی دو آنے بھی نہیں دی ساری زندگی میں۔ زکوٰۃ کا جب مسئلہ آتا تھا تو کہتا تھا کہ میں غریب ہو گیا ہوں۔ یہ تین باتیں ہو گئیں۔ روزہ اس نے ساری زندگی میں ایک رکھا۔ "سیرت المھدی" میں لکھا ہے کہ ایک دوسرے روزے میں اس کو ہسٹیریا کا دورہ پڑ گیا تھا جو لڑکیوں کو پڑا کرتا ہے اور نماز کہتا ہے کہ جماعت سے تو ویسے پڑھتا ہے، مسجد نہیں جاتا تھا، گھر میں جماعت کرا لیتا تھا، بھجاں منشیانی ایک ساتھ ہوتی تھی۔ ایک سکینہ ہوتی تھی۔ نوکرانیاں تھیں، فضل بی بی تھی اور پنجابی میں اس کو بھجاں کہتے تھے۔ بھجاں منشیانی، وہ ماسٹر دین محمد کی بیوی تھی اور اس زمانے میں ماسٹر کو منشی کہتے تھے اور سکینہ اس کے گھر میں رہتی تھی، اس کی بعد میں شادی ہو گئی۔ اب اس کا ڈوپٹہ اس نے آگے باندھا ہوا تھا جہاں نماز پڑھتا تھا، یادگیری کے لئے اور کہتا ہے کہ میں قل ھو اللہ پوری نہیں پڑھ سکتا دورہ تبخیر کا شروع ہو جاتا ہے۔ آخر وہ کون سی عبادت ہے جو اس نے کر لی اور صدیق اکبرؓ سے نہیں ہوئی؟

لطیفہ:

اس پر ایک لطیفہ یاد آیا کہ گاڑی میں لوگ سفر کر رہے تھے۔ لوگ ہوں تو باتیں شروع کر لیتے ہیں۔ مولوی ہوں تو مسئلے شروع کر دیتے ہیں۔ تبلیغی جماعت والے چھ نمبر شروع کر دیتے ہیں۔

ایک مولوی صاحب سے لوگ مسئلے پوچھ رہے تھے، یہ بھی کوئی قادیانی بیٹھا تھا۔ اس کو خارش ہوئی، اس نے پوچھا کہ مولوی صاحب مرزا صاحب کے بارے میں کیا خیال ہے؟ سب کے کان کھڑے ہو گئے کہ یہ جنس بھی یہاں ہے۔ اب مولوی صاحب اس فن کے نہیں ہوں گے یا سوچتے ہوں گے کہ کہاں سے بات شروع کروں۔ ابھی انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا، سوچ رہے ہیں۔ ایک دیہاتی زمیندار جٹ بیٹھا تھا، اس نے کہا کہ

مولوی صاحب اس سے میں بات کر لیتا ہوں۔ کیا پوچھا ہے جی آپ نے؟ کہ مرزا صاحب کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کون سے مرزا صاحب؟ اس نے کہا کہ عجیب بات ہے، آپ کو مرزا صاحب کا نہیں پتہ؟ کون سے مرزا صاحب؟ پتہ تو چلے، مشہور آدمی ہیں مرزا صاحب، اس نے کہا کہ دو مرزا صاحب مشہور ہوئے ہیں۔ ایک محمدی بیگم کا عاشق تھا اور ایک صاحبہ کا عاشق تھا مرزا صاحب، کہتا کہ دونوں عاشق تھے، تو کون سے مرزا صاحب کو پوچھا ہے؟ اس نے پوچھا تھا، اس نے اس کا گھر پورا کر دیا۔ (پنجابی وچ کہندے نے دوویں رناں دے عاشق سن)

اب وہ تو پوچھنے نا آگے، اب لوگوں نے کہا کہ دونوں کا تھوڑا تھوڑا بتا دے۔ اس نے کہا کہ میں کون سا مولوی صاحب ہوں کہ دو گھنٹے تقریر کروں گا۔ جو تھا صاحبہ کا عاشق وہ آدمی بہادر تھا۔ دیکھو صاحبہ کی بارات آئی، بارات آ کر بیٹھی ہے وہ صاحبہ کو اٹھا کر بھاگ گیا۔ صاحبہ کے بھائیوں نے دونوں کو قتل کر دیا۔ اپنی بہن کو بھی اور اس کو بھی، چلو مر گیا مردوں کی طرح مرا۔ لیکن یہ جو تھا نا (محمدی بیگم کا عاشق) یہ پرلے درجے کا بزدل اور کمینہ تھا۔ ادھر کہتا تھا کہ عرشوں پر میرا نکاح پڑھا گیا ہے اور ادھر ساری عمر ان کی گزر گئی مسلمانوں کے گھر میں اور کسی بے غیرت کو غیرت نہیں آئی۔

اور دیکھیں کہ پانچ عبادتوں میں سے کون سی عبادت ہے جو صدیق ؓ نہیں کر سکے اور وہ مرزے نے کر لی؟ فاروق ؓ نہیں کر سکے اور مرزے نے کر لی؟ اب میں ان چاروں سے پوچھوں کہ۔۔کون سی عبادت ہے جو مرزے نے کی؟ ہاں یہ کہ سو مرتبہ پیشاب کرتا تھا روز، جو سو دفعہ روزانہ پیشاب کرتا ہے اس نے عبادت خاک کرنی ہے۔

؎ اللہ اللہ کجا رام رام کجا مغلاں پنچاں وچ مرتڑے سواری

اس کے بعد میں نے کہا کہ یہ تو ہے تحقیقی جواب، اب اگر عبادت کرنے سے نبوت مل سکتی تو صحابہ محروم نہ رہتے، سارے نبی ہوتے اور اب مرزا قادیانی نے عبادت کون سی کی ہے؟ دوسرا میں نے اس کی کتاب اٹھائی ''دافع البلاء''۔

جیسی روح ویسے فرشتے:

مرزا کا ایک مرید تھا جموں کا رہنے والا چراغ دین جموی، اس نے ایک اشتہار شائع کر دیا کہ مرزا صاحب کی تابعداری کی برکت سے اللہ نے مجھے بھی نبی بنا دیا ہے۔ بالکل وہی بات جو اس نے دلیل میں پیش کی تھی۔ اب میں نے کہا کہ تو کہتا ہے کہ حضور ﷺ کی تابعداری سے نبی بنے تو حضرت کی شان بنتی ہے، تو مرزے کو خود کہنا چاہئے تھا کہ میری تابعداری سے بھی نبی بنتا ہے۔ مرزے نے وہ جو اشتہار دیا ہے وہ "دافع البلاء" کے آخر میں لگا ہوا ہے کہ بے ایمان ہے، مرتد ہو گیا۔ اس نے میری کون سی خدمت کی ہے؟ جس کی وجہ سے اس کو نبوت ملی، خدمت تو وہ ہے جو اس کو شراب لا کر دیتے تھے۔ افیون لا کر دیتے تھے، مرزے کو اور مقوی باہ دوائیں لا کر دیتے تھے۔ لکھتا ہے کہ جب میں بیوی کے پاس جاتا ہوں تو انتشار بالکل زائل ہو جاتا ہے، تو پھر اس لئے یہ چیز ہمیشہ زیر بحث رہی ہے کہ مرزا محمود، مرزا بشیر، مبارک احمد، شریف احمد اور مبارکہ یہ کہاں سے آئے تھے؟ انتشار تو ویسے ہی زائل ہو جاتا تھا۔ بہر حال یہ ایک زیر بحث بات ہے۔

اب اس نے کہا کہ میں خاتم الولایت ہوں۔ میری تابعداری سے کوئی ولی بھی نہیں بن سکتا اور خاتم النبیین کی تابعداری سے کوئی نبی نہیں بنا کرتا اور حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں، تو نے جو دلیل بیان کی ہے تیرا وہ نبی اس کو رد کر رہا ہے۔

ان کی ایک عادت ہوتی ہے کہ جی قرآن حدیث سے بات ہوگی، مرزے کی بات نہیں ہوگی تاکہ مسلمان سمجھیں کہ یہ بڑے قرآن وحدیث کو مانتے ہیں۔

مناظرہ:

ایک دفعہ ان کا مناظرہ طے ہو گیا اور ادھر سے تھا جلال الدین شمس، قاضی نذیر کا جو استاد تھا اور ادھر سے حافظ روپڑی غیر مقلدوں کے مولوی صاحب تھے۔ مناظرہ طے ہو گیا، اب انہوں نے شرط لکھوائی کہ قرآن وحدیث کے علاوہ کوئی بات نہیں ہوگی۔ اب اگر وہ مرزے کی کتاب اٹھائیں تو یہ شور مچا دیں کہ یہ شرط کے خلاف ہے۔ صبح سے دس

گیارہ بج گئے، کوئی بات نہیں ہو رہی۔ آخر حافظ صاحب نے کہا کہ علامہ خالد محمود صاحب کو بلاؤ کہیں سے، وہ قابو کر لے گا آ کر، علامہ صاحب تشریف لے آئے۔ علامہ کو دیکھ کر جلال الدین شمس گھبرا گیا۔ اس نے کہا کہ علامہ صاحب پہلے شرطیں پڑھ لیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ خود سنا دیں کہ شرطیں کیا ہیں؟ اس نے کہا کہ قرآن وحدیث کے علاوہ بات نہیں ہوگی۔ کہا ٹھیک ہے۔ علامہ صاحب نے مرزے کی کتاب اٹھائی اور حوالہ پڑھنے لگے تو انہوں نے شور مچا دیا کہ کون سی کتاب ہے؟ مرزا قادیانی کی، اس سے نہیں، قرآن وحدیث سے بات ہوگی۔ علامہ صاحب نے فرمایا کہ میں تجھے اتنا بے وقوف نہیں سمجھتا تھا۔ حدیث نبی کی بات ہوتی ہے اور میں تیرے نبی کی بات سنانے لگا ہوں۔ کیا تو نے مرزے کو نبی ماننا چھوڑ دیا ہے؟ یہ تیرے نبی کی بات ہے یا تو یہ اعلان کر دے کہ میں اس کو نبی نہیں مانتا، پھر میں کچھ اور پڑھوں گا۔ اس کے بعد جب اس نے دیکھا کہ اب مرزے کی کتابیں سامنے آئیں گی تو برا حال ہوگا، تو مناظرہ بند۔

اب وہ چاہتا تھا کہ کوئی لڑائی ہو جائے۔ مناظر ادھر سے غیر مقلد تھا اور مسجد تھی بریلوی حضرات کی، اس میں لکھا ہوا تھا "یا رسول اللّٰہ" "یا محمد" "یا رسول اللّٰہ"۔ اب اس نے سوچا کہ یہاں لڑائی کرائیں تا کہ جان چھوٹے۔ اس نے کہا کہ علامہ صاحب یہ جو لکھا ہے یا محمد یا رسول اللہ یہ جائز ہے؟ مولوی صاحب (علامہ خالد محمود) نے فرمایا، مسلمان کے پاس دو ہی چیزیں ہیں، یا اللہ ہے یا محمد ہے۔ یہ ہمارے پاس دو ہی دولتیں ہیں۔ یا اللہ ہے یا محمد ہے اور ہمارے پاس کیا ہے؟ اب وہ کہنے لگے علامہ صاحب یہ دیکھو آپ نے ان عربی لفظوں کا پنجابی میں ترجمہ کر دیا ہے۔ علامہ صاحب نے فرمایا یہ پنجاب کی مسجد میں لکھے ہیں۔ یہ عرب کی مسجد میں آپ نے لکھے ہوئے دیکھے ہیں؟ بس اب وہ سمجھ گیا کہ یہاں لڑائی بھی نہیں ہوگی، اب وہ کتابیں باندھنے لگا تو علامہ صاحب نے سب لڑکوں کو کہا کہ اونچی اونچی پڑھو اذا الشمس کورت...... شمس تھا نا؟ (جی)۔

اسی طرح جب میں نے یہ کہا کہ چراغ دین جموی کو مرتد قرار دیا ہے تیرے مرزے نے، اس نے بھی دعویٰ کیا تھا کہ مرزے کی تابعداری کر کے میں نبی بن گیا ہوں،

اس کے بعد انہوں نے جواب دینا تھا۔ وہ چاروں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے کہ ہمیں جواب نہیں آتا۔ چلے گئے۔ چار دن کے بعد میں سکول میں بیٹھا تھا کہ چاروں آ گئے۔ کہنے لگے کہ اس دن سے ہمیں نیند نہیں آ رہی، ہم بڑے پریشان ہیں، ہمارے ایک دو اشکالات ہیں، اگر آپ ان کا جواب ہمیں دے دیں تو ہم شاید یہ عقیدہ چھوڑ دیں۔ (میں نے کہا) فرمائیے۔

کہنے لگے عیسیٰ علیہ السلام پر جو انجیل نازل ہوئی تو مرزا صاحب سے تقریباً ۱۹ سو سال پہلے نازل ہوئی۔ میں نے کہا ہاں ٹھیک ہے۔ اس میں لکھا ہوا ہے کہ جب مسیح آئے گا تو اس وقت زلزلے آئیں گے، طاعون پڑے گی، قحط ہو گا۔ اب مرزا صاحب کے زمانے میں یہ تینوں باتیں ہوئی ہیں تو مرزا صاحب کے اختیار میں تو نہیں تھا کہ طاعون لے آئے، زلزلے لے آئے، قحط لے آئے۔ دیکھو ۲۰ ویں صدی میں اللہ تعالیٰ کی وہ پیش گوئی پوری ہوئی اور تینوں باتیں مرزا صاحب کے زمانے میں ہوئیں ہیں، تو جس سے یہ یقین ہوتا ہے کہ بھئی ان چیزوں کے لانے میں مرزا کا کوئی دخل نہیں تھا وہی پیش گوئی جو مسیح نے فرمائی تھی وہ پوری ہو گئی، تو عیسیٰ کی جو اتنی زبردست پیش گوئی پوری ہوئی تو اس سے واضح ہوتا ہے کہ مرزا صاحب اس پیش گوئی کے مطابق مسیح موعود ہیں۔ یہ بات مرزے نے بھی "دافع البلاء" میں "کشتی نوح" میں "مسیح ہندوستان" میں تین چار کتابوں میں لکھی ہے اپنے بارے میں۔

میں نے کہا کہ آپ نے یہ بات انجیل میں پڑھی ہے یا مرزے کی کتاب میں؟ انجیل میں پڑھی ہے۔ میں نے انجیل الماری میں رکھی تھی۔ میں نے کہا کہ نکالو اس میں کہاں ہے؟ میں نے کہا کہ تم نے انجیل سے نہیں پڑھی اور ہو سکتا ہے کہ یہی بات تمہاری ہدایت کا سبب بن جائے۔ وہ انجیل دیکھتے رہے، ان کو وہ نہیں ملی، پھر میں نے ان کو دکھایا کہ یہ لکھا ہے کہ طاعون بھی پڑے گی، زلزلے بھی آئیں گے اور قحط بھی ہو گا اور یہ تینوں باتیں مرزا کے زمانے میں ہوئی ہیں۔ اب وہ بڑے خوش ہوئے۔ میں نے کہا کہ ساتھ

عربی سطریں بھی پڑھیں کیا ہیں؟ کہ اس زمانے میں طاعون پڑے گی، قحط پڑے گا، اور اس زمانے میں جھوٹے مسیح پیدا ہو جائیں گے، اگر وہ بازار میں ہوں تو تم صحن کا دروازہ بند کر لینا۔ وہ بڑے بڑوں کو گمراہ کر دیں گے، اگر وہ صحن میں ہوں تو اندر جا کر اندر کا دروازہ بند کر لینا، ان کو دیکھنا بھی ناجائز ہے۔ میں نے کہا کہ پتہ چل گیا کہ جھوٹا مسیح موجود ہے اور وہ مرزا قادیانی ہے اور وہ اب بار بار پڑھے اسے، دو چار مرتبہ پڑھ کر کہتے ہیں کہ بس ہمیں اب یقین ہو گیا کہ مرزا جھوٹا ہے، پھر وہ چاروں مسلمان ہو گئے۔

تو مقصد یہ ہے کہ پہلا اختلاف ہے کفر و اسلام کا اختلاف۔ یہ اس پر بڑے پریشان تھے۔ یہ جس زمانے میں میرے پاس گئے مجھے انہوں نے پوچھا کہ کفر کی تعریف کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانے میں ۵۳ کی تحریک کے بعد علماء پر مقدمے چل رہے تھے اور چیف جسٹس کے پاس جو جاتا وہ (چیف جسٹس) اس سے پوچھتا کہ مرزائی کیا ہیں۔ وہ کہتا کافر ہیں، کفر کی تعریف بیان کرو؟ اب ہر آدمی کو کفر کی تعریف یاد نہیں ہوتی۔ ایمان اور کفر کی، اخبار میں روز بیان آئے، آج پانچ مولوی بھی آئے تھے تعریف نہیں بیان کر سکے۔ بڑا شور مچا کہ کافر کافر مولوی لوگوں کو کہتے ہیں، تعریف ان کو آتی نہیں کفر اور ایمان کی۔

ایمان اور کفر کیا ہے؟

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث تھے، انہوں نے خود درخواست پیش کر دی کہ مجھے بلایا جائے، اس مسئلے کے لئے تشریف لے گئے اس چیف جسٹس کے سامنے، اس نے پوچھا کفر و ایمان کی تعریف پوری مثالوں کے ساتھ سمجھا دیں۔ انہوں نے جب سنائی تو وہ لاجواب ہو گیا کہ باقی مولویوں کو کیوں نہیں آتی؟ آپ نے تو کر دی باقی مولویوں کو کیوں نہیں آتی؟ وہ بغیر جانے کافر کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ انہیں پتہ ہے اچھی طرح کفر و اسلام کا، تعریف کرنا ہر آدمی کے بس کی بات نہیں ہوتا۔ وہ کفر کو اچھی طرح پہچانتے ہیں کہ یہ کفر ہے۔ یہ ایمان ہے لیکن تعریف

نہیں کر سکتے۔ جب تعریف نہیں کر سکتے تو پہچانتے کیسے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ اچھا جو بات زیادہ عام ہو جاتی ہے اس کی تعریف مشکل ہو جاتی ہے۔ اس نے پوچھا کہ آپ فرمائیں۔ ذرا گلاس کی تعریف کریں کہ گلاس کسے کہتے ہیں؟ اب یہ اس کے لئے مصیبت بن گئی کہ جس میں پانی پیا جاتا ہے، انہوں نے کہا کہ اگر میں یوں چلو کی شکل میں پی رہا ہوں کہ یہ گلاس ہوگا؟ نہیں جی۔ وہ لمبا سا برتن، پھر بوتل برتن ہے، اس نے کہا نہیں۔ وہ چیف جسٹس مصیبت میں آ گیا۔ اس کو گلاس کی تعریف نہ آئے۔ مولانا نے فرمایا کہ میں پھر اخبار میں بیان دے دوں کہ پاکستان میں اس کو چیف جسٹس بنا رکھا ہے جس کو گلاس کی تعریف نہیں آتی، نہ گلاس کی پہچان، حالانکہ تجھے پتہ ہے اچھی طرح کہ اس کو گلاس کہتے ہیں، تو پہچانتا اچھی طرح ہے لیکن اس کی تو جامع مانع تعریف نہیں کر سکتا۔

پھر مولانا نے پوچھا کہ ذرا پاجامے کی تعریف کریں؟ تو وہ بڑا پریشان کہ جو نیچے باندھا جائے، بھئی چادر بھی باندھی جاتی ہے۔ اس میں جی دو سوراخ ہوتے ہیں۔ وہ تو جی کچھے میں بھی ہوتے ہیں۔ جو کہے مولانا آگے سے اس کا معنی رد کر دیں۔ بے چارے کو پاجامے کی تعریف نہیں آئی۔ مولانا نے کہا کہ تجھے پاجامے کی پہچان ہے لیکن تعریف تو نہیں کر سکتا۔ تجھے علماء کا مذاق نہیں اڑانا چاہئے ورنہ میں بیان دیتا ہوں کہ پاکستان کا چیف جسٹس وہ ہے جس کو نہ پاجامے کی تعریف آتی ہے، نہ گلاس کی تعریف آتی ہے۔ تو یہ ہے پہلا اختلاف۔

جب مسلمان ہو جائیں تو پھر ۷۳ فرقوں کا اختلاف آتا ہے۔ وہ ہے سنت اور بدعت کا اختلاف، نجات پانے والی جماعت کا نام اہلسنت ہے اور باقی اہل بدعت ہیں۔ بدعت کس کو کہتے ہیں؟ دیکھئے جب آپ نے بحث کرنی ہوتی ہے تو سارے علم کا خلاصہ دو باتیں ہیں، تصور اور تصدیق۔

تصور کس کو کہتے ہیں؟ یہ ٹیپ ہے، آپ نے دیکھ لی، آنکھیں بند کریں تو اس کا ایک خاکہ ذہن میں آ گیا، اس کو تصور کہتے ہیں۔

تصدیق ہے کہ اس کا پورا فقرہ ہو کہ ٹیپ میری ہے۔ یہ نئی یا پرانی ہے۔ تصور دوسرے کو سمجھانا ہو تو وہ تعریف سے سمجھ آ جاتا ہے اور تصدیق کسی کو منوانی ہو تو دلیل سے منوائی جاتی ہے۔

تعریف اور دلیل:

تو سارے علم مناظرہ کا خلاصہ دو چیزیں ہیں۔ تعریف اور دلیل، ساروں نے اسی پر چلنا ہے اور تعریف وہ ہوتی ہے جو جامع مانع ہو، تعریف کے لئے کیا شرط ہے؟ کہ وہ جامع مانع ہو، اس لئے اس میں دو چیزیں ہوتی ہیں۔ جنس اور فصل، جامعیت جنس سے آتی ہے اور مانعیت فصل سے آتی ہے۔

دیکھو حیوان جنس ہے، اس میں سارے آ گئے۔ جانور کتا بھی آ گیا، خنزیر بھی آ گیا۔ میں اور آپ بھی آ گئے، تو جب ساتھ ہو ناطق تو باقی سارے نکل گئے، تو صرف انسان رہ گیا، تو جو بھی تعریف ہوتی ہے اس کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک حصہ جنس اور ایک حصہ فصل۔

قادیانیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم النبیین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین. اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم.

ما کان مُحَمَّدٌ اَبَآ احدٍ من رِّجالکم ولکن رَّسول اللہ و خاتم النبیین.

علم کی دو قسمیں ہیں: تصور اور تصدیق

جب تصور دوسرے تک پہنچانا ہو تو تعریف کی جاتی ہے۔ اگر تصدیق پہنچانی ہو تو دلیل دینی پڑتی ہے۔

تعریف ہمیشہ جامع اور مانع ہونی چاہیے کیونکہ آدھا علم تعریف میں ہوتا ہے اور آدھا علم دلیل میں ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مناطقہ انسان کی تعریف حیوانِ ناطق سے کرتے ہیں۔ اس میں حیوان جنس ہے اور ناطق فصل ہے۔ جنس سے تعریف کے اندر جامعیت آتی ہے اور فصل سے مانعیت آتی ہے۔

حضرت نے (حضرت مولانا امین صفدر صاحبؒ) فرمایا کہ اہل باطل کبھی بھی کسی چیز کی تعریف جامع و مانع نہیں کر سکتے اسی بات پر حضرت نے اپنا ایک مناظرے کا واقعہ سنایا۔

مناظرہ:

فرمایا یہ مناظرہ ایک غیر مقلد مولوی کے ساتھ تراویح کے مسئلہ پر تھا۔ سب سے

پہلے سوال یہ تھا کہ تراویح کی رکعات آٹھ (۸) ہیں یا زیادہ اور اس کی شرعی حیثیت کیا ہے۔اس مولوی صاحب نے جواب دیا کہ یہ سنت مؤکدہ ہےاوراس کی رکعات آٹھ ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ تعریف کی وضاحت سے پہلے مُفردات کی وضاحت ضروری ہوتی ہے لہٰذا آپ پہلے تراویح کا لغوی معنی بیان کریں، جب یہ بات مولوی صاحب نے سُنی تو اس کا ایک ہاتھ تھا دوسرا ہاتھ نہیں تھا، جب مولوی صاحب تراویح کا معنی نہ بتلا سکا تو حضرت نے خود اس کا معنی بیان فرمایا کہ تراویح یہ ترویحہ کی جمع ہے ترویحہ کا معنی ہوتا ہے آرام کرنا چونکہ تراویح کے اندر بھی ہر چار رکعت کے بعد تھوڑی دیر آرام کیا جاتا ہے اسی وجہ سے اس کو تراویح کہا جاتا ہے۔

فائدہ:

بارہ (۱۲) رکعت سے کم تو تراویح ہو نہیں سکتی کیونکہ تراویح جمع ہے ترویحہ کی اور ایک ترویحہ چار رکعت کا ہوتا ہےاور جمع کے کم از کم تین فرد ہوتے ہیں اگر ہم جمع کے کم سے کم فرد کو لیں تب بھی تین (۳) ترویحہ لینے پڑیں گے اور تین ترویحہ کی تعداد بارہ رکعات بنتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ آٹھ رکعات تراویح تو کسی صورت میں بھی نہیں ہوسکتی۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک سنت کی تعریف یہ ہے هي الطريقة المسلوكة في الدين من غير فرض و وجوب. اس کی دلیل بھی بیان فرمائی عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين پھر مولوی صاحب سے کہا کہ تم سنت کی تعریف کرو لیکن ہماری کتب سے چوری شدہ نہ ہو پھر مولوی صاحب پہلے کی طرح پریشان ہوگیا کافی سوچ و بچار کے بعد اس نے ہماری کتاب فتح القدیر سے چوری کرتے ہوئے سنت کی یہ تعریف کی السنة ماداوم النبيؐ بنفسه ۔جب اس مولوی صاحب نے سنت کی یہ تعریف کی تو حضرت نے عوام کو مخاطب بناتے ہوئے فرمایا کہ آپ نے مولوی صاحب کی بیان کردہ سنت کی تعریف سُن لی۔ یہ کہتا ہے کہ سنت وہ ہے جس پر نبی کریم ﷺ نے دوام فرمایا ہو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ تم ہر دن اذان دیتے ہو یا نہیں؟ مخاطبین نے جواب

میں کہا کہ ہر روز اذان دیتے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ حضورا کرم ﷺ نے تو کبھی بھی اذان نہیں دی اس مولوی صاحب کی بیان کردہ تعریف کے مطابق اذان سنت نہیں ہے کیونکہ حضور ﷺ نے اس پر دوام نہیں فرمایا تو اس لحاظ سے تعریف جامع نہ ہوئی۔ پھر مخاطبین سے پوچھا کہ کیا حضور ﷺ فرائض نہیں پڑھتے تھے جب یہ سوال عوام سے کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ پڑھتے تھے بلکہ فرائض پر دوام تھا تو میں نے کہا کہ اس نے فرائض کو بھی سنت بنا دیا لہٰذا تعریف نہ جامع رہی نہ مانع رہی حالانکہ تعریف کا جامع و مانع ہونا ضروری ہوتا ہے۔

جس مولوی صاحب سے بحث و مناظرہ ہو رہا تھا اس کا نام مولوی محمد رفیق تھا اس کے استاد کا نام عبدالرحیم تھا وہ بھی وہاں پر موجود تھا جب اس نے شاگرد کا بُرا حال دیکھا تو کہنے لگا کہ میرے شاگرد کو تنگ نہ کرو سنت کی تعریف تو مجھے بھی نہیں آتی۔

حضرت کا ایک بریلوی مولوی سے مباحثہ:

حضرت (مولانا محمد امین صاحبؒ) فرماتے ہیں کہ میں ایک سکول میں ماسٹر تھا وہاں پر ایک بریلوی مولوی اپنے لڑکے کو داخل کروانے کے لیے آیا۔ اس مولوی صاحب نے ہیڈ ماسٹر سے کہا کہ یہ آدمی مجھے سُنی نہیں لگتا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے مجھ سے پوچھا یہ کیا کہتا ہے میں نے کہا بالکل ٹھیک کہتا ہے سُنی وہی ہے جس کو سُنت کی تعریف آتی ہو یہ مولوی صاحب سنت کی تعریف سنا دیں تو میں اسے سُنی مان لونگا لیکن مولوی صاحب کو تعریف آتی ہوتی تو سناتا تعریف سنانے کی بجائے مجھے کہنے لگا کہ تم فرض کی تعریف بتلاؤ میں نے فرض کی تعریف لکھ کر ہیڈ ماسٹر کی جیب میں ڈال دی میں نے کہا یہ سنت کی تعریف لکھ کر دے لیکن مولوی صاحب نہ بتلا سکا۔ بات کو دوسری طرف لے جاتے ہوئے کہنے لگا یہ تو درود شریف نہیں پڑھتے میں نے کہا کہ ہم ہر نماز کے آخر میں درود پڑھتے ہیں کون کہتا ہے کہ ہم درود نہیں پڑھتے پھر کہنے لگا کھڑے ہو کر نہیں پڑھتے، میں نے کہا ہم کھڑے ہو کر بھی پڑھتے ہیں نماز جنازہ وغیرہ میں۔ پھر کہنے لگا یہ صلوٰۃ وسلام نہیں پڑھتے میں نے

کہا کہ ہم روضہ رسول ﷺ پر جا کر پڑھتے ہیں وہ کہنے لگا یہاں پر نہیں پڑھتے، میں نے کہا کہ ہمارا کونسا داخلہ بند ہے کہ ہم یہاں پر پڑھیں ہمارا داخلہ کھلا ہے ہم وہاں پر جا کر پڑھتے ہیں، تمہارا تو مکہ و مدینہ میں داخلہ بند ہے اِس لئے تم یہاں پڑھتے رہتے ہو۔ پھر کہنے لگا کہ یہ اذان کے شروع میں صلوٰۃ وسلام نہیں پڑھتے، میں نے کہا کہ نماز والا دُرود شروع سے چلا آ رہا ہے ہم وہ پڑھتے ہیں جنازے والا شروع سے ہے ہم وہ بھی پڑھتے ہیں اذان والا دُرود تو شروع سے نہیں آ رہا بلکہ یہ تو لاؤڈ اسپیکر کے ساتھ آیا ہے جب اسپیکر ہو تو تم پڑھتے ہو ورنہ تم بھی نہیں پڑھتے، یہ کیسا دُرود ہے؟

پھر حضرت نے اس سے سوال کیا کہ تو بھی اپنے آپ کو حنفی کہلاتا ہے فقہ حنفی میں اس کی کیا حیثیت ہے اس نے جواب دیا مُباح ہے میں نے کہا کہ ہیڈ ماسٹر صاحب کو مباح کا مفہوم بھی بتلا دو مولوی صاحب کہنے لگا کہ نہیں تم ہی مباح کا معنی بتلاؤ میں نے کہا کہ مباح کا معنی ہے کہ اگر اس مباح کام کو کرلو تو ثواب نہیں اگر چھوڑ دو تو گناہ نہیں۔ ہیڈ ماسٹر نے اس سے پوچھا کہ کیا یہی مفہوم ہے مباح کا اس نے کہا جی بالکل یہی ہے میں نے کہا کہ پھر درود کے منکر تو یہ ہوئے ہم درود وہ پڑھتے ہیں جس کا ثواب ملتا ہے، یہ وہ درود پڑھتے ہیں کہ اگر پڑھو تو ثواب نہیں ملتا ہے اگر نہ پڑھو تو گناہ نہیں ہوتا۔ پھر میں نے اس سے سوال کیا کہ "تیجے چالیسویں" کا حکم کیا ہے اس نے جواب میں کہا مُباح ہے اس پر بھی اس بے چارے کو کافی دیر تک سوچنا پڑا آخر کار وہی جواب کہ مباح ہے، میں نے کہا کہ مباح کا تو ثواب ہی نہیں ملتا جب تمہیں ثواب نہیں ملتا تو میت کو کیا ثواب پہنچتا ہوگا۔ اب مولوی صاحب کا بُرا حال تھا دائیں بائیں دیکھ رہا تھا تا کہ بھاگنے کا کوئی راستہ مِل جائے۔ میں نے اوپر سے یہ کہہ دیا کہ تمہارے اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی کا فرمان ہے کہ میاں بیوی کا آپس میں ذکر اور فرج کا لمس کرنا از قبیل عبادت ہے چلو یہی کام کر کے ایصال ثواب کرتے رہا کرو، ساتھ کسی اور کو بھی بٹھا لیا کرو تا کہ اسے بھی پتہ چلتا رہے کہ کیسے ایصال ثواب ہوتا ہے اس سے احمد رضا خان بھی خوش ہو جائے گا کہ میرے

متبعین میرے فرمان پر کیسے جذبہ وشوق سے عمل پیرا ہیں یہ سُن کر مولوی صاحب نے کہا یہ شرارتی ہے اور مجھے تنگ کر رہا ہے اور وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔

فائدہ:

یقین کے حصول کے دو ذریعہ ہیں (۱) مشاہدہ (۲) خبر تواتر اس سے بھی وہی یقین حاصل ہوتا ہے جو مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے،

ایمان کی تعریف:

الایمان هو التصدیق بما جاء به النبیّ صلی الله علیه وسلم بالضرورة

جو ضروریات دین میں سے ہیں ان سب کے ماننے کا نام ایمان ہے،

کفر کی تعریف:

عدم التصدیق بما جاء به النبی صلی الله علیه وسلم بالضرورة

کافر کون ہے؟

جو چیزیں ضروریات دین میں سے ہیں ان میں سے کسی ایک کا انکار کرتا ہے یا تاویل باطل کرتا ہے تو وہ شخص کافر ہے،

تاویل باطل کی مثال:

جیسے کوئی شخص نماز نہیں پڑھتا جب اُسے کہا جائے کہ آپ نماز کیوں نہیں پڑھتے تو جواب میں کہتا ہے کہ نماز تو دل کی ہوتی ہے۔

ایک دلچسپ واقعہ:

ایک آدمی کسی جعلی اور بے نمازی پیر کا مُرید بن گیا، پیر صاحب مرید کے گھر میں تشریف لے آئے اور ساتھ پندرہ (۱۵) بیس (۲۰) خُدام اور مریدین بھی پیر کے اردگرد بھنبھناتے ہوئے آ گئے جس طرح میٹھی چیز کے اوپر مکھیاں بھنبھناتی ہیں، اب مرید

کی بیوی بچاری سارا دن کھانا تیار کرنے میں لگی رہتی صبح کے کھانے سے فارغ ہوتی تو شام کے کھانے کی تیاری شروع ہو جاتی اور ان کا کام سارا دن کھانے پینے میں گزرتا، عبادات خصوصاً نماز سے اس طرح غافل رہتے جیسے ان پر فرض ہی نہیں ہوئی، دس، بارہ دن اسی طرح گزر گئے آخر ایک دن مُرید کی بیوی نے اپنے گھر والے سے کہا کہ یہ کیسا پیر ہے جو نماز بھی نہیں پڑھتا، مرید نے پیر صاحب سے کہا گھر والوں کی طرف سے ایک شکایت ہے کہ پیر صاحب نماز نہیں پڑھتے، اب پیر صاحب کا جواب سنئے کہتا ہے میں اگرچہ باہر سے بے نمازی ہوں لیکن اندر سے نمازی ہوں کیونکہ ہم مدینہ میں نماز پڑھتے ہیں، مرید نے گھر والی کو بتلایا اس نے جواباً کہا کہ پیر صاحب کو کہو کہ آج کھانا بھی مدینہ سے کھانا اور ہمارے لیے بھی تبرک کے طور پر کچھ لے آنا، جب پیر صاحب کو خبر ملی تو اس نے سوچا کہ مُریدنی کا اعتماد اُٹھتا جا رہا ہے لہٰذا کوئی کرامت دکھلانی چاہیے، چنانچہ اسی وقت اس نے چند خدام کو بھیجا کہ تم جاؤ اور فلاں جگہ پر جا کر لکڑیاں اکٹھی کر کے آگ لگا دینا اور پھر بجھا دینا وقت بھی متعین کر دیا، اگلے دن جب وہ وقت آیا تو پیر صاحب نے شور مچا دیا کہ پانی لاؤ جلدی کرو پانی لاؤ، جب بالٹی پانی کی آ گئی تو پیر صاحب نے پانی کے چھینٹے مارے اور پھونکیں مارنی شروع کر دیں جب پیر صاحب اپنے اس عمل سے رُکے تو لوگوں نے عرض کیا کہ پیر صاحب آپ نے یہ کیا کیا تو پیر صاحب نے کہا کہ فلاں جگہ پر گھر کو آگ لگ گئی تھی اُسے بجھایا ہے، کچھ لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر اس جگہ پر پہنچ گئے تاکہ تحقیق کریں، جب وہاں پر پہنچے تو دیکھا کہ واقعۃً آگ لگی تھی اور بجھ گئی ہے، اب مرید نے گھر والی سے کہا کہ تو پیر صاحب پر اعتبار نہیں کرتی دیکھ اٹھارہ میل دُور سے پیر صاحب نے آگ لگی ہوئی دیکھی اور یہاں سے اس کو بجھا دیا، بیوی بھی آگے سے سمجھدار تھی اس نے پھیکے چاول پکائے کھانا دیتے وقت پلیٹ میں پہلے چینی ڈال دی اور اوپر چاول ڈال دیئے، جب پیر صاحب کے سامنے کھانا پہنچا اب پیر صاحب نے مرید سے کہا کہ چینی لاؤ گھر والے نے بیوی سے کہا کہ پیر صاحب چینی مانگ رہے ہیں بیوی نے جواب دیا کہ میں نے چینی بھیج دی

ہے، جب پیر صاحب کے پاس دیکھا کہ چینی نہیں پہنچی اور پیر صاحب بھی اسی بات کا تکرار کر رہے ہیں کہ چینی لاؤ جب دو تین دفعہ مرید نے چکر لگائے آگے سے جواب ملتا ہے کہ میں چینی بھیج چکی ہوں آخرکار مرید غصہ میں آ کر کہتا ہے کہ تو کیا بکواس کر رہی ہے چینی دے، بیوی بھی آگے سے کپڑے دھو رہی تھی اس نے وہی ڈنڈا اٹھایا اور پیر صاحب کے کندھے پر زور سے دے مارا اور کہا کہ تجھے اٹھارہ میل دور سے آگ نظر آ گئی اور یہاں نیچے سے چینی نظر کیوں نہیں آتی، اب پیر سمجھ گیا کہ یہاں پر گزارا مشکل ہے اس نے کہا کہ اب میں واپس چلتا ہوں، بیوی نے چھوٹے بیٹے سے کہلا بھیجا کہ ہماری بھینس کو پیر صاحب دم کرتے جائیں پیر صاحب نے پوچھا کہ بھینس کہاں ہے جواب دیا گیا کہ باہر باندھی ہوئی ہے جب آپ جائیں گے تو جاتے ہوئے دم کرتے جانا، پیر صاحب دل ہی دل میں بڑے خوش ہوئے کہ مریدنی کا اعتماد بحال ہو گیا ہے جب باہر نکلا تو دیکھا کہ بھینس تو نظر نہیں آ رہی سامنے ایک گدھا بندھا ہوا تھا پیر صاحب پوچھنے لگے کہ بھینس کہاں ہے اسے دم کرنا ہے، چھوٹے بچے نے کہا یہ سامنے باندھی ہوئی ہے پیر نے کہا یہ تو گدھا ہے، جواب ملا کہ یہ اگرچہ اُوپر سے گدھا ہے لیکن اندر سے بھینس ہے پیر صاحب کہنے لگا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اُوپر سے گدھا ہو اور اندر سے بھینس ہو بچہ نے کہا امی جی یہی تو کہہ رہی تھیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اوپر سے بے نمازی ہو اور اندر سے نمازی ہو بلکہ جس طرح یہ اوپر سے بے نمازی ہے اسی طرح اندر سے بھی بے نمازی ہے بالآخر پیر صاحب وہاں سے ذلیل و رسوا ہو کر نکلے۔

<u>لطیفہ:</u>

جب قادیانیوں کے خلاف تحریک ختم نبوت چلی تو سب لوگ کافر کافر کا نعرہ لگا رہے تھے اس وقت چیف جسٹس منیر احمد تھا جس کو وہ پکڑتا اسے پوچھتا کہ تم قادیانیوں کو کافر کہتے ہو اس کی کیا وجہ ہے وہ کہتا بس وہ کافر ہیں جب وہ پوچھتا کہ کفر کی تعریف کرو تو وہ خاموش ہو جاتا اس طرح بہت سارے لوگوں کے ساتھ ہوا تو جسٹس منیر نے اخبار میں

بیان چھپوایا کہ ان علماء کو کفر کی تعریف تو آتی نہیں کفر کا فتویٰ دے رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ نے جج سے کہا کہ مجھے عدالت میں طلب کیا جائے میں کفر کی تعریف بتلاؤں گا چنانچہ حضرت موصوف کو طلب کیا گیا مولانا صاحب نے کفر کی یہی تعریف کی کہ ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا انکار کرنا یا تاویل باطل کرنا کفر ہے، جج نے کہا کہ دوسروں کو اس کی تعریف کیوں نہیں آتی تو حضرت نے فرمایا کہ جو چیز جتنی عام ہو جاتی ہے اس کی تعریف اتنی ہی مشکل ہو جاتی ہے، جج نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ چیز کے عام ہو جانے سے تعریف مشکل ہو جائے میں نہیں مانتا تو حضرت نے فرمایا کہ آپ پھر بتلائیں کہ آپ کو گلاس کی تعریف آتی ہے اس نے کہا ہاں آتی ہے، حضرت نے فرمایا اچھا بتلاؤ گلاس کسے کہتے ہیں، اس نے کہا جس میں پانی پیا جاتا ہے حضرت نے چلّو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا پانی تو اس سے بھی پیا جاتا ہے کیا یہ بھی گلاس ہے اس نے کہا کہ وہ لمبا ہوتا ہے حضرت نے فرمایا کہ بوتل بھی تو لمبی ہوتی ہے کیا وہ بھی گلاس ہے۔ بہر حال وہ گلاس کی تعریف نہ کرسکا۔ تو حضرت نے فرمایا کل میں اخبار کے اندر بیان شائع کرواتا ہوں کہ تم نے ایسے آدمی کو جج بنایا ہے جسے گلاس کا پتہ نہیں جو گلاس نہیں جانتا، پھر وہ منتیں کرنے لگا اور قسمیں کھانے لگا کہ حضرت میں گلاس جانتا تو ہوں لیکن تعریف نہیں کرسکتا، اس پر حضرت نے فرمایا کہ ہمارے لوگ بھی کفر کو جانتے تو ہیں لیکن عموم کی وجہ سے تعریف نہیں کرسکتے۔

قادیانی سے مناظرہ کی ایک جھلک:

حضرت (مولانا محمد امین صاحبؒ) کا ایک قادیانی سے مناظرہ ہوا تو اس نے کفر کی تعریف پوچھی حضرت نے کفر کی تعریف بیان فرمائی اس نے کہا کہ ایک چیز کا انکار کرنے سے کفر کیسے لازم آتا ہے یہ تو عقلاً اور نقلاً باطل ہے، تو حضرت نے فرمایا اگر تیرے پاس دلیل عقلی اور نقلی موجود ہے تو بیان کرو، وہ بیان نہ کرسکا تو حضرت نے فرمایا مجھے لگتا ہے کہ تو نے شوق میں آکر عقل اور نقل کے الفاظ ہی یاد کیے ہیں اس کی

حقیقت کیا ہے اس کی تجھے ہوا بھی نہیں لگی، اس پر حضرت نے ایک واقعہ سنایا کہ ایک دیہاتی کو انگلش بولنے کا شوق پیدا ہوا اس نے یس اور نو یہ دو لفظ یاد کر لیے معنی کا اسے پتہ نہیں تھا، چند دن بعد اس کی زمین میں ایک مُردہ لاش ملی پولیس نے اسے گرفتار کر لیا جب عدالت میں پیش کیا گیا تو جج نے اس سے پوچھا کہ تو نے اسے قتل کیا ہے اس نے جواب دیا کہ یس جج نے کہا کہ کیا اس کا کوئی گناہ بھی تھا جواب میں کہا نو۔ جج نے فیصلہ سُنا دیا کہ اسے پھانسی پر لٹکا دیا جائے، پھر وہ چیخنے اور رونے لگا کہ مجھے کس جُرم میں پھانسی پر لٹکایا جا رہا ہے، جج نے کہا کہ تو نے خود ہی تو یس اور نو کہہ کر اپنے جرم کا اقرار کیا ہے اس نے کہا مجھے کیا معلوم کہ اس کا معنی کیا ہے میں نے تو شوق میں آ کر یہ الفاظ یاد کیے تھے، اے قادیانی تیرا بھی وہی حال ہے، پھر حضرت نے فرمایا کہ اب مجھ سے دلیل عقلی اور نقلی سُن میں تجھے سناتا ہوں۔

دلیلِ عقلی:

رومال کے پاک ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس پر کسی قسم کی نجاست نہ ہو لیکن ناپاک ہونے کے لئے کوئی ضروری نہیں کہ تمام قسم کی نجاستوں سے آلودہ ہو تب ہی ناپاک ہوگا بلکہ کسی بھی قسم کی ایک نجاست لگ جائے تو وہ ناپاک ہو جائے گا اسی طرح مسلمان ہونے کے لیے تمام احکامات اور ضروریات دین کو ماننا ضروری ہے لیکن کافر ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ تمام احکامات کا انکار کرے گا تو تب کافر ہوگا بلکہ صرف ایک حکم کے انکار سے بھی کافر بن جائے گا، اسی طرح صراط مستقیم بھی ایک ہے اور خط مستقیم بھی ایک ہی ہوتا ہے جو خط مستقیم کے علاوہ ہوگا وہ ٹیڑھا خط ہوگا خط مستقیم نہیں ہو سکتا اسی طرح صراط مستقیم میں تمام احکامات کو ماننا ضروری ہے اس سے تھوڑا سا ہٹنا یعنی انکار کرنا کفر ہے۔

دلیلِ نقلی:

یہ ہے کہ شیطان نے ساری زندگی اطاعت کی لیکن ایک حکم کا انکار کیا تو

کافر ہو گیا قرآن مجید میں فرمایا" و کان من الکفرین" مسیلمہ کذاب نے صرف نبوت کا انکار کیا تو کافر ہو گیا یہ بھی صرف ایک ہی حکم تھا اسی طرح منکرین زکوۃ نے قرآن کی اس آیت "خذمن اموالھم صدقۃ" اس میں تاویل باطل کی کہ یہ حکم صرف حضور ﷺ کو تھا اور کسی کو نہیں لہٰذا حضورؐ کے بعد اب ہم زکوۃ نہیں دیں گے اس ایک حکم کے انکار کی وجہ سے وہ کافر بن گئے پس معلوم ہوا کہ ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا انکار کرنا کفر ہے لہٰذا قادیانی بھی کافر ہوئے۔

قادیانیوں کے کفر کی وجوہ:

قادیانیوں کے کفر کی وجوہ آسمان کے ستاروں سے بھی زیادہ ہیں، لیکن یہاں پر وہ چار وجوہ پیش کی جاتی ہیں جن کا اقرار مرزا قادیانی نے خود کیا ہے یعنی مرزا قادیانی خود کہتا ہے کہ ایسا کرنا کفر ہے پھر وہ خود کام کرتا ہے اور اس نے کیا ہے، وہ چار وجوہ کفر درج ذیل ہیں،

(۱) ختم نبوت کا انکار:

ختم نبوت کا انکار کرنا بالاجماع کفر ہے مرزا خود اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ ختم نبوت کا انکار کفر ہے پھر ساتھ ختم نبوت کا انکار بھی کرتا ہے لہٰذا مرزا نے اپنے کفر پر خود ہی مہر ثبت کر دی۔

(۲) مرزا کا دعوئ نبوت:

خود مرزا کہتا ہے کہ کون شخص ایسا لعنتی ہو سکتا ہے جو حضور علیہ ﷺ کی ختم نبوت کا انکار کر سکتا ہے پھر خود نبوت کا دعوئ کر کے ختم نبوت کا انکار کرتا ہے۔

(۳) توہین انبیاء کرام:

خود مرزا قادیانی اپنی کتاب چشمۂ معرفت میں لکھتا ہے کہ انبیاء کرام کو گالی دینا کفر ہے اور خود اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دی ہیں چنانچہ کہتا ہے کہ آپ کی

(نعوذ باللہ) نانیاں زنا کار تھیں وغیرہ لک۔

(۴)تکفیر المسلمین:

خود اس نے کہا کہ کسی مسلمان کو کافر کہنا کفر ہے پھر خود کہتا ہے کہ جو مسلمان مجھ پر ایمان نہیں لائے وہ سارے کنجریوں کی اولاد ہیں۔

یہ چار وجوہ وہ ہیں جن کو وہ خود اپنی کتابوں میں کفر سمجھتا ہے ویسے تو وہ بہت ساری چیزوں کا انکار کرتا ہے جیسے جہاد کا انکار کرتا ہے اور وہ انکار جہاد کو کفر نہیں سمجھتا یہ چار چیزیں وہ ہیں جن پر ہم اس کے بھی دستخط کرواسکتے ہیں گویا کہ مرزے نے اپنے کفر کا فتوی خود ہی دے دیا۔

قادیانیوں سے مناظرہ:

ایک دفعہ قادیانیوں سے مناظرہ کا پروگرام طے پا گیا لیکن جگہ ایسی مقرر کی گئی کہ وہ جگہ ایسے دو ریلوے اسٹیشنوں کے درمیان تھی کہ دونوں اسٹیشنوں کے ذمہ دار حضرات قادیانی تھے تو ہوا یوں کہ قادیانی پہلے مقررہ جگہوں پر پہنچ گئے، جس ریل گاڑی کے ذریعہ مسلمان مناظر نے پہنچنا تھا وہ گاڑی روک لی گئی اب مسلمان مناظر اور دیگر مسلمان دونوں اسٹیشنوں پر رُکے ہوئے ہیں آگے نہیں جاسکتے اور ادھر طے شدہ جگہ پر قادیانی شور مچار ہے ہیں کہ کہاں گئے سُنی کہاں گئے ان کے مناظر؟ حالانکہ طے شدہ پروگرام اور سازش کے تحت مسلمانوں کو روک لیا گیا جو وہاں تھوڑے سے سُنی موجود تھے ان کی گردنیں بھی جھکی ہوئی تھیں جب ان کا شور حد سے بڑھ گیا تو سُنی عوام میں سے ایک ماسٹر صاحب نے کہا کہ میں مناظرہ کرتا ہوں باقی حضرات نے کہا کہ تیری کونسی تیاری کی ہوئی ہے اس نے کہا بس آپ دعا کریں تیاری ہے، چنانچہ وہ ماسٹر صاحب آگے بڑھے کہ میں سنیوں کی جانب سے مناظر ہوں پہلے اسے وقت دیا گیا کہ آپ کے پاس دس منٹ ہیں یہ جو شروع ہوا دس منٹ تک مرزا قادیانی کو جو منہ میں آئی گالیاں دیتا رہا اس دوران باقی سنی مسلمان

بڑے پریشان کہ یہ کیا ہوا یہ تو ہماری اور بے عزتی کروا رہا ہے جب اس نے دس منٹ تک مرزے کو گالیاں دے کر سکوت فرمایا، قادیانی مناظر کی باری آئی تو اس نے اٹھتے ہی یہ کہا کہ اے سنیو! تمھیں کوئی شریف آدمی نہیں ملا جو مناظرہ کرے اسے تم لے آئے ہو جو گالیوں کے سوا بات ہی نہیں کرتا، بس اس نے یہ بات کہنی تھی کہ ماسٹر صاحب کھڑے ہو گئے اور شور مچا دیا کہ تم کو مبارک ہو میں مناظرہ جیت گیا تمھیں مبارک ہو میں مناظرہ جیت گیا سنیوں کی اور گردنیں نیچے کہ ایک تو ہمارے مناظر نے گالیاں دی ہیں دوسرے یہ کہہ رہا ہے کہ میں مناظرہ جیت گیا اسے کیا ہو گیا، آخر چند آدمی اُٹھے اور اسے پکڑا کہ تو کیسے مناظرہ جیت گیا تو اس نے کہا کہ مرزا قادیانی نے ستر سال گالیاں دیں تب بھی وہ نبی ہے اور شریف ہے اور میں نے دس منٹ گالیاں دیں، میں بدمعاش بن گیا؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے جب مرزا گالیاں دیتا ہے، معلوم ہوا کہ وہ بھی شریف نہیں ہے وہ نبی کیسے ہوسکتا ہے؟ جس پر سنی مسلمانوں نے نعرہ لگایا اور مناظرہ جیت گئے۔

واقعہ:

حضرت (مولانا محمد امین صاحب اوکاڑویؒ) نے فرمایا کہ ہمارے گاؤں کا ایک آدمی جو (درکھان یعنی) لکڑی کا کام کرنے والا تھا وہ گھر والوں سے ناراض ہو کر نکلا اور سندھ میں جا کر پیر صاحب بن گیا چونکہ صوبہ سندھ میں جہالت کافی ہے وہاں پر پیر بننا بڑا آسان کام ہے چنانچہ وہ بھی کامیاب ہو گیا کافی عرصہ یہ کام چلتا رہا ایک دن دس بارہ قادیانی آگئے اور کہا کہ ہم تمہارے پیر صاحب سے مناظرہ کریں گے، مریدین نے کہا کہ ہاں ہمارے پیر صاحب ضرور آپ سے مناظرہ کریں گے، جب پیر صاحب کو علم ہوا وہ گھبرا گیا اور پریشان ہو گیا کہ مجھے تو آتا جاتا کچھ نہیں میں کیسے مناظرہ کروں گا دل میں کہنے لگا یا اللہ پہلے جو کچھ ہونا تھا ہو گیا اب تو عزت رکھ لے (پیر صاحب نے یہ واقعہ خود حضرت کو سنایا تھا) پیر صاحب نے حضرت کو واقعہ سناتے ہوئے کہا کہ چونکہ میں آپ کی مجلس میں بیٹھتا رہتا تھا مجھے وہ بیٹھنا وہاں کام دے گیا چنانچہ مناظرہ کا وقت طے شدہ

آ پہنچا پیر صاحب اُوپر ٹیک لگا کر بیٹھے ہیں مریدین سارے نیچے بیٹھے ہیں جو پیر صاحب کے دل میں گزر رہی ہے وہ پیر صاحب جانتے ہیں یا اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، بہر حال قادیانی پہنچ گئے پیر صاحب نے پہلے سوال کر دیا کہ آیا حضور ﷺ کی اطاعت نجات کے لیے کافی ہے یا نہیں؟ اب قادیانی پھنس گئے اگر کہتے ہیں کہ کافی ہے تو مناظرہ ہارتے ہیں اگر کہتے ہیں کہ کافی نہیں تو مریدین بیٹھے ہوئے خوب پٹائی کر دیں گے کافی دیر سوچتے رہے آخر کار کہنے لگے نجات کے لیے حضور ﷺ کی اطاعت کافی ہے پیر صاحب نے کہا جب حضور ﷺ کی اطاعت کافی ہے پھر کانے اور اندھے مرزے کی اطاعت کی کیا ضرورت ہے پیر صاحب اس بات پر مناظرہ جیت گئے اور مریدین خوش ہو گئے کہ ہمارے پیر صاحب بڑے کامل پیر ہیں اور پہنچے ہوئے ہیں۔

ایک دلچسپ واقعہ:

جب کوئی بھی انسان سفر کرتا ہے تو عجیب وغریب حالات منکشف ہوتے ہیں دورانِ سفر جس قسم کا آدمی ہو اسی قسم کی باتیں شروع کر دیتا ہے اگر تبلیغی جماعت والا آدمی ہے تو دعوت والی باتیں شروع کر دیتا ہے، اگر مولوی ہے تو مسئلے مسائل کو زیر بحث لے آتا ہے چنانچہ اسی طرح ایک مولوی صاحب بس کے اندر سفر کر رہے تھے تو اس نے مسائل پر گفتگو شروع کر دی کچھ دیر تک گفتگو کرتے رہے، تو پاس ہی ایک قادیانی بیٹھا تھا اس نے کہا کہ مرزا صاحب کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے، مولوی صاحب پریشان ہو گئے کہ اب میں اسے کیا جواب دوں اتنے میں ساتھ بیٹھا ہوا ایک دیہاتی بولا کہ مولوی صاحب اس کا جواب میں دیتا ہوں دیہاتی نے پوچھا کس مرزا صاحب کی بات کرتے ہو اس قادیانی نے کہا جو مشہور مرزا صاحب ہیں پھر دیہاتی نے کہا کہ کونسے مرزا کی بات کرتے ہو اس نے کہا کہ وہ تو بہت مشہور ہوئے ہیں آپ اسے نہیں جانتے، تو دیہاتی نے جواب دیا کہ مرزا دو مشہور ہوئے ہیں ایک تو صاحبہ کا عاشق تھا اور دوسرا محمدی بیگم کا عاشق تھا تو کس مرزا کی بات کرتا ہے صاحبہ والے کی یا محمدی بیگم والے مرزا کی، وہ مرزا جو صاحبہ

کا عاشق تھا سنا ہے کہ وہ تو بڑا بہادر تھا صاحبہ کی بارات آئی ہوئی ہے بارات کے درمیان سے صاحبہ کو اٹھا کر لے گیا یہ الگ بات ہے کہ صاحبہ کے بھائیوں نے غیرت میں آ کر دونوں کو اڑا دیا تھا۔ لیکن جو مرزا محمدی بیگم کا عاشق تھا یہ تو پرلے درجے کا گانڈو تھا پھر تو اس قادیانی کی شرم کے مارے گردن اوپر ہی نہیں اٹھتی تھی واقعۃً بعض دفعہ سیدھے سادھے دیہاتی آدمی ایسی بات کر جاتے ہیں جو بڑوں بڑوں کو نہیں آتی۔

مرزا کی بیویاں اور اس کی اولاد:

مرزا غلام احمد قادیانی کی پہلی بیوی کا نام حُرمت بی بی تھا اس کے دو بیٹے تھے سلطان احمد اور فضل احمد یہ دونوں بیٹے اس مرزا پر ایمان نہیں لائے تھے یہی وجہ تھی کہ یہ ان دونوں پر ناراض تھا اور حرمت بی بی ان کی ماں پر بھی ناراض تھا چنانچہ جب فضل احمد مرزا کی زندگی میں ہی فوت ہو گیا مرزا قادیانی نے اس کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی کہ میرے اوپر یہ ایمان کیوں نہیں لایا، حرمت بی بی کا تعلق بریلویت سے تھا اگرچہ یہ اس کی برادری میں سے تھی۔ اور دوسری بیوی کا نام نصرت بی بی تھا اور یہ غیر مقلدوں کی تھی، اس کے ساتھ اس کا نکاح یوں ہوا کہ نصرت کے باپ سے جس کا نام ناصر نواب تھا اس کے ساتھ غلام احمد قادیانی کے بھائی غلام مصطفیٰ کی دوستی تھی دوستی اس طرح ہوئی کہ نصرت بی بی کا والد نہر پر ضلع دار تھا یہ دونوں یعنی ناصر نواب اور مرزا غلام مصطفیٰ نہر سے لکڑی چوری کیا کرتے تھے، مرزا ناصر کی بیوی بیمار ہو گئی مرزا غلام مصطفیٰ نے کہا کہ میرا بھائی مرزا غلام احمد بڑا ماہر طبیب ہے اس سے علاج کروائیں، چنانچہ علاج کے لیے یہاں مرزا قادیانی کے پاس آ گئے تین ماہ یہاں ٹھہرے، تین ماہ کے بعد مرزا ناصر ریٹائر ہو گیا اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ چلو ہم دہلی چلتے ہیں وہیں رہیں گے، لیکن اس کی بیوی نے کہا کہ آپ پیسے لیکر چلیں وہاں مکان تعمیر کروائیں یہ بھی اپنا ہی گھر ہے ہم یہاں پر ٹھہرتے ہیں۔ جب مکان بن جائے گا تو وہاں چلیں آئیں گے چنانچہ جب مکان تعمیر ہو گیا تو جاتے جاتے نصرت کی

ماں نصرت بی بی کے رشتہ کی بات کرگئی سوہاں پہنچے جب بھی مرزا ناصر نواب کھانے پر بیٹھتا صبح وشام اس کی بیوی اسے کہتی کہ بیٹی جوان ہو گئی ہے اس کا کہیں رشتہ کریں اس زمانہ میں غیر مقلدین کے خلاف سخت نفرت تھی نہ ان کو کوئی رشتہ دیتا تھا نہ ان سے کوئی رشتہ لیتا تھا جیسے آجکل قادیانیوں سے ہے تو جس طرح آجکل قادیانی لڑکیوں کے رشتہ چناب نگر (ربوہ) میں ہوتے ہیں اس وقت غیر مقلد لڑکیوں کی لسٹیں محمد حسین بٹالوی کے پاس ہوتی تھیں وہ رشتہ کرواتا تھا، جب بیوی رشتہ کی بات کرتی وہ آگے سے خاموش ہو جاتا بالآخر بیوی نے خود کہا کہ تم محمد حسین بٹالوی کو خط لکھو کہ کہیں اچھی جگہ رشتہ کروادے یہ سن کر مرزا ناصر نواب کی آنکھوں میں آنسو آگئے کہ محمد حسین بٹالوی تو پہلے ہی میرے پاس خط بھیج چکا ہے کہ تم اپنی بیٹی کا رشتہ غلام احمد قادیانی سے کروادو، کیونکہ اس نے کہا کہ پہلے میں نے رفع یدین چھوڑ دیا تھا اب شروع کر دیا ہے اب مرزا ناصر نواب سوچتا تھا کہ ایک تو اس کا مذہب نہیں ملتا دوسرا لوگ کیا کہیں گے کہ آخر لڑکی جھے مہینے وہاں رہ کر آئی ہے کچھ نہ کچھ دال میں کالا کالا ضرور ہے، بالآخر بیوی کے زور سے نکاح ہو گیا اس میں نہ تو لڑکی کی برادری شریک ہوئی اور نہ ہی مرزا کی برادری شریک ہوئی بارات میں ایک تو لالہ بلدیم رام اور دوسرا لالہ شرم پت شریک ہوا نکاح میاں نذیر حسین نے پڑھایا اس نے پانچ روپے اور ایک جائے نماز نکاح خوانی کا لیا شادی تو ہو گئی اس کی برادری بھی ناراض اور مرزا کی برادری بھی ناراض کیونکہ غیر برادری میں نکاح ہوا تھا چنانچہ شادی کے بعد نصرت بی بی نے اپنی ماں کو جو پہلا خط لکھا وہ بڑا پریشان کن تھا جس سے سارا خاندان بھی پریشان ہو گیا، مرزا خود تریاق القلوب میں لکھتا ہے کہ مجھ پر بڑی سخت آزمائش اور ابتلاء کا وقت آیا جب میں بیوی کے پاس گیا تو انتشار کلی طور پر ختم اور زائل ہو جاتا تھا قوت مردی بھی ختم ہو گئی، اسی وجہ سے نصرت کا خط بھی بڑا پریشان کن تھا، چنانچہ کہتا ہے کہ جبرئیل میرے پاس حوض کوثر کا پانی اور گاجر لائے مجھے کھلایا تو میرے اندر ساٹھ آدمیوں کی قوت آگئی۔

شاید نصرت بی بی بھی اسی لیے زیادہ پریشان تھی کہ پہلے تو ایک مرد بھی نہیں آتا تھا اب اکٹھے ساٹھ مرد آنے شروع ہو گئے، یہ بات تو وہ مانے جو یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ واقعۃً جبرئیل اس کے پاس آیا تھا قادیانیوں کے نزدیک تو حوضِ کوثر کا اثر تھا اس سے مسئلہ حل ہو گیا جو اس بات کو نہیں مانتے کہ جبرئیل آئے تھے ان کا سوال یہ ہے کہ جب مرزا صاحب کے بقول ان کا انتشار کلی طور پر ختم ہو گیا تھا تو پھر اولاد کیسے پیدا ہوگئی، چار لڑکے اور ایک لڑکی اس سے پیدا ہوئی شاید مرزا صاحب کے ساتھ ساتھ جو رہتے تھے انہوں نے مدد کی ہو، مرزا بشیر الدین تھا، مرزا بشیر احمد اور شریف احمد تھا یہ مرزا صاحب کے معاون بنے ہوں۔

مرزا قادیانی محمدی بیگم پر عاشق ہو گیا:

محمدی بیگم بھی برادری کی لڑکی تھی گھر کے دروازے آمنے سامنے تھے شہروں اور دیہاتوں میں رواج ہوتا ہے کہ ہمسایوں کی لڑکیاں ایک دوسرے کے گھر میں آتی جاتی رہتی ہیں، اس کا دل بے ایمان ہو گیا دل میں خیال آیا کہ اس سے بھی رشتہ ہو جائے، محمدی بیگم کا باپ فوج میں ملازم تھا اکثر وہیں رہتا تھا کبھی کبھار چھٹی پر گھر آتا تھا اس کا نام احمد بیگ تھا (یہ جو احمد بیگ تھا محمدی بیگم کا باپ) اس کا کسی کے ساتھ زمین کا جھگڑا تھا اس کا کیس عدالت میں چل رہا تھا اس کی بیوی نے کہا کہ اس مرزا کا جج کے ساتھ اچھا تعلق ہے اگر یہ جج کو کوئی خط لکھ دے اس سے ہمارا مقصد پورا ہو جائے گا چنانچہ احمد بیگ مرزا کے پاس گیا اور سارا قصہ بیان کیا، قادیانی نے کہا کہ میں استخارہ کیے بغیر کسی کی سفارش نہیں کرتا میں آج رات استخارہ کرونگا پھر سفارش ہوگی اگلے دن اسے کہا سفارش کے متعلق تو کوئی اطلاع نہیں دی گئی البتہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ تو محمدی بیگم سے نکاح کر لے اس لیے تو اپنی بیٹی کا رشتہ مجھے دے دے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس میں بہت برکت ہوگی اب کوئی گھٹیا سے گھٹیا قسم کا آدمی کسی دنیاوی کام کی غرض سے کسی کے پاس جائے اور وہ اس سے بیٹی کا رشتہ مانگ لے برداشت نہیں کرتا اس نے مرزا کو بہت سی گالیاں

نکالیں اور کہا تیرا ابھی کوئی پتہ چلتا ہے کبھی کیا بن جاتا ہے کبھی کیا تو کیا انسان بھی ہے یا نہیں تجھے یہ نظر نہیں آتا کہ تیری عمر کیا ہے اور بچی کی عمر کیا ہے لیکن وہ اس پر بضد ہو گیا اور اشتہار چھپوا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے عرش پر میرا محمدی بیگم سے نکاح کر دیا ہے اور ساتھ یہ بھی الہام ہوا ہے کہ اگر اس کے باپ نے ضد کر کے کسی اور جگہ اس کا نکاح کر دیا تو اڑھائی ماہ کے بعد شوہر مر جائے گا اور تین ماہ بعد باپ مر جائے گا، اس کے بعد محمدی بیگم میرے نکاح میں آئے گی لاتبدیل لکلمات اللہ یہ اللہ کا فیصلہ ہے تبدیل نہیں ہو سکتا، پھر مرزا صاحب بیمار ہو گیا وہ خود لکھتا ہے کہ بیماری میں سب سے بڑی پریشانی مجھے یہ تھی کہ محمدی بیگم میرے نکاح میں آ جائے ابھی تک کیوں نہیں آئی پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے الہام کیا ولاتکن من الممترین یہ ضرور تیرے نکاح میں آئے گی خواہ کنواری آئے یا بیوہ ہو کر آئے ایک دن خواب میں مرزا کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک عورت خوبصورت سُرخ لباس میں میرے گھر میں میرے پاس آئی میں سمجھتا تھا کہ یہی محمدی بیگم ہے تو پھر میں نے کہا اے اللہ اب تو آ ہی جاوے ۔

خداوندا سبب کوئی بنا دے
کسی صورت سے وہ صورت ملا دے

لیکن اللہ کو منظور نہ تھا جب محمدی بیگم کے باپ کی چھٹی ختم ہوئی اس نے سوچا کہ اس نے اشتہار چھپوا دیا ہے یہ بڑی پریشانی کا سبب تھا تو جاتے ہوئے وہ لڑکی کو اس کے ماموں کے ہاں جو ہوشیار پور میں رہتا تھا چھوڑ گیا کہ یہاں کوئی رشتہ تلاش کریں گے، پھر اس کی بکواس ختم ہوگی۔ جب مرزا کو پتہ چلا کہ ہوشیار پور میں میرا مسئلہ حل ہو جائے گا، تو یہ وہاں اپنے مرید کے ہاں چلہ کشی کے لیے چلا گیا وہاں پر مرزا نے اس کے ماموں سے رابطہ کیا کہ آدھ مربع زمین اور ایک باغ تجھے دونگا اگر تو محمدی بیگم کا میرے ساتھ نکاح کروا دے اس نے جواب میں کہا پہلے میرے نام لگواؤ پھر نکاح کرواؤں گا مرزا نے کہا کہ

پہلے نکاح ہونا چاہیے، اس پر ان کی آپس میں کوئی بات نہ بن سکی اور وہ چلہ کشی کر کے واپس آ گیا۔ چنانچہ تین ماہ بعد پھر اس کا باپ چھٹی پر آیا اس نے محمدی بیگم کا نکاح قصور میں کر دیا اس کے شوہر کا نام مرزا سلطان بیگ تھا، اب مرزا کو جوش آیا اس نے کہا یہ جو واقعہ ہوا ہے نکاح کا اس نے اللہ اور رسول کی سخت مخالفت کی ہے پھر کہنے لگا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے یتزوج ویولد لہ کما قال کہ مسیح نکاح بھی کریں گے اور ان کی اولاد بھی ہوگی پہلے میں مسیح موعود نہیں تھا اب میں مسیح موعود ہوں اب میرا نکاح ہوگا کیونکہ جو پہلے میں نے دو نکاح کئے ہیں اس وقت میں مسیح موعود نہیں تھا اب میں مسیح موعود ہوں لہٰذا اب میرا نکاح بھی ہوگا اور میری اولاد بھی ہوگی جس دن یہ نکاح ہوگا محمدی بیگم بیوہ ہو کر آئے گی اس دن میرے دشمن خنزیر اور بندر ہو جائیں گے ان کے چہرے کالے ہو جائیں گے لیکن وہ نہ آئی جب پاکستان بنا اس کے بعد محمدی بیگم یہاں پر بھی آئی یہاں پر رہتی رہی اللہ تعالیٰ نے اُسے اولاد بھی دی پھر اس محمدی بیگم کی یہاں پر وفات ہوگئی لیکن محمدی بیگم مرزا کے نکاح میں نہ آ سکی مرزا اسی کے عشق میں اور یادوں میں تڑپتا رہا اور یہ کہتا رہا ؎

ہم انتظار وصل وہ آغوش غیر میں
قدرت خدا کی درد کہیں دوا کہیں

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین.

تعارف قادیانیت / قادیانی کافر کیوں

الحمد للّٰہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی. اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین. وکان اللّٰہ بکل شیءٍ علیما. صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علٰی ذٰلک من الشاھدین والشاکرین والحمد للّٰہ رب العلمین.

اس سے پہلے غالباً اختلاف کی قسمیں بیان ہوئی تھیں کہ اختلاف کی تین قسمیں ہیں(۱) کفرواسلام کا اختلاف(۲) سنت وبدعت کا اختلاف(۳) اجتہادی اختلاف۔ کفرواسلام کے اختلاف کی تعریف یہ ہے کہ وہ اسلامی عقائد جو کہ اتنے تواتر اور اتنی قطعیت سے پھیلے ہیں کہ دنیا میں مسلمان تو کجا وہ کافر جو مسلمانوں کے درمیان بستے ہیں وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ قرآن کو خدا کی کتاب مانتے ہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا آخری نبی مانتے ہیں اور دن رات میں پانچ نمازوں کو فرض مانتے ہیں، اور رمضان کے روزوں کو فرض سمجھتے ہیں، ایسے عقائد کو ضروریات دین کہا جاتا ہے، ان میں سے ہرایک عقیدہ کو ماننا اس کا نام اسلام ہے اور ان میں سے کسی ایک عقیدہ کا انکار کرنا یا اس کی تاویل باطل کرنا کفر ہے پھر جب اس میں انسان آجاتا ہے تو بہتر (۷۲) فرقے اہلسنت والجماعت کے علاوہ ہیں جو کہ اہلسنت والجماعت نہیں بلکہ اہل بدعت ہیں، تو دوسرا اختلاف سنت وبدعت کا ہوا۔ متواتر کی شرط یہ ہے کہ وہ شروع ہی سے مشہور ہو جائے یعنی اتنے ہوں کہ بس کے ناقل درجہ شہرت وتواتر کو پہنچ جائیں، اور مشہور عقیدہ وہ ہیں کہ اگر چہ وہ صحابہ میں مشہور نہ ہوئے ہوں لیکن تابعین وتبع تابعین میں مشہور ہو گئے ہوں اس لئے ایسے عقیدے جو کہ صحابہ کے دور

سے ہی متواتر چلے آرہے تھے وہ ضروریات اہلسنت والجماعت میں سے ہیں ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار کرنے والا کافر ہے اور ضروریات اہلسنت والجماعت میں سے کسی ایک کا انکار کرنے والا بدعتی ہے۔ بدعت ایک کلی مشکک ہے ہر بدعت گمراہی تو ہے لیکن کوئی گمراہی درجہ فسق کی ہے اور کوئی گمراہی درجہ کفر کی ہے اس کے مختلف درجات ہیں اور ائمہ میں اختلاف اجتہادی اختلاف ہے جیسے تحری کا اختلاف ہے جب قبلہ مشتبہ ہو گیا تو ایک آدمی نے تحری کر کے اِدھر منہ کر لیا دوسرے نے اُدھر کر کے نماز پڑھ لی سب کی نماز یقیناً صحیح ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو گی اور ہر ایک کو ایک ایک اجر کی یقینی اُمید ہے اور دوسرے اجر کی بھی سب کو اُمید ہے تو یہ اختلاف اجتہادی اختلاف کہلاتا ہے اب جو اختلاف ہمارے لئے دردِ سر بنا ہوا ہے وہ قادیانیت کا کفر ہے کافر ہندو، عیسائی، پارسی، یہودی، مجوسی بھی ہیں لیکن ان کے کفر کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہمارے نبی پر ایمان نہیں لائے لیکن مرزائی کا کفر ان سب کے کفر سے زیادہ بدتر ہے ہندو حضرت پاک پر ایمان نہیں لایا لیکن اس نے حضرت پاک کے مقابلے میں کسی کو محمد رسول اللہ نہیں بنایا لیکن مرزا قادیانی کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ والذین معہ میں مجھے محمد بھی کہا گیا ہے اور رسول بھی

منم مسیح زمان و منم کریم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

اس لئے ان کا کفر باقی تمام سے بڑا کفر ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ باقی کافر اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہتے مثلاً ایک آدمی اپنی دکان پر خنزیر کا گوشت بیچتا ہے اور بورڈ بھی خنزیر کا گوشت کا لگاتا ہے اور ایک آدمی خنزیر کا گوشت رکھ کر بکرے کے گوشت کا بورڈ لگاتا ہے یہ دھوکے باز کہلائے گا قادینوں کا بھی یہی حال ہے۔

قادیانیوں کے کفر میں کسی قسم کا شک نہیں البتہ ان کے کفر کی نوعیت میں کچھ اختلاف رہا ہے، مفتی کفایت اللہ صاحب نے کفایت المفتی میں ان کو اہل کتاب کے درجہ

کا کافر قرار دیا ہے، لیکن جب ۵۳ ء کی تحریک چلی اس وقت مفتی محمد شفیع صاحب نے جو فتویٰ دیا اور مولانا محمد یوسف کاندھلوی نے مضمون لکھے ان میں فرمایا جو خود مسلمان سے مرزائی بنا وہ مرتد ہے اور جو اس کی اولاد پیدا ہوگی وہ اصلی کافر کے حکم میں ہوگی مرتد کو تین دن کی مہلت ہوگی اس سے زائد نہیں اسلامی حکومت میں رہنا جائز نہیں حکومت خود اسے علماء کے حوالے کریگی یا علماء کو اس کے پاس پہنچائے گی اگر اس کے دل میں کوئی شبہات ہیں تو اس کو دور کیا جائے اور وہ واپس اسلام میں لوٹ آئے اور اگر وہ شبہ ظاہر نہیں کرتا تو تین دن کے بعد اسے قتل کر دیا جائے گا۔ مولانا عبدالکریم شاہ نے سندھ والوں سے فرمایا کہ سارے کے سارے مرزائی کافر ہیں۔

مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کا فتویٰ سب سے آگے ہے ان کے ہاں یہ قادیانی زندیق ہیں۔ ایک کافر ذمی ہوتا ہے جو ہمارے ملک میں رہ کر جزیہ دیتا ہے اور دوسرا کافر وہ جو ویزا لیکر آئے وہ مستامن کہلاتا ہے ان کے حقوق کے محافظت حکومت کے ذمہ ہوتی ہے اس کے ساتھ موالات: یعنی دلی دوستی جائز نہیں۔ موالات کسی کافر کے ساتھ خوشی وغمی میں شریک ہونا بالکل جائز نہیں۔ مدارات: یعنی منہ دیکھنے کا لحاظ، یہ دو صورتوں میں جائز ہے: (۱) ایک ایسا ملازم ہے کہ اس کے سارے افسر کافر ہیں اسے جا کر ان سے سلام کرنا پڑتا ہے ایسے مجبور لوگوں کے لئے گنجائش ہے کہ وہ ان کو جا کر سلام کریں بہتر ہے کہ نیت کراماً کاتبین کی کرلیں کیونکہ کراماً کاتبین تو ان کے بھی مسلمان ہوتے ہیں۔ (۲) دوسری صورت یہ کہ ایک کافر ہے جس کے بارے میں دل گواہی دیتا ہے کہ اگر اس کے ساتھ نرمی والا معاملہ اور برتاؤ کیا جائے تو یہ اسلام کی خوبیاں دیکھ کر مسلمان ہو جائے گا۔ مواساۃ: انسانی ہمدردی یہ ہر کافر کے ساتھ جائز ہے جس طرح مثلاً ایک پیاسا کافر مر رہا ہے تو جس طرح پیاسے کتے کے منہ میں پانی ڈالنا جائز ہے اسی طرح اس کافر کے منہ میں پانی ڈالنا جو کہ پیاس کی وجہ سے مر رہا ہے یہ جائز ہے، یہ مواساۃ کافر، ذمی، حربی، مستامن سب کے ساتھ جائز ہے لیکن مرتد کے ساتھ یہ بھی جائز نہیں۔

مداہنت:

یہ بالکل ہمیشہ ہمیشہ کسی کافر کے ساتھ جائز نہیں ودوا لو تدھن فید ھنون یہ کسی حالت میں جائز نہیں۔ مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانویؒ نے ان قادیانیوں کو زندیق کہا ہے، زندیق کہتے ہیں جو زند کو ماننے والے تھے ایک کتاب زندلد پیند کے نام سے مشہور ہے ان کے ہاں ماں، بیٹی، بہن سب محرمات کے ساتھ نکاح جائز ہے گویا کہ وہ دین کو ماننے والے نہیں ہیں۔

قادیانیوں کے کفر کی وجوہ

ا۔ انکار ختم نبوت:

ختم نبوت پر اتنے مسلمانوں کا یقینی اور اتفاقی اجماع ہے کہ ابن حزم وغیرہ بھی لکھتے ہیں کہ جب سے مسلمان اس دنیا میں آیا ہے کسی ایک شخص نے بھی اختلاف نہیں کیا کہ ختم نبوت کا انکار کرنے والا کافر ہے یا نہیں۔ حضرت امام اعظمؒ کے واقعات میں آتا ہے کہ ایک آدمی نے دعویٰ نبوت کیا اور دوسرے نے کہا کہ اگر تو نبی ہے تو معجزہ دکھلاتو حضرت امام اعظمؒ نے فرمایا کہ دونوں کافر ہیں سائل نے کہا شاید آپ سوال نہیں سمجھ سکے دوسرے نے اسے نبی مانا نہیں صرف معجزہ پوچھا ہے فرمایا معجزہ پوچھنے والا ختم نبوت کا منکر ہے اور ختم نبوت کا منکر کافر ہے۔ مرزا قادیانی اپنی زندگی کے ۵۳ سال لکھتا رہا کہ انکار ختم نبوت کفر ہے ختم نبوت کا انکار کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے، لعنتی ہے ۵۳ سال لکھنے کے بعد یہ طوق لعنت والا اس نے اٹھا کر الٹا اپنے گلے میں ڈال لیا تو مسلمانوں نے اسے کافر بنایا نہیں بلکہ بتایا ہے جس طرح ڈاکٹر مریض بناتا نہیں بلکہ مرض بتلاتا ہے مرض تو پہلے ہی سے اس میں موجود ہے اسی طرح لوگوں کا علماء پر یہ اعتراض کافر بنانے والا غلط ہے۔ یہ کافر بتاتے ہیں بناتے نہیں ہیں۔

۲۔ دعویٰ نبوت:

اس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنا دیا ہے (معاذ اللہ) مرزے

کے بارے میں سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ وہ کیا تھا، اسے کیا کہا جائے مرزا قادیانی کے دعویٰ اتنے زیادہ ہیں کہ کوئی پتہ نہیں چلتا کہ وہ کون تھا، کس خاندان سے تھا، پہلے لکھتا ہے کہ میرا تعلق مغل برلاس خاندان سے ہے، پھر اس نے حدیث پڑھی لو کان الدین عند الثریا لتناول الرجل من اهل فارس پر لکھتا ہے کہ میرا خاندان فارسی الاصل ہے پھر حدیث پڑھی کہ یمن کی قرع نامی بستی میں ایک آدمی پیدا ہوگا لوگ جسے مہدی کہیں گے اور فاطمہ کی اولاد میں سے ہوگا۔ اس نے کہا ہم سید خاندان سے ہیں میری کچھ نانیاں دادیاں سیدہ بھی تھیں۔ اس نے ابن عربی کی فصوص الحکم میں پڑھ لیا دنیا میں جو آخری بچہ پیدا ہوگا اس کے بعد دنیا ختم ہو جائے گی وہ چین میں پیدا ہوگا اور وہ بچہ اور بچی ہوں گے جڑویں پیدا ہوں گے اس کے بعد عورتیں بانجھ کر دی جائیں گی اس کے چند ماہ بعد قیامت قائم ہوگی یہ ابن عربی نے اپنا کشف لکھا ہے۔ اس نے کہا کہ میری کچھ نانیاں دادیاں چینی الاصل بھی تھیں پتہ نہیں کہاں کہاں اس کی نانیاں دادیاں پھرتی رہیں یہ اپنا نسب ثابت کرنے میں مردوں کی بجائے عورتوں کی طرف نسبت زیادہ کرتا ہے چونکہ یہ پنجابی نبی تھا اس لئے یہ پانچ پانیوں سے یعنی نطفوں سے پیدا ہوا۔ ایک اسرائیلیوں کا، ایک پنجابی کا، ایک فارسیوں کا، ایک سیدوں کا اور ایک چینیوں کا۔ کبھی کہتا ہے کہ میں مرد ہوں کبھی کہتا ہے کہ میں عورت ہوں۔

بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ وہ میرا جنین دیکھے لیکن وہ جنین اب بچہ بن چکا ہے عرصہ اطفال الٰہی میں خواب میں چوتھے آسمان پر تھا میری شکل عورتوں جیسی تھی اللہ نے مجھ سے مردوں والا کام کیا، (معاذ اللہ) اور اس سے میں حاملہ ہوگئی ۱۰ ماہ بعد مجھے دردزہ ہوا میں نے ایک کھجور کے تنے کے ساتھ جا کر اسے پکڑ کر زور لگایا اور مجھ میں سے میں خود پیدا ہوگیا، کبھی کہتا ہے کہ میں حجر اسود ہوں، کبھی بیت اللہ، کبھی مسیح، کبھی کہتا ہے کہ میرا نام امیر الملک جیش بہادر سنگھ ہے، کبھی مجدد، کبھی مہدی، کبھی مسیح، خدا کا بیٹا، خود خدا لیکن اس کا آخری دعویٰ یہ تھا کہ

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

اس کا مطلب یہ ہے کہ میں بندہ دا بشر نہیں اور خود لکھتا ہے کہ وہ مقام پاک سے دس انگل نیچے ہے یعنی یہ انسان کی شرمگاہ ہے، چنانچہ مرزا خود اپنی کتاب حمامۃ البشریٰ میں لکھتا ہے مجھے کب یہ حق حاصل ہے کہ میں دعویٰ نبوت کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور مسیلمہ کذاب کا بھائی بن جاؤں تبلیغ رسالت میں لکھتا ہے کہ نبی پاک ؐ کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والا لعنتی ہے خدا کی رحمت سے ہمیشہ ہمیشہ سے دور ہے یہ خود نبوت کا دعویٰ کر کے لعنتی بن گیا۔

۳۔ توہین انبیاء:

اپنی کتاب چشمِ معرفت میں لکھتا ہے کہ کسی نبی کی ادنیٰ توہین بھی کفر ہے اور ادھر اپنی کتاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق لکھتا ہے کہ ان کی تین دادیاں اور نانیاں زنا کار تھیں، جن کے خمیر سے انکا بدن ظہور پذیر ہوا میں نے کہا کہ اگر یہ توہین آمیز کلمات نہیں تو آپ (قادیانی) مرزا کے متعلق یہی کہہ دیں کہ مرزا کی تین دادیاں اور نانیاں زنا کار تھیں جن کے وجود سے اس کا بدن ظہور پذیر ہوا اور اگر یہ توہین ہے تو پھر خود مرزا لکھتا ہے کہ کسی نبی کی ادنیٰ توہین کفر ہے اور ساتھ ہی میں نے اس کی کتاب درثمین کھول کر رکھ دی جس میں نظم ہے اور حقیقۃ الوحی کھول دی جس میں مرزے کی تصویر بھی ہے جس نے رنجیت سنگھ کی تصویر دیکھی ہو تو پتہ چلتا ہے کہ ایک ہی جیسی ہے اگر نام نہ لکھا ہو فرق نہیں کر سکتا میں نے یہ شعر پڑھا ۔

نبیوں کی ہتک کرنا اور گالیاں بھی دینا
کتوں سا منہ کھولنا تخم فنا یہی ہے

ساتھ ہی مرزے کی تصویر پر انگلی بھی رکھ دی کہ اس کا مصداق یہی بنتا ہے ۔

گو بہت ہیں درندے انسان کی پوستین میں
پاکوں کا خون جو پے وہ بھیڑیا بھی ہے
بدتر ہر ایک بد سے وہ ہے جو بدزبان ہے
جس دل میں یہ نجاست، بیت الخلاء بھی ہے

بہر حال مرزا کا کفر اتنا واضح ہے کہ اس میں شک کرنے والا بھی کافر ہے
جب قادیانیوں سے بحث ہو تو ان کی کوشش ہوتی ہے کہ حیات و وفات مسیح پر بحث ہو ہمارے ہاں یہ ہوتا ہے کہ مرزا کے اخلاق پر بحث ہو اسکا نبی ہونا تو دور کی بات یہ تو شریف آدمی بھی نہیں تھا۔

مناظرہ:

رات کو چند ساتھی آئے کہ ربوہ سے چند مناظر آئے ہیں کہ ہم نے صبح جلدی چلے جانا ہے۔ اس لئے ہم رات کو مناظرہ کریں گے میں نے کہا تم آئے کس لئے تھے کہنے لگے آئے تو ہم کسی کام کے لئے تھے تو یہاں کے قادیانیوں نے کہا کہ یہاں ایک مولوی صاحب ہیں ان سے مناظرہ کرنا ہے موضوع بھی خود طے کر لیا حالانکہ موضوع تو مناظر طے کرتا ہے کہ کیا ہے؟ اجراء نبوت اور ختم نبوت موضوع طے ہو گیا ہے میں بشیر احمد مرزا کی چھوٹی سی کتاب ختم نبوت کی حقیقت اٹھا کر چلا گیا ۵۰، ۶۰ آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے کہا ہاں بھئی موضوع کیا ہے کہنے لگے موضوع طے ہو گیا ہے میں نے کہا وہ تو آپ نے طے کیا۔ یہ ایک میرا بھی موضوع ہے کہ مرزا شریف انسان ہی نہیں تھا۔ شور مچانے لگے کہ نہیں جی سب نے ملکر طے کر لیا ہے احمدیوں نے اور غیر احمدیوں نے میں نے کہا ٹھیک ہے اس پر بات کر لیتے ہیں لیکن پہلے یہ بات طے ہو جائے کہ ہمارا اور تمہارا اختلاف کیا ہے۔ کہنے لگے آپ کو پتہ ہی ہے میں نے کہا اچھا میں بتلا دیتا ہوں جہاں غلطی ہوئی آپ بتلا دینا میں نے کہا لکھو بھائی!

(۱) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کافروں میں کوئی رسول اور نبی نہیں

آئے گا پیدا نہیں ہوگا کہتا ہے ٹھیک ۔(۲) مسلمانوں میں کوئی صاحب شریعت نبی نہیں آئے گا۔(۳) مسلمانوں میں غیر تشریعی نبی آئیگا۔(۴) مرزا قادیانی غیر تشریعی نبی تھا کہنے لگے اتنا عام فہم تو ہم بھی نہیں لکھوا سکتے جس طرح آپ نے لکھوایا ہے بہت اچھا لکھوایا ہے میں نے کہا دستخط کر دو انہوں نے دستخط کر دیئے میں نے کہا نمبروار کام چلے گا پہلے یہ آیت پیش کریں کہ کافروں میں نہ صاحب شریعت نبی آئے گا اور نہ ہی غیر تشریعی نبی آئے گا کہنے لگے یہاں کافر کوئی نہیں بیٹھے اسے چھوڑیں میں نے کہا چھوڑ دی میں نے کہا کہ صاحب شریعت نبی اور غیر تشریعی نبی لوگ اس کا معنی نہیں جانتے اس کا معنی سمجھائیں کہنے لگا آپ بھی تو جانتے ہیں آپ ہی سمجھا دیں میں نے کہا اگر میں اپنی طرف سے بات کروں شاید آپ کو اچھی نہ لگے یہ مرزا بشیر احمد کی ختم نبوت کتاب ہے ہاں ہاں یہ ہماری کتاب ہے اس میں یہ ص ۳ پر لکھتا ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی طرف سے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی آئے رسول کہتے ہیں صاحب شریعت نبی کو اور نبی کو نئی شریعت نہیں ملتی بلکہ وہ پچھلے نبی کی شریعت پر تبلیغ احکام کرتا ہے۔ حضور ﷺ کے بعد نبی آئیں گے رسول نہیں آئیں گے۔ مرزا قادیانی رسول نہیں تھا نبی تھا لیکن ابھی تک ان کو سمجھ نہیں آرہی کہ میں کہاں پہنچ رہا ہوں۔ بڑے خوش ہو رہے ہیں کہتے ہیں کہ آپ بات بڑی عام فہم کرتے ہیں ہر آدمی کو سمجھ آتی ہے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں اب میں نے کہا کہ کافروں کو تو چھوڑ دیا۔ اب نمبر۲ کہ مسلمانوں میں کوئی صاحب شریعت نبی نہیں آئے گا اس پر کوئی آیت پڑھیں کہنے لگا ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین دیکھو اگر یہ میں آیت پڑھتا تو وہ سو حیلہ بازیاں کرتا۔ خاتم انگوٹھی کو کہتے ہیں خاتم زینت کے لئے ہوتی ہے خاتم النبیین کا مطلب ہے پیارا نبی، زینت والا نبی۔ خاتم کا معنی مہر ہوتا ہے ایسا نبی جو مہر لگا کر نبی بنائے میری عادت مناظرہ میں یہ ہوتی ہے کہ جو بات خود کہنی ہے وہ دوسرے کے منہ سے کہلواؤں، اب اس نے وہی معنی کیا جو مجھے چاہیے تھا میں نے کہا دیکھو آپ نے آیت سنی اس کو بالکل عقل نہیں ہے اس نے تو

رسول کے آنے کی نفی کرنی تھی نبی کا تو آنا ثابت کرنا تھا اس آیت میں تو نبی کے آنے کی نفی ہے اس سے تو ہماری دعویٰ ثابت ہو گیا کہ جب نبی کی ضرورت نہیں رہی تو رسول کی تو بطریق اولیٰ ضرورت نہیں رہی اب وہ گھبرایا کہ یہ تو آپ نے ہمیں چکر دے دیا ہے میں نے کہا جس طرح تو کہہ رہا تھا میں تو ویسے ہی لوگوں کو مسئلہ سمجھا رہا ہوں۔ اب یہ ثابت ہو گیا کہ حضور خاتم النبیین ہیں۔ یہ بات کہ مرزا کا دعویٰ غیر تشریعی نبوت کا ہے۔ قادیانی بچتے ہیں کہ ہماری کتابوں کے حوالے نہ آئیں میری کوشش ہوتی ہے کہ موضوع جو بھی ہو اس میں مرزے کی کتابوں کے حوالے ضرور ہوں۔ میں نے تریاق القلوب اٹھائی لکھا تھا کہ غیر تشریعی نبی کی حیثیت ولی جیسی ہوتی ہے صاحب شریعت نبی کا انکار کرنے والا کافر ہوتا ہے لیکن غیر تشریعی نبی کا انکار کرنے والا کافر نہیں ہوتا جیسے کسی ولی کا انکار کرنے والا کافر نہیں ہوتا کہنے لگا ٹھیک میں نے کہا اب دیکھو مرزا کا دعویٰ صاحب شریعت نبی ہونے کا تھا لہٰذا وہ کافر تھا کیونکہ اس نے لکھا ہے ۱۳ مارچ ۱۹۰۲ء کو مجھے الہام ہوا۔

جو لوگ تجھ پر ایمان نہیں لاتے وہ کافر ہیں پھر مرزا بشیر احمد لکھتا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لاتا وہ کافر ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتا وہ کافر ہے اور جو حضرت مسیح موعود پر ایمان نہیں لاتا وہ صرف کافر ہی نہیں بلکہ پکا کافر ہے میں نے کہا جو صاحب شریعت نبی کا انکار کرے وہ کافر ہے تم بھی یہی کہتے ہو تو مرزا کافر ہو گیا میں نے کہا آخر کافر بھی انسان ہوتا ہے یہ تو کہتا ہے کل مسلم ینظر بعین محبة ویؤمن به الاذریة البغایا جو مجھے نہیں مانتا وہ کنجری کا بیٹا ہے میں نے کہا کہ مرزا کی پہلی بیوی حرمت بی بی اور اس سے اس کے دو لڑکے تھے مرزا فضل احمد اور سلطان احمد یہ دونوں مرزا پر ایمان نہیں لائے۔ میں نے کہا آپ لکھ دیں کہ حرمت بی بی کنجری تھی اور اس کے دونوں بیٹے کنجری کی اولاد تھی اور پھر یہ کہ جس کے نکاح میں کنجری رہی ہو اس کو ہم مسیح موعود کہیں یا دلا، پھر وہ گھبرا گئے یہ آپ دوسری طرف جا رہے ہیں میں نے کہا نہیں میں تو بتا رہا ہوں کہ صاحب شریعت نبی کا منکر

کافر ہوتا ہے اس سے بڑھ کر کہتا ہے کہ جتنے لوگ میرے مخالف ہیں وہ سارے خنزیر ہیں اور ان کی عورتیں کتیوں سے بدتر ہیں میں نے کہا دیکھو یہ اپنے نہ ماننے والوں کو خنزیر اور کتیا کہتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس کا دعویٰ صاحب شریعت نبی ہونے کا ہے پھر میں نے آیت مبارکہ کی تشریح کی ما کان محمد ابا احد من رجالکم۔ دیکھو حضور کا نکاح بھی ہوا ہے بیویاں بھی ہیں بیٹے اور بیٹیاں بھی پیدا ہو رہے ہیں۔ پھر اللہ فرماتے ہیں کہ کسی مرد کے باپ نہیں تو پتہ چلا کہ کوئی بیٹا جوانی کی عمر کو نہیں پہنچا۔ اب یہاں ایک شبہ تھا کہ اس دنیا میں باپ ایک بڑی شفیق ہستی ہے جو سب پریشانیوں کا علاج ہوتا ہے جب حضور باپ نہیں ہیں تو باپ والی شفقت آپ میں موجود ہے یا نہیں تو پھر یہ امت شفقت سے محروم ہو گئی تو اللہ نے فرمایا ولکن رسول اللہ کہ وہ اگرچہ جسمانی باپ نہیں لیکن روحانی باپ ضرور ہیں رسول امت کا روحانی باپ ہوتا ہے اس کی شفقت جسمانی باپ سے بہت زیادہ ہوتی ہے کونسا جسمانی باپ ہے جو ساری رات روتا ہے اپنی اولاد کے لئے اس کی پنڈلیاں اور پاؤں سوجھ جاتے ہوں دُعا کر کر کے چنانچہ فرمایا ولکن رسول اللہ.

ایک اور اشکال ہو سکتا تھا کہ باپ جب فوت ہو جاتا ہے تو اس کی وراثت اولاد کو مل جاتی ہے۔ کیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے روحانی باپ ہیں ان کے بعد انکا منصب نبوت روحانی اولاد کو ملے گا یا نہیں کہ ان کی اولاد میں سے کوئی نبی بنے گا یا نہیں۔ یعنی اُمتی نبی ہوگا یا نہیں جیسے مرزا کہتا ہے کہ میں اُمتی نبی ہوں تابعدار نبی ہوگا یا نہیں تو فرمایا خاتم النبیین آپ کی نبوت کی وراثت نہیں ہوگی کہ آپ کے بعد کوئی نبی بنے ایک ہے کمالات نبوت، ایک ہے منصب نبوت۔ قادیانی عبارت پیش کیا کرتے ہیں مجدد صاحب کی کہ کمالات نبوت اب بھی موجود ہیں جب کمالات نبوت الگ الگ موجود ہیں تو نبی بھی موجود ہے کمالات نبوت میں سے بڑی چیزیں مبشرات اچھے خواب، اچھے کشف والہام یہ نبوت کا ایک حصہ ہے مرزا مجدد صاحب کی یہ عبارت اور یہ حدیث جوڑ کر پھر اس سے استدلال کرتا ہے۔ جب یہ کمالات نبوت موجود ہیں تو ایک قسم کی نبوت آج بھی موجود

ہے یہ بات غلط ہے اس لئے کہ مبشرات کو آپ نے نوع من النبوت قرار نہیں دیا بلکہ جزء من النبوت قرار دیا ہے کہ اچھا خواب نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزء ہے مرزا قادیانی نے یہ مطلب نکالا کہ انواع نبوت میں سے ایک نوع ہے۔نوع پر پورا لفظ استعمال ہوتا ہے جز پر نہیں ہوتا۔

جیسے انسان آگ، پانی، مٹی، ہوا سے بنا ہے لیکن مٹی کے ڈھیر کو کوئی نہیں کہتا کہ یہ غلام احمد قادیانی ہے۔اسی طرح اللہ اکبر یہ نماز کا جز ہے لیکن اللہ اکبر کہنے سے یہ کوئی نہیں کہتا کہ اس نے نماز پڑھ لی ہے ناخن انسان کا جز ہے لیکن یہ کوئی نہیں کہتا کہ ناخن پورا انسان ہے اسی طرح اگر الگ الگ کمالات نبوت موجود ہیں تقفہ، مبشرات وغیرہ لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ نبوت موجود ہے۔مجدد صاحب کی عبارت کا غلط مطلب لیا گیا ہے وہاں کمالات نبوت کا ذکر ہے منصب نبوت کا ذکر نہیں ہے، نبوت کے متعلق حضور خود ارشاد فرماتے ہیں کہ آج کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا دجال ہے کذاب ہے سیکون فی امتی دجالون کذابون. امتی بھی اپنے آپ کو کہلائیں گے جیسے مرزا اپنے آپ کو امتی بھی کہلاتا ہے لیکن بڑے دجال وکذاب ہوں گے۔

دجل کی تعریف:

دجل کا معنی ہے کہ دُودھ میں پانی ملا کر پانی کو دُودھ کی قیمت میں بیچ دینا، آٹے میں سفید پتھر کو پیس کر ملا کر پتھر کو آٹے کی قیمت پر بیچ دینا اس لئے حضور ﷺ نے دجال کا لفظ ارشاد فرمایا کہ وہ کم بخت اپنی جھوٹی نبوت کو میری نبوت میں ملا کر پیش کرے گا کہ میں تابع نبی ہوں جو اپنے آپ کو امتی نبی کہے اس کے متعلق دو لفظ یاد رکھنا کہ وہ دجال کذاب ہے۔

واقعہ:

ہمارے گاؤں میں ایک وکیل تھا میں نے اسے کہا کہ دیکھو سچ میں جرأت ہوتی ہے باطل میں بزدلی ہوتی ہے میرے نبی کا فرمان ہے کہ جو یہ کہے کہ میں نبی ہوں فوراً اسے کہو تو دجال ہے، کذاب ہے آؤ ہم تھانے میں چلتے ہیں جو بھی آگے افسر ہوگا تو اس

سے کہلوانا کہ وہ نبی ہے میں فوراً اسے دجال وکذاب کہوں گا اپنے نبی کے فرمان پر عمل کروں گا خواہ وہ اے سی، وزیر ہو خواہ کوئی ہو اور تو نے بھی اس سے پوچھنا ہے کہ تو مرزے کو نبی مانتا ہے اگر وہ کہے نہیں مانتا تو نے بھی فوراً کہنا ہے کہ تیری ماں کنجری تھی تو کنجری کا بیٹا ہے کہنے لگا نہیں جی یہ تو میں نہیں کہہ سکتا میں نے کہا معلوم ہوا کہ جھوٹ بزدل ہوتا ہے اور سچ میں جرأت ہوتی ہے۔

قادیانیت کسی مذہبی فرقہ کا نام نہیں

قادیانیت یہ کسی مذہبی فرقے کا نام نہیں بلکہ یہ ایک سیاسی فرقہ فتنہ تھا جو انگریز نے کھڑا کیا اس کے مقابلے میں روس نے بہائی فرقہ بنایا اور انگریز نے مرزائی فتنہ بنایا جہاں جہاں امریکہ اور برطانیہ کا تسلط تھا وہاں مرزائی جاتے تھے مسلمانوں کے نام سے اور جاسوسی کرتے تھے اور جہاں جہاں روس کا تسلط تھا وہاں بہائی فرقہ جاتا تھا دونوں کا انداز تقریباً ایک جیسا ہے اصل میں یہ مذہبی فرقہ نہیں بلکہ اس کو مذہب کے لباس میں پیش کیا گیا تا کہ علماء سیاسی بحثوں میں اُلجھے رہیں اور انگریز اپنی سیاسی کارروائیاں پوری کرتا رہے انہوں نے مرزا کی سیرت کو چھپانے کے لئے دو چار مسئلے آگے کھڑے کر دیے تا کہ علماء اسی میں الجھے رہیں ایک تو اجراء نبوت اور ختم نبوت کا مسئلہ اور دوسرا مسئلہ حیات مسیح کا ہم چاہتے ہیں کہ اس کے اخلاق پر بحث ہو اس کی پیشین گوئیاں سچی ہوئی ہیں یا نہیں خواب تو ایک فرعون اور نمرود کا بھی سچا ہو گیا تھا ایک آدھ کشف اور الہام کے سچا ہونے سے انکا نیک آدمی ہونا ثابت نہیں ہوتا چہ جائیکہ اس کا نبی ہونا ثابت ہو۔

ختم نبوت کا مسئلہ اتنا واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے لے کر ۱۴ صدی کے آخر تک کبھی مسلمانوں کا اس میں اختلاف نہیں ہوا سب کا اجماع رہا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری پیغمبر ہیں جو بھی دعوئی نبوت کرے گا وہ دجال اور کافر کذاب ہو گا مرزا قادیانی نے ڈرتے ڈرتے نبوت کا دعوئی کیا پہلے مبلغ اسلام ہونے کا دعوئی کیا پھر مجدد اسلام ہونے کا پھر مسیح موعود کا اور اس میں بروز کے لفظ کی رٹ لگائی اب

بروز لفظ ہے اس کا معنی سمجھ لیں اور اس کے مقابلے میں آتا ہے کمون۔

بُرُوز:

بروز کا معنی ہوتا ہے کھل جانا اور ظاہر ہو جانا جیسے وبرزوا للہ الواحد القھار اس کی مثال جیسے اگر کسی آدمی کو جن وغیرہ لگ جائیں تو اس کی دو صورتیں ہیں کبھی تو جسم اور زبان اس کی ہوتی ہے اور حرکات اور بولنا جن کا ہوتا ہے اسی کو بروز کہتے ہیں کہ زبان اس کی ہو اور پڑھ کوئی اور رہا ہو بعض اوقات اللہ والوں کی ارواح جس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ فوت شدہ لوگوں کی روح حل جاتی ہے۔ اسی طرح صوفیاء کرام کا تجربہ ہے کہ ارواح یہ اپنا اثر کبھی کسی ذاکر پر ڈالتی ہیں تو زبان اس کی ہوتی ہے لیکن باتیں ان کی ہوتی ہیں اسی کو بروز کہتے ہیں۔

مرزا قادیانی نے اسی بروز والے مسئلہ کو آگے کیا کہ میں بروزی طور پر مسیح ہوں دعوی کی ضرورت اس لئے پیش آئی تاکہ جہاد کو حرام قرار دیا جاسکے کیونکہ مسیح علیہ السلام کے آنے کے بعد جہاد کی ضرورت باقی نہیں رہے گی جہاد ختم ہو جائے گا اس نے کہا میں مسیح ہوں لہذا آج کے بعد جہاد کرنا حرام ہے۔ چونکہ مسیح علیہ السلام نبی تھے اس طرح اس نے آہستہ آہستہ نبوت کی طرف ہاتھ بڑھانا شروع کیا۔

کمون:

کمون کا معنی ہے چھپا لینا اس کی مثال مذکورہ بالا اگر ارواح اپنا اثر ظاہر نہ کریں جن وغیرہ اپنا اثر ظاہر نہ کریں اس کا نام کمون ہے۔

مُحَدَّث:

اس نے مُحَدَّث ہونے کا دعوی بھی کیا، حدیث میں آتا ہے کہ پہلی امتوں میں محدث گزرے ہیں اللہ نے ان سے کلام فرمایا ہے اور وہ نبی نہیں تھے۔ میری امت میں اگر کوئی محدث ہے تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں کہ اللہ تعالی ان کی زبان سے کلام فرماتے ہیں اس نے بھی محدث ہونے کا دعوی کیا اس کے بعد حضرت مجدد الف ثانی کی ملفوظات کی عبارت اپنی کتاب ازالۃ الاوھام میں لکھ دی اس میں یہ لکھ دیا کہ مجدد صاحب

فرماتے ہیں کہ محدث سے اللہ کلام فرماتے ہیں اگر یہ کلام بکثرت شروع ہو جائے تو اسی کو نبوت کہتے ہیں حالانکہ مجدد صاحب نے لفظ نبوت بالکل نہیں لکھا کلام تھوڑا ہو یا زیادہ آدمی محدث کے درجہ سے آگے نہیں بڑھ سکتا کیونکہ حضور کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے۔

نبوت کا معنیٰ:

نبوت کا معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دینا یہ مشتق ہے نَبْوٌ سے جس کا معنیٰ ہے رفعت اور بلندی کیونکہ اللہ پاک اس کو اپنے زمانے میں سب سے زیادہ بلند صلاحیت عطا کرتا ہے ان کا مقام بہت بلند ہوتا ہے اس مقام کو کوئی اور حاصل نہیں کر سکتا اور بعض حضرات نے ان کا ماخذ نبا بتلایا ہے جس کا معنیٰ ہے خبر دینا چونکہ نبی بھی اللہ کی طرف سے خبر دیتا ہے احمد رضا خان نے اس کا ترجمہ کیا ہے غیب کی خبر دینے والا یہ غیب کا لفظ اپنی طرف سے لگایا ہے جیسے بھوکا کہے کہ دو اور دو چار روٹیاں۔

وحی کی تعریف:

وحی کا معنیٰ ہوتا ہے خفیہ اشارہ۔

الہام: بغیر کسی توجہ اور سوچ و بچار کے کوئی بات دل میں ڈال دی جائے اگر وہ بات خیر ہے تو اسے الہام کہتے ہیں اور یہ فرشتے کی جانب سے ہوتا ہے اور اگر بُری بات ہے تو یہ **وسوسہ** ہے اور یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔

قلب (دل) کی وجہ تسمیہ:

دل کو عربی زبان میں قلب اس لئے کہتے ہیں کیونکہ اس کی حالت بدلتی رہتی ہے دل یہ ایک اسٹیج ہے اس پر چار ا یکٹر باری باری اپنا کرتب دکھلاتے رہتے ہیں کبھی خوشی آتی ہے، تھوڑی دیر بعد غمی، کبھی اتنے اچھے خیال والی خبر آئی کہ ہم بایزید کے مقام کو پہنچے ہوئے ہیں اور کبھی اتنا بُرا خیال کہ اگر بایزید کو پتہ چل جائے گا وہ بھی شرم سے منہ کو چھپا لے۔ اسی لئے مولانا روم فرماتے ہیں: ؎

از برو طعنہ زنی بر بایزید
وز درونت مے دارد یزید

تو یہ چار چیزیں قلب پر آتی جاتی رہتی ہیں الٹ پلٹ ہوتی رہتی ہیں اس لئے اس کو قلب کہتے ہیں کہ چار چیزیں الہام، وسوسہ، خوشی، غمی یہ چارا یکٹر دل پر کام کرتے رہتے ہیں اسی وجہ سے دل کو قلب کہتے ہیں کیونکہ ادل بدل ہوتا رہتا ہے۔

فائدہ:

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے علم کلام کا مدار

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے سارے علم کلام کا مدار دو لفظوں میں منحصر ہے نمبر(۱) ذاتی نمبر(۲) عطائی۔ وہ اس قاعدے کے تحت اس کو لے آتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو وصف دنیا میں رکھے ہیں وہ کہیں ذاتی ہوتے ہیں اور کہیں عطائی جیسے اللہ تعالیٰ نے سورج کو روشنی عطا کی ہے اس کو اُسکا ذاتی وصف بنا دیا ہے یہ اس سے جدا نہیں ہوتی لیکن زمین پر جو روشنی آرہی ہے یہ سورج کے واسطے سے آرہی ہے یہ اس وقت بھی زمین کے ذاتی کنٹرول میں نہیں بلکہ سورج کے کنٹرول میں ہے باہر دیکھیں تو ساری زمین روشن ہے لیکن روشنی پر زمین کا ذرہ بھر بھی کنٹرول نہیں جب سورج جائے گا تو ساری روشنی کو لپیٹ کر لے جائے گا زمین ایک سیکنڈ کے لئے بھی روشنی کو روک نہیں سکتی کیونکہ یہاں روشنی مستعار ہے اور وہاں ذاتی ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ جہاں کوئی چیز مستعار نظر آئے وہاں اس کا ایک منبع ماننا پڑتا ہے کہ یہ کہاں سے آرہی ہے اب ہمیں روشنی کا ایک منبع ماننا پڑے گا ہم نے دیکھا کہ روشنی آئی اور چلی گئی تو روشنی دو عدموں کے درمیان گھری ہوئی ہے کہ چند گھنٹے پہلے اندھیرا تھا پھر روشنی آگئی اس کے بعد پھر اندھیرا آجائے گا پہلے بھی عدم النور تھا بعد میں بھی عدم النور رہ جائے گا جو دو عدموں کے درمیان گھری ہوئی ہے یہ مستعار اور عارض ہے لیکن یہ آتی کہاں سے ہے اس کا ایک منبع ماننا پڑے گا اس پر وہ اللہ کے وجود کو ثابت کرتے ہیں کہ ہمارا وجود دو

عدموں کے درمیان گھرا ہوا ہے ہمارا وجود پہلے نہیں تھا اب ہے بعد میں نہیں رہے گا تو ہمارا وجود زمین کی روشنی کی طرح آنے اور جانے والی چیز ہے ذاتی وصف نہیں ہے۔

توجیسے روشنی آنے اور جانے والی کو دیکھ کر یقین کرنا پڑا اس کا منبع اور نور مان لیا گیا جہاں روشنی اس کی ذاتی وصف ہے اس کو سورج کہتے ہیں ہمارے وجود کے آنے جانے کو دیکھ کر یقین کرنا پڑا کہ کوئی منبع وجود بھی ہے جہاں سے سب کو وجود ملتے ہیں اور اسی ہستی کو خدا کہتے ہیں۔ اسی طرح دل کے جو چار ایکٹر ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس میں گندا خیال آیا اور چلا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ اس کا ذاتی وصف نہیں بلکہ کہیں سے آیا تھا پھر چلا گیا تو عقل کا تقاضا ہے کہ کوئی ایسا منبع ماننا چاہیے کہ جہاں سے شر اور گندگی کے علاوہ کوئی چیز نہیں نکلتی تو اسی کا نام اسلام نے شیطان رکھا ہے وہاں سے شر ہی نکلتا ہے اس طرح اچھا خیال آیا اس کا بھی منبع ہے اور وہ فرشتے ہیں اسی طرح غمی آئی اور چلی گئی یہ ذاتی وصف نہیں اس کا بھی کوئی منبع ہے اسی کو اسلام نے جہنم کہا ہے اسی طرح خوشی آئی دل کھل گیا لیکن وہ آئی اور چلی گئی اس کا بھی منبع ماننا پڑا اور وہ اہل اسلام کے ہاں جنت ہے۔

اس دنیا میں تو سب کچھ ایک ہی غلاف میں لپٹا ہوا ہے اچھائی ہو یا بُرائی۔ جیسے ہوا ہمارے لئے کتنی ضرورت کی چیز ہے لیکن ۴۰۰ بیماریاں ہوا سے پیدا ہوتی ہیں۔ پانی ہمارے زندہ رہنے کے لئے کتنا ضروری ہے لیکن ہیضہ جیسی مہلک بیماریاں پانی سے پیدا ہوتی ہیں۔ سانپ بظاہر کتنا بُرا ہے اس میں زہر ہے لیکن کتنی بیماریوں کا علاج اس میں رکھا ہے اور تریاق بھی اللہ نے اس میں رکھا ہے دنیا میں خیر اور شر اکٹھے لپٹے ہوئے ہیں پانی اس میں خیر بھی ہے اور شر بھی پانی اللہ کے حکم کا محتاج ہے ہم نے پیا تو اپنے ہاتھ سے لیکن وہ اللہ کے حکم کا منتظر ہے کہ میں اس کے لئے صحت بنوں یا بیماری۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہوا مردہ ہے لیکن اللہ کے ہاں زندہ ہے اسے پتہ ہے کہ یہ عاد اور ثمود کا فر ہے اسے مارنا ہے، اور یہ مسلمان ہے اس پر سے آرام سے گزرنا ہے۔ پانی بظاہر ہمیں اندھا معلوم ہوتا ہے لیکن وہ جانتا ہے کہ یہ فرعونی ہے اسے غرق کرنا ہے اور یہ موسیٰ علیہ

السلام کا ساتھی ہے اسے کچھ نہیں کہنا یہ تو خاصیات اور اثرات ہیں اہلسنت والجماعت کے نزدیک یہ عارضی ہیں ذاتی نہیں اللہ کے حکم کے منتظر ہیں اگر آگ کو حکم جلانے کا ہے تو جلائے گی ورنہ جتنی بڑی آگ ہو ابراہیم علیہ السلام پر گلزار بن جائے گی ہر چیز فرمانبردار ہے صرف انسان ہی نافرمان ہے اور اللہ کریم کا حکم سن کر بھی سرتابی کرتا ہے باقی چیزیں تکوینی طور پر فرمانبردار ہیں اگرچہ ان میں خیر اور شر دونوں ہیں جو اللہ کی طرف سے حکم ہو وہی بجالانے میں سرتابائی نہیں کرتے۔

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ لکھتے ہیں ایسے ہی نبوت ذاتی بھی ہوتی ہے اور عرضی بھی نبوت کا تعلق انسانوں کی ہدایت کے ساتھ ہوتا ہے تو جیسے دنیاوی ہدایت کے لئے اللہ پاک نے ایک آفتاب بنایا اور اس کو اللہ نے روشنی عطا کی پھر اس روشنی کو اس کی ذاتی وصف بنا دیا یہ اس سے جدا نہیں ہوتی اسی طرح سراج منیر نبی کریم ﷺ کو بنایا ہدایت کا منبع بنادیا گیا تو جس طرح چاند اور ستارے اگرچہ ہزاروں ہی کیوں نہ ہوں لیکن وہ سورج کی روشنی سے منور ہیں ذاتی روشنی نہیں اسی طرح باقی نبیوں کو نبوت اللہ تعالیٰ نے نبی پاک کے واسطے سے عطا کی جس طرح چاند ستاروں کو سورج کے واسطے سے روشنی عطا فرمائی۔

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ذاتی طور پر عطا فرمائی تو اس لئے مولانا قاسم صاحب کا علم کلام اسی بات پر چلتا ہے کہ ہر وصف کہیں ذاتی ہوگا اور کہیں عطائی ہوتا ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اسی طرح مولانا قاسم نانوتویؒ کے متعلق یہ مشہور ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضور پر موت نہیں آئی وہ بھی اصل میں یہی بات ہے اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو زندگی عطا کی تو حضرت کی زندگی اگرچہ اللہ کی طرف سے عطا کی ہوئی ہے لیکن ان کی ذاتی صفت ہے اور باقی ساری مخلوقات کی حیات آپ کے واسطے سے ہے اور آپ کے وسیلے سے ہے آپ مقصود کائنات ہیں جب انہوں نے حضور ﷺ کی زندگی اور حیات کو ذاتی وصف مانا تو

انہوں نے فرمایا کہ ذاتی وصف جدا نہیں ہوا کرتی۔ پانی کی ذاتی وصف برودت ہے لیکن گرم کرنے سے یہ وصف جدا نہیں ہوئی بلکہ گرمی کے غلاف میں چھپی ہوئی ہے جب اسے آگ سے اتار کر رکھ دیں گے وہ اصل وصف ظاہر ہوگی۔ اسی طرح اندھیرا اب کہیں گیا نہیں بلکہ روشنی کے غلاف میں چھپا ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ جب اندھیرا ہو تو روشنی کا سامان باہر سے لانا پڑتا ہے لیکن اندھیرا کو اٹھا کر نہیں لایا جاتا وہ خود بخود آ جاتا ہے کیونکہ اس کی ذاتی وصف ہے تو جب انہوں نے حیات کو حضرت کی ذاتی وصف اس طرح نہیں کہ اللہ کی عطاء کردہ نہیں جس طرح سورج کی روشنی ذاتی صفت ہے لیکن اللہ کی عطا کردہ ہے تو جب انہوں نے ذاتی وصف مانا تو اب فرماتے ہیں کہ موت آ کر اس ذاتی وصف کو الگ نہیں کرتی بلکہ اس حیات کو چھپا دیتی ہے مستور کر دیتی ہے اور جب **کل نفس ذائقة الموت** کے تحت موت آئی اور موت کا آنا یہ ایک آنی چیز ہے جس طرح دخول اور خروج یہ سب آنی افعال ہیں جب آپ دروازے سے داخل ہوئے تو آپ کا فعل دخول ختم ہوگیا یہ فعل ختم ہوا دوسرا شروع ہوگیا اسی طرح موت کہتے ہیں کہ اس جہان سے اس دوسرے جہان کی طرف منتقل ہونے کو بس اتنا ذائقہ چکھنا پڑتا ہے پھر اگلے جہان کے احوال اور افعال شروع ہو جاتے ہیں۔

تو اس طرح وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت پاکؐ کی موت آئی تو اس سے آپ کی حیات مستور ہوگئی جسطرح پانی کی برودت گرمی کے غلاف کے نیچے چھپ جاتی ہے اور جب اس موت کا اثر اٹھا تو پھر حیات ظاہر ہوگئی اس لئے وہ موت کے قائل ہیں **اللہ یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها الخ.**

توفی کے دو معنی ہیں ایک معنی ہے قبض بایں طور کہ دوسرے سے لے کر قبضہ کر لے مثلاً میں آپ کی عینک پکڑ لوں یہ بھی قبضہ ہے اسی طرح ایک قبض ہے کہ روح نکال کر عزرائیل کے حوالے کر دی جائے یہ بھی قبض روح ہے اور ایک ہے قبض بسط کے مقابلے میں مثلاً ہاتھ کھلا ہے تو بند کر لیا جائے۔ تو قبض کی دوسری صورت یہ ہوئی کہ روح جو

پورے جسم میں لپٹی ہوئی تھی اس کو دل میں مرکوز کر دیا گیا اور باقی سارے جسم سے اس کا تعلق ختم کر دیا گیا یہ بھی قبض کی ایک قسم ہے حضرت نانوتوی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبض روح دوسرے معنی کے اعتبار سے ہے اور عوام کی قبض روح پہلے معنی کے اعتبار سے ہے تو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو آپ ذاتی نبوت مانتے ہیں اور باقیوں کی نبوت کو عرضی نبوت فرماتے ہیں۔

مرزا قادیانی نے ایک اور راستہ نکالا کہ ایک حقیقی نبوت ہوتی ہے اور ایک مجازی اس لئے وہ اپنے آپ کو نبی کہتا جب شور ہوتا وہ کہتا میں تو مجازی ہوں حقیقی نہیں، کبھی کہتا بروزی ہوں، کبھی کہتا ظلی ہوں، کبھی کہتا غیر تشریعی نبی ہوں اسی طرح ڈرتے ڈرتے وہ دعویٰ کرتا آخر جب اس نے مکمل دعویٰ کیا ہے تو یہ ۱۹۰۸ء میں کیا، مرنے سے تین دن پہلے اس وقت اللہ نے اسے پکڑ لیا۔ قادیانی جو کہتے ہیں کہ مدعی نبوت ۲۳ سال سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا یہ تو تین دن بھی زندہ نہیں رہ سکا۔

اس نے دعویٰ کیا کہ وہ غیر تشریعی نبی ہے ایک نبی تشریعی ہوتا ہے اور دوسرا غیر تشریعی، حضور کے بعد تشریعی نبی نہیں آ سکتا، میں تو غیر تشریعی نبی ہوں ان دونوں میں فرق کیا ہے۔

فائدہ: نبوت کا معنی ہوتا ہے خبر دینا اللہ کی طرف سے۔ خبر دو طرح پہنچتی ہے ایک وہ جو مبشرات کہلاتی ہیں جیسے اچھے خواب وغیرہ یہ نبوت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اولیاء اللہ کو بھی اچھے خواب اور کرامات ظاہر ہوتی ہیں نبی کے ساتھ جو بات خاص ہے وہ ہیں احکام شرعیہ۔

احکام شرعیہ اور احکام دنیویہ میں فرق

احکام شرعیہ کہتے ہیں کہ جن کا ثواب وعقاب مرنے کے بعد ملتا ہو اور جس کا نفع ونقصان مرنے سے پہلے ہو اس کو احکام دنیویہ کہیں گے اب واوحینا الی أم موسیٰ اور واوحی ربک الی النحل اور واوحینا الی الحواریین یہ ساری باتیں دنیاوی رہنمائی ہے کوئی دینی وتشریعی رہنمائی نہیں۔ تو چونکہ مبشرات بھی اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اور الہامات بھی تو مجازی طور پر ان پر بھی نبوت کا اطلاق ہو سکتا ہے لیکن حقیقی نبوت کا تعلق احکام شرعیہ سے ہوتا ہے احکام شرعیہ ان اوامر ونواہی کو کہتے ہیں جن کا ثواب و

عقاب مرنے کے بعد ملتا ہے، اگر اس بات کو ذہن نشین کرلیں تو بہت سے باطل فرقوں کا رد ہو جائے گا بریلویوں کا بھی سب سے بڑا فتنہ یہی ہے کہ وہ اس بات کا فرق نہیں سمجھتے کہ دین کیا ہے اور دنیا کیا جو کام موت سے پہلے پہلے نفع ونقصان کیلئے کرتا ہے وہ دنیا کا کام ہے اس کے بارے میں اللہ کے پیغمبر نے فرمایا انتم اعلم بامر دنیاکم کہ اس میں تمھیں میری طرف سے کسی رہنمائی کی ضرورت نہیں تمھارے اپنے تجربہ پرمبنی ہے لب دوا دارو ہے اس کا نفع ونقصان موت سے پہلے پہلے ہے اس طرح تعویذ اور دم وغیرہ انڈے میں لہسن ڈال کر کھانا ہے یا نہیں اس کا تعلق بھی موت سے پہلے ہے اسی طرح پیر تعویذ کہاں کہاں نفع دیتا ہے اور کہاں کہاں نقصان دیتا ہے۔ واضح رہے کہ تعویذ وغیرہ بھی ایک دنیاوی طریقہ علاج ہے اسی وجہ سے محدثین کتاب الرقی والطب اکٹھے لاتے ہیں۔

اور دین جس کا تعلق آخرت سے ہو اس کے بارے میں حضورؐ نے الگ قاعدہ بتادیا من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهورد کہ دنیا میں تمہارے اپنے تجربات کا دخل ہے لیکن دین میں تمہارے تجربات کا کوئی دخل نہیں بریلوی اسی میں فرق نہیں کرتے۔ وہ دنیا والا قاعدہ دین میں بھی استعمال کرتے ہیں جیسے ہوائی جہاز میں سفر کرنا جائز ہے منع نہیں یہ دنیا کا کام ہے اسی طرح گیارہویں بھی جائز ہے کیونکہ منع نہیں کیا گیا یعنی انہوں نے دین کو بالکل دنیا والے قاعدہ پر فٹ کر دیا اور دنیا والے قاعدہ کو سارے مسائل پر فٹ کرتے ہیں کہ فلاں کام سے اللہ اور رسول نے منع نہیں کیا اس لئے جائز ہے اب جتنے کوئی کام کرتا رہے منع نہیں ہم کہتے ہیں کہ یہ جو آپ کے جتنے کام من گھڑت ہیں یہ بدعات کی مد میں آتے ہیں اور منع ہیں تو حضورؐ نے ایک قاعدہ بتلادیا کہ ہر وہ چیز جس کا دین میں ثبوت نہیں پھر اس کو دین سمجھا جائے وہ بدعت ہے اور یہ خدا کی بارگاہ میں مرُدود ہے گویا کہ بریلویوں کے ہاں کسی دینی مسئلہ کے لئے ثبوت اور دلیل کی ضرورت نہیں کہ قرآن حدیث میں ہے یا نہیں بس یہی کافی ہے کہ منع تو نہیں انہوں نے دین و دنیا کو خلط ملط کردیا دنیا میں ہم واقعی کہتے ہیں کہ جب تک دنیا دین سے نہیں ٹکرائے گی اسوقت تک منع دیکھا جائے گا جیسے تجارت میں لین دین ہے یہ دنیا کا معاملہ ہے یہ

جائز ہے، اس وقت شریعت منع کرے گی جب اس میں سود آئے گا یا قمار آ جائے گا سود اور قمار شریعت میں جائز نہیں۔ یہ لباس ہے جس طرح آپ چاہیں اس کو پہنیں لیکن شریعت نے تشبہ اور ارسال سے منع کیا ہے جہاں تشبہ اور ارسال آئے گا وہاں منع کیا جائے گا تو اس میں بریلویوں نے فرق ختم کر دیا اسی طرح مرزا قادیانی نے نبوت اور ولایت میں جو فرق تھا اسے ختم کر دیا۔ الہام ولی کو بھی ہوتا ہے لیکن مبشرات کی حد تک لیکن نبی کو مبشرات کے ساتھ ساتھ تشریعات بھی اس نے کہا مجھ پر وحی تشریعی نہیں آئی میں غیر تشریعی نبی ہوں غیر تشریعی نبی یہ کتاب وسنت میں نہیں ہے۔ صوفیاء کرام نے جو شریعت اور مبشرات میں ایک فرق بیان کیا ہے کہنے لگا کہ ابن عربی نے لکھا ہے کہ غیر تشریعی وحی آ جاتی ہے میں نے کہا کس پر آتی ہے اس میں تو انسان کی خصوصیت نہیں یہ تو شہد کی مکھی پر آتی ہے، بطخ کے بچوں پر آتی ہے کہ یہ ہماری ماں ہے اب ان کو تیرنا کون سکھلاتا ہے یہی وحی سکھلاتی ہے وہ کہتے ہیں یہ فطری الہام ہوتا ہے جو ہر مخلوق پر ہوتا ہے۔ مرزا قادیانی نے ختم نبوت کے مسئلہ میں گڑبڑ کی اس کی قسمیں بنادیں اس نے ظلی نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا مولانا محمد علی جالندھری فرمایا کرتے تھے کہ ظل کا معنی ہے عدم النور۔ روشنی کا نہ ہونا آپ نے سایہ دیکھا ہے کہ ادھر اگر روشنی ہے تو دوسری طرف سایہ ہے روشنی کے سامنے نہیں بنتا کیونکہ جسم رکاوٹ بن گیا جب روشنی آگے نہیں جارہی تو تاریکی سائے کی شکل میں نظر آ رہی ہے تو فرماتے تھے مرزا نے جو ظلی نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تاریکی کا نبی ہے اب اس کی مثال ایسے ہے کہ نکاح سب کے سامنے ہوتا ہے سب کے سامنے بیوی کو لیجاتا ہے یہ حلال ہے اور دوسری بات کہ میں سب کے سامنے نہیں آؤں گی فلاں گلی سے آؤں گی اور تو بھی فلاں گلی سے آنا جس میں روشنی نہیں بلکہ تاریکی ہے یہ حرام ہے حرام کام کے لئے جاتے ہیں تو فرماتے تھے کہ ظلی نبی کا معنی ہے حرامی نبی۔

قادیانی بھی غیر مقلدین کی طرح دھوکہ دیتے ہیں ایک تو یہ کہ موضوع کو بگاڑ دیتے ہیں لانبی بعدی کے الفاظ کی دوسو سے زائد حدیثیں ہیں، اب ہوتا یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ ایک حدیث دکھادو جس میں یہ ہو کہ غیر تشریعی نبی نہیں آئے گا دس لاکھ روپے فی

حدیث انعام دیں گے یہی طریقہ غیر مقلدوں کا ہوتا ہے لفظ منسوخ دکھاؤ ۵ لاکھ روپے انعام، یہ دھوکہ ہے میں نے کہا کہ تورات، زبور، انجیل کو، بیت المقدس کو منسوخ مانتے ہو، وہاں لفظ منسوخ دکھاؤ تا کہ پیمانہ بن جائے، اس کے بعد پھر انصاف سے چلتے ہیں۔ رکعت میں ایک رکوع ہوتا ہے اور دو سجدے ہوتے ہیں۔ سجدوں میں تم بھی رفع یدین نہیں کرتے ہو اب سجدوں میں تو لفظ منسوخ دکھاؤ پھر رکوع میں ہم دکھادیں گے تم لفظ منع اور ترک دو سجدوں میں دو دکھاؤ ہم رکوع میں ایک دفعہ لفظ منع اور ترک دکھادیں گے لیکن یہ نہ بھولنا کہ دو زیادہ ہے پہلے تم دو دکھاؤ پھر ہم ایک دکھائیں گے حالانکہ یہ مطالبہ ہی غلط ہے کیونکہ دلیل مدعی کے ذمہ ہوتی ہے نہ منکر کے ذمہ۔ اگر چور گاڑی چُرا کر لے جارہا ہو اور پولیس والا اسے روکے کہ کاغذات دکھاؤ اس کو کاغذات دکھانا پڑیں گے یا نہیں؟ اب یہ الٹا پولیس والے کو کہے تم دکھاؤ کاغذات یہ میری گاڑی نہیں ہے اب وہ کہے کہ دیکھو اگر میں کاغذات نہیں دکھا سکا تو پولیس والا بھی نہیں دکھا سکا یہی طریقہ غیر مقلدین کا ہوتا ہے جب مدعی وہ ہیں تو دلیل بھی ان کو دکھانی چاہیے وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم دلیل نہیں دکھا سکے تو وہ بھی دلیل نہیں دکھا سکے یہ فراڈ ہے اور دھوکہ ہے، دجل ہے۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ غیر مقلدوں کے چار نشان۔ دجال، کذاب، مضل، فتان۔ اب ختم نبوت کے بارے میں بھی یہی کیا کہ موضوع بگاڑ دیا پھر ہم سے مطالبہ شروع کر دیا کہ دکھاؤ کہ غیر تشریعی نبی نہیں ہو سکتا یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے مشرکین مکہ کہا کرتے تھے کہ معبود دو طرح کے ہوتے ہیں ایک معبود مستقل اور دوسرا معبود غیر مستقل لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں جو معبود کی نفی ہے کہ مستقل معبود کی ہے ہمارے جو بُت ہیں یہ معبود غیر مستقل ہیں ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ۔

خلاصہ یہ نکلا کہ قادیانیوں نے موضوع کو بگاڑ کر لوگوں کو دھوکہ دیا حالانکہ ختم نبوت کے اثبات پر احادیث متواتر درجہ کو پہنچی ہوئی ہیں مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے کتاب لکھی ہے (۱) ختم نبوت فی القرآن (۲) ختم نبوت فی الاحادیث (۳) ختم نبوت فی الآثار، انہوں نے اس میں تفصیل سے گفتگو کی ہے اور تشریعی اور غیر تشریعی کی جامع تعریف بھی کی ہے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین.

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام

الحمد للّٰہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی. اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. وبکفرھم وقولھم علٰی مریم بھتانًا عظیما. وقولھم انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللّٰہ وما قتلوہُ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم. وان الذین اختلفوا فیہ لفی شکٍ منہ مالھم بہ من علمٍ الاتباع الظن وما قتلوہ یقینا. بل رفعہ اللّٰہ الیہ. وکان اللّٰہ عزیزًا حکیما. وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیٰمۃ یکون علیھم شھیدًا. صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علٰی ذٰلک من الشاھدین والشاکرین والحمد للّٰہ رب العٰلمین.

قادیانی جو دوسرا مسئلہ زیر بحث لاتے ہیں وہ ہے حیات، وفات عیسیٰ علیہ السلام وہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے اس مسئلہ کو سمجھنے سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انسان ہیں اور مخلوق ہیں خالق نہیں ہیں لیکن ان کی پیدائش بھی خرقِ عادت ہے ان کا رفع ونزول بھی خرقِ عادت اور ان کی درمیانی زندگی بھی خرقِ عادت ہے اس لئے عادت کو خرقِ عادت پر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔

عادت اور خرقِ عادت میں فرق اول

عادت: یہ ہے کہ میاں بیوی سے اولاد پیدا ہو۔

خرقِ عادت:

یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام بغیر ماں باپ کے پیدا ہو جائیں حضرت عیسیٰ

علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوں ان مثل عیسیٰ عنداللہ کمثل آدم حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خرق عادت کے طور پر پیدا ہونے سے ان کا خدا ہونا لازم نہیں آتا پھر بھی یہ بندے ہیں خدا کے۔ عادت یہ ہے کہ اونٹنی اونٹنی سے پیدا ہو خرق عادت یہ ہے کہ اونٹنی پہاڑ سے پیدا ہو اس کا خرق عادت کے طور پر پیدا ہونے سے اس کا خدا ہونا لازم نہیں آتا۔ عادت یہ ہے کہ سانپ سانپنی کے انڈے سے پیدا ہو خرق عادت یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی سانپ بن جائے۔ عادت یہ ہے کہ آنکھ کے سامنے جھلی آئی آپریشن سے دُور کر دی نظر آنے لگ گیا، خرق عادت یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ہاتھ پھیریں نظر آنے لگ جائے۔ یوسف علیہ السلام کی قمیص یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈالی جائے تو نظر لوٹ آئے۔ یہ دونوں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہیں یہ فرق صرف ہمارے اعتبار سے ہے اللہ کے نزدیک بغیر ماں باپ کے پیدا کرنا کوئی مشکل نہیں۔ ہزاروں کیڑے مکوڑے بغیر ماں باپ کے پیدا ہوتے ہیں۔

فرق ثانی:

ا۔ خرق عادت میں کوئی اختیار نہیں ہوتا حضرت آدم علیہ السلام بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے ان کو اس میں کوئی اختیار نہیں تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے اس میں ان کا اور ان کی والدہ کا کوئی اختیار نہیں تھا۔ لاٹھی کا سانپ بن جانے میں اسے کوئی اختیار نہیں تھا کہ جب چاہوں لاٹھی بن جاؤں، جب چاہوں سانپ بن جاؤں اسی طرح یہی بات ہے معجزات اور کرامات میں کہ انہیں اختیار نہیں ہوتا۔

دوام:

۲۔ خرق عادت یہ عارضی ہوتا ہے اس میں دوام نہیں ہوتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی نکلا یہ دو چار مرتبہ ہوا حالانکہ حضور ﷺ سے تیمم کرنا بھی ثابت ہے جبکہ تیمم وہ کرتا ہے جس کے اختیار میں پانی نہ ہو تو معلوم ہوا خرق عادت میں اختیار اور دوام نہیں ہوتا۔

کلیت:

۳۔خرق عادت میں کلیت بھی نہیں ہوتی کہ ایک آدمی کے ہاتھ پر ظاہر ہوا تو دوسرے کے ہاتھ پر بھی مان لیا جائے کہ یہاں بھی ضرور ہوا ہوگا اس کی عام فہم مثال یہ ہے کہ خواب۔اب خواب میں انسان کو اختیار نہیں ہوتا اگر اللہ چاہیں تو ایک رات میں دس خواب دکھلا دیں اور اگر چاہیں تو دس دن تک کوئی خواب نہ دکھائے جتنی چاہے دعائیں کرتا رہے۔اس میں کلیت نہیں ہوتی کہ اگر یہ خواب مجھے آیا ہے تو میرے ابو اور میری امی کو بھی ضرور آیا ہوگا۔اور میرے دوست کو بھی ضرور آیا ہوگا یہ پرلے درجہ کی جہالت ہے۔آپ کرامت اور معجزہ بیان کریں کہ بھیڑیا ایک انسان سے کلام کر رہا تھا اب بھیڑیے کا بھیڑیے کی طرح کلام کرنا عادت ہے اور انسان کی طرح بولنا خرق عادت ہے اب اسے اختیار نہیں کہ جب چاہے بھیڑیے کی طرح بولے جب چاہے انسان کی طرح بولے اور نہ ہی دوام ہے نہ کلیت کہ ہر بھیڑیا جب چاہے انسانوں سے بات کرلے۔تو معلوم ہوا کہ کرامت میں نہ اختیار ہے نہ دوام،نہ کلیت۔

قطعیت:

۴۔ کرامت میں تو قطعیت بھی نہیں ہوتی اور عقائد قطعیت سے ثابت ہوتے ہیں ظنیت سے نہیں معجزہ میں بھی جب تک تواتر نہ ہو قطعیت کا قول نہیں کیا جاسکتا بلکہ ظنی رہتا ہے کشف غیب یہ علم غیب نہیں بلکہ علم کا ایک ذریعہ ہے وحی غیب یہ بھی علم غیب نہیں بلکہ ذریعہ علم ہے جیسے اخبار پڑھنے سے کئی باتوں کا علم ہو جاتا ہے۔

قیاس:

۵۔ اس میں قیاس نہیں چلتا۔دیکھو حضرت مریم علیہا السلام افضل ہیں یا حضرت عائشہؓ، ظاہر ہے کہ عائشہؓ افضل ہیں تو حضرت مریم علیہا السلام کو اللہ نے بغیر خاوند کے بیٹا عطاء کیا اور حضرت عائشہؓ کو خاوند کے ہوتے ہوئے بیٹی بھی نہیں عطا کی تو

قیاس کرنا درست نہیں کہ جب عائشہؓ کو بیٹی نہیں دی تو مریم علیہا السلام کو بیٹا نہیں دیا جاسکتا۔ اسی طرح یعقوب علیہ السلام اپنے چہرے پر اپنا ہاتھ پھیرتے تھے لیکن بینائی نہیں آئی حالانکہ باپ تھے لیکن جب یوسف علیہ السلام کی قمیص رکھی بینائی آگئی۔ حضرت زکریا علیہ السلام نبی ہیں اور مریم علیہا السلام ولیہ ہیں اب ولیہ کو بے موسمے پھل مل رہے ہیں تو نبی کو جوش آیا کہ یا اللہ! تو مریم کو بے موسمے پھل دے سکتا ہے مجھے بے موسمی آدمی کیوں نہیں عطا کرسکتا۔ بے موسم کی قید ہمارے اعتبار سے ہے، اللہ کے ہاں کوئی مشکل نہیں چنانچہ پھر اللہ نے زکریا علیہ السلام کو بیٹا عطا فرمایا۔ اب یہاں قیاس نہیں چل سکتا۔

اب یہاں پر تین پارٹیاں ہوگئیں: (۱) ایک وہ جو خرق عادت کا سرے سے انکار کرتے ہیں کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ بغیر باپ کے اولاد ہو، یہ کیسے ہوسکتا ہے لاٹھی سانپ بن جائے، بھیڑیا انسانوں کی طرح کلام کرے، ہم پوچھتے ہیں کہ کون نہیں کرسکتا اگر کہو کہ بھیڑیا نہیں کرسکتا تو ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اس کے اختیار میں نہیں ہے اگر کہو کہ خدا بھی نہیں کرواسکتا تو پھر تم نے اللہ کی توحید نہیں مانی، اللہ کی طاقت کو اپنی طاقت کے برابر سمجھا کہ جو عثمانی نہیں کرسکتا وہ اللہ بھی (نعوذ باللہ) نہیں کرسکتا اسی طرح ہم مریم علیہا السلام کے متعلق پوچھتے ہیں اگر تم کہو مریم نہیں کرسکتی ہم بھی یہی کہتے ہیں اگر کہو اللہ نہیں کرسکتا تو اللہ کی توحید کے منکر ہوئے۔ تو وہ اہل توحید نہیں اگرچہ جماعت کا نام اہل توحید رکھ لیں غیر مقلدین بھی اہل توحید ہیں، عثمانی بھی اہل توحید ہیں کیونکہ یہ معجزات اور کرامات کا انکار کرکے اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا انکار کرتے ہیں۔

(۲) دوسرے نمبر پر بریلوی آگئے انہوں نے جزئیہ کو کلیہ بنادیا خرق عادت کو عادت بنادیا۔ جہاں سنا کہ ایک بزرگ نے فلاں آدمی کو پانی پلایا اب کہیں گے کہ جہاں پانی پلایا جارہا ہے وہ بزرگ پلارہے ہیں جہاں سنا کہ لڑکی نے بچہ جن دیا ہے عیسیٰ علیہ السلام آگئے بریلویت نام ہے جزئیت کو کلیت بنانے کا اور غیر مقلدیت نام ہے اللہ کی قدرتوں کے انکار کرنے کا۔

(۳) ہم اہلسنت والجماعت سب باتوں کو مانتے ہیں عادت کو عادت مانتے ہیں خرق عادت کو خرق عادت مانتے ہیں اب حیات و وفات عیسیٰ علیہ السلام پر جتنے اعتراضات کرتے ہیں کہ وہ ان کی عمر اتنی زیادہ کیسے ہوگئی کہ وہ کہاں سے کھاتے ہیں وہ کہاں سے پیتے ہیں یہ سب نتیجہ ہے اس بات کا کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کو عام انسانوں پر قیاس کرتے ہیں حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش خرق عادت، حضرت کا نزول و رفع خرق عادت ہے گویا کہ آپ کی زندگی کی ساری چیزیں خرق عادت ہیں۔ ہم جب یہ کہتے ہیں کہ ساری باتیں خرق عادت ہیں وہ کہتے ہیں پھر عیسیٰ علیہ السلام خدا بن گئے ہم کہتے ہیں کہ کیا تم نے لاٹھی کو جو سانپ بن گئی اسے خدا مانا، اونٹنی کو جو پہاڑ سے نکلی اسے خدا مانا، حضرت آدم علیہ السلام کو جو بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے ان کو خدا مانا، تم نے مریم کو خدا مان لیا جس نے بغیر خاوند کے بچہ جن دیا اگر خدائی اتنی سستی ہے تو دنیا میں کئی خدا ہو جائیں گے ۳۶۰ سے بھی زیادہ خدا ہو جائیں گے۔ تو یہ بات یاد رکھیں کہ جب بھی حیات مسیح علیہ السلام پر بات ہو تو پہلے یہ بات طے کرلیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احوال عادات میں سے نہیں ہیں بلکہ خرق عادات میں سے ہیں پھر کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی (ان شاء اللہ)

مرزا کی نبوت کا مدار ۲۰۶، اور حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام:

مرزا قادیانی نے اپنی نبوت کا مدار اس بات پر رکھا کہ یہ بات تو قرآن وحدیث میں ہے کہ آخری زمانے میں عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے اب سب مسلمان تو یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہی عیسیٰ علیہ السلام جو سیدہ مریم علیہا السلام کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے وہی تشریف لائیں گے لیکن مرزے نے یہ عقیدہ گھڑا کہ وہ عیسیٰ تو فوت ہو گئے ہیں اب ان کا مثیل یعنی بہروپیہ عیسیٰ آئے گا۔

جیسے لوگ بہروپیہ بن جاتے ہیں وہ آئیگا اس بارے میں وہ اپنی زندگی کے ۵۶ سال لکھتا رہا کہ عیسیٰؑ زندہ ہیں، لیکن ۵۶ سال بعد اس نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے کہ حیات عیسیٰؑ کا عقیدہ شرک ہے، تو پہلے ۵۶ سال مشرک رہا اس کے بعد لکھا ہے کہ

قرآن پاک کی ۳۰ آیات واضح موجود تھیں کہ عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی تفسیر پر پردہ ڈالے رکھا لیکن اب مجھ پر ان کی تفسیر کھل گئی ہے۔ اس لئے میں واضح طور پر کہہ رہا ہوں کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ حیاۃ عیسیٰؑ کا مسئلہ ایک اہم مسئلہ ہے جس سے کئی ادیان متاثر ہو رہے ہیں، کیونکہ عیسائی، یہودی، مسلمان، قادیانی یہ چاروں مذاہب اس پر متفق ہیں کہ مسیح دو آنے والے ہیں، ایک مسیح صادق ہوگا اور دوسرا کاذب جس کو دجال کہتے ہیں اب چاروں مذاہب کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ مسیح کاذب قتل ہوگا اور مسیح صادق قتل نہیں ہوں گے اب یہودی کہتے ہیں کہ سیدہ مریم کا بیٹا جس نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا چونکہ ہم نے اسے صلیب پر مار دیا ہے۔ کیونکہ (معاذ اللہ) وہ جھوٹا تھا اب وہ سچے مسیح کی انتظار میں ہیں اور بیت المقدس میں ہمیشہ ایک کنواری لڑکی کو بٹھائے رکھتے ہیں کہ شاید کب مسیح پیدا ہو جائے اس لیے وہ عیسیٰؑ کو کاذب کہتے ہیں عیسائیوں نے اس بارے میں اختلاف کیا یہودیوں کی افواہ سے متاثر ہو گئے وہ کہتے ہیں کہ مسیح مرے چونکہ وہ جھوٹے نہیں تھے اس لئے وہ دوبارہ زندہ ہو کر آسمانوں پر جا بیٹھے اور پھر قیامت کے قریب تشریف لائیں گے اور یہودیوں کا قتل عام کریں گے۔

مسلمان اس بارے میں یہ کہتے ہیں کہ جو مسیح ابن مریم تھے وہی سچے مسیح ہیں چونکہ قرآن مجید واقعہ صلیبی کے بعد نازل ہوا ہے عیسائیوں اور یہودیوں کے بعد نازل ہوا ہے اس لئے اس کے فرائض میں یہ بات شامل تھی کہ ان کے جو غلط عقیدے ہیں ان کی اصلاح کی جائے اور جو صحیح عقیدے ہیں ان کی تائید اور تصدیق کی جائے۔ ضد اس میں نہیں ہے کہ موسیٰؑ سچے نبی نہیں ہیں قرآن نے یہودیوں کی خوب برائیاں بیان کی ہیں لیکن ضد میں آکر موسیٰؑ کی نبوت کا انکار نہیں کیا بلکہ ان کو سچا نبی مانا ہے قرآن نے عیسائیوں کی بہت ساری برائیاں بیان کی ہیں لیکن ضد میں آکر عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار نہیں بلکہ ان کو سچا نبی مانا ہے عیسائی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا تین ہیں۔ باپ، بیٹا، روح القدس۔ اللہ پاک نے صراحۃً اس عقیدہ کا رد فرمایا لقد کفر الذین قالوا ان اللہ

ثالث ثلثة، اسی طرح انکا یہ عقیدہ تھا کہ مسیح ابن اللہ ہیں۔

آج کل کے عیسائی یہ کہتے ہیں کہ ہم عیسیٰ علیہ السلام کو ولد اللہ نہیں کہتے کیونکہ ولد کے لئے ماں باپ کا ہونا ضروری ہے ولد حقیقی معنی میں آتا ہے۔ لیکن ابن کا لفظ مجازی معنی میں استعمال ہوتا ہے مسافر کو بھی ابن السبیل کہا جاتا ہے۔ زمانہ ساز کو ابن الوقت کہا جاتا ہے اس لئے ہم عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ ولد اللہ نہیں کہتے لیکن پولوس نے جو کرنتھیوں کو خط لکھا ہے اس میں خاص طور پر یہ الفاظ ہیں مسیح جو کہ مولود اللہ ہیں۔ یعنی خدا سے مولود ہوا وہ ابن اللہ ہے لیکن آجکل کے عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو ابن اللہ کہتے ہیں ولد اللہ نہیں کہتے وہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ اللہ پاک نے اس عقیدے کی تردید کی ہے انّٰی یکون له ولد ولم تکن له صاحبة کہ خدا کا بیٹا کیسے ہوسکتا ہے جبکہ اس کی بیوی ہی نہیں اور ابن اللہ کہنے کی بھی تردید فرمائی قالت النصاری المسیح ابن اللّٰہ ذٰلک قولهم بافواههم یضاهئون قول الذین کفروا. اسی طرح عیسائی اور یہودی یہ کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر لٹکایا گیا اس کی بھی تردید فرمادی لیکن عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ حضرت مسیح کو اللہ پاک نے زندہ جسم کے ساتھ اُوپر آسمانوں پر اٹھا لیا اس کی تردید کہیں نہیں فرمائی بلکہ اس کی تائید فرمائی اس لئے قرآن نے جو اپنا فیصلہ سنایا فبمانقضهم میثاقهم و کفرهم بایٰات اللہ وقتلهم الانبیاء بغیر حقٍ. اللہ پاک نے یہودیوں کی تردید فرمائی کہ انہوں نے اللہ پاک سے کیے ہوئے وعدوں کو توڑا، اس وجہ سے ان پر لعنت کی بارش برسی ترجمہ:۔۔۔ وقولهم قلوبنا غلف کہ ہمارے دلوں پر پردے ہیں کہ نہ ہی کوئی چیز داخل ہوسکتی ہے اور نہ ہی کوئی چیز خارج ہوسکتی ہے۔ فرمایا بل طبع اللہ علیها کہ اللہ نے ان کے دلوں پر کفر کی مہر لگادی فلا یؤمنون الا قلیلا. اب ان میں سے بہت تھوڑے ایمان لائیں گے وقولهم علی مریم بهتاناً عظیماً ان پر لعنت کے اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہوں نے حضرت سیدہ مریم پر بہتان باندھا۔

تنبیه: پچھلے دنوں امریکہ کا ایک رسالہ پڑھا اس میں ایک باب الاستفتاء ہوتا ہے

اس میں سوال و جواب دیئے جاتے ہیں۔ تو اس میں ایک سوال یہ دیا کہ امریکہ اور برطانیہ میں اکثر بچے حرامی پیدا ہوتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے ان کے مفتی نے جواب دیا (نعوذ باللہ) انکا نبی عیسیٰ علیہ السلام حرامی تھا۔ اس قسم کے بہتان سیدہ مریمؑ پر آج بھی لگائے جا رہے ہیں۔

مرزا قادیانی کے حضرت سیدہ مریمؑ پر الزامات:

مرزے نے سیدہ مریمؑ پر وہی الزامات لگائے جو یہودیوں نے لگائے تھے چنانچہ اس نے اپنی کتاب میں یہی لکھا ہے کہ سیدہ مریمؑ کی شادی یوسف نجار سے ہوگئی تھی لیکن رخصتی سے قبل ہی سیدہ مریم حاملہ ہوگئیں اگرچہ یہودی اس پر اعتراض کرتے تھے۔ لیکن کچھ مجبوریاں سامنے آگئیں جن کی وجہ سے یہاں خاموشی اختیار کرنا پڑی یہ وہی الزامات لگاتا تھا جو یہودیوں نے لگائے لیکن اللہ پاک نے انکار فرمایا **وقولهم على مريم بهتاناً عظيماً وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم** اللہ پاک نے فرمایا اتنی بات منہ سے کہنا **انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم** یہ اسباب لعنت میں سے ہے ایک ہے نبیوں کو قتل کرنا، دوسرا اس کا قول کرنا دونوں اسباب لعنت میں سے ہیں اب یہ اسباب لعنت میں سے ہیں اس کے بارے میں مرزا بڑے فخر سے کہتا ہے کہ میں نے عیسائیوں کے خدا کو مار ڈالا ہے اور میری زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے ۔

ابن مریم مر گیا حق کی قسم   داخل جنت ہوا وہ محترم

آگے اللہ پاک نے فرمایا **وما قتلوه** کہ حضرت عیسیٰؑ کو کسی نے بھی جان سے نہیں مارا اصل بات یہ ہے کہ جب مسئلہ کو صحیح انداز میں سمجھا جائے تو مسئلہ میں کوئی اشکال ہی پیدا نہیں ہوتا اگر شیطان کی طرح اختلاس سے یعنی درمیان سے بات اچکنی ہے یعنی نہ ادھر والا پہلو دیکھنا ہے اور نہ اُدھر والا پہلو دیکھنا ہے پھر جتنی چاہے انسان اس میں الجھنیں پیدا کر دے۔

مناظرہ:

حضرت مولانا محمد امین صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا کہ اس مسئلہ پر ہمارے اچھے اچھے لوگ مناظرہ کرنے سے گھبراتے ہیں کہ اگر ہم جیت بھی گئے پھر بھی ہماری شکست ہوگی کیونکہ قادیانی اکثر قرآن مجید کی آیات پڑھتے ہیں، عوام آگے جاہل ہوتی ہے، اب زیادہ سے زیادہ مسلمان عالم یہی کہے گا کہ اس نے آیت کا ترجمہ غلط کیا ہے، اب عوام کو کیا علم کہ صحیح ترجمہ کیا ہے اور غلط ترجمہ کیا ہے، اب اگر ان میں سے دو تین آدمی نکل آئیں کہ قادیانی بھی قرآن کو مانتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی قرآن کی آیات پڑھ رہا تھا تو یہ بات ہمارے سخت خلاف ہوگی تو گویا ایسے آدمی جو قادیانی نہیں یا خالی الذہن تھے وہ تاثر لے کر اٹھیں کہ قادیانی قرآن کو مانتے ہیں کفر کے قریب ہو گئے کبھی نہ کبھی کفر پر آمادہ بھی ہو سکتے ہیں۔ اس لئے ہمارے علماء سیرت مرزا پر بحث کرتے ہیں حیاۃ مسیح پر بات نہیں کرتے۔

لیکن الحمد للہ اس مسئلہ پر جس طرح مناظرے کے لئے میں نے تیاری کی ہے اب انہوں نے ربوہ میں طے کیا ہے کہ اس مسئلہ پر جس سے چاہو مناظرہ کرنا لیکن اس مسئلہ پر امین سے مناظرہ نہ کرنا، کیونکہ وہ تاثر دیتے تھے کہ ہمارے پاس قرآن ہے قرآن، اور ادھر سے مولوی صاحب حدیث پڑھتے تھے قرآن کے خلاف، یہ تاثر میں کسی کے قریب ہی نہیں آنے دیتا۔ میں سب سے پہلے یوں بات شروع کرتا ہوں کہ کیا حضرت مسیح علیہ السلام کو شہید کرنے والوں نے گرفتار کیا تھا یا گرفتار نہیں کیا تھا قرآن پاک میں یہ صریح نص موجود ہے کہ قیامت والے دن اللہ پاک حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جو اپنے احسانات جتلائیں گے ان میں سے ایک یہ بھی ہوگا کہ بنی اسرائیل کے یہودیوں کو تیرے قریب بھی نہیں آنے دیا تھا واذ کففت بنی اسرائیل عنک. عن کا حوصلہ اور پریپوزیشن ہے اس میں بعد والا معنی پایا جاتا ہے کہ جو یہودی آپ کو گرفتار کرنے آتے تھے وہ گرفتار تو کجا وہ آپ کے قریب تک نہیں پہنچ سکے اب میں بسم اللہ یہاں سے شروع کرتا ہوں کہ قرآن مجید کی قطعی نص موجود ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو

گرفتار نہیں کیا سارے مسلمان اسی عقیدے پر ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور تیرہ صدیوں کے مجددین کا عقیدہ یہی ہے کہ عیسیٰ گرفتار نہیں ہوئے لیکن مرزا قادیانی قرآن کا منکر ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر تیرہ صدیوں کے مجددین کا منکر سارے مسلمانوں کے خلاف یہودیوں کی بات مانتا ہے کہ عیسیٰ کو گرفتار کر لیا گیا اب قرآن کہتا ہے کہ گرفتار نہیں ہوئے مرزا قادیانی قرآن کو نہیں مانتا بلکہ وہ قرآن کے خلاف یہودیوں کی بات مانتا ہے اب پہلے جو یہ تاثر دیتے تھے کہ ہم قرآن کو مانتے ہیں لیکن میں پہلے ہی سے اس وہم کو ختم کر دیتا ہوں کہ مرزا قرآن کا منکر ہے۔

مرزا قادیانی یہودیوں کے نقش قدم پر:

پھر مرزا قرآن کی بات نہیں مانتا بلکہ قرآن کے مقابلے میں یہودیوں کی بات مانتا ہے۔ پھر یہودی کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عیسیٰ کو گرفتار کر کے بہت ذلیل اور رسوا کیا معاذ اللہ ان کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا گیا ان کی داڑھی میں شراب انڈیلی گئی اور ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی کوئی ادھر سے آ کر نیزہ سے زخم کر دیتا تھا اور کوئی اُدھر سے تلوار سے زخم کرتا تھا۔ اور پوچھتا تھا کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو بتا تجھے کس نے زخم دیا ہے اور تو خدائی دعویٰ کرتا ہے۔ یہودی کہتے ہیں کہ ہم نے مسیح علیہ السلام کو ذلیل و رسوا کیا یہی مرزا قادیانی کہتا ہے چنانچہ اپنی کتاب مسیح ہندوستان میں لکھتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑ لیا گیا اور کانٹوں کا تاج پہنایا گیا جبکہ قرآن پاک میں صریح نص موجود ہے وجیھا فی الدنیا کہ مسیح جب تک اس دنیا میں رہیں گے باوقار رہیں گے نہ کسی نے گرفتار کیا اور نہ کسی نے شراب انڈیلی بلکہ وہ دنیا میں بھی عزت سے رہے اور اللہ پاک ان کو آخرت میں بھی شفاعت سے سرفراز فرمائیں گے انکی وجاہت لوگوں کے سامنے کریں گے کہ انکی شفاعت سے اللہ تعالیٰ بہت سارے لوگوں کی بخشش فرمائیں گے۔ اب قرآن مجید کی صریح نص موجود ہے وجیھا فی الدنیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تیرہ صدیوں کے مجددین اور سب مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے لیکن مرزا قادیانی قرآن کا منکر اسلام کا منکر اور دشمن نبی کی

بات کو بالکل نہیں مانتا، ۱۱ صدیوں کے مجددین کو مشرک کہتا ہے جو حیاۃ مسیح کے قائل تھے اور یہودیوں کی بات کو مانتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ذلیل و رسوا کیے گئے اتنی رسوائی کے بعد کہتے ہیں کہ ہم نے عیسیٰ کو صلیب پر ماردیا جبکہ قرآن کہتا ہے وما قتلوہ کہ ان کو جان سے کسی نے نہیں مارا یہ عقیدہ ہی غلط ہے کہ مسیحؑ فوت ہوگئے قتل کا لفظ انگریزی کے Kilo کے مشابہ ہے ایک ہے ضَرَبَ یَضْرِبُ پتھروغیرہ ماردینا ایک ہے جان سے ماردینا اس پر قتل کا اطلاق ہوتا ہے، کسی کا گلا گھونٹ دیں اس پر بھی قتل کا لفظ بولا جاتا ہے، ٹکڑے ٹکڑے کردیں اس پر بھی قتل کا لفظ بولا جاتا ہے، آگ میں جلادیں یا پانی میں غوطے دے کر مارڈالو یعنی کسی کو جان سے ماردینے کو عربی زبان میں قتل کہتے ہیں انگریزی میں اس کے لئے Kilo کا لفظ بولا جاتا ہے تو اللہ نے فرمایا وما قتلوہ کہ مسیحؑ کو کسی نے جان سے نہیں مارا اب قتل کے مختلف طریقے ہوسکتے ہیں لیکن ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ ہم نے عیسیٰؑ کو صلیب پر ماردیا تو اللہ تعالیٰ نے ترقی کرکے فرمایا وما صلبوہ کہ عیسیٰ کو سرے سے لکڑی پر لٹکایا ہی نہیں گیا مارنا تو بعد کی بات ہے ان کو سرے سے صلیب پر لٹکایا ہی نہیں گیا یعنی یہ بات کہنا ہی غلط ہے کہ صلیب پر لٹکایا گیا یہ قرآن کی صریح نص ہے لیکن مرزا قادیانی چونکہ قرآن کا منکر ہے اس لیے وہ اپنی کتاب مسیح ہندوستان میں لکھتا ہے کہ عیسیٰؑ ۶ گھنٹے دو لکڑیوں کے درمیان لٹکتے رہے اور یہ نعرہ لگاتے رہے ایلی ایلی لما شبقتنی کہ اے اللہ اے اللہ! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا ہے یہ اصل فقرہ کیا ہے آجکل جتنی بائبلیں چھپ رہی ہیں ان سب میں شین ''ش'' کے ساتھ ہیں لیکن پرانے نسخے میرے ہاتھ لگے ان میں سین ''س'' کے ساتھ ہے ان دونوں میں فرق کیا اسے میں اگلی آیت میں اشکال بیان کروں گا۔

اشکال: جب قرآن نے فیصلہ سنادیا کہ عیسیٰؑ صلیب پر نہیں لٹکائے گئے تو پھر آخر اتنی بڑی افواہ جو پھیلی کہ عیسیٰؑ صلیب پر چڑھادیے گئے یہودی بھی کہتے ہیں کہ عیسیٰؑ صلیب پر لٹکائے گئے تو یہ اتنی بڑی بات کیسے ہوگئی۔ **جواب:** تو آگے اللہ پاک لکن سے

استدراک فرما رہے ہیں لکن کے بارے میں یہ قاعدہ ہے لکن سے قبل جس فعل کی نفی کی جاتی ہے لکن سے اس فعل کا اثبات ہوتا ہے اس لیے تقدیر کلام یوں ہوگی ولکن قتلوا وصلبوا من شبہ لھم کہ کسی آدمی کو مارا ضرور گیا ہے کہ انہوں نے کسی کو پھانسی پر ضرور لٹکایا ہے اور وہ مرا بھی ہے وہ کون تھا؟ جو مسیح کے مشابہ ہوا، مثیل مسیح تھا اس کی شکل مسیح جیسی بن گئی تھی اب اس بارے میں روایات میں اختلاف ہے کہ جو آدمی مرا تھا وہ مومن تھا یا منافق۔ بعض روایات میں ہے کہ وہ یہودا اسکریوتی تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواریوں میں سے تھا یہ منافق تھا اس نے ۳۰ روپے رشوت لی پولیس سے اور ان کو بتا دیا کہ عیسیٰ وہاں ہیں اور کہا کہ میں آگے آگے چلتا ہوں تم میرے پیچھے پیچھے آؤ جب پولیس گئی اور یہ اندر داخل ہوا تو پولیس والوں نے دیکھا کہ اندر صرف ایک آدمی ہے تو اب ان کے درمیان اختلاف ہو گیا کہ یہ تو ایک آدمی ہے اگر یہ عیسیٰ ہیں تو ہمارا مخبر کہاں ہے اگر یہ مخبر ہے تو عیسیٰ کہاں ہیں جو تھانیدار تھا اس نے کہا ہماری اس سے کیا غرض ہمیں جو حکم ملا ہے تم اس کو پورا کرو کہ جو آدمی ہے اسے پکڑ کر پھانسی دے دو اور عیسیٰ کے جو اا باقی حواری تھے وہ پہلے بھاگ چکے تھے اس لئے اسوقت حضرت عیسیٰ کو کوئی جاننے والا نہیں تھا وہاں رومیوں کی حکومت تھی گویا پولیس رومیوں کی تھی اور عیسیٰ اسرائیلی تھے اب ان پولیس والوں میں سے ایک آدمی بھی نہیں جانتا کہ کیا ہم جسے پکڑ کر لے جا رہے ہیں کیا وہی عیسیٰ ہیں چونکہ انہوں نے ۳۰ روپے دے کر مخبر تلاش کیا تھا جو حضرت عیسیٰ کو جاننے والا تھا اس لیے انہیں خود شک ہو گیا لیکن چونکہ انہوں نے حکم کو پورا کرنا تھا اس لئے انہوں نے اسے صلیب پر لٹکا دیا اور وہ منافق تھا تو اس کے لئے یہ کلمات ایلی ایلی لماشبقتنی کے الفاظ موافق تھے کیونکہ وہ بعد میں مرتد ہو گیا لیکن بعض روایات میں آتا ہے کہ وہ شخص مخلص تھا جب پولیس نے چاروں طرف سے آ کر گھر کو گھیر لیا تو یہ آدمی مسیح کے ساتھ تھا تو عیسیٰ نے اسے کہا کہ کیا تو میری جگہ پر قربانی دینا چاہتا ہے تو اس نے کہا حضرت میں قربانی کے لئے تیار ہوں چنانچہ حضرت عیسیٰ نے دعا مانگی تو اللہ پاک نے اس کی شکل عیسیٰ جیسی بنا دی

اور حضرت عیسیٰؑ کو جبرئیل اٹھا کر لے گئے آسمان پر، جب یہ پولیس گئی تو اسے پکڑ لیا اس کی جو شکل تبدیل ہوئی تھی وہ پوری نہیں ہوئی تھی بلکہ بعض شکل عیسیٰ جیسی تھی اور بعض دوسری اس لیے ان کے درمیان اختلاف ہو گیا تو اس کے بعد انہوں نے اسے صلیب پر لٹکا دیا اس لیے اس نے ایلی ایلی لما سبقتنی کہا کہ آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ تو جنت میں داخل ہوگا لیکن آپ جنت میں پہنچ گئے ہیں اس لیے میں سولی پر چڑھنے کے بعد جنت میں داخل ہو جاؤں گا اس صورت میں جس آدمی کو سولی پر لٹکایا گیا اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مخلص ساتھی مانا جائے گا۔ پرانی بائبلوں میں یہی ہے ایلی ایلی لما سبقتنی لیکن جو آجکل نسخے چھپ رہے ہیں ان میں ایلی ایلی لما شبقتنی ہے تو اللہ نے فرمایا ولکن شبہ لھم اس سے پتہ چلا کہ یہ افواہ چلی ہے تو اس کی بنیاد یہ تھی کہ پھانسی کسی نہ کسی کو ضرور دی گئی ہے اب اس میں اختلاف تھا کوئی کہتے تھے کہ یہ مسیح ہیں کوئی کہتے کہ یہ مسیح نہیں تھے، آگے اللہ پاک نے فرمایا وان الذین اختلفوا فیہ کہ یہ بات کہ یقیناً عیسیٰؑ کو پھانسی دی گئی ہے یہ بالکل غلط ہے خود پھانسی دینے والوں میں بھی اختلاف تھا کہ ہم کس کو پھانسی دے رہے ہیں۔

مناظرہ:

شاہدرہ کے مناظرہ میں ایک پادری مجھ سے کہنے لگا کہ دنیا کے اندر یہ بات مسلم ہے کہ ہر مذہب والا متواتر کو یقینی مانتا ہے کہ متواتر یقین کا فائدہ دیتا ہے اور قرآن مجید نے تواتر کا انکار کیا ہے کیونکہ عیسائی اور یہودی دونوں اس کے قائل ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دی گئی، یہ تواتر ہے اور اس تواتر کا قرآن نے انکار کیا ہے، میں نے کہا یہ لفظ تو نے کسی مولوی صاحب سے سن لیا ہوگا اس کا معنیٰ بھی پوچھ لینا، میں نے کہا یہ تواتر نہیں بلکہ یہ افواہ ہے۔ افواہ یہ فوہ کی جمع ہے فوہ کا معنیٰ منہ آتا ہے اس لیے وہ بات بھی ہر کسی کے منہ پر چڑھ جاتی ہے کہ یہ بھی کہہ رہا ہے وہ بھی کہہ رہا ہے۔ ایسے لوگ جو تواتر کا معنیٰ نہیں جانتے وہ افواہ کو بھی تواتر سمجھ لیتے ہیں۔ Baclis کہ بے بنیاد یعنی جس کی

کوئی نمیادنہ ہوا اور ایک ہوتی ہے بنیاد کہ اتنے آدمی وہاں موجود تھے انہوں نے دیکھا اس کے بعد بہت سے لوگ کہتے چلے آئے یہاں تو عیسیٰؑ کو جاننے والا ایک آدمی بھی نہیں تھا یہاں تو خبر واحد بھی نہیں ہے اور تو تواتر کہتا ہے۔ آخر وہ کہنے لگا کہ نہیں حضرت عیسیٰؑ کا شاگرد یوحنا اس وقت موجود تھا، میں نے کہا نہیں وہ موجود نہیں تھا بلکہ وہ بھاگ گیا تھا وہ کہنے لگا نہیں، وہ اس وقت موجود تھا۔

میں نے کہا اٹھاؤ انجیل اور مجھے دکھا کہنے لگا ہمیں تین گھنٹے کی مہلت دو ہم ظہر کے بعد آپ کو حوالہ دکھائیں گے اور اب ہمیں حوالہ یاد نہیں ہم ربوہ سے کتابیں منگوا کر دیکھتے ہیں میں ظہر کے بعد چلا گیا کہ دکھاؤ کہنے لگے ابھی نہیں ملا میں نے کہا کہ میں تو یہاں مہمان آیا ہوں شام کو میں چلا جاؤں گا ہاں میں تمہیں جگہ دکھلاتا ہوں شاید تم وہی تلاش کرنا چاہتے ہو میں نے یوحنا کی انجیل کھول کر رکھ دی کہنے لگا ہاں دیکھیں نا کہ پیارا شاگرد بھیڑ میں شریک تھا میں نے کہا آگے لکھا ہے کہ وہ بھی بھاگ گیا تھا وہ بھیڑ کے آخر میں تھا اور پولیس آگے تھی مسیح کو پکڑ کر لے جا رہی تھی جس طرح وہ بھیڑ کے پیچھے تھا تو پیچھے رہنے کی وجہ سے اسے کیا پتہ کہ پولیس جس کو پکڑ کر لے جا رہی ہے وہ کون ہے؟ البتہ وہ پھانسی کے قریب جاتا تو شاید شرارت کر لیتا اسے بھی شبہ پڑتا یہ کون ہے کیونکہ اس کی شکل تبدیل تھی لیکن کسی نے پولیس والوں کو کہا کہ یہ بھی مسیح کا شاگرد ہے پولیس نے اسے بھی پکڑنا چاہا تو اس نے چادر باندھی ہوئی تھی پولیس نے چادر سے پکڑا تو چادر پولیس والوں کے ہاتھ میں رہ گئی اور وہ ننگا بھاگ گیا تو میں نے اسے کہا جس خدا کے بندے نے کیونکہ وہ عیسیٰؑ کو خدا مانتے تھے) ۳۰ کھوٹے روپے کے بدلے خدا کو بیچ دیں وہ مجاہد کیسے ہو سکتے ہیں تم سے زیادہ ذلیل قوم کوئی نہیں اس مناظر کا نام عنایت اللہ مجاہد تھا یہ بھی گجرات کا تھا۔

تو اللہ پاک نے فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ کہ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ جس کو ان لوگوں نے پھانسی دی ہے خود ان کو اس بارے میں شک تھا میں نے کہا تمہارے انگریزی قانون کے مطابق کم از کم دو گواہ چاہئیں پھانسی کے لئے جو یہ

بتائیں کہ ہاں واقعی پھانسی دی ہے اور یہاں ایک بھی نہیں صرف افواہ تھی جو پولیس والوں نے پھیلا دی پھر بھیڑ والے بھی لگ گئے اور پھر ہر گواہ میں افواہ پھیل گئی تو قرآن مجید نے کسی تواتر کا انکار نہیں کیا بلکہ ایک غلط افواہ کا انکار کیا ہے اور آگے صاف ارشاد فرمایا وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ان کے پاس علم تھا ہی نہیں کیونکہ علم یقینی تواتر سے حاصل ہوتا ہے اور علم اطمینان شہرت سے حاصل ہوتا ہے اگر خبر واحد بھی ہو تو وہ بھی موجب علم نہیں ہے صرف موجب عمل ہوتی ہے تم اسے تواتر کہہ رہے ہو اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے پاس سرے سے علم ہی نہیں تھا نہ شہرت ہے نہ تواتر اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ہاں جو لوگ کہتے ہیں کہ عیسیٰ کو پھانسی دی گئی ان کے پاس ظن ہے صرف ظن وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا تو ان کے پاس حقیقت کا نام ونشان ہی نہیں یہ بات تو صاف ہو گئی کہ مسیحؑ کو کسی نے سولی پر نہیں لٹکایا چہ جائیکہ حضرت مسیحؑ کو شہید کر دیا گیا ہو۔

اگلی بات یہ ہے کہ یہ افواہ کیوں پھیلی اس کا جواب بھی دے دیا کہ کوئی اور مرا ہے اچھا پھر مسیحؑ اس واقعہ کے بعد کہاں چلے گئے کیونکہ اس کے بعد کسی کو ملے بھی تو نہیں نہ کسی عام آدمی کو نہ خاص شاگرد کو کہ بتایا ہو کہ مسیحؑ فلاں خاص مقام پر ہیں جب کسی کو ملے نہیں تو کہاں چلے گئے اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب ارشاد فرمایا۔ وماقتلوہ یقیناً بل رفعه الله اليه یہاں پر مرزا قادیانی کا جو اصل مغالطہ ہے اور جس دھوکہ پر چل رہا ہے وہ یہ ہے کہ اس نے ایک نیا عقیدہ گھڑا ہے اور الزام لگایا ہے عیسائیوں اور یہودیوں پر کہ عیسائیوں اور یہودیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ جو آدمی صلیب پر مرتا ہے وہ لعنتی موت مرتا ہے اس پر وہ حوالہ توراۃ کا دیتا ہے لیکن نامکمل دیتا ہے توراۃ کے پانچویں حصے اٹھارہویں باب میں لکھا ہوا ہے کہ جو آدمی ایسا کام کرے جو موجب لعنت ہو، جھوٹا نبی ہونے کا دعویٰ کرے یا شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کرے تو ایسے آدمی کو صلیب پر مار دیا جائے تو یہ لعنتی موت ہے اب اس کو لعنتی صلیب کی وجہ سے نہیں کہا گیا بلکہ اس لعنتی کام کی وجہ سے کہا گیا۔ مرزا نے اس سے یہ عقیدہ گھڑ لیا کہ جو صلیب پر مرے خواہ وہ نیک ہو یا بد صلیب پر مرنا ہی لعنتی

موت ہے اب اس نے یہ مفروضہ گھڑا کہ مسیحؑ کے بارے میں ان کا عقیدہ تھا کہ وہ لعنتی موت مرا، اللہ پاک نے رفع کا لفظ استعمال کیا کہ نہیں بلکہ اللہ نے اسے عزت کی موت دی ہے، اب وہ رفع کا معنی موت کرتا ہے لیکن یہ مفروضہ ہی سرے سے غلط ہے کیونکہ وہ قرآن کا بھی منکر ہے احادیث کا بھی توراۃ کا انجیل کا بھی وہاں بھی یہی لکھا ہوا ہے جس نے لعنتی کام کیا ہوگا اس کی موت لعنتی ہے صلیب نہ کسی کو لعنتی بناتی ہے اور نہ ہی مرجوم،

وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ. احادیث میں ہے کہ وہ جادوگر تھے وہ صبح کو جادوگر تھے شام کو ایمان لاتے اور ان کو سولی پر مار دیا گیا اور وہ شہید کہلائے اب دیکھئے جادوگر سولی پر مرتے ہیں تو کسی کا عقیدہ نہیں کہ وہ لعنتی موت مرے ہیں بلکہ سارے ہی ان کو شہید کہتے ہیں۔

واقعہ: جس طرح صحیح مسلم میں لمبا قصہ ہے حضرت عبداللہ بن تامر کا جو پہلے زمانے میں تھا اور اس کا باپ وزیر تھا تو اس زمانے میں بادشاہ جادوگر بھی رکھا کرتے تھے تاکہ یہ دشمنوں پر جادو کرتے رہیں تو وزیر کا بیٹا بڑا سمجھدار تھا بادشاہ کا جادوگر بوڑھا ہو گیا ہے اس لئے نیا جادوگر تیار کرنا چاہیے۔اس کے لئے وزیر کے بیٹے کو منتخب کیا گیا وہ روزانہ جادوگر کے پاس آتا جاتا تھا ایک دن وہ جا رہا تھا کہ راستہ میں ایک جگہ تھی وہاں لوگ داخل ہو رہے تھے پوچھا یہاں کیا ہے انہوں نے بتایا پڑھائی ہو رہی ہے وہ کوئی عیسیٰؑ کا شاگرد تھا وہ انجیل کی تعلیم دے رہا تھا۔ وہ لڑکا سارا دن سنتا رہا اس تعلیم کی طرف اس کا دل زیادہ مائل ہو گیا اب اس نے یہ قصہ شروع کر دیا ایک دن ادھر جاتا ایک دن اُدھر جاتا چند دن کے بعد اس نے طے کر لیا کہ ادھر جانا ہے اُدھر نہیں جانا چند دن کے بعد جادوگر کا پیغام آیا کہ لڑکا نہیں آ رہا۔ تو اس سے پوچھا گیا کہ تو کیوں نہیں جاتا اس نے کہا کہ آجکل میں کہیں اور جا رہا ہوں باپ نے اسے پیٹا کہ وہیں جایا کرو اب یہ وہیں جا رہا تھا کہ عجیب واقعہ پیش آیا کہ راستہ میں ایک ڈراؤنی شکل کا جانور کھڑا ہے اس نے کہا امتحان کا موقع آ گیا ہے اس نے دعا کی جادوگر کے وسیلے سے اور پتھر اٹھا کر مارا لیکن جانور نہیں مرا پھر اس نے

انجیل پڑھانے والے کے وسیلے سے دعا مانگی تو وہ جانور مر گیا اب اسے پکا یقین ہو گیا کہ یہ صحیح ہے اور وہ غلط ہے اب وہ روزانہ وہیں جاتا وزیر نے کہا اب تو بات مجھ تک ہے لیکن جب بادشاہ کو پتہ چلا تو میری وزارت بھی ختم ہو جائے گی اور وہ اس کو مروا دے گا اس نے بادشاہ سے کہا کہ میرا بیٹا تو بگڑ گیا ہے بادشاہ نے اس کو بلایا کہ تو کس کو خدا مانتا ہے اس نے کہا جو سچا خدا ہے اس نے کہا کہ تو مجھے سجدہ نہیں کرے گا اس نے کہا نہیں اس نے چار پانچ آدمی بھیجے کہ اس کو فلاں پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر گرا دو جب اس کو لے گئے تو وہاں جا کر اس نے دعا مانگی تو پہاڑ میں زلزلہ آیا جس سے باقی سب گر کر مر گئے اور وہ کھڑا رہا اب یہ اتر کر آیا جب انہوں نے دیکھا تو پوچھا باقی کہاں ہیں اس نے کہا وہ مر گئے ہیں کہنے لگے کہ تو؟ اس نے کہا میں ایسے ایسے بچ گیا اب کچھ آدمی بادشاہ کو چھوڑ کر اس کے ساتھ ہو گئے کہ یہ کوئی سچا آدمی ہے۔ بادشاہ نے کہا اس کو دور لے جا کر دریا میں غرق کر دو، جب اس کو لے گئے اور کشتی درمیان میں گئی اس نے دعا مانگی کہ یا اللہ تو سچا ہے جس سے کشتی الٹی اور وہ سب غرق ہو گئے اور بعد میں سیدھی ہو گئی اور یہ بچ گیا اور کشتی کنارے لگ گئی۔

اب دوبارہ یہ پھر حاضر ہو گیا اب اس کی بہت شہرت ہو گئی کہ ایک شخص ہے بادشاہ اسے مارنا چاہتا ہے اور وہ مرتا نہیں تیر مارتے ہیں وہ بھی اس پر اثر نہیں کرتا آخر انہوں نے اس سے پوچھا کہ تو کس طرح مرے گا اس نے کہا میری موت کا ایک ہی طریقہ ہے مجھے سولی پر چڑھا کر میری کنپٹی پر تیر مارا جائے اور یہ پڑھا جائے **باسم رب ھذا الغلام** چنانچہ عبداللہ بن تامر کو لٹکا دیا گیا اور تیر مارا جس سے وہ شہید ہو گیا اب اس سے عبداللہ بن تامر شہید ہو گیا لیکن جو ہزاروں لوگ کھڑے تھے وہ بول اٹھے **آمنا برب ھذا الغلام** اب بادشاہ تو ایک کو ختم کرنا چاہتا تھا لیکن وہ ہزاروں کو پیدا کر گیا اب عبداللہ بن تامر کو ہر کوئی شہید کہتا ہے نہ یہ کہ وہ سولی پر مرا ہے اس لئے لعنتی موت ہے اسی طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے حضرت خبیب کو مکہ والوں نے سولی پر چڑھا دیا تھا سب کا اتفاق ہے کہ وہ شہید ہیں نہ یہ کہ وہ لعنتی موت مرے ہیں۔

صرف مرزا قادیانی نے یہ مفروضہ گھڑا ہے کہ جو سولی پر مرتا ہے وہ لعنتی موت مرتا ہے۔ اب اس نے سارے دینوں کے خلاف کہا اب اس مفروضہ کو یہاں لگاتا ہے وہ یہ کہتے تھے کہ وہ لعنتی موت مرا ہے نہیں بلکہ بل رفعہ اللہ بلکہ اللہ نے اسے عزت کی موت دی ہے تو میں یہاں کہا کرتا ہوں اگر رفع کا معنی عزت کی موت ہے تو احادیث میں جہاں نزول کا لفظ ہے وہاں اس کے معنی ذلت کی موت کرنا چاہیے تو یہ سب مرزے کی خرافات ہیں اللہ پاک نے صاف لفظوں میں فرمادیا کہ وما قتلوہ کہ عیسیٰؑ کو کسی نے جان سے نہیں مارا بل رفعہ اللہ الیہ. بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا۔

مناظرہ:

محمد منشاء مناظرے میں کہنے لگا کہ آپ کو پتہ ہے کہ رفع کے کتنے معنی آتے ہیں میں نے کہا شاید دس کروڑ ہو جائیں پھر بھی ہمیں نقصان نہیں ہر زبان میں لفظ کا حقیقی اور مجازی معنی استعمال ہوتا ہے لیکن اصل سیاق وسباق ہے وہ اصل معنی کو متعین کر دیتا ہے کہ یہ حقیقی معنی ہے اور یہ مجازی معنی ہے تو اس لئے اگر آپ رفع کے لغت کی کتاب سے دس کروڑ معنی بھی دکھادیں لیکن اس آیت میں رفع جسمانی کے علاوہ کوئی اور معنی مراد ہو سکتا ہی نہیں۔

پھر میں نے دو فقرے کاغذ پر لکھ کر دیے ایک لفظ لکھا "شیر" کہ یہ لفظ لاکھوں مرتبہ حقیقی معنی یعنی درندہ اور لاکھوں مرتبہ مجازی معنی میں بہادر آدمی کے لئے استعمال ہوا ہے کوئی آدمی شمار ہی نہیں کر سکتا اصل جو معنی متعین ہوں گے وہ سیاق وسباق سے ہی متعین ہوں گے کوئی آدمی یوں کہتا رہے فلاں شیر میں یوں ہے، فلاں شیر میں یوں ہے جب تک سیاق وسباق نہیں ہوگا کوئی معنی متعین نہیں ہو سکے گا میں نے لکھا کہ چڑیا گھر میں شیر کا پنجرہ ٹوٹ گیا اس نے ایک آدمی کو زخمی کر دیا وہ ہسپتال پہنچنے سے پہلے پہلے ہی دم توڑ گیا اب میں نے کہا تو مجھے لاکھوں شیر بتائے لیکن اس فقرے میں شیر سے مراد درندہ کے سوا کوئی اور معنی مراد ہو سکتا ہی نہیں اس کے سیاق وسباق نے اس کا معنی متعین کر دیا کہ یہاں درندہ ہی مراد ہے دوسرا فقرہ میں نے لکھا کہ دوستو انتظار کی گھڑیاں ختم ہو گئیں ہمارے شیر نے

غسل کر کے کپڑے پہن لیے ہیں ابھی وہ تقریر کرے گا اب یہاں بھی شیر کا لفظ استعمال ہوا ہے لیکن یہاں سیاق وسباق بتا رہا ہے کہ اس جگہ شیر کا معنی بہادر نوجوان ہے کیونکہ جو درندہ ہو وہ انسانوں میں کھڑا ہو کر تقریر نہیں کر سکتا۔ تو جس طرح سیاق وسباق یہاں پر شیر کا معنی متعین کر رہا ہے کہ یہاں حقیقی معنی مراد ہے یا مجازی معنی مراد ہے اسی طرح قرآن پاک کا جو سیاق وسباق ہے اس کو آپ بیان کر دیں تو چھوٹا سا بچہ بھی مان لے گا کہ یہاں رفع جسمانی ہے اب وہی نقشہ آپ کسی دوسری جگہ بیان کریں کہ ایک آدمی تھا وہ بڑا پریشان تھا دشمنوں نے اسے چاروں طرف سے گھیرا ہوا تھا اور انہوں نے اسے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا ہوا تھا لیکن عین موقع پر اس کے دو دوست کار پر آئے اور اسے اٹھا کر لے گئے اب دیکھیں یہاں بھی وہی مضمون ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو انہوں نے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا ہوا تھا لیکن اللہ پاک نے ان کو اٹھا لیا اب کوئی چھوٹا سا بچہ بھی ہو وہ بھی مان جائے گا کہ یہاں سے مراد رفع جسمانی ہے اب یہ کوئی نہیں کہتا کہ انہوں نے گھر والے آدمی کو تو قتل کر دیا اور جو کار والے آئے تھے وہ اس کی چیئرمینی یا اس کی ڈاکٹری کو اٹھا کر لے گئے کوئی بیوقوف بھی یہ بات نہیں کہے گا۔ بلکہ سب ہی کہیں گے کہ اسی کو وہ اٹھا کر لے گئے جس کو دشمنوں نے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا ہوا تھا تب ہی وہ کامیاب ہوئے یہاں بھی اسی طرح ہے کہ انہوں نے مسیحؑ کو قتل کرنے کے لئے گھیر رکھا ہے اللہ پاک ان کو نا کام کرنے کے لئے ایسے موقع کی خبر دے رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عین موقع سے اٹھا لیا تو اب یہاں رفع جسمانی کے علاوہ کوئی اور معنی مراد ہو ہی نہیں سکتے چاہے رفع کے جتنے معنی بیان کر لیں لیکن سیاق وسباق یہ بتا رہا ہے کہ رفع سے مراد رفع جسمانی ہے تو فرمایا وماقتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ وہاں لکن استدراک کے لئے تھا اور یہاں بل ابطالیہ ہے پچھلا فقرہ پہلے کو باطل کرے گا اگر رفع سے روح کا اٹھانا مراد لیا جائے پہلے نہیں تو بعد میں بھی تو قتل ہو گیا کیونکہ روح کا اٹھانا اور قتل دونوں جمع ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ ایک دوسرے کو باطل نہیں کرتے بعد والا پہلے کو باطل نہیں کرتا اگر درجہ بلند کرنا مراد ہو تو وہ

بھی قتل کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے جیسے دیکھو شہید کا بھی درجہ بلند ہو جاتا ہے تو اللہ پاک نے وہاں لکن استدراک والا استعمال فرمایا اور یہاں بل ابطالیہ استعمال فرمایا کہ بل کے بعد ایسا فقرہ ہونا چاہیے جس سے پہلا فقرہ باطل ہو جائے یعنی وہ نہ ہو وما قتلوہ اب یہاں قتل ہے اور وہاں رفع ہے رفع ایسا مراد لیا جائے گا کہ اس جسم کے متعلق جو مسئلہ ہے اس کو ختم نہ کرے وما قتلوہ کا تعلق جسم کے ساتھ ہے نا۔ اب اگر رفع سے مراد روحانی رفع مراد لیا جائے تو جسم قتل ہو جائے تو روح کا رفع تو پھر بھی ہو جائے گا تو کسی چیز کا ابطال نہ ہوا۔

تو فرمایا وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ مفسرین نے یہاں ایک اور نکتہ بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ پاک نے یہاں رَفَعَ ماضی کا صیغہ استعمال کیا ہے کیونکہ پیچھے اللہ نے یہ بیان فرمایا ہے ولکن شبہ لھم کہ مسیحؑ کو تو انہوں نے قتل نہیں کیا البتہ ان کی مثیل کو انہوں نے قتل کیا، پھانسی پر مارا گیا ہے یہاں رفع کا لفظ آیا کہ جس وقت کہ وہ مثیل مسیحؑ کو پھانسی کے لئے گرفتار کر رہے تھے اس سے پہلے پہلے زمانہ ماضی میں مسیحؑ اٹھائے جا چکے تھے اب یہ رفع ماضی کا صیغہ بتا رہا ہے کہ رفع روح تو تب لیا جائے گا کہ اس سے پہلے موت مسیحؑ ہو جائے موت تو ابھی ہوئی نہیں بلکہ حل مسیحؑ کی موت سے پہلے پہلے مسیحؑ کو اٹھایا گیا تو اسوقت مسیحؑ زندہ روح مع الجسد تھے اس وقت ان کی صرف روح نہیں تھی بلکہ جسم بھی ساتھ تھا۔ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھایا و کان اللہ عزیزاً حکیماً۔ اب اللہ نے یہاں اپنی دو خاص صفات کا ذکر فرمایا ہے ایک عزیز ہے کہ یہاں کوئی ایسا کام ہوا ہے جو خاص قدرت کو چاہتا ہے موت کے بعد روح کا اٹھانا یہ عام عادت ہے جو خاص قدرت کو نہیں چاہتا البتہ جسم کا اٹھنا یہ خاص واقعہ ہے اس لیے رفع سے مراد اگر روح کا اٹھنا یا درجہ بلند ہونا مراد لیں تو صفت عزیز کا اس سے کوئی تعلق بنتا ہی نہیں نمبر ۲۔ حکیما کہ اللہ کی اس میں حکمت تھی کیونکہ پہلے جب بگاڑ ہوتا تھا تو اللہ تعالیٰ نیا نبی بھیج دیتے تھے اب چونکہ نبی پاک ﷺ پر چونکہ نبوت ختم ہو چکی ہے۔ اس لئے پہلے نبی کو بھیج دیں گے وہ آ کر اس بگاڑ کو ختم کرے گا تا کہ نبی پاک ﷺ کی ختم نبوت ہی باقی رہے و کان اللہ عزیزاً

حکیما اب سارے شبہ قرآن نے زائل کر دیے کہ مسیح کو سرے سے گرفتار ہی نہیں کیا گیا، مسیح کو سرے سے ذلیل ہی نہیں کیا گیا، مسیح کو سرے سے صلیب پر ہی نہیں لٹکایا گیا کسی مثیل مسیح کو صلیب پر لٹکایا گیا ہے باقی پھر وہ کہاں گئے تو اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔

ایک شبہ کا ازالہ:

لیکن ایک شبہ ابھی باقی ہے کہ جو اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کل نفس ذائقۃ الموت اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو موت آنی ہے یا نہیں اور اگر آئے گی تو کیا وہیں آسمانوں پر آجائے گی یا زمین پر آ کر پھر آئے گی۔

اب چونکہ قرآن مجید ایک فیصلہ ہے اس نے بات کو ایسے ہی نہیں چھوڑا بلکہ فرمایا وان من اھل الکتب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ کہ نہیں ہے اہل کتاب میں سے کوئی ایک مگر ضرور ضرور ایمان لائیں گے آئندہ زمانے میں حضرت عیسیٰ پر ان کی وفات سے پہلے اب آپ یہ بتلائیں کہ اہل کتاب چوتھے آسمان پر بستے ہیں یا پہلے آسمان پر، ایمان لانے کی جگہ آسمان ہے یا زمین، تو اللہ پاک نے بتایا کہ آئندہ زمانے میں ایک وقت آنے والا ہے کہ جو اہل کتاب زمین پر بسنے والے ہیں وہ حضرت مسیح پر ایمان لائیں گے اس سے پتہ چلا کہ مسیح دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے جہاں اہل کتاب بستے ہیں پھر اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے یہ آیت ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے صاف اور واضح طور پر موت کا لفظ ہے (قبل موتہ) اب جو ہ ضمیریں سب کی سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف جاری ہیں قتلوہ کی ضمیر صلبوہ کی ضمیر وما قتلوہ کی تو قبل موتہ کی ضمیر بھی حضرت عیسیٰؑ کی طرف جاری ہے، تو اللہ پاک نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے قرآن مجید میں موت کا لفظ استعمال کر دیا۔ لیکن اس زمانے کو قبل موت کا زمانہ قرار دیا کہ مسیح پر ابھی موت آئی نہیں عیسیٰؑ پھر تشریف لائیں گے زمین پر اور یہ بتلائیں گے کہ مجھ پر اہل کتاب ایمان لائے تھے اب بات بالکل صاف ہو گئی۔

باب نزول عیسیٰ علیہ السلام: (صحیح بخاری ص ۴۹۰ ج ۱)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم قسم کھا رہے ہیں کہ والذی نفسی بیدہ لینزلن فیکم ابن مریم. ضرور ضرور تم میں نازل ہوں گے عیسیٰ علیہ السلام جو مریم کے بیٹے ہیں۔ مرزا خود اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ جب کوئی آدمی قسم کھا کر بات ذکر کرے تو اس کی بات کے مجازی معنی مراد نہیں ہوتے۔ بلکہ حقیقی معنی مراد ہوتے ہیں کیونکہ وہ قسم کے ساتھ اپنی بات کو مؤکد کر رہا ہے۔ اور نبی پاک ﷺ تو اتنے سچے تھے اگر قسم کے بغیر بھی بات کہہ دیتے تو مسلمان تو کجا کافر بھی مان لیتے تھے جب آپ قسم کھا کر بات ارشاد فرما رہے ہیں تو اس بات میں کسی قسم کا شک باقی نہیں رہ سکتا تو اللہ کے حبیب ﷺ یہاں قسم کھا کر فرما رہے ہیں قسم کے علاوہ اور بھی تاکید فرمائی کون نازل ہوں گے؟ عیسیٰ علیہ السلام جو ابن مریم ہیں نہ کہ گاما ابن گھسیٹی تو جس طرح حدیث میں نزول کا لفظ ہے قرآن اور حدیث میں یہی فرق ہے کہ ایک پہلو کو قرآن واضح کر دیتا ہے اور دوسرے پہلو کو حدیث واضح کر دیتی ہے۔ اب رفع کا لفظ قرآن میں آ گیا اور نزول کا لفظ حدیث میں آ گیا تو جس مسیح کا رفع ہوا تھا اسی کا نزول ہوگا۔ گاما ابن گھسیٹی کا نہیں اب رفع کے مقابلے میں نزول کا معنی تو متعین ہے اب یہاں بھی وہ یہی دھوکہ دیتے ہیں کہ نزیل کا معنی مہمان کا بھی آتا ہے۔ نزیل مسافر کو بھی کہتے ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ یہ لفظ مجازی معنوں میں آتا ہے لیکن رفع کے مقابلے میں اس کا معنی نزول جسمانی ہی متعین ہے کیونکہ رفع کا معنی بھی رفع جسمانی ہے۔

جتنے بھی اہل باطل فرقے ہیں وہ لفظ کو سیاق وسباق سے الگ کر کے لفظ پر بحث شروع کر دیتے ہیں حالانکہ یہ طریقہ سرے سے ہی غلط ہے اب یہ مرزا قادیانی کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوں گے پہلے وہ فوت ہو گئے ہیں اب پیدا ہونے کے لئے ولد یلد کے الفاظ ہیں عربی میں ہمارا چیلنج ہے کہ مسیح کے لئے قرآن وحدیث میں ولد کا لفظ ثابت کر دیں لیکن یہ قیامت تک نہیں دکھا سکتے یہاں حدیث میں نزول کا لفظ آیا ہے یہ

قرآن کا لفظ رفع کے مقابلے میں آیا ہے۔ تو جس کا رفع ہوا ہے اسی کا نزول ہوگا۔ لینزلن فیکم ابن مریم حکماً کہ حضرت مسیح حکم بن کر آئیں گے کن کے درمیان یہودی عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان کس بات میں؟ اس بات میں کہ سچا مسیح کونسا ہے اور جھوٹا مسیح کون سا ہے مذکورہ تینوں فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ جھوٹا مسیح دجال قتل ہوگا اور سچا مسیح قتل نہیں ہوگا۔

تو عیسیٰ علیہ السلام آ کر سب کے سامنے دجال کو قتل کریں گے اور آنکھوں سے دکھادیں گے کہ یہ جھوٹا مسیح ہے اور میں سچا مسیح ہوں اس لیے میں اس جھوٹے کو قتل کر رہا ہوں اور حکم اُسی کو کہتے ہیں جو مُسلم بین الفریقین ہو اب یہ تینوں فرقے مانتے ہیں کہ ایک مسیح اسرائیلی نے آنا ہے اور یہ جو مرزا قادیانی ہے اس کو نہ یہودی مانیں نہ عیسائی مانیں اور نہ مسلمان خواہ مخواہ حکم بننے کے لئے آ گیا کہ "تو مان یا نہ مان میں تیرا مہمان" وہ حکم بن کر آئے گا بلکہ وہ حاکم بھی ہوگا وہ کافروں کا غلام بن کر نہیں آئے گا اور یہ مرزا ملکہ وکٹوریہ کا غلام رہا ہے یہ اس کی تعریف کرتا رہا کہ اے ملکہ وکٹوریہ آسمانوں کے فرشتے تیری سڑکوں پر جھاڑو دے رہے ہیں اللہ نے تجھے عزت بخشی ہے اور اللہ نے مجھے تیرے ہی زمانے میں مسیح بنایا ہے اس لئے تیری سلطنت میرے ساتھ مل کر نُورٌ علیٰ نُور ہوگئی ہے۔ اب اس نے ۵۰ صفحات کا اس کو خط لکھا اور یہ خیال کیا کہ چونکہ میں نے اس کافرہ کی تعریف کی ہے اس لئے کچھ خطاب ملے گا ادھر (الہام) گھڑ لیا لک خطاب العزۃ لک خطاب العزہ ملنے والا ہے لیکن اُس نے اس کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں دی اب وہ عزت کا خطاب ملنے والا ہے وہ سب چلا گیا یہاں تک اس نے لکھا میں تو تیرا کاشتہ پودا ہوں، آگے فرمایا عدلاً کہ عادل ہوگا، لیکن مرزا نے پچاس جلدوں کی کتاب کے پیسے جمع کئے اور کہا کہ میں اسلام کی صداقت پر کتاب لکھ رہا ہوں جس میں اسلام کی صداقت کے ۳۰۰ دلائل ہوں گے اس کے پیسے مجھے پہلے دے دو چنانچہ چندہ جمع کیا گیا۔ کتاب کیا لکھنی تھی

پتلی سی چار جلدوں میں اس کے ۲۵ سال بعد ایک چھوٹی سے کتاب لکھی پانچویں جلد، اس میں لکھا کہ میرا وعدہ پچاس جلدوں کا تھا ۵۰ اور ۵ میں صرف فرق ایک صفر کا ہے اور صفر کی کوئی قیمت نہیں ہوتی لہٰذا میرا ۵۰ جلدوں کا وعدہ پورا ہوگیا اور جمع شدہ چندہ ہضم کر گیا۔اور ۳۰۰ دلیلوں میں سے ایک دلیل بھی نہیں لکھی اب آپ کسی مرزائی سے ایک لاکھ روپیہ لے کر اسے ایک روپیہ واپس کر دیں کہ تمہارے نبی کے بقول صفر کی کوئی قیمت نہیں اس لئے میں نے تجھے لاکھ روپیہ واپس کر دیا۔ اب اگر وہ اسے قبول کر لے وہ قادیانی پکا ہے اور اگر وہ ناراض ہوا سے کہیں کہ تو کفر میں بھی پکا نہیں کم از کم تجھے کفر میں تو پکا ہونا چاہیے مرزا نے لکھا ہے کہ پکے قادیانی کی ایک ہی نشانی ہے کہ وہ نامرد ہوتا ہے مرزا بھی نامرد تھا کہتا ہے کہ شادی کے بعد مجھ پر بڑا ابتلاء آیا کہ جب بیوی کے قریب جاتا تو انتشار بلکل ختم ہو جاتا اب اس دن سے یہ سوال باقی ہے کہ یہ اولاد کس کی ہے ہم تو یہی کہتے ہیں کہ محمد دین ساتھ تھا۔

اس کے بعد فرمایا حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں **یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر** اب مسیحؑ کے جانے کے بعد عیسائیوں کا عقیدہ غلط تھا کہ صلیب پر مرے ہیں تو عیسائی صلیب کو بہت متبرک مانتے ہیں۔گلوں میں لٹکاتے ہیں، گھروں میں بناتے ہیں، کتابوں میں صلیب کا نشان بناتے ہیں اس لیے کہ صلیب پر مسیحؑ چڑھے ہیں اور ہمارے گناہوں کا کفارہ بنے ہیں اس لیے وہ متبرک سمجھتے ہیں مسیحؑ جب آئیں گے تو صلیب کو توڑیں گے اور صلیب کو کہیں دنیا میں نہیں رہنے دیا جائے گا مرزا آکر مر بھی گیا اور ابھی تک ہزاروں صلیب موجود ہیں اس لیے ایک ایک صلیب دلیل ہے کہ مرزا قادیانی جھوٹا نبی تھا۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر چلے جانے کے بعد عیسائیوں نے خنزیر کو حلال قرار دے دیا عیسیٰؑ آکر فرمائیں گے کہ خود ان کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرو اس نسل کو بھی ختم کرو تو اس وقت دنیا میں کوئی خنزیر باقی نہیں رہے گا اور مرزا آکر چلا گیا

لیکن ہزاروں خنزیر ابھی دنیا میں موجود ہیں اس لیے میں قادیانیوں سے کہا کرتا ہوں کہ تم نے مسلمانوں سے کیا مناظرہ کرنا ہے تم تو خنزیروں سے نہیں جیت سکتے اس لیے کہ ایک خنزیر کھڑا ہو کر کہہ سکتا ہے کہ اگر تیرا مسیح سچا ہوتا تو میں زندہ نہ ہوتا اس لیے ایک ایک خنزیر مرزا کو جھوٹا ثابت کر رہا ہے۔

مرزا قادیانی کا انداز دھوکہ وفریب:

ان کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ یہ لفظوں کے معنی بگاڑتے ہیں اس لیے انہوں نے دجال کے کئی معنی بیان کیے ہیں یہ کہا ہے کہ اصل میں یہ لفظ رجال ہے دجال نہیں تو رجال مردوں کا ایک گروہ ہوگا اچھا وہ کن کا گروہ ہوگا کہنے لگا وہ مولویوں کا گروہ ہوگا پھر کہنے لگا کہ وہ عیسائی پادریوں کا ایک گروہ ہوگا پھر انہوں نے کہا کہ یہ عیسائی حکومت دجال ہے اس کی ضرورت کیوں پڑی؟ اس سے جب پوچھا گیا کہ دجال تو مولوی ہیں تو اس دجال کا گدھا کیا ہے۔ ادھر سے ریل گاڑی آگئی تو کہنے لگا یہ اس کا گدھا ہے کہ حکومت برطانیہ دجال ہے اور یہ اس کا گدھا ہے لیکن یہ مرزا لاہور مرا اور اسے گاڑی پر سوار کر کے قادیان لیجایا گیا تو اپنے گدھے پر سوار ہو گیا۔ جب یہ لاہور آتا تو گاڑی پر آتا۔ تو نظم بنائی گئی۔

خر دجال یہ کیسا کہ جس پر ثانی عیسیٰ
باین شان و بایں شوکت کرایہ دے کے چڑھتا ہو

اب یہ بھی اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے کہ وہ بھی مر کھپ گیا لیکن اس کا گدھا چناب نگر سے ڈھینچوں ڈھینچوں کرتے ہوئے گزرتا ہے۔ گاڑی چناب نگر سے جاتی ہے تو وہ بتاتی ہے کہ ابھی دجال کا گدھا باقی ہے اس لیے مسیح ثانی نہیں آیا تو اللہ پاک نے اسے اپنے ہاتھوں سے رسوا کیا ہوا ہے میری جب قادیانی مولوی سے بات ہوئی تو قادیانی کہنے لگا کہ خنزیر سے کیا مراد ہے میں نے کہا شاید مرزا قادیانی مراد ہو، پادری برکت مسیح کی اور اس کی آپس میں لگتی رہتی تھی کیونکہ انجیل میں لکھا ہے کہ تین خدا تھے ایک خدا تو مسیح کی شکل میں تھا دوسرا روح القدس تیسرا کبوتر کی شکل میں تھا تو مرزے نے اسے طنزیہ خط لکھا

کہ آج ایک کبوتر ہاتھ لگ گیا تھا میں نے اسے ذبح کیا اور اس کا شوربا پی رہا تھا اور اس کی ہڈیاں چبا رہا تھا اور مجھے بڑا لطف آ رہا تھا کہ میں عیسائیوں کے خدا کا شوربا پی رہا ہوں اور اس کی ہڈیاں چبا رہا ہوں برکت مسیح نے لکھا کہ کبوتر کا ذبح کرنا یہ اس کا مسیح کی نشانیوں میں سے ہونا یہ نہ انجیل میں ہے نہ قرآن مجید میں اگر تو خنزیر ذبح کر کے اس کا شوربا پیتا اور اس کی ہڈیاں چباتا تو ہم مانتے کہ مسیح علیہ السلام کی ایک نشانی تو پائی گئی۔

مناظرہ:

دوران مناظرہ اس نے ایک بات کہی کہ یہ صیغہ عموم کا ہے تو اب نزول عیسیٰ سے قبل جو ہزاروں آدمی اہل کتاب میں سے مر رہے ہیں یہ تو ان پر ایمان نہیں لاتے، تو قرآن کی بات پوری نہ ہوئی میں نے کہا تجھے تو بات سمجھنے کا سلیقہ ہی نہیں ہم کالج میں بیٹھے تھے ایک پروفیسر نے کہا کہ دعا کرو کہ اللہ مجھے بیٹا عطا کرے تو میں سارے سٹاف کی دعوت کروں گا تو اب اس دعا کے بیس سال بعد بیٹا پیدا ہوا تو سٹاف سے مراد جو اسوقت موجود ہوگا وہی ہوگا اب کوئی بھی اس کا یہ مطلب نہیں لے گا کہ آج کے بعد اس سٹاف میں سے کوئی نہ مرے اور نہ کوئی نیا آئے اور نہ کوئی ریٹائر ہو اب بیس سال کے لئے بھی متعین ہو گئے ہیں اب بیٹا پیدا ہوگا تو انہی کی دعوت ہوگی اگر ان میں سے کوئی چلا گیا تو یہ اس کی بات کے خلاف ہوگا اسی طرح ایک زمانہ آئے گا کہ سارے اہل کتاب حضرت مسیح پر ایمان لائیں گے اب اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو مر رہے ہیں وہ اس پیشین گوئی میں خلاف ہے اب کہنے لگا کہ وہ کب آئیں گے میں نے کہا اس کا جواب قرآن نے دے دیا ہے وانه لعلم للساعة اب اس سے پہلے جو آیت ہے یہ ابن مریم کے ہی متعلق ہے اور ساری ضمیریں ابن مریم کی طرف جا رہی ہیں آخر میں ہے وانه لعلم للساعة کہ ابن مریم قیامت کی نشانیوں میں سے ہے تو پتہ چلا کہ جب قیامت کی نشانیاں شروع ہو جائیں گی تو ان نشانیوں میں سے ایک نزول عیسیٰ بھی نشانی ہوگی اور وہ قیامت کے قریب نازل ہوں گے اس میں شک نہ کرو اور یہی صراط مستقیم ہے اور تمہیں کوئی شیطان یہ نہ

کہلوا دے کہ مسیح فوت ہو گئے ہیں تو پتہ چلا کہ حیاۃ مسیح کے عقیدہ کا انکار شیطان کرواتا ہے اور وہ کھلا کھلا دشمن ہے وجیھا فی الدنیا والاٰخرۃ ومن المقربین مفسرین نے یہاں لکھا ہے کہ مقرب یا تو مسیح کی صفت میں آیا ہے یا ملائکہ کے لئے تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ میں کچھ ملائکہ والی صفات و خاصیتیں پائی جاتی ہیں۔ اس لیے اللہ پاک ان کو ایسی جگہ رکھیں گے جہاں فرشتے رہتے ہیں وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا۔ اس سے بھی علماء نے حیاۃ مسیح کو ثابت کیا ہے ایک یہ کہ بچپن میں کلام کیا، دوسرا یہ کہ ادھیڑ عمر میں کلام کریں گے اور وہ چالیس سال کا زمانہ ہے۔ اب مسیح تینتیس سال کی عمر میں آسمانوں پر اٹھا لئے گئے تو کَهْلًا تب ہی صادق آسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں اور لوگوں سے باتیں کریں اس لیے حضرت مسیح کا مہد میں کلام کرنا یہ بھی ایک معجزانہ بات تھی اور کہولت میں بات کرنا اتنی دیر کے بعد آ کر یہ بات بھی معجزانہ ہوگی اس لیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہل میں آ کر جو باتیں کرنی ہیں وہ نزول کے بعد آ کر کریں گے۔

قالت انی یکون لی غلام .... یعلمه الکتب والحکمة والتوراة والانجیل. قرآن پاک میں جہاں بھی لفظ کتاب اور حکمت آیا ہے اس سے مراد قرآن وسنت ہے اب عیسیٰؑ پہلی زندگی میں توراۃ اور انجیل کی تعلیم تو جانتے تھے لیکن قرآن وسنت تو اس وقت آئی ہی نہیں تھی۔ تو اللہ پاک نے فرمایا کہ مسیح کو جس طرح توراۃ و انجیل کی تعلیم دی جائے گی اس طرح قرآن وسنت کی بھی تعلیم دی جائے گی۔ یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ قرآن وسنت کے زمانے میں حضرت مسیح دنیا میں تشریف لائیں اور ان کو کتاب وسنت کی تعلیم ہو اور وہ اسی کے مطابق زندگی گزاریں اب پہلی ۳۳ سال وہ زندگی توراۃ و انجیل کے مطابق گزار کر گئے اب آنے کے بعد ۴۰ سال وہ کتاب وسنت کے مطابق زندگی گزاریں گے اب اگر عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ آنا نہ مانا جائے تو اس آیت کا صادق ہونا نہیں بلکہ عدم صدق لازم آئے گا اس آیت کا بھی غلط ترجمہ کر کے قادیانی دھوکہ دیتے ہیں۔

متوفیک :

کہتے ہیں کہ فلما احس عیسیٰ منھم الکفر قال من انصاری الی اللہ قال الحواریّون نحن انصار اللہ اب اس وقت امنا باللہ واشھد بانا مسلمون ربنا اننا امنا.... فاکتبنا مع الشّٰھدین اس کے بعد یہ ہوا کہ مکروا ومکر اللہ کہ انہوں نے بھی خفیہ تدبیر شروع کر دی مسیح کو قتل کرنے کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی خفیہ تدبیر شروع کر دی مسیح کو بچانے کی اگر چہ لفظ مکر غلط معنٰی میں استعمال ہوتا ہے لیکن یہاں صفت مشاکلت کے طور پر استعمال کیا گیا۔ جیسے برائی کا نتیجہ برائی۔ اصل میں جو نتیجہ ہوتا ہے وہ برائی نہیں ہوتا وہ تو اس کا نتیجہ ہوتا ہے لیکن صفت مشاکلت کے طور پر اس پر بھی برائی کا اطلاق کیا جاتا ہے اسی طرح یہاں پر بھی کہ بُری تدبیر تو ان کی تھی لیکن اللہ نے ان کی تدبیر کو ان پر ہی پلٹ دیا اس لیے اللہ نے اس پلٹنے کو بھی صفت مشاکلت کے طور پر مکر کہہ دیا۔

مَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰاکِرِیْنَ.

اب ان کی تدبیر میں چار باتیں تھیں (۱) مسیح کو گرفتار کرنا (۲) مسیح علیہ السلام کو صلیب پر مارنا (۳) پھر مسیح کے قتل کرنے کے بعد ان کے جسم کو خوب ذلیل کرنا اور جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا ان تین چیزوں سے مقصد ان کا یہ تھا کہ مسیح کا نام ہی سرے سے دنیا میں مٹا دیا جائے (۴) اور ان کا نام لینے والا اور بھی کوئی دنیا میں باقی نہ رہے اب اللہ نے بھی وعدہ میں چار باتیں کہیں: (۱) اذ قال اللہ یٰعیسٰی انی متوفیک. اب یہ پہلی تدبیر کا رد ہے کہ یہ چاہتے ہیں کہ تجھے گرفتار کریں لیکن میں تجھے پورا پورا اپنی طرف لے لوں گا (اپنے قبضہ میں لے لوں گا) اور یہ تجھے گرفتار نہیں کر سکیں گے۔ تو پہلی تدبیر کے مقابلہ میں یہ تدبیر تھی کہ وہ تجھے گرفتار کرنے چلیں گے میں ان کے گرفتار کرنے سے پہلے پہلے اپنے قبضہ میں لے لوں گا۔ ۲۔ دوسری تدبیر یہ تھی کہ تجھے گرفتار کر کے صلیب پر چڑھانا چاہتے ہیں لیکن ورافعک الیّ میں تجھے اپنی طرف اٹھا لوں گا یہ انکی تدبیر ثانی کے مقابلے میں اللہ کی تدبیر تھی۔ ۳۔ ان کی تیسری تدبیر یہ تھی کہ صلیب پر لٹکا کر جسم کو چھید کر

ذلیل کرنا لیکن اللہ نے فرمایا ومطھرک من الذین کفروا کہ ان کے گندے ہاتھوں سے تجھے ایسا پاک کروں گا کہ یہ وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکیں گے۔ ہ۔ چوتھی تدبیر ان کی یہ تھی کہ عیسیٰؑ کے بعد ان کے نام لیوا دنیا سے ختم ہو جائیں، کوئی بھی باقی نہ رہے، لیکن میری تدبیر یہ ہے کہ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ ہمیشہ تیرا نام لینے والوں کو ان پر غالب رکھوں گا اللہ نے ان کی چاروں تدبیروں کو رد فرمایا۔ مرزا یہ کہتا ہے کہ اللہ پاک تسلی دے رہے ہیں لیکن اب مرزا کیا کہتا ہے؟ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ. کہ اے عیسیٰ یہ نہیں ماریں گے میں ماروں گا تم گھبراؤ نہیں۔

اب یہودیوں کی تدبیر مارنے کی تھی لیکن اللہ فرما رہے ہیں کہ میں ماروں گا یہ نہیں ماریں گے تو کیا یہ تسلی ہے اب مرزا کہتا ہے کہ اللہ پاک نے فرمایا کہ میری تدبیر یہ ہے کہ میں تجھے ماروں گا یعنی میں یہودیوں کی تدبیر کے ساتھ شامل ہو جاؤں گا اگر اس کا معنیٰ موت ہے تو پھر یہ بنے گا کہ یہودیوں نے یہ جو تدبیر کی ہے تجھے ماریں گے میں بھی ان کی تدبیر کے ساتھ ملکر تجھے ماروں گا اور آگے کہتا ہے کہ اذقال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی کہ تجھے عزت کی موت دوں گا یہ مرزا ترجمہ کرتا ہے جب اس نے لعنت کی موت لے لی تو عزت کی موت کہاں رہی ومطھرک من الذین کفروا کہ چھ سات سو سال بعد حضرت عیسیٰؑ آئیں گے اور وہ آپ کی صفائی و پاکدامنی بیان کریں کہ مریم صدیقہ پاک دامن تھیں اور عیسیٰؑ عنقریب آئیں گے چھ سات سو سال بعد، وجاعل الذین اتبعوک اور واقعہ صلیب کے ۳۰ سال بعد عیسائی جو تھے وہ یہودیوں پر غالب آگئے اب ترتیب اس نے خود توڑ دی کہ مطھرک من الذین کفروا سات سو سال بعد وجاعل الذین اتبعوک۔ تیس سال بعد حالانکہ وہ قرآن میں بعد میں۔ یہ جو ترجمہ بیان کیا یہ غلط ہے کیونکہ پھر تو اللہ کی تدبیر کامیاب نہ ہوئی بلکہ یہودیوں کی تدبیر کامیاب ہوگئی اذ قال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک کہ اے عیسیٰ میں تجھے ماروں گا۔ ورافعک الی اور کشمیر کی بلند پہاڑیوں پر پہنچا دوں گا وہاں سے بھاگ

کر کشمیر پہنچ گئے ومطھرک من الذین کفروا تو جو مطلب مرزا بیان کرتا ہے وہ بالکل غلط ہے اب اس آیت میں بھی اللہ نے رفع عیسیٰ کے مسئلہ کو بیان کیا۔

اب جتنے بھی باطل فرقے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ پورے مسئلہ میں کوئی پہلو مختلف فیہ ہو تو اس کو لے کر شور مچاتے ہیں کہ یہ مسئلہ اجماعی نہیں ہے اختلافی ہے اب انہوں نے دیکھا کہ مفسرین نے توفی کے تین معنی بیان کیے ہیں۔ ا۔ موت بھی اس کا معنی آتا ہے ۲۔ نیند بھی (۳) پورا پورا لینا بھی، اب یہ لفظ توفی کے معنی کو لے کر بیٹھ جائیں گے کہ مسئلہ اختلافی ہے حالانکہ ہمارے استدلال کا مدار لفظ توفی ہے ہی نہیں ہمارے ہاں مدار ورافعک الی اور بل رفعه الله الیه. رفع کے معنی میں کسی کا اختلاف نہیں سارے کہتے ہیں کہ بالاتفاق رفع جسمانی مراد ہے تو جب اس معنی پر اتفاق ہے تو جہاں اختلاف ہوگا تو وہاں وہی معنی لیا جائے گا جو اتفاقی معنی کو غلط نہ کرے اختلاف کو اتفاق کی طرف لے جایا جائے گا۔ اس لئے جنہوں نے توفی کے معنی میں اختلاف کیا ہے انہوں نے اتفاقی معنی کو نہیں چھوڑا، انہوں نے یہاں توفی کے معنی موت لیے ہیں کہ نزول کے بعد موت آئے گی جنہوں نے توفی کا معنی نیند لیا ہے وہ بھی کہتے ہیں کہ جب آپ کو اٹھا کر لے جایا گیا تو آپ پر نیند طاری کر دی گئی تھی۔ تو اس لیے قادیانی اور جو دوسرے فرقے حیاۃ مسیح کا انکار کرتے ہیں وہ پہلے یہ کہتے ہیں کہ مولوی غلط کہتے ہیں کہ مسئلہ اجماعی ہے بلکہ مسئلہ اختلافی ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ رفع آسمانی اور نزول آسمانی اجماعی نہیں اب وہ رفع اور نزول کو چھوڑ کر توفی کے لفظ کی طرف چلے جاتے ہیں جیسے حیاۃ النبی کے منکر بھی یہ کہتے ہیں کہ مسئلہ اجماعی اور اتفاقی نہیں بلکہ اختلافی ہے۔ کہاں اختلاف ہے؟ اختلاف اس میں ہے کہ روضہ پاک میں جو حیاۃ ہے یہ تعلق روح سے ہے یا تلبس روح سے ہے کہ روح قبر میں ہے یا روح علیین میں ہے اور وہاں سے تعلق ہے روح سے، حیاۃ ہے یا تلبس سے ہے واقعی اس میں دو قول ہیں اب وہ اس قول کو مرزائیوں کی طرح لے کر بیٹھ جاتے ہیں کہ پتہ چلا کہ حیاۃ النبی کا مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے تو

یہ قادیانیوں سے اس قسم کا دھوکہ چھین لیا تو ہمارے مسئلہ کا مدار لفظ رفع ہے جو کہ متوفیک اب متوفیک کے لاکھوں معنی کیے جائیں۔ تو ان کو اسی معنی کی طرف لوٹایا جائے گا جو اتفاقی معنی ہے (رفع کا) تو متوفیک کے جتنے معنی بھی ہوں موت ہو، نیند ہو، وصول کرنا ہو، وہ سارے اتفاقی معنی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

مرزا قادیانی نے پنجاب میں بیٹھ کر عربی کا ایک قاعدہ گھڑ لیا جس کا عربیوں کو پتہ ہی نہیں کہ اللہ فاعل ہو اور مفعول ذی روح ہو اور توفی باب تفعل سے ہو تو معنی موت کے سوا آتا ہی نہیں حالانکہ عرب والوں کو اس قاعدہ کا پتہ ہی نہیں۔ اور مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے لکھا ہے کہ اللہ فاعل ہو، ذی روح مفعول ہو اور باب تفعل توفی ہو تو موت کا معنی آتا ہی نہیں ہم کہتے ہیں کہ اس کی ایک مثال لا دو ہم بیس لاکھ انعام دیں گے۔ آج تک کوئی قادیانی اس چیلنج کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں اور نہ ہی کوئی مثال پیش کر سکا امام بخاریؒ نے حدیث ابوہریرہؓ میں یہ آیت لکھی ہے کہ **وان من اهل الكتب الا ليؤمنن به قبل موته** تو امام بخاریؒ نے قرآن وحدیث دونوں سے حیاۃ مسیح علیہ السلام کا مسئلہ ثابت کر دیا ہے اور واضح کر دیا ہے۔

فائدہ: جو قتل کا فتویٰ دینے والے ہیں سارے یہودی ہیں اور عدالت میں دعویٰ دائر کرنے والے سارے یہودی ہیں، قتل کروانے والے یہودی ہیں، البتہ اس پر عملدرآمد رومی فوج نے کیا اور یہودی آج تک کہتے ہیں کہ ہم نے قتل کروایا ہے۔ قرآن نے بیان کیا کہ **وقولهم انا قتلنا** جب وہ خود اس کو اپنے سر لے رہے ہیں عیسائی بھی خود کہتے ہیں کہ یہودیوں نے ان کو گرفتار کروایا تو پھر اس سے کوئی بات نہیں بنتی ایسی باتوں سے حقیقت چھپا نہیں کرتی اس لئے یہ بات کہ قرآن نے صرف ان کے صلیب کی تردید کی بالکل غلط ہے بلکہ ان کو جس وقت صلیب کے لئے لے جایا جا رہا تھا اس سے پہلے پہلے زمانہ میں زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا اس لیے عیسائیوں کا عقیدہ کہ مسیح صلیب پر چڑھے خواہ رومیوں نے چڑھایا ہو یا کسی اور نے تو قرآن نے اس کی صاف تردید کی ہے بغیر صلیب چڑھانے اٹھا کر رفع آسمانی مانا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين.

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام اور قادیانیت

اَلحمدُ لِلّٰہِ و کفٰی و سلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی!

تمہید:

کل میں نے ایک قاعدہ بتایا تھا کہ جو چیزیں ہمیں پہنچی اللہ کے نبی پاک ﷺ سے دو طریقوں سے، یا تو اجماع کے ذریعہ سے پہنچی وہ حجت قاطعہ ہیں۔ یا ان میں اختلاف ہوا مجتہدین میں یہ رحمت واسعہ ہیں۔

اجتہاد کی مثال:

اجتہاد کی مثال تحری کی ہے۔ قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا شرط ہے۔ لیکن کسی ایسی جگہ جہاں نہ کوئی مسجد نظر آتی ہے نہ کوئی بتانے والا ہے۔ کہ مسجد کدھر ہے۔ لیکن نماز اس وقت بھی فرض ہے۔ اب اس وقت حکم یہ ہے کہ جہاں تم اپنے دل کو جماؤ کہ قبلہ کس طرف ہو سکتا ہے۔ اب چار آدمیوں نے تحری کی۔ ایک نے اس طرف نماز پڑھی۔ ایک نے اس طرف پڑھ لی ایک نے اس طرف پڑھی، ایک نے اس طرف منہ کر کے پڑھ لی۔

اب ہماری عقل یہ کہتی ہے کہ ایک کی نماز قبول ہو اور باقی تین کی ان کے منہ پر ماردی جائے۔ کیونکہ انہوں نے قبلے کی طرف نماز نہیں پڑھی۔ لیکن اللہ کی رحمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاروں کی نماز قبول فرمالیں گے۔ فرق اتنا ہوا کہ جس نے اس طرف پڑھی اس کی نماز بھی قبول ہوگئی۔ اور ایک اجر ملا کیونکہ خطا ہوئی تا اس سے۔ جس نے اس طرف پڑھی اس کی نماز بھی قبول ہوگئی اور ایک اجر ملا۔ جس نے اس طرف پڑھی اس کی نماز بھی قبول ہوگئی اور ایک اجر ملا۔ جس نے اس طرف نماز پڑھی اس کی نماز بھی قبول ہوگئی اور دو اجر ملے۔

اجتہاد میں خطا بھی ہو جائے تو عمل مقبول ہوتا ہے۔ گناہ نہیں بلکہ اجر ملتا ہے۔ دیکھو موٹی مثال جو آپ سب جانتے ہیں۔ آپ عوام کو بھی سمجھا سکتے ہیں کہ جنگ بدر میں 70 کافر قیدی قید ہوئے۔ اس وقت تک ابھی کوئی احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ تو صحابہ کرامؓ میں سے مشورہ لیا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اجتہادی رائے یہ تھی کہ ان سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا جائے۔ اس کی بنیاد یہ تھی کہ عرب میں جنگی قیدیوں پر انتہائی تشدد ہوتا تھا۔ ان کو باندھ دیتے ان پر دہی پھینکتے پھر کتے چھوڑ دیتے۔ اس طرح ذلیل کر کے ان کو مارتے تھے۔ اگر ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے گا۔ تو اس سے دو فائدے مسلمانوں کے ہوں گے۔ ان کے بھی اور مسلمانوں کے بھی۔ ایک تو یہ کہ یہ سمجھیں گے کہ ہم چند پیسوں کے عوض گویا دوبارہ زندہ ہو کر آئے ہیں۔ تو شاید ان کے دل میں نرمی ہو اور ان میں سے کچھ لوگ اسلام قبول کر لیں۔ اور دوسرا یہ کہ مہاجرین اپنا سارا گھر بار مکہ مکرمہ میں چھوڑ آئے ہیں۔ انصار بے چارے اپنے گھر بانٹ کر دے رہے ہیں۔ تو یہی فدیہ ان مہاجرین کو دے دیا جائے۔ تو یہ سارے تاجر پیشہ لوگ ہیں۔ تو تاجر کے پاس سرمایہ آ جائے تو وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں گے۔ اور انصار پر سے یہ بوجھ ہٹ جائے گا۔ یہ رائے سیدنا صدیق اکبرؓ کی تھی۔

دوسری رائے سیدنا فاروق اعظمؓ کی تھی کہ یہ سارے ہمارے قریبی رشتہ دار ہیں۔ اس لیے قریبی رشتہ دار کے سپرد کیے جائیں تا کہ وہ ان کو قتل کر دیں۔ اگر کوئی باپ ہے تو بیٹا قتل کرے، بیٹا ہے تو باپ قتل کرے، اس لیے کہ اگر یہ قصہ ہوا تو جنگ بدر جو پہلی جنگ ہوئی ہے۔ یہی پھر آخری جنگ ہو گی۔ اس کے بعد پھر کوئی جنگ کرنے کے لئے آئے گا ہی نہیں۔ کیونکہ قریش میں یہی ستر تو مارے گئے ہیں۔ اور یہی ستر ہیں۔ اگر چلے گئے تو پھر یہ لڑنے آئیں گے۔ ان ستر کے قتل ہو جانے کے بعد قریش میں کوئی لڑنے والا ہے ہی نہیں۔ رہے غیر قریش اور دوسرے کافر تو ان پر ایسا رعب چھائے گا کہ مسلمانوں کے ہاں سب سے بڑا رشتہ ایمان کا رشتہ ہے۔ یہ تو باپ کو بھی قتل کر دیتے ہیں بیٹے کو بھی قتل کر دیتے ہیں۔ اس رعب کی وجہ سے دوسرے کافر بھی ڈر جائیں گے۔ اور پھر وہ لڑنے کے لئے نہیں آئیں گے۔

رائے صدیق اکبرؓ پر فیصلہ:

جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کی رائے پر فیصلہ فرمادیا محفل برخاست ہوگئی۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ سب چلے گئے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ تھوڑی دیر کے بعد میں ادھر سے گزرا تو کیا دیکھتا ہوں کہ جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ دونوں بیٹھے رو رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت کیا بات ہے۔ فرمایا کہ وہ جو بیری کا درخت ہے۔ اس کے قریب ہمیں عذاب دکھایا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عمر کی رائے زیادہ اچھی تھی۔ ابوبکرؓ کی رائے سے۔

اب دیکھئے ابوبکرؓ کی رائے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعتراض ہوا ہے۔ لیکن پھر بھی وہ لیا ہوا فدیہ حرام تو کجا مکروہ بھی نہیں ہوا۔ اگر اس رائے کی خطا پر کچھ بھی ہوتا تو مکروہ چیز بھی اللہ کے نبی نہ صحابہؓ کو استعمال کرنے دیتے نہ صحابہ اس کو استعمال کرتے۔ وہ تو شبہ سے بھی بچتے تھے چہ جائے کہ مکروہ کا استعمال کریں۔ تو معلوم ہوا کہ مجتہد کے بارے میں یہ تو ٹھیک ہے کہ وہ معصوم نہیں ہوتا۔

امت پر انعام:

لیکن جس طرح معصوم نہیں ہوتا مطعون بھی نہیں ہوتا۔ اس پر طعنہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ایک نے اب ادھر نماز پڑھی ہے دوسرے نے ادھر، اس کو کوئی حق نہیں کہ کہے کہ تیری نماز نہیں ہوئی۔ نماز چاروں کی ہوگئی ہے۔ تو عقل تو یہ کہتی تھی کہ ایک کی قبول ہو باقیوں کی قبول نہ ہو، ہم جو کہتے ہیں کہ یہ رحمت واسعہ ہے۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے چاروں کی نماز قبول فرمالیں گے۔ یہ خدا کا خاص انعام اس امت پر ہے اور رحمت ہے۔

اس لیے کچھ مسائل اجماعی ہیں اور کچھ اختلافی ہیں۔ اہل سنت والجماعت جو ہیں۔ یہ اجماعی مسائل کو اصل بنیاد بناتے ہیں۔ پھر اختلاف کی طرف جاتے ہیں۔ اجماعی

چیز کو سامنے رکھا جائے۔ پھر اختلافی بات کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ باطل فرقے اجماع کو چھوڑ کر اختلاف سے بات شروع کرتے ہیں۔

پادری سے مناظرہ:

ایک پادری تھا بڑی عربی بولتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ میں نے مناظرہ بھی عربی میں کرنا ہے۔ اور وہاں کروں گا جہاں ساری حدیث اور تفسیر کی کتابیں ہوں۔ جو عیسائی اس سے تنگ تھے وہ اسے لے کر آئے۔ السلام علیکم یا شیخ، کیا ہے؟ میں نے کہا کہ یہ جو عربی میں مناظرہ ہونا ہے۔ یہ شہر میں رکھیں گے۔ تاکہ یہیں علماء بیٹھے ہوں عربی جاننے والے، یہ دیہات کے لوگ ہیں پنجابی یہ تو کتے بلے نہیں سمجھتے۔ ان کے سامنے مناظرہ پنجابی میں ہوگا۔ عربی کا شوق وہاں پورا کر لینا۔ وہ کہنے لگا کہ ٹھیک ہے۔

مجھے کہنے لگا کہ آپ مجھے اپنے نبی کے نبی ہونے پر ایسی دلیل دیں کہ میں اس کو توڑ نہ سکوں اور مجبور ہو جاؤں ماننے پر۔ میں نے کہا کہ میرا دماغ خراب نہیں ہے کہ میں دلیل بیان کروں کہتا ہے کہ دلیل وہ بیان کرتا ہے جس کا دماغ خراب ہو میں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ دلیل تو ہوتی ہے۔ لیکن میرے نبی آخری نبی ہیں۔ میری باری آخر میں آنی ہے دلیل دینے کی۔ پہلے آپ کی باری ہے پہلے کے نبی ایسے ہیں جن کو ہم دونوں مانتے ہیں۔ پہلے ان کی نبوت کی دلیل تو بیان کریگا تاکہ پیمانہ تو خود بنائے کہ بھائی اس پیمانے سے نبوت ثابت ہوتی ہے۔ اور تیرا اپنا پیمانہ ہوگا تجھے سمجھ بھی اچھی طرح آئے گی۔

شیخ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ اور عیسائیت

یہاں جملہ معترضہ یاد آیا۔ کہ جب انگریز یہاں آئے تو انہوں نے دیکھا کہ یہاں احساسات بہت تیز ہیں۔ پھر انہوں نے حکومت کی طرف سے ایک مناظرہ رکھا شاہ جہان پور میں، تاکہ مناظروں میں ان کو ڈال دیا جائے۔ اور یہ آپس میں لڑتے رہیں۔ اب وہاں پادری بھی پہنچے، عماد الدین بھی پہنچے، یہودی بھی آئے، سکھ بھی پہنچے، ہندو بھی پہنچے اور

مسلمانوں کی طرف سے حضرت نانوتویؒ ان کو بخار تھا۔ اور گھٹنے میں درد تھا۔ اور جیب میں کرایہ نہیں تھا۔ مولانا منصور صاحب کو بلایا یہ نہیں فرمایا کہ میرے پاس کرایہ نہیں ہے۔ فرمایا، تم شاہ جہان پور چلے جاؤ اور جا کر کہہ دو کہ قاسم آ رہا ہے۔ اب پیدل چل دیے بخار بھی تھا درد بھی تھا گھٹنے میں جہاں بالکل تھک جاتے وہاں بیٹھ کر دو نفل پڑھتے۔ اور یہ دعا مانگتے کہ" یا اللہ میں تیرے دین کے لئے جا رہا ہوں یا اللہ قاسم کے گناہوں پر نظر نہ کرنا کہ میری زبان وہاں نہ چلے" لوگ جاہل ہیں وہ یہ نہیں سمجھیں گے۔ کہ یہ زبان قاسم کے گناہوں کی وجہ سے نہیں چلی، بلکہ یہ سمجھیں گے کہ دینِ اسلام سچا نہیں ہے۔" اس لیے یا اللہ میرے گناہوں پر نظر نہ کرنا۔ اپنے دین کی حقانیت پر نظر رکھنا۔ اس لیے چلتے چلتے جب پہنچے وہاں اب جناب سب پریشان عیسائی بھی، سکھ بھی، یہودی بھی، ہندو بھی، کہ حضرت نانوتوی کے سامنے بولے گا کون؟ سب نے مشورہ کیا کہ ایک ہی طریقہ ہے کہ مولانا کی منت کرلیں جا کر وہ پہلے تقریر کرلیں۔ بعد میں جو ہمارے منہ میں آئے گا ہم کہتے رہیں گے۔ اگر ان کی تقریر آخری ہوئی تو ہمارے پلے چھوڑیں گے کچھ نہیں یہ سارے اکھٹے ہو کر آ گئے۔ کہ حضرت بڑی خوشی ہوئی آپ تشریف لائے۔ ہم سب ملکر آپ کو اعزاز دینا چاہتے ہیں کیا؟ حضرت پہلا بیان آپ کا ہوگا۔ فرمایا کہ میں آخری نبی کا امتی ہوں، میرا بیان سب سے آخر میں ہوگا، اس سے پہلے عیسائیوں کی باری ہے۔ اس سے پہلے یہودیوں کی باری ہے۔ اور ہندو تو ہر جگہ ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے ان کی باری ہے۔ کہنے لگے کہ حضرت ہم سب ڈر رہے ہیں کہ دلیل سے ہم میں سے کوئی آپ سے بات نہیں کر سکتا۔ اب وہ یار بار یہی کہہ رہے ہیں کہ ٹھیک ہے، دلیل آپ کے پاس ہی ہے۔ لیکن آپ پہلا بیان کریں۔ اب جب انہوں نے زیادہ مجبور کیا تو حضرت نے فرمایا کہ ٹھیک ہے۔ میرے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اولین النبیین بھی ہیں۔ کہ سب سے پہلے عالم ارواح میں نبوت ان کو ملی تھی۔ اور آخری النبیین بھی ہیں۔ میں پہلی تقریر کروں گا۔ اور انشاء اللہ وہی جلسے کی آخری تقریر ہوگی، پھر میں کچھ چھوڑوں گا نہیں کہ کچھ بیان کرے۔

چنانچہ بالکل یہی ہوا۔ حضرت کا بیان ہوا۔ اور کتاب چھپی ''مباحثہ شاہ جہاں پور'' حضرت کے بیان کے بعد کسی میں سکت رہی نہیں۔ اور اسی بیان پر وہ جلسہ ختم ہو گیا۔

انجیل:

تو میں نے اس پادری سے کہا کہ میری بات تو آخر میں ہونی ہے۔ اگر کتابوں کی باری ہے تو تورات پہلے تم ثابت کرو خدا کی کتاب، زبور، انجیل اور پھر میں ثابت کروں گا قرآن مجید، نبوت کی بات ہے تو پہلے تم نبیوں کی نبوت ثابت کرو جن کو مانتے ہو۔ اس کے بعد آخر میں میری باری آ جائے گی۔ پہلے تو اس نے کہا کہ بائبل ایک ایسی پاکیزہ کتاب ہے کہ اس کے پڑھنے سے روحانیت پیدا ہوتی ہے۔ جب اس نے یہ کہا تو دو پادری جو پیچھے بیٹھے تھے۔ انہوں نے اس کو مکہ مارا کہ ہم کل سے بھونک رہے ہیں کہ بائبل کا ذکر نہ کرنا۔ میں نے کہا کہ بہت اچھی بات ہے۔ تو میں دو مقام بائبل کے آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ ذرا پڑھ کر سنا دیں لوگوں کو، ایک تو یہ ہے کہ

تیری کمر کھجور کی مانند ہے
تیری چھاتیاں انگوروں کے گچھے ہیں
تیری ناک گول پیالہ ہے
تیرے ران کسی ماہر کاریگر کے گڑھے ہوئے ہیں

تو دیکھو کہ کیسی مقوی باہ کتاب ہے۔ بائبل اور ایک مقام یہ ہے کہ ان کے بدن میں گھوڑوں کا سا اعتدال تھا۔ میں نے کہا کہ ذرا یہ پڑھ کر سنائیں تاکہ ہماری بھی روحانیت تازہ ہو، تاکہ پتہ چلے کہ یہ کتاب روحانیت پیدا کرتی ہے یا نفسانیت پیدا کرتی ہے۔ وہ جو پادری ساتھ لائے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم تجھے کل پرسوں سے کہہ رہے تھے کہ بائبل کی بات وہاں نہ چھیڑنا وہ اس کو سب سے زیادہ جانتا ہے۔

آخر نبوت پر بات آ گئی اب اس نے کتاب کھولی، کہ ایک کنواری حاملہ ہو گی اور بچہ جنے گی اس کے نام رکھے جائیں گے۔ اس میں کیا ہے؟ کہ بی بی مریم کنواری تھی۔ میں

نے کہا کہ پہلی بات تو یہ کہ ترجمہ ہی غلط ہے یہاں کنواری کا، علما لفظ ہے عبرانی کا اس کا ترجمہ ہے جوان عورت، انگریزی میں (Late) کیا ہے۔ عربی میں ۔۔۔۔ کیا ہے اور یہودیوں نے اس کا ترجمہ جوان عورت کیا ہے۔ اٹھارہ جگہ پر بائبل میں نظر آتا ہے۔ سترہ جگہ پر تم بھی اس کا ترجمہ جوان عورت کرتے ہو۔ اس جگہ حاشیے پر Refrence جوان عورت ہے۔ اور اندر کنواری عورت ہے۔ اور کنواری کا ترجمہ غلط ہے۔ صرف جوان عورت ہے اب میں بھی کہتا ہوں کہ سیدہ آمنہ جوان عورت ہے۔ اور ایک ہی بیٹا ہے۔ نہ بہن ہے اور نہ بھائی ہے اکلوتے ہیں، تو بھی کہہ سکتا ہے کہ بی بی مریم جوان عورت ہے۔ وہ دونوں کہنے لگے کہ یہ ہم بھی کہتے ہیں کہ امین صاحب کی بات ٹھیک ہے۔ اب اگلا لفظ فیصلہ کرے گا کہ یہاں کون مراد ہے؟ آئے کے عمانیوال جس کے ساتھ خدا ہو۔ اب کس کے ساتھ خدا تھا؟ اس کے ساتھ تھا۔ جو چھ گھنٹے نعرہ لگاتا رہا۔ الی الی لما شبقتنی ــــــ اے اللہ اے اللہ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ جس کو چھوڑ دیا اس کے ساتھ تو خدا نہیں تھا نا اور تمھارے مجوس نے جس کے بارے میں لکھا ہے کہ مسیح جو ہمارے لیے لعنتی بنا۔ تو لعنت کہتے ہی اس کو ہیں کہ خدا کی رحمت سے جو دور ہو جائے۔ پھر میں نے پوچھا کہ اس کتاب کا تیرہواں باب کس کے بارہ میں ہے؟ کہتا ہے مسیح کے بارہ میں، میں نے کہا کہ وہاں کیا لکھا ہے؟

''وہ ایک مرد مردود غم ناک حقیر رنج کا گھونٹا پیتا آدمی تھا۔'' ہماری بارگاہ میں اس کی کوئی عزت نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ وہاں اس کی عزت ہی نہیں ہے۔ وہ عمانوایل کیسے ہو؟ عمانوایل وہ ہے جو کہتا ہے ان اللہ معنا۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں؟ ماودعک ربک وما قلی۔ نہ اللہ نے تجھے چھوڑا اور نہ چھوڑے گا میں نے کہا کہ یہ ہے عمانوایل یہ عمانوایل نہیں ہے جس کو تم نے بنالیا ہے۔

اتنے میں بڑے پڑھے لکھے عیسائی تھے۔ وکیل تھے؟ جج تھے کوئی ٹیچر تھے۔ کچھ پروفیسر تھے۔ کہنے لگے کہ مولوی صاحب آپ ذرا بات بند کر دیں یہ ہمارا پادری کچھ نہیں جانتا۔ ہم نے دوسرے مناظر کو لانے کے لئے آدمی بھیجا ہے۔ وہ آجائے گا تو پھر بات

ہوگی۔ میں نے کہا کہ اس کے آنے تک بات جاری رہے اور کچھ اس کے پلے ہے تو لائے؟

نبی کی تعریف بزباں عیسائی پادری:

اب اس نے کہا کہ نبی اس کو کہتے ہیں۔ جس کی پیشین گوئی پوری ہو، میں نے کہا کہ اگر یہی بات ہے تو جس کی پیشین گوئی پوری ہو جائے وہ نبی ہوتا ہے۔ تو میں ابھی پیشین گوئی کرنے لگا ہوں جو اسی مجلس میں پوری ہوگی۔ اور اتنی جلدی شاید ہی کسی کی پیشین گوئی پوری ہوئی ہو، کیا؟ میں نے کہا کہ جو آدمی اس کو لینے گئے ہیں۔ اگر انہوں نے بتا دیا کہ وہاں امین بیٹھا ہے تو وہ بالکل نہیں آئے گا۔ اور اگر نہ بتایا تو وہ آ جائے گا لیکن مناظرہ نہیں کرے گا۔ دس پندرہ منٹ کے بعد وہ کار پر آ گیا۔ مجھے دیکھ کر بجائے ادھر بیٹھنے کے میری سائیڈ پر آ کر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا کہ تو یہاں کیوں بیٹھا ہے وہاں جا مناظرہ کر، اس نے کہا کہ انہوں نے مجھے وہاں بتایا نہیں کہ آپ یہاں بیٹھے ہیں۔ میں نے کہا کہ اب تو تو آ گیا ہے نا؟ اب تو مناظرہ کر، تو کہتا ہے کہ جلتی آگ میں کوئی چھلانگ نہیں لگایا کرتا۔ آپ سے مناظرہ کرنا تو اپنے آپ کو جلانا ہے۔ اس لیے میں مناظرہ نہیں کرتا۔ میں نے کہا کہ دیکھو میری پیشین گوئی سچی ہوگئی۔ تمہارے عقیدے کے مطابق پھر تمہیں مجھے نبی ماننا چاہیے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ میرے نبی پر ایمان لے آؤ۔ حضور پاک ﷺ پر ایمان لے آؤ۔ اس کے بعد وہ مناظرہ ختم ہوگیا۔

پھر کچھ دنوں کے بعد وہ پادری کو اٹھا کر لائے۔ اسے میں نے یہی کہا کہ اتفاقی نبوت جو ہے وہاں سے بات شروع ہوگی۔ اجماع سے۔

لطیفہ:

یہاں ایک لطیفہ یاد آیا۔ واقعات یاد ہو جاتے ہیں کوفہ میں کچھ یہودی آ گئے۔ یہودی یہاں نہیں لیکن قادیانی تو ہیں۔ ان والا طریقہ ہوتا ہے ان کا، کوئی ڈاکٹر کی شکل میں آ گیا ہر گھر کی ضرورت ہے وہ، پھر اپنے فتنے ڈالے گا۔ کسی غریب مسلمان کو پیسے دے دیئے وہاں اٹھنا بیٹھنا شروع کر لیا۔ اور جو آیا پھر اس کے دل میں وسوسے ڈالے۔ تو دو تین

آدمیوں کو انہوں نے پیسے دیئے۔ اب وہاں اٹھنا بیٹھنا۔ اب جو آتا ایک سوال پوچھتے کہ بھائی دیکھو اتفاق اچھی چیز ہے یا اختلاف؟ آپ کا کیا خیال ہے؟ سب کہتے کہ اتفاق۔ اتفاق دل سے چاہتے ہو یا زبان سے؟ دل سے چاہتے ہیں۔ پھر تم بالکل نہیں چاہتے وہ کہتے کہ کیسے؟ میں ایک بات کا فارمولہ پیش کرتا ہوں تا کہ دنیا میں اتفاق ہو جائے لیکن تم مانو گے نہیں۔ اس کے بعد اب وہ پوچھتا کہ موسیٰ کو جانتے ہو؟ کہتے ہیں ہاں۔ دیکھو کہ ان کے نبی ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ یہودی بھی نبی مانتے ہیں۔ عیسائی بھی نبی مانتے ہیں۔ اور آپ کے نبی کے بارے میں اختلاف ہے۔ نہ یہودی نبی مانتے ہیں نہ عیسائی نبی مانتے ہیں آپ صرف اکیلے نبی مانتے ہیں۔ اب اگر آپ چاہتے ہیں کہ دنیا میں اتفاق ہو جائے تو ساری دنیا کو یہودی ہو جانا چاہیے اب شور مچاتے ہیں کہ تم نہیں چاہتے اتفاق۔ ایسے موقع پر پھر مدرس یاد آتا ہے۔ مدرسے آئے۔

امام صاحبؒ حج کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ شاگرد بیٹھے تھے، پوچھا کہ استاد جی کہاں ہیں؟ وہ حج پر گئے ہوئے ہیں۔ یہودی مناظرے کا چیلنج دے رہے ہیں۔ تو ایک چھوٹا سا طالب علم کھڑا ہو گیا۔ کہتا ہے کہ کروں گا مناظرہ، تو کیا کرے گا؟ مناظرہ کروں گا، وہ بڑے پرانے مناظر ہیں تو کیا کریگا؟ میں مناظرہ کروں گا۔ تو چھوٹا سا ہے۔ کہتا ہے کہ میں چھوٹا ہوں استاد میرا چھوٹا نہیں ہے استاد امام اعظم ہے اب وہ آگے آگے، یہ پکڑے کہ پہلے بات تو سن لے وہ کہتا کیا ہے؟ سناؤ، وہ کہتا ہے کہ اختلاف اچھا ہے یا اتفاق؟ اس کا پہلے ہمیں جواب سناؤ۔ اگر جواب ہمارے دل کو لگا تو ہم تمہیں مناظرے کے لئے لے جائیں گے۔ کہتا کہ میں وہاں جا کر سناؤں گا۔ آگے آگے بھاگ رہا ہے۔ وہ پیچھے آوازیں دے رہا ہے کہ ٹھہرو تو سہی، شرمندہ کرو گے وہاں، کہتا ہے کہ نہیں کروں گا۔ اب یہودی بھی دیکھ کر ہنس رہے ہیں کہ اس سے چھوٹا کوئی نہیں تھا وہاں، اس نے کہا کہ پہلے مجھ سے بات کر لیں۔ اگر مجھے شکست ہو گئی تو پھر کسی بڑے کو بلا لیں گے۔ اب وہی جو اس کا طریقہ کار تھا کہ اتفاق اچھا ہے یا اختلاف؟ اتفاق، کہ تم اس بات سے بھاگ جاؤ گے، میں

نہیں بھاگوں گا میں امام اعظم کا شاگرد ہوں تم بھاگو گے۔ موسیٰ کو جانتے ہو؟ کس کو؟ موسیٰ کو۔ کون سے؟ کہاں رہتے تھے؟ اب یہودی ہنسیں کہ دیکھو مناظر صاحب آ گئے ہیں۔ اس کو موسیٰ" کا پتہ نہیں۔ مسلمان بے چارے گردن جھکا کر بیٹھے ہیں۔ اچھا مناظر ہے اس کو موسیٰ کا پتہ نہیں ہے۔ اور پھر یہ پوچھیں کہ موسیٰ کو جانتے ہو؟ کون سے؟ کہاں رہتے تھے؟ تو موسیٰ کو نہیں جانتا۔ بتاؤ تو سہی کہ کون تھے اور کہاں رہتے تھے؟ پھر میں بتاؤں گا کہ جانتا ہوں کہ نہیں۔ اب وہ مذاق اڑائیں کہ دیکھو یہ موسیٰ کو نہیں جانتا۔ اب اس نے کہا کہ بتانے میں کیا حرج ہے کہ تم کس موسیٰ کا پوچھ رہے ہو؟ قرآن پاک تو نے نہیں پڑھا؟ پڑھا ہے۔ اس میں موسیٰ کا ذکر نہیں؟ (ہے) ہاں ہاں اب آپ نے بتایا ہے۔ وہ موسیٰ جنہوں نے نبی امی کے بارے میں پیشین گوئی فرمائی تھی کہ ان پر ایمان لانا۔ تو میں ان کو مانتا ہوں اور ان کے کہنے پر حضرت پر ایمان لے آیا ہوں۔ بے ایمانو! اگر تم اس کو مانتے تو جلدی اس پر ایمان لاتے۔

اس نے کہا کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس موسیٰ کو پہچانتا ہوں کہ جس نے ہمارے نبی پاک کا ذکر فرمایا اور اگر کوئی اور موسیٰ ہے جس نے ہمارے نبی پاک کا ذکر نہیں کیا تو میں اللہ کی قسم اس کو نہیں جانتا کہ وہ کہاں رہتا تھا؟ اب یہودی اٹھ کر بھاگے۔ کہتا ہے کہ بیٹھو تو سہی نا تم تو موسیٰ کے بھی منکر ہو۔ اور ہمارے سامنے موسیٰ کا نام لیتے ہو۔

تو بہر حال اتفاق اسی طرح ہوتا ہے۔ ایک اور مناظرے میں جب میں نے یہی بات رکھی کہ آپ جن کو نبی مانتے ہیں۔ ان کے نبی ہونے کی دلیل دیں۔ کہنے لگے کہ موسیٰ کو سارے نبی مانتے ہیں۔ ان کا معجزہ تھا کہ دریا پر لاٹھی ماری اور اس میں راستے بن گئے۔ دریا پھٹ گیا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے میں نے کہا کہ یہ دریا ساتویں آسمان پر تھا یا چھٹے پر تھا۔ یا پانچویں پر تھا۔ کہتے ہیں کہ زمین پر تھا۔ میں نے کہا کہ موسیٰ کی لاٹھی سے دریا پھٹ گیا۔ کیا لاٹھی دریا تک پہنچی تھی؟ (جی پہنچی تھی) تو ان کے نبی ہونے میں کسی کو شک نہ رہے نہ یہودی کو نہ عیسائی کو اور نہ مسلمان کو۔

اور سیدہ آمنہ کے لال کے انگلی کے اشارے سے چاند پھٹ جائے، انگلی وہاں

تک پہنچی بھی نہیں۔ اور اس کی نبوت میں تمہیں شک ہے اس سے بڑی حماقت اور بے وقوفی کیا ہے؟ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ جو زمین سے مٹی کا تیل نکل رہا ہے۔ اس سے روشنی ہوتی ہے۔ اور آسمان کی روشنی کوئی نہیں۔ ان دونوں معجزوں میں اتنا ہی فرق ہے جتنا زمین اور آسمان میں۔ اب وہ خاموش۔

دیکھو نا! بات اتفاقی سامنے رکھی جائے پھر اختلاف کو حل کرنا آسان ہوتا ہے ہم اتفاق کو سامنے رکھتے ہیں۔ اور باطل فرقے اختلاف کو اچھالتے ہیں۔ اتفاق سے اختلاف کی طرف جاؤ تو بات آسانی سے حل ہو جاتی ہے۔ اور وہ اجماع و اتفاق کی طرف آتے ہی نہیں۔ فلاں مولوی یوں کہتا ہے فلاں مولوی یوں کہتا ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ اختلافات بھی بعض پہلوؤں میں ہوتے ہیں۔

کام کی بات:

یہاں ایک بات اور سمجھ لیں جو ہر جگہ آپ کو کام آئے گی۔ خواہ قادیانیوں سے مناظرہ، ہو خواہ عیسائیوں سے یا کسی اور سے عام طور پر یہ حوالے کاٹ چھانٹ کر پیش کرتے رہتے ہیں۔ تو ہمارا ایک کتاب کے بارے میں ہے قرآن پاک کے بارہ میں عقیدہ۔ **ذلک الکتاب لاریب فیہ**۔ اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ صرف قرآن پاک کے بارے میں فرمایا۔ دنیا کی کسی اور کتاب کے بارے میں یہ ہمارا عقیدہ ہے ہی نہیں کہ اس میں کوئی شک والی بات نہیں یا غلطی نہیں ہوئی۔ صرف قرآن پاک ایسی کتاب ہے۔

لیکن سوامی دیانند کہتا ہے کہ اس میں بھی شک ہے قرآن نے خود مانا ہے۔ **ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ**۔ تو معلوم ہوا کہ قرآن کے بارہ میں بھی بعض لوگوں کو شک ہے۔ اور وہ شک قرآن میں نہیں۔ ان کے ذہن میں ہے۔ **فی قلوبھم مرض**۔ ان کے دل بیمار ہیں۔ دیکھو چینی میٹھی ہوتی ہے یا کڑوی؟ (میٹھی) اور جس کو گرمی کا بخار ہو وہ کہتا ہے کہ چینی کڑوی ہے۔

مثال کے طور پر شیخ الحدیث کو بخار ہے۔ اب وہ کہہ رہے ہیں کہ چینی کڑوی ہے۔

اب مانیں گے کہ چینی کڑوی ہے؟ بھائی شیخ الحدیث صاحب فرما رہے ہیں۔ہم کہیں گے کہ چینی کے کڑوی ہونے میں شیخ الحدیث کا دخل نہیں بخار کا دخل ہے۔ورنہ سارے شیخ الحدیث کہہ دیں کہ چینی کڑوی ہے۔

اب دیکھئے جیسے چینی کڑوی نہیں،اس بیماری کا اثر ہے اس کو کڑوی کہنا۔قرآن پاک میں ریب اور شک نہیں۔ یہ جوان کے دل میں بیماری ہے۔**فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا**۔اس بیماری کی وجہ سے شک پیدا ہو گیا ہے قرآن پاک میں شک نہیں ہے۔اور کسی کتاب کے بارے میں ہم نہیں کہتے کہ اس میں شک نہیں ہے۔ غلطی نہیں ہوسکتی۔ امکان سب میں ہے بعض میں وقوع بھی ہے۔لیکن اس پر خوش نہیں ہونا کہ مسلمانوں کی کتابوں میں غلطیاں ہیں۔

دو الگ الگ باتیں:

دو باتیں الگ الگ سمجھیں ایک ہے غلطی لگنا،ایک ہے غلطی کا چلنا،غلطی لگنا اور ہے غلطی چلنا اور ہے۔

تراویح میں قاری صاحب قرآن سنا رہے ہیں ان کو غلطی لگ جاتی ہے۔لیکن لقمہ دینے والا وہ غلطی چلنے نہیں دیتا۔فقہ کی کتاب ہو،حدیث کی کتاب ہو،تاریخ کی کتاب ہو، ہم اس میں غلطی لگنے کا انکار نہیں کرتے۔البتہ غلطی چلنے کا انکار کرتے ہیں۔اگر کسی محدث سے بھول ہوئی ہے۔تو اب محدثین کی جماعت نے لقمہ دے کر اس غلطی کو صحیح کرا دیا ہے چلنے نہیں دیا اس غلطی کو،اگر کسی فقیہ سے کوئی لغزش ہوئی ہے۔تو فقہاء کی جماعت نے وہ غلطی چلنے نہیں دی۔ کسی مؤرخ سے کوئی ایسی بات لکھی گئی ہے تو مؤرخین کی جماعت نے وہ غلطی چلنے نہیں دی۔

کوئی غلطی ایسی پیش نہ کریں کہ غلطی لگی ہے۔ایسی لائیں جو چل گئی ہو۔تو غلطی لگنا ہم اس کا انکار نہیں کرتے لیکن غلطی چلنے کا ہم پورا انکار کرتے ہیں۔ کیونکہ جماعت غلطی

چلنے نہیں دیتی۔ فقہ کی کتاب میں ہے تو فقہاء کی جماعت چلنے نہیں دیتی۔ حدیث کی کتاب میں ہے تو محدثین نے بتادیا کہ یہ بات غلط لکھی گئی اصل یہ ہے۔

یہ بات اگر آپ ذہن میں رکھیں گے تو بہت سے اعتراضات کا جواب اسی میں ہے۔ جب بھی کوئی فقہ کا منکر اعتراض کرے یا حدیث کا منکر یا تاریخ والا تو اس سے پوچھنا بھی ہے کہ آپ کے خیال میں یہ غلطی لگی ہے اور کیا ساتھ چل بھی گئی ہے؟ مان بھی گئے ہیں یا اطلاع کردی ہے۔ اگر اس کی اصلاح کردی گئی ہے۔ تو پھر تیرا اعتراض فضول ہے۔ تو پھر بجائے فقہ پر اعتراض کرنے کے پہلے اپنے رمضان کے قرآن پر اعتراض کرکہ اس میں کتنی غلطیاں ہیں ان کو شائع کیا کر ہر سال، کہ اس سال ہماری مسجد میں اتنا غلط قرآن پڑھا گیا۔ یہ بات سمجھ آ گئی؟ کہ ایک ہے غلطی لگنا اور ایک ہے غلطی چلنا۔ یہ بات اگر آپ کے ذہن میں آ جائے۔ تو یہ ہزاروں اعتراضوں کا جواب ہے۔ خواہ وہ قادیانی کی طرف سے ایسی باتیں پیش ہوں۔ یا کسی طرف سے بھی، ہم کہتے ہیں کہ غلطی لگی ہے لیکن غلطی چلی نہیں۔

اجماع اور اختلاف:

اب میں سمجھا یہ رہا ہوں کہ اجماع اور اختلاف کو دیکھا جاتا ہے۔ اور ہم اجماع پر ڈٹے ہیں۔ اور اختلاف کی ایسی تعریف کرتے ہیں کہ جو اجماع سے ٹکرائے نہ، وہ اجماع کو چھوڑتے ہیں اور اختلاف کی طرف بھاگتے ہیں۔ مسئلہ بھی مسئلہ حیات مسیح کا اس پر امت اجماع ہے...... اذ قال اللہ یعیسی انی متوفیک ورافعک الی پر تمام مفسرینؒ کا اتفاق ہے کہ یہاں رفع جسمانی مراد ہے۔ اور ہم زور دیتے ہیں لفظ رافعک جس پر اجماع ہے۔ اور اجماع غلطی پر نہیں ہوسکتا۔ وہ ادھر نہیں آتے۔ وہ جی متوفی کے تین معنی ہیں۔

قادیانی ذبیحہ حرام ہے:

ایک جگہ ہمارے مولوی صاحب تھے۔ ان کے گھر قادیانیوں کے بچے بھی قرآن پڑھتے تھے۔ عید قربان آئی تو وہ بھی گوشت دے گئے ان کے گھر اور مولوی صاحب نے پکا کر

کھالیا۔ مقتدیوں نے شور مچایا کہ قادیانی تو کافر ہیں۔ ان کا ذبیحہ تو حرام ہے۔ اب وہ مجھے پوچھنے آئے کہ قادیانیوں کا ذبیحہ حرام ہے۔ مولوی صاحب، میں نے کہا حرام ہے۔ کہا کہ ہم تو کھا بیٹھے ہیں۔ بڑا شور مچا ہوا ہے۔ اور اس شور سے دو تین نئے آدمی جو فوجی ریٹائرڈ ہیں۔ ایک کا نام غلام عباس اور ایک کا نام غلام محمد وہ بھی قادیانیوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔ آپ آئیں اور ان کو کچھ سمجھائیں میں نے کہا کہ ٹھیک ہے میں جمعے کے دن آجاؤں گا۔ میرا مقصد تھا کہ جمع شدہ آدمی مل جائیں۔ تو ٹھیک ہے۔ اس نے کہا کہ آپ جمعے کے دن آئیں لیکن آپ جمعے کی نماز کے بعد آئیں۔ مجھے پہلے تو غصہ لگا۔ جمعے میں آدمی جمع شدہ ملیں گے۔ یہ شاید ڈرتا ہے۔ پہلے تو دل میں خیال آیا کہ اسے کہوں کہ جا میں نہیں آتا۔ پھر میں نے سوچا کہ مسئلہ اس کا تو نہیں ہے۔ مسئلہ تو میرا ہے لوگوں کو ہدایت کرنا۔ میں نے اس سے کہہ دیا کہ ٹھیک ہے۔ لیکن دل میں یہی رکھا کہ میں جمعے پر پہنچوں گا۔ پوری بات نہ میں نے پوچھی نہ انہوں نے بتائی۔ اصل میں وہ امام اس گاؤں میں تھے اور جمعہ کسی دوسرے گاؤں میں پڑھاتے تھے۔ میں جب گیا جولائی اگست کی گرمی تھی۔ گرمی میں، میں گیا۔ بارہ میل سفر کر کے سائیکل پر کتابیں ساتھ لے کر، میں جب مسجد میں گیا تو پتہ چلا کہ وہ مسجد کے امام گئے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ حضرت سلیمان صاحب وہ تو دوسرے گاؤں میں جمعہ پڑھاتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ وہ جو کہتا تھا کہ جمعے کے بعد آنا اصل بات یہ تھی۔ خیر اس مولوی صاحب نے مجھے پانی وغیرہ پلایا۔ میری اسوقت شہرت نہیں تھی۔ پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے کہا کہ میں سکول ٹیچر ہوں۔ سکول سے آیا ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ آپ کی بیعت کا تعلق کہاں سے ہے؟ میں نے تھوڑا سا تعارف تو نکالنا تھا۔ جی پیر مہر علی گولڑوی سے۔ میں نے کہا کہ آپ کے پاس شمس الہدایہ ہے؟ نہیں، نصاب چشتیہ ہے؟ نہیں، میں نے کہا کہ تو نے جھوٹ بولا ہے تو ان کا مرید ہے ہی نہیں یہی تو پیر ہیں جس نے مرزے سے ٹکر لی ہے۔ کہتا ہے کہ اب گیا تو میں ضرور لے کر آؤں گا، میں نے کہا کہ اب آپ کو جرمانہ بھی ہوگا دو دو نسخے لانے ہیں۔ ایک ایک میرے لیے بھی۔ مذاق میں پڑ گئے ہم، وہ کہتا ہے کہ آج اگر آپ تقریر

کرلیں جمعے میں، میں نے سوچا اور میں کس لیے ساری کہانی کھول رہا ہوں؟ میں نے کہا کہ ٹھیک ہے جیسا آپ فرمائیں۔ موضوع کیا ہوگا؟ میں نے کہا یہی قادیانیت کہنے لگا بالکل ٹھیک ہے۔ میں نے جمعے میں تقریر کی۔ تقریر کے دوران کوئی نہیں بولا۔ فرض پڑھے گئے، سنتوں سے پہلے شور مچ گیا۔ یہی غلام عباس وغیرہ کا، یہ مولوی کہاں سے آ گیا اس نے فتنہ ڈال دیا۔ میں نے کہا کہ دیکھو، میں نے تقریر کرلی ہے۔ میں نے کوئی آپ سے چندہ نہیں مانگا۔ میں نے یہ بھی نہیں کہا کہ مجھے روٹی کھلادو۔ آخر میں جو اتنی گرمی میں اتنی دور سے آیا ہوں۔ میرے دل میں بھی یہی جذبہ ہے۔ جو حوالے میں نے دیئے ہیں کتابیں میرے پاس ہیں آپ بیٹھ جائیں اور حوالے چیک کرلیں۔ اگر ایک حوالہ بھی غلط ہو تو مجھے گولی ماردیں۔ لیکن اگر صحیح ہوں تو پھر آپ سوچیں۔ کہ آخر ہم میں بھی ایک جذبہ ہے۔ ہم جو پھر رہے ہیں۔ اب انہوں نے سنتیں نہیں پڑھیں وہ گھر چلے گئے۔ اور وہ بعد میں واپس آئے۔ بیٹھ گئے۔ میں بھی بیٹھ گیا میں نے اربعین کھول کر اس کے آخر میں مرزے کی کتابوں کی فہرست ہے۔ ترتیب وار کھول لی۔ میں نے کہا کہ پہلے میری بات سمجھ لو، غلام عباس کہتا ہے کہ پہلے بیٹھ جاؤ۔ تیرے جیسے مولوی کو میں سو جوتے مار کر ایک گنا کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے پہلے یہی کام کرلو۔ اگر سو جوتے مار کر آپ کا غصہ نکل جائے اور میری بات سن لو تو میری یہ کامیابی ہے۔ چلو آپ نے میری بات تو سنی ہے۔ آپ سو جوتے ماریں۔ میں بالکل تیار ہوں۔ تاکہ جوتے مارنے سے دل میں غصہ نکل جائے۔ اور پھر آپ میری بات دل سے سنیں گے۔

جب میں نے یہ کہا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ میں نے بڑی غلطی کی ہے۔ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ میں نے کہا کہ اب میں اپنی بات شروع کرتا ہوں۔ کہ مرزا قادیانی پیدائشی کافر نہیں تھا کہ کافروں کے گھر میں پیدا ہوا۔ وہ مسلمانوں کے گھر پیدا ہوا تھا اور کچھ عرصہ مسلمان ہی رہا۔ اس کی کتابیں ایسی ہیں۔ کہ جیسے ایک دیگ میں پانچ سیر بکری کا گوشت ہو اور چھ سیر خنزیر کا ہو۔ اکٹھے ہی پک رہا ہو۔ اس کی کتابوں میں اسلامی

باتیں بھی ملتی ہیں اور کفریات بھی ملتی ہیں۔ لیکن آپ کو پتہ ہے کہ ایک سیر دودھ میں ایک چھٹانک پیشاب ڈال دیا جائے تو وہ ایک سیر دودھ ایک چھٹانک پیشاب کو پاک نہیں کرتا۔ یہ پیشاب سارے دودھ کو حرام کر دیتا ہے۔

قادیانیت کا طریقہ تبلیغ:

اس لیے اس کی کتابوں میں جو کفریات ہیں اس کے بعد وہ اسلامی عقیدے بھی خراب ہو گئے اس کے، تو اس لیے میں نے کہا کہ دیکھئے ۱۹۰۱ء میں اس نے دعویٰ نبوت کیا ہے۔ یہ جتنے حوالے ربوہ سے چھپ رہے ہیں۔ یہ دیکھو کتاب ۱۹۰۱ء سے پہلے کی ہے۔ یہ بھی پہلے کی ہے۔ پہلے وہ یہی بتاتے ہیں کہ مرزے نے حضرت پاک کی بڑی تعریف کی ہے۔ مسلمان بڑے خوش ہوتے ہیں۔

مرزائیوں کا یوم تبلیغ تھا۔ ایک زمیندار بے چارہ رات سے ہل چلا رہا تھا۔ تھکا ہوا تھا۔ کھانا کھایا نیند آ رہی تھی۔ پانچ چھ پہنچ گئے۔ اب ان کا طریقہ بھی یہ ہوتا ہے کہ جا کر تو سیدھی بات نہیں کرتے پہلے حضور پاکؐ کی تعریف کریں گے۔ تاکہ مسلمان کو کریں خوش، وہ بیٹھ گئے۔ حضور پاکؐ کی تعریف ہو رہی ہے۔ زمیندار بے چارہ اس کو اونگھ نیند آ رہی ہے۔ کبھی یوں کر رہا ہے۔ ہاں جی ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ سنتا رہا جب تک ہوتی رہی۔ اب انہوں نے بھی دیکھا کہ اس کو نیند آ رہی ہے۔ اور اب کانٹا بدلنا چاہیے۔ حضرت نے فرمایا تھا کہ امام مہدی آئے گا۔ ہاں جی۔ دوسرا بولا، امام مہدی، آ گئے ہیں۔ تیسرا کہتا ہے کہ سچ آ گئے ہیں۔ چوتھا کہتا ہے کہ میں خود مل کر آیا ہوں۔ اب یعنی وہ بات کو پکا کر رہے ہیں۔ وہ جو زمیندار تھا اس کو نیند آ رہی تھی۔ اس نے کہا کہ اچھا تو مل کر آیا ہے سچی آ گئے ہیں؟ اس نے کہا کہ بالکل آ گئے ہیں۔ اس نے کہا کہ یا اللہ تیرا شکر ہے۔ امام مہدی آ گئے ہیں۔ یہ الو کا پٹھہ جھوٹا مہدی آ گیا ہے۔ اس کی ساری تبلیغ کا ستیاناس ہو گیا۔ بے چارے اس کے جوتوں کی خاک صاف کرتے کرتے چلے گئے۔

تو بعض اوقات دیہاتی عجیب بات کرتے ہیں۔ ہمارے گاؤں میں ایک ترکھان تھا۔ ان پڑھ تھا۔ تہجد بھی پڑھتا تھا۔ ایک بیٹا تھا شادی کی۔ اب بہو کی لڑائی رہتی۔ تو وہ چھوڑ کر سندھ چلا گیا ایک دوست کے پاس، اس نے کہا کہ تو نماز تو پڑھتا ہے یہاں پیری مریدی بہت چلتی ہے۔ تو ایک تسبیح گلے میں لٹکا لے۔ اور ایک ہاتھ میں لے اور پیر بن جا۔ وہ پیر بن گیا وہاں بڑے لوگ جناب آنے لگے۔ قادیانیوں نے دیکھا کہ یہ ان پڑھ آدمی مناظرہ کریں گے۔ قادیانی مناظرہ کے لئے آگئے۔ اب وہ دعا کر رہا ہے کہ یا اللہ اب تو نے ہی پردہ رکھنا ہے۔ تو مناظرہ ہو گیا۔ اس نے کہا کہ مجھے ایک بات سمجھا دو۔ ہم حضورؐ پر ایمان لاتے ہیں۔ کیا حضورؐ پر ایمان رکھنا نجات کے لئے کافی نہیں۔ کہ کسی اور کو مانا جائے۔ پیر کے ذہن میں سوال آیا۔ اب یہ سوال اس کی موت تھا۔ اگر کہے کہ نہیں تو مسلمان مارتے ہیں۔ اگر وہ کہے کہ کافی ہے پھر مرزے کی ضرورت نہیں۔ میں نے کہا یہ سوال میرے ذہن میں آیا کہ کیا حضرت پاکؐ پر ایمان لانا نجات کے لئے کافی نہیں؟ اگر کافی نہیں تو آپ فرمائیں کہ پھر ساتھ کس پر ایمان لانا پڑے گا؟ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت پر ایمان لانا کافی ہے۔ اب اس نے سوچا کہ اب تو یہاں پٹائی ہوگی۔ تو وہ اٹھ کر چلا گیا۔

رافعک کا معنیٰ:

تو اس لیے یہاں رافعک --- ہے اس پر سب کا اتفاق ہے۔ کہ رفع جسمانی مراد ہے۔ اب متوفی کا معنی بھی لیا جائے گا۔ میں بتا رہا تھا نا؟ کہ جو غلام عباس تھا۔ اب وہ بھڑ کیلا ہو گیا تو اس کے ساتھ مرزائیوں کے لوگ بھی بیٹھے تھے۔ وہ یہودیوں کا ربی ہوتا ہے اور ان کا مربی ہوتا ہے۔

وہ قاضی نذیر کی چھوٹی سی ہے ایک احمدیہ پاکٹ بک وہ ہاتھ میں لے کر بیٹھا تھا۔ مجھے کہتا ہے کہ متوفی کا معنی کیا ہوتا ہے؟ میں نے کہا کہ اس کا ایک معنی نہیں ہوتا کئی معنی ہوتے ہیں۔ کئی معنی ہوتے ہیں؟ میں نے کہا (جی) جیسا آدمی ویسے معنی، اب وہ غلام عباس اور غلام محمد کہ جی یہ کیا ہے تماشہ؟ لفظ ایک اور معنی کئی ہو جائیں۔ میں نے کہا کہ یہ

رنگ رنگ کی دنیا ہے۔ کبھی اس کا معنی کچھ ہوتا ہے، کبھی کچھ ہوتا ہے۔ کیا مقصد؟ میں نے کہا کہ یہی لفظ قرآن پاک میں عیسیٰ کے لئے آیا ہے۔ اور مرزا کہتا ہے کہ یہی مجھے الہام ہوا۔ کہ جب پسو ام قتل ہوا تو اس کی گرفتاری کے آرڈر جاری ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اذ قال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی کہ اللہ نے میری تسلی کے لئے وہی الہام کیا ہے جو حضرت عیسیٰ کے لئے کیا تھا۔

اب جہاں عیسیٰ کا ذکر کرتا ہے۔ تو وہاں ترجمہ کرتا ہے کہ میں تجھے موت دوں گا۔۔۔ متوفیک۔۔ کا معنی کرتا ہے۔ اب یہی سراج منیر میں یہی بالکل فقرہ ہے۔ کہ مجھے اللہ نے تسلی دی۔ وہاں ترجمہ کرتا ہے کہ جب اللہ نے کہا کہ اے عیسیٰ مراد یہ عاجز ہے۔ انی متوفیک۔ میں تیرا ایک ایک بال بچالوں گا۔ دیکھو یہاں متوفیک۔ کا اور معنی ہو گیا ہے۔ وہاں موت معنی تھا یہاں بال بال بچانا معنی ہو گیا۔ اب ان کو انہوں نے یہی یاد کرا رکھا تھا۔ دکھائیں ہمیں کتاب، اردو میں ہے؟ میں نے کہا کہ اردو میں ہے۔ وہ جو مربی ان کے ساتھ بیٹھے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم دیکھتے ہیں میں نے کہا کہ دیکھو۔ وہ پانچ چھ منٹ دیکھتے رہے آگے پیچھے۔ اب پھر اس نے وہ احمدیہ پاکٹ ہاتھ میں لی اور یوں میری طرف کر دی کہ یہ کفر کی کتاب رکھ لیں میں نہیں رکھتا میں مسلمان ہوتا ہوں۔ وہ جوان کا مربی تھا۔ ایک اٹھ کر چلا گیا اور دوسرا مسلمان ہو گیا۔ اور وہ جو دونوں غلام محمد اور غلام عباس وہ دونوں بھی مسلمان ہو گئے۔

تو رفع میں جسمانی رفع کا ذکر ہے۔ توفی کے معنی اگرچہ تین کرتے ہیں۔ یہ بات شاید آپ کو کہیں کبھی نہ ملے جو میں عرض کرنے لگا ہوں۔ کہ موت اسی جسم کو آیا کرتی ہے یا کسی اور جسم کو؟ (اسی جسم کو) نیند اسی جسم کو آتی ہے یا کسی اور جسم کو (اسی جسم کو) تو اسی طرح پورا اٹھانا اسی جسم کو یا کسی اور جسم کو؟ (اسی جسم کو) تو متوفی کے معنوں میں باوجود اختلاف کے ایک چیز مشترک ہے۔ کہ یہاں مراد یہ جسم ہے۔ اب رفع میں بھی مراد یہی جسم ہے۔ اب متوفی کا وہ معنی لیا جائے گا۔ اس طرح کیا جائے گا معنی کہ اس اجماعی معنی پر فرق نہ آئے۔ تو

یہ چونکہ سب مانتے ہیں۔ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔انہوں نے بھی تدبیر کی مسیح کو شہید کرنے کی۔ اور اللہ نے تدبیر کی مسیح کی حفاظت کی واللہ خیر الماکرین۔اللہ تبارک وتعالیٰ بہتر تدبیر کرنے والے ہیں اب اس تدبیر کا ذکر ہے اذ قال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ میں! اب اگر مرزے والا معنی کیا جائے تو یہ تسلی کیا ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ تسلی بھیج رہے ہیں کہ اے عیسیٰ یہ اگرچہ تجھے مارنا چاہتے ہیں۔لیکن ان کا کام میں کروں گا۔ میں ماروں گا تجھے۔انی متوفیک ۔ یہ تسلی ہے یا یہودیوں کا ساتھ ہے؟(یہودیوں کا ساتھ ہے) تو یہ تو یہودیوں سے ترجمہ مل گیا۔اگر یہاں معنی یہ کیا جائے کہ اے عیسیٰ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں یہ تجھے مارنا ہی چاہتے ہیں میں ماردوں گا تجھے۔تو اللہ تعالیٰ یہودیوں میں شامل ہوگئے۔تو اس لیے یہ معنی غلط ہے۔ یہ تسلی نہیں ہے۔یہ تو یہودی اچھے رہے، اللہ ان کے ساتھ مل گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر احسانِ خداوندی

اب دیکھو یہودی چار کام کرنا چاہتے تھے۔ پہلا یہ کہ مسیح کو گرفتار کریں۔اذ قال یعیسیٰ انی متوفیک۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ گرفتار نہیں کرسکیں گے۔ میں پورا پورا تجھے اپنے قبضے میں لے لوں گا۔ان کی تدبیر کو بھی سامنے رکھو۔اس لیے یہ گرفتار نہیں ہوئے اور یہ نہیں کرسکیں گے۔تو اس لیے سب مسلمانوں کا یقین اور ایمان ہے کہ مسیح گرفتار نہیں ہوئے۔لیکن مرزا قادیانی نہ قرآن کو مانتا ہے، نہ احادیث کو مانتا ہے۔یہ یہودیوں پر ایمان رکھتا ہے کہ مسیح گرفتار ہوئے۔تو ساتھ ساتھ یہ کہتا کہ یہ قرآن کو نہیں مانتا۔اس لیے جو یہ قرآن کا نام لے کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔اس سے باز آجائیں۔

دوسری جگہ بھی دیکھو وضاحت ہے۔اذ کففت بنی اسرائیل عنک.....

اللہ تعالیٰ قیامت کو احسان جتلائیں گے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو تجھ سے دور دور رکھا وہ قریب بھی نہیں آئے گرفتار کرنے والے چہ جائیکہ گرفتار کرلیتے۔عن جو (Preposition) ہے

صلہ عربی میں کہتے ہیں۔ انگریزی میں (Preposition) کہتے ہیں۔ یہ بُعد کیلئے آیا کرتا ہے۔ کذلک لنصرف عنه السوء والفحشاء۔۔۔۔یہاں عن کا لفظ آیا ہے۔ تا کہ پتہ چلے کہ یوسف کا کوئی ارادہ نہیں ہوا کہ میں گناہ کی طرف چلوں۔ بلکہ برائی اور گناہ ادھر آنا چاہتی تھی۔ ہم نے اسے دور کر دیا۔ وہاں بھی عن بعد کے لئے آیا ہے۔ لنصرف عنه السوء والفحشاء۔۔۔۔۔تا کہ پتہ چلے کہ حضرت یوسف کا قطعاً کوئی ارادہ نہیں تھا کہ وہ گناہ کی طرف جائیں گے۔ ہاں گناہ اس طرف آنا چاہتا تھا۔ لیکن ہم نے اس کو دور سے بھگا دیا۔ لنصرف عنه السوء والفحشاء۔۔۔۔یہاں بھی ان بعد کے لئے ہے۔ اذ كففت بنی اسرائیل۔۔۔۔۔کہ وہ تو گرفتار کرنے والے کے قریب آئے ہی نہیں اس سے پہلے اٹھائے جا چکے تھے۔

لیکن مرزا قادیانی گرفتاری کا قائل ہے۔ یہودیوں کی بات مانتا ہے۔ پھر قرآن پاک نے بتایا کہ۔ وجیها فی الدنیا والاخرة۔۔۔۔۔کہ عیسیٰؑ دنیا میں بھی باوجاہت رہے اور اب بھی باوجاہت ہیں۔ لیکن مرزا نہیں قرآن کو مانتا وہ کہتا ہے کہ نہیں یہودی کہتے ہیں کہ ہم نے پکڑ کر پھر ہم نے ان کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا۔ داڑھی میں شراب انڈیلی، آنکھیں باندھ دیں۔ کوئی ادھر سے چوکا مارتا تھا کوئی ادھر سے، کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو بتا تجھے کون مار رہا ہے۔ اور خوب مذاق اڑایا، خوب استہزاء کیے۔ قرآن کہتا ہے کہ وجیها فی الدنیا۔۔۔کہ دنیا میں میں بھی باوقار رہے۔ لیکن مرزا قادیانی قرآن کو بالکل نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ یہودیوں کی بات سچی ہے کہ ان کو پکڑا گیا ان کا مذاق اڑایا گیا۔ اذ قال الله یعیسی انی متوفیک۔۔۔۔

پہلی تدبیر ان کی کیا تھی؟ کہ مسیح کو گرفتار کرنا۔ اس کے مقابلے میں لفظ توفی آیا ہے کہ میں تجھے اپنے قبضے میں لے لوں گا۔ تجھے وہ گرفتار نہیں کر سکیں گے۔ اب گرفتار کرنے کے بعد ان کا ارادہ کیا تھا؟ کہ مسیح کو صلیب پر چڑھا دیا جائے۔ اللہ نے فرمایا: ورافعک الی۔۔۔۔وہ تجھے صلیب پر چڑھانا چاہتے ہیں میں تجھے آسمان پر اٹھا لوں گا۔ ان کی تدبیر کے

بعد یہ تدبیر اچھی رہی نا؟ (جی) واللہ خیر الماکرین۔ ان کی تدبیر تھی کہ گرفتار کرنے کے بعد ان کو سولی پر چڑھانا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ رافعک الی ۔۔۔ میں اپنی طرف اٹھالوں گا۔ یہ بیٹھے بیٹھے شرارت کرتے ہیں کہ رافعک ۔۔۔ کا کیا معنی ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ فرمادیں۔ اس نے کہا کہ رفع کا معنی ہوتا ہے عزت کی موت؟ میں نے کہا کہ لکھ دو۔ اس نے لکھ دیا کہ رفع کا معنی ہوتا ہے عزت کی موت، میں نے کہا کہ رفع کی ضد نزول ہے نا؟ اس کا معنی بھی لکھو کہ ذلت کی زندگی۔ تا کہ مرزا جو اس نزول کا مصداق بنے تو اس کی ذلت کی زندگی ہوگی نا اس نے کہا کہ رفع کا معنی ہے عزت کی موت، اور نزول کا معنی لکھو ذلت کی زندگی، اب وہ لکھیں نہ، تو ان کو ایسا پکڑنا چاہیے کہ پھر ہلیں نہ،

ورافعک الی... اب وہ صلیب پر چڑھا کر تیسرا کام کیا کرنا چاہتے تھے کہ آپ کو نیزے مار مار کر اس طرح ان کا براحشر کریں اور فرمایا کہ ۔۔۔ ومطھرک من الذین کفروا ۔۔۔ اللہ تعالیٰ ان کافروں کے ہاتھوں سے تجھے پاک رکھے گا۔ وہ صلیب پر مار کر ایسی حرکتیں نہ کرسکیں گے۔ اب یہ تینوں کام وہ کیوں کرنا چاہتے تھے؟ کہ عیسیٰ کا نام مٹ جائے کوئی نام نہ لے۔ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا ۔۔۔ یہ چاہتے ہیں کہ ذکر مٹ جائے۔ ہم نے ہمیشہ تیرا ذکر اونچا کردیا ہے۔

خدا کی تدبیر اور یہود کی تدبیر:

اب دیکھو پہلے ہے و مکروا ومکراللہ واللہ خیر الماکرین ۔۔۔ کہ جب تک یہود کی تدبیر کو سامنے رکھ کر اس تسلی کی آیت کو واضح نہیں کیا جائے گا۔ تو اس وقت تک بات سمجھ میں نہیں آئے گی۔ تو یہود کی تدبیر میں یہ چار چیزیں شامل تھیں۔ گرفتاری، اور گرفتاری کے بعد سولی پر چڑھانا، پھر نیزوں سے ان کو اور ان کے نام کو مٹا دینا۔ ان چاروں کے مقابلے میں چاروں الفاظ آگئے۔ متوفیک ۔۔۔ گرفتاری کے مقابلے میں آیا ۔۔۔ کہ وہ تمہیں پکڑ نہیں سکیں گے۔ بلکہ میں تمہیں پورا پورا اپنے قبضے میں لے لوں گا ۔۔۔ رافعک ۔۔۔ صلیب کے مقابلے میں آیا کہ وہ تجھے صلیب پر نہیں چڑھا ئیں گے میں تجھے

اپنے پاس بلالوں گا۔۔۔ مطھرک۔۔۔ انہوں نے جو بعد میں انڈے وغیرہ مارنے تھے۔ اس کے مقابلے میں آیا کہ ان کے گندے ہاتھوں سے تجھے محفوظ رکھوں گا اور یہ کہ تیرا نام غالب رہے گا۔ یہ جو نام مٹانا چاہتے ہیں اس کے مقابلے میں، اب دیکھو اس میں بھی عام فہم بات ہے کہ جس کو مرزا بگاڑنا چاہتا ہے۔

رفع کا معنی بزبان مرزا مرتد:

اب مرزا قادیانی یہاں کہتا ہے کہ رفع کا معنی عزت کی موت ہے۔ روح کو اٹھالیا گیا۔ وہ کہتا ہے کہ ترتیب ہونی چاہیے۔ اس لیے رفع سے پہلے توفی کا معنی لیتا ہے نا؟ (جی) تو موت کے بعد روح اٹھائی جاتی ہے جسم نہیں اٹھایا جاتا۔ لیکن ترتیب کا وہ بھی قائل نہیں ہے۔ کیونکہ یہ واقعہ جو ہے صلیب والا، اس وقت پیش آیا جب مسیح کی عمر ۳۳/ سال تھی۔ مرزا قادیانی کے نزدیک مسیح کی وفات ہوئی ہے۔ ۱۲۵/ سال کی عمر میں، تو گویا ۱۲۵/ سال کے بعد توفی کی تسلی آتی ہے تسلی تو اسی وقت کے لئے آئی تھی۔ پھر وہ اس کا شروع ہی ۱۲۵/ سال سے کرتا ہے۔ کہ میں تجھے ماروں گا۔ ورافعک الی۔۔۔ وہ کہتے ہیں کہ اب یہ ترجمہ ہوگا۔ یہودی چاہتے تھے سولی پر چڑھانا۔

یہ کہتے ہیں کہ کشمیر کی پہاڑیوں پر لے گئے اللہ تعالیٰ لیکن پہلے گئے وفات بعد میں، ترتیب الٹ ہوئی نا؟ (جی) ومطھرک من اللذین کفروا۔۔۔ اس تطہیر کے بارے میں کہتا ہے کہ قرآن پاک میں آپ کی تطہیر کا ذکر ہے۔

دیکھو کس طرح بگاڑتا ہے بات کو اب یہ کہتے ہیں کہ آسمان کا لفظ دکھاؤ کہ آسمان پر ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اگرچہ ہر جگہ ہیں۔ وھو معکم اینما کنتم۔۔۔ لیکن اللہ کے لئے جہت بلندی والی ہے۔۔ ءامنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض...... اس لیے یہاں مراد آسمان ہی ہے۔ اور خود ہم مرزا قادیانی کے دستخط کرواتے ہیں وہ ازالہ اوہام میں لکھتا ہے کہ مسیح کو اللہ نے آسمانوں پر اٹھالیا۔ پھر لکھتا ہے کہ آپ کی روح کو آسمان پر اٹھالیا۔ آسمان تو اس نے مان لیا۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کا واضح عقیدہ:

تو عیسیٰؑ کی حیات کا عقیدہ بالکل واضح ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں پھر سورۃ مائدہ میں اور آل عمران میں جہاں ان کا تذکرہ ہے۔ وہاں اور بہت سی باتیں ہیں۔ جن سے علماء نے قرآن کی آیتوں سے استدلال کیا ہے مسیح کی حیات پر۔۔۔ یکلم الناس فی المھد و کھلا۔ کہ پنگھوڑے میں بھی لوگوں سے باتیں کرے گا۔ اور کہولت میں بھی کہولت کی عمر جو ہے وہ چالیس سے ساٹھ سال تک ہوتی ہے۔ اس بات کو سب مانتے ہیں۔ کہ یہ واقعہ جس کو صلیبی کہتے ہیں اور رفع مسیح کا واقعہ ۳۳ سال کی عمر میں پیش آیا۔ یہ کہولت کیوں بن رہی ہے؟ اب اگر وہ دوبارہ دنیا میں تشریف نہ لائیں تو قرآن کی یہ آیت غلط ہو رہی ہے انہوں نے بچپن میں باتیں کیں اور لوگوں نے سنیں۔ لیکن کہولت کا تو انہیں زمانہ ہی نہیں ملا۔

تو اس لیے اس آیت سے مفسرین نے استدلال کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کہولت کی عمر میں بھی یہاں نازل ہوں گے۔ اور پھر لوگوں سے باتیں کریں گے۔ یعلمھم الکتاب والحکمۃ۔۔۔ تورات، انجیل اللہ نے دی اور کتاب وحکمت بھی سکھائیں گے۔ تو جہاں کتاب وحکمت لفظ آیا ہے تو کتاب وسنت کے لئے آتا ہے۔ تو کیا پہلی زندگی میں مسیح پر قرآن نازل ہو گیا تھا؟ وہ قرآن جانتے تھے؟ سنت جانتے تھے؟ اب جب دوبارہ نازل ہوں گے۔ ضروری ہے تاکہ وہ اس زمانے میں نازل ہوں جب دنیا میں قرآن چلتا ہو سنت کا چلن ہو۔ اور وہ اس پر عمل کر کے دکھائیں۔ ایک ہے کتاب وسنت کے الفاظ، اور ایک ہے اس کے مسائل کا استنباط کرنا۔

مسائل کی اقسام:

کیونکہ مسئلے دو ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ یا منصوص یا اجتہادی، قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں۔۔۔ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم۔۔ ایک رسول اور اولی الامر اب اولی الامر کون ہوتا ہے؟۔۔۔ لعلمہ الذین یستنبطونہ

منھم۔۔۔استنباط کس کو کہتے ہیں۔ یہ جو زمین کے نیچے جو پانی چھپا ہوا ہے اس کو نکال لینا۔ تو استنباط کے لفظ سے اللہ تعالیٰ ہمیں کیا سمجھا رہے ہیں۔ کہ جتنا انسانی زندگی کے لئے پانی ضروری ہے۔ ضروری ہے یا نہیں؟ (ہے) اتنی ہی انسانی زندگی کے لئے فقہ ضروری ہے۔ اجتہاد ضروری ہے۔ تو جس طرح یہ پانی ضروری ہے۔ کچھ پانی اللہ تعالیٰ نے دریاؤں کی شکل میں زمین کے اوپر بہا رکھا ہے۔ جس سے جانور بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں اور انسان بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور بہت سا پانی کا ذخیرہ زمین کی تہہ کے نیچے چھپا رکھا ہے۔ لیکن اس کو نکالنے کے لئے کچھ محنت کرنی پڑتی ہے۔ اسی محنت کا نام اجتہاد ہوتا ہے۔ تو استنباط کا لفظ استعمال فرمایا کہ وہ جو پانی نکالتا ہے۔ کنواں کھودتا ہے۔ تو اس کے بعد پانی نکل آیا اب وہ جو پانی نکلا، یہ پانی خدا کا پیدا کیا ہوا ہے یا اس کنواں کھودنے والے کا پیدا کیا ہوا ہے؟ (خدا کا پیدا کیا ہوا ہے) یہ ایک قطرے کا بھی خالق نہیں ہے اس کا کام کیا تھا؟ اس چھپے ہوئے پانی کو ظاہر کر دینا۔ اس لیے ہر مجتہد کا اعلان ہے **القیاس مظھر لامسفد**۔۔۔ قیاس سے مسئلہ گھڑا نہیں جاتا بلکہ جو کتاب وسنت کی تہہ میں چھپا ہوتا ہے اس کو نکالا جاتا۔ اس کو ظاہر کر دیا جاتا ہے۔ اب قادیانی یہی کہیں گے کہ توفی کے معنی تین لکھے ہیں عیسیٰ جب اٹھائے گئے۔ کوئی کہتا ہے کہ آپ سوئے ہوئے تھے۔ اختلاف ہو گیا کوئی کہتا ہے کہ آپ جاگ رہے تھے۔ کوئی کہتا ہے کہ وقتی موت طاری کر دی گئی۔ یہ اختلاف ہے اس لیے مسئلہ اختلافی ہے۔

رفع سے مراد جسمانی رفع ہے:

ہم کہتے ہیں کہ رفع کے معنی میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس لیے رفع کا جسمانی ماننا اس کا کسی نے انکار نہیں کیا۔ پھر یہی ہے.. **فلما توفیتنی** ... **اذ قال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک** ۔۔۔ یہاں مفسرین نے اقوال الگ الگ لکھے ہیں۔ لیکن۔۔۔ **فلما توفیتنی** ۔۔۔ میں سب نے معنی **رفعتنی** کیا ہے۔ کسی نے اختلاف کیا ہی نہیں ہے۔ ایک بھی مفسر ایسا نہیں۔ جو وہاں اختلاف کرے، تو اس لیے جتنی بات اختلافی ہے۔

اب کوئی کہے کہ جب جبرئیل امین لے جا رہے تھے۔ تو سوئے ہوئے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ٹھیک، جاگ رہے تھے، ٹھیک ہے لیکن اس مسئلے پر اجماع ہے کہ وہاں حیات ہیں۔ اس مسئلے کا تو کوئی انکار نہیں کرتا۔ جتنی بات اختلافی ہے اس کو اختلافی مان لیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن جتنی اجماعی ہے اس کا تو انکار نہیں کرنا۔ اختلافی میں جو پہلو آپ چاہیں اختیار کر لیں۔ تو اس لیے اتفاقی مسائل اور اجماعی مسائل جو ہیں۔

تو میں بیان کر رہا تھا ویعلمھم الکتاب والحکمۃ۔۔ میں نے بتایا کہ مسائل کی دو قسمیں ہیں۔ کہ منصوص جو رسول سے ملتی ہیں۔ ایک اجتہادی جو مجتہد کتاب و سنت سے اخذ کرتا ہے۔

غیر مقلدین کا سوال اور جواب:

اب غیر مقلد ایک بڑا سوال کیا کرتے ہیں۔ کہ عیسیٰ جب آئیں گے تو حنفی ہوں گے یا شافعی ہوں گے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا بہت اونچا سوال ہے۔ حالانکہ سوال جہالت کا ہے۔ کیونکہ پہلی بات تو یہ کہ آپ ہمارا مسئلہ تو سنیں کہ ہم کہتے کیا ہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ اجتہادی مسائل میں مجتہد پر اجتہاد واجب ہے۔

غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے۔ اور غیر مقلد پر تعزیر واجب ہے۔ اب عیسیٰ غیر مجتہد ہوں گے؟ وہ تو خود مجتہد ہیں۔ ہم مجتہد پر تقلید واجب نہیں کہتے ہم غیر مجتہد پر تقلید واجب کہتے ہیں۔ وہ مجتہد ہوں گے۔ البتہ اگلی بات یہ ہے کہ ان کے اجتہادات اکثر امام صاحب کے اجتہادات کے موافق ہوں گے۔

شرکاء جہاد ہندوستان کے لئے بشارت عظمیٰ:

اس کی دلیل ایک حدیث ہے اور پانچ چھ بزرگوں کا کشف ہے۔ حدیث تو وہ ہے جو نسائی اور صحاح ستہ میں ہے اس میں آتا ہے باب غزوۃ الھند "ہندوستان کے جہاد کا بیان" حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ سندھ کے بعد ہند فتح ہوگا۔ سندھ تک کی فتح محمد بن

قاسمؒ نے کی۔ اور پھر اس کے بعد آگے سندھ سے سارے کے سارے فاتح حنفی ہیں۔ محمود غزنوی ہو، محمد غوری ہو یہ سارے کے سارے حنفی ہیں۔

جس طرح اللہ کے نبی کی پیشین گوئی تھی کہ بیت المقدس فتح ہوگا۔ کس کے ہاتھوں فتح ہوا؟ (سیدنا فاروق اعظمؓ) اب نبی پاک کا معجزہ ہوا۔ اور حضرت عمرؓ کی صداقت ثابت ہوگئی۔ جو نبی کا معجزہ اللہ نے ان کے ہاتھوں پورا کرایا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ سچے ہیں۔

اسی طرح ہندوستان کی فتح جو ہے۔ نبی پاک کا معجزہ ہوا۔ پیشین گوئی سچی ہوئی۔ اور حنفیوں کی صداقت ثابت ہوگئی۔ اور یہاں یہ بھی فرمایا کہ دو جماعتوں کو اللہ تعالیٰ نے بخشش کا پروانہ دے دیا ہے۔ اسی حدیث میں ہے۔ کن کو؟ ایک وہ جو ہندوستان کو فتح کریں گے۔ دوسرے وہ جو عیسیٰؑ کے ساتھ مل کر جہاد کریں گے۔ تو جب اللہ کے نبی نے دونوں کو اکٹھا کیا ہے تو معلوم ہوا کہ دونوں ہم مسلک ہی ہیں۔

ادھر چھ بزرگ جن میں شافعی بھی ہیں۔ حنفی بھی ہیں خواجہ محمد پارساؒ، علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، یہ الگ الگ علاقوں اور زمانوں میں ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنا کشف لکھا ہے کہ "ہم نے کشفی حالت میں سیدنا مہدی اور عیسیٰؑ کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور سب نے یہی لکھا کہ وہ حنفی طریقے کے مطابق نماز ادا کر رہے تھے۔

تو جس سے پتہ چلا کہ ان کے اجتہادات امام صاحب کے اجتہاد کے موافق نکل رہے ہیں۔

یہ بے چارے بڑے پوچھا کرتے ہیں کہ عیسیٰ حنفی ہوں گے؟ یا کیا ہوں گے؟ دیکھو بات یہ ہے کہ تقلید کا مسئلہ غیر مجتہد کے لئے ہے مجتہد کے لئے نہیں ہے۔

مولانا کشمیریؒ اور مولوی محمد حسین:

علامہ محمد انور شاہ صاحب کے پاس مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی گئے۔ تو انہوں نے پوچھا کہ امام بخاری مجتہد تھے یا مقلد، تو علامہ صاحب نے اس کا جواب نہیں دیا۔ فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ ابن حجر مقلد تھا یا نہیں؟ صاحب مشکوۃ مقلد تھا یا نہیں؟ کہتا ہے مقلد

تھا۔ فرمایا کہ اگر تو ابن حجر جتنا حافظ الحدیث ہے تو تجھ پر تقلید واجب ہے۔ اور جب تو بخاری بن کر آئے گا تو تب سوچیں گے کہ تجھے اجتہاد کا حق ہے یا نہیں۔

تو اسی طریقے سے جو مجتہد ہے اس پر تقلید واجب نہیں۔ اور اب ہر غیر مقلد کو عیسیٰ بننے کا شوق ہے مرزا قادیانی کی طرح، اس نے تو عیسیٰ بن کر شوق پورا کر لیا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے عیسیٰ بن کر رہنا ہے۔ اگر وہ مجتہد ہیں تو ہم بھی اجتہاد کریں گے۔ اگر وہ مقلد ہیں تو ہم بھی تقلید کریں گے۔ لیکن مینڈکی کو بھی زکام آ جاتا ہے۔

گھوڑے کی کھریاں لگ رہی تھیں تو مینڈکی بھی کہتی ہے کہ مجھے بھی لگا دو۔ اب ان کو بھی شوق ہے مجتہد بننے کا۔ کسی کوے نے دیکھا کہ مور کا پر بہت اچھا ہے۔ اس نے دو چار مور کے پر یہاں لٹکا لیے۔ اب وہ جا کر کہتا ہے کہ مجھے کوا نہ کہو میں مور ہوں۔ اب موروں میں جائے۔ جب بولے کائیں تو مور ٹھونگیں ماریں جب کووں میں جائے پر دیکھیں تو کوے اس کو ٹھونگیں ماریں۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم   نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے ہم

غیر مقلدین کی مثال:

ان بے چاروں میں تو اجتہاد ہے نہیں۔ اور اجتہاد کا شوق بیدار ہو گیا ہے۔ بالکل یہی مثال ہوتی ہے۔ چڑیا کا بچہ ابھی اس کے پر نہیں اگے۔ وہ دیکھتا ہے کہ اس کا باپ اڑا جا رہا ہے والدہ اڑی جا رہی ہے۔ اس کو بھی شوق ہوتا ہے اب بغیر پروں کے اچھلتا ہے۔ تو نیچے گر جاتا ہے۔ یہ پھر آپ کو پتہ ہے کہ آپ اس کا کیا حشر کرتے ہیں۔ اس کو مار مار کر چھڑیاں اڑو وہ اڑتا نہیں ہے۔ اور پھر آخر میں اس کو مار دیا جاتا ہے۔

تو یہی حال بے چاروں غیر مقلدوں کا ہوتا ہے اجتہاد کے پر ان کے نہیں نکلے لیکن یہ مجتہد بننا چاہتے ہیں۔ تو جس طرح چڑیا کا بچہ کسی بلی یا کتے کا نوالہ بن جاتا ہے۔ یہ بھی پھر کبھی مرزائی ہو جاتے ہیں۔ کبھی منکر حدیث بن جاتے ہیں۔ یا کسی اور کا نوالہ بن جاتے ہیں۔

رفع حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور قادیانیوں سے سوال:

تو اس بات پر میں عرض کر رہا ہوں کہ اب یعلمھم الکتاب والحکمۃ۔۔ قرآن پاک میں مسیحؑ کیلئے خصوصی طور پر ذکر آیا ہے۔۔۔وایدنہ بروح القدس۔۔۔ ہم قادیانیوں سے پوچھتے ہیں۔کہ کون سا وقت مسیحؑ پر آیا۔پریشانی کا اور ان کو مدد کی ضرورت پڑی۔قرآن پاک سے علماء اسلام لکھتے ہیں کہ مسیحؑ کی ایک مدد تو کی جبرئیل نے جب آپ پیدا ہوئے۔اور دوسرے جس وقت یہودیوں نے گھیرا ڈال لیا تھا۔تو جبرائیل ان کو اٹھا کر لے گئے۔اب اللہ تبارک وتعالیٰ عیسیٰ کو قیامت کے دن بھی احسان جتلائیں گے۔۔۔اذ ایدتک بروح القدس۔۔۔

اگر قادیانیوں کی بات صحیح ہے تو اس دن عیسیٰ عرض کریں گے۔یا اللہ! کیا مدد کی؟ یہودیوں نے گرفتار کیا اور یہ کھڑے جبرئیل دیکھتے رہے۔ یہودی مجھے مارتے رہے۔ کانٹوں کا تاج رکھتے رہے۔ میرے منہ پر تھوکتے رہے۔ میرے اوپر شراب انڈیلتے رہے۔اور روح القدس کھڑے تماشہ دیکھتے رہے۔ میں چھ گھنٹے صلیب پر تڑپتا رہا۔لیکن جبرئیل صاحب تماشہ دیکھتے رہے۔تو کیا اسی کا نام ہے کہ جبرئیل نے ان کی مدد کی؟ ہم پوچھتے ہیں کہ وہ کون سا وقت تھا؟ کہ جب مسیحؑ فرما رہے ہیں کہ۔۔۔ من انصاری الی اللہ۔۔۔یہی وقت تھا نا؟(جی)

اب ضرورت تھی کہ یا حواری مدد کریں یا جس کو اللہ نے پابند کیا ہے وہ مدد کرے۔تو اس لیے جناب مسیحؑ کو جبرئیل اٹھا کر لے گئے یہی ان کی مدد ہے۔انکو بچالیا گیا۔

مسیحؑ دو کا لقب ہے:

اس کے بعد احادیث تو اس بارے میں بہت زیادہ ہیں۔دیکھئے مسیحؑ لقب ہے۔ دو آدمیوں کا ایک دجال کا ایک عیسیٰؑ کا یہودی،عیسائی،مسلمان تینوں مانتے ہیں کہ مسیحؑ دو آنے والے ہیں۔ایک جھوٹا مسیح جو دجال ہوگا۔ایک سچا مسیحؑ جو حقیقی مسیحؑ ہوگا۔اور تینوں

تینوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جھوٹا مسیح قتل ہوگا۔ سچا مسیح قتل نہیں ہوگا۔

اب یہودی جو کہتے ہیں، مریم کا بیٹا دجال مسیح تھا۔ اس لیے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان کو مار جو دیا وہ قتل ہوا نا؟ اور عیسائی بھی اس بات کو مان رہے ہیں کہ وہ قتل ہوا۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ مسیح قتل نہیں ہوئے۔

یہ تو آپ نے احادیث سنی اور پڑھی ہوں گی کہ قرب قیامت میں ایک ہے دلیل سے بات کا ظاہر ہونا۔ ایک ہے ایسی بات سامنے آنا تو مشاہدہ سے دیکھا جائے۔

دیکھیے فتح مکہ سے پہلے بھی اسلام پھیل رہا تھا مگر تھوڑا تھوڑا، لیکن فتح مکہ کے بعد۔۔۔ یدخلون فی دین اللہ افواجاً۔۔۔ اب تو فوجوں کی فوجیں آ کر اسلام قبول کر رہی ہیں۔ کیونکہ سب دینوں میں تھا کہ جو فاتح مکہ ہوگا وہی آخری نبی ہوگا۔ ایک تو یہ وہ نشانی تھی کہ آج مکہ میں کن کی حکومت ہے۔ تو اس لیے اس کے بعد اسلام خوب پھیلا۔

تو قیامت کے قریب پتھر بھی کہے گا کہ میرے پیچھے یہودی ہے۔ اس کو پکڑ لو۔ چیزیں باتیں کریں گی تو اس وقت اللہ تعالیٰ صرف دلیل نہیں بلکہ نشانات سے بھی ظاہر کریں گے۔ اب یہودیوں، عیسائیوں کو جھوٹا کرنے کے لئے مسیح آسمانوں سے اتریں گے۔ اور سب کے دیکھتے دیکھتے دجال کو قتل کریں گے۔ اب لوگ آنکھوں سے دیکھ کر فیصلہ کریں گے کہ یہ سچا مسیح ہے جو قتل کر رہا ہے۔ اور وہ جھوٹا مسیح ہے جو قتل ہو رہا ہے تو یہودی بھی جھوٹے ہوئے۔ جو معاذ اللہ ابن مریم کو جھوٹا کہتے تھے۔ اور عیسائی بھی جھوٹے ہو گئے جو کہتے تھے کہ مسیح صلیب پر مرے تو دیکھو ان کو جھوٹا کرنے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ عیسیٰ کو نازل فرمائیں گے۔

حیات مسیحؑ کے بارے میں مسلمانوں کا عقیدہ:

اس لیے سارے مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ مسیح کو کسی نے صلیب پر نہیں چڑھایا۔ لیکن مرزا قادیانی نہ قرآن کو مانتا ہے۔ نہ اللہ کے نبی کو مانتا ہے، نہ تیرہ مجددوں کو مانتا ہے،

نہ کسی مسلمان کی مانتا ہے اس نے مسیح ہندوستان کتاب میں لکھا ہے کہ مسیح چھ گھنٹے دو چوروں کے درمیان پھانسی پر لٹکتا رہا۔ اور یہ نعرہ لگا تا رہا۔ ایلی ایلی لم شققتنی ۔۔۔ اے اللہ! اے اللہ! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔

میں نے کہا کہ اب یہ قرآن کا منکر ہے یا نہیں؟ (ہے) اس نے قرآن کو چھوڑا اور یہودیوں کی بات مانی۔ اصل میں حیات مسیح پر یہ مناظرے کا اس لیے کہتے ہیں کہ آیتیں ایک دو پڑھتے ہیں۔ اس سے لوگوں میں یہ تاثر پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ مرزائی بھی قرآن مانتے ہیں۔ یہ تاثر ہمارے لیے سخت خطرناک ہے کہ مناظرے کے بعد دو مسلمان بھی یہ تاثر لے کر جائیں کہ مرزائی قرآن کو مانتے ہیں۔ یہ تو پھر ہماری ناکامی ہے نا؟ (جی) اس لیے ان کو بڑا شوق ہے اس پر مناظرہ کرنے کا، لیکن اب انہوں نے یہ طے کیا ہوا ہے کہ اس مسئلے پر امین سے مناظرہ نہیں کرنا ہے۔ میں تو ایک ایک بات پر کہتا ہوں کہ یہ قرآن کے منکر ہیں۔ انہوں نے (مرزے) یہودیوں کی بات مانی ہے ۔۔۔ وما صلبوہ ۔۔۔ کسی نے مسیح کو صلیب پر نہیں چڑھایا۔

اب سوال یہ ہے کہ جب مسیح کو کسی نے لکڑی پر لٹکایا ہی نہیں۔ نہ وہ فوت ہوئے۔ تو یہ شور مچ گیا ہے کہ مسیح فوت ہو گئے یہ کیوں مچا ہے؟ آگے ہے۔ ولکن شبہ لھم ۔۔۔ لیکن آتا ہے کہ پہلے جس چیز کی نفی کی گئی ہے۔ اسی دوسرے کے لئے اس کا اثبات ہے۔ آپ سے کوئی پوچھے کہ کیا علامہ خالد محمود صاحب تشریف لائے ہیں؟ کہیں کہ نہیں مگر امین، کیا مطلب؟ کہ امین آیا ہے۔ علامہ صاحب سے نفی ہو گی آنے کی۔ اور بعد میں اثبات، اس لیے یہ کیا تعریف بنے گی؟ ولکن قتلوہ وصلبوہ من شبہ لھم. قتل ضرور ہوا ہے کوئی لیکن مسیح نہیں تھا ۔۔۔۔۔۔ ولکن قتلوہ وما صلبوہ من شبہ لھم۔

اب دیکھئے من شبہ لھم کا ترجمہ کیا ہے؟ میں اس کا ترجمہ کیا کرتا ہوں، ان کے سامنے بھی یہی کیا۔ کہ انہوں نے قتل کیا اور صلیب پر مارا مثیل مسیح کو، کیونکہ یہ مثیل کا لفظ بہت پسند کرتے ہیں۔ اب اس کا جواب تو ہو گیا کہ مسیح نہیں مرے یہ جو بات پھیل گئی، کوئی

اور آدمی مرا ضرور ہے۔ لیکن وہ مسیح نہیں تھے اور کوئی تھا۔۔۔ ولکن شبہ لھم۔۔۔ جوان کے سامنے مسیح کی شکل جیسا بن گیا تھا۔

شاہدرہ میں مناظرہ:

ایک عیسائی سے شاہدرے مناظرہ ہو رہا تھا۔ تو مجھے کہنے لگا کہ مولوی صاحب یہ تواتر کا انکار تو آج تک کسی نے نہیں کیا۔ جو متواتر خبر پھیلی ہوئی ہو۔ لیکن قرآن تواتر کا انکار کرتا ہے۔ عیسائیوں، یہودیوں میں یہ بات متواتر ہے کہ عیسیٰ سولی پر مر گئے تھے۔ اور قرآن نے اس تواتر کا انکار کر دیا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ تواتر کا لفظ آپ نے کسی مولوی سے سن لیا ہے۔ اس بے چارے سے معنی ہی پوچھ لیتے کہ تواتر کس کو کہتے ہیں؟ ایک ہے تواتر، کہ وہاں اتنے آدمی مسیح کے پہچاننے والے ہوتے، کہ ان کے جھوٹ پر جمع ہونے کا گمان نہ ہو سکتا۔ اور وہاں تو ایک بھی نہیں تھا جو مسیح کو جانتا ہو۔ کیونکہ حکومت رومیوں کی تھی۔ رومی پولیس کو پتہ نہیں تھا کہ مسیح کون ہے؟ اس لئے یہودہ کو تین روپے رشوت دی تھی کہ مجھے بتاؤ کہ مسیح کون ہے؟ وہ مسیح کو نہیں پہچانتے تھے۔ اب وہ یہودہ آگے گیا۔ میں کمرے میں جاتا ہوں۔ تم آ جانا۔ جب وہ پولیس گئی۔ تو کمرے میں ایک ہی آدمی تھا۔ اب خود ان میں اختلاف ہو گیا کہ اگر یہ مسیح ہے تو وہ کہاں گیا جس کو ہم نے پیسے دیئے تھے؟ اگر یہ وہ ہے تو مسیح کہاں ہے؟ کہا کہ اس کو پھانسی دے دو یہ شور ختم ہو جائے گا۔ ہمیں اس سے کیا ہے؟ کہ کون ہے؟ ایک ہوتا ہے تواتر، ایک ہوتی ہے افواہ۔

افواہ کس کی جمع ہے؟ فو کی، ہر زبان پر بات چل رہی ہے۔ پیچھے بنیاد ہے ہی کوئی نہیں۔ اس کو انگریزی میں کہتے ہیں (Bace-less) بے بنیاد، تو قرآن پاک نے تواتر کا انکار نہیں کیا۔ ایک جھوٹی افواہ کا انکار کیا ہے۔ آپ تواتر تو کجا ایک آدمی بھی ثابت نہیں کر سکتے کہ ایک آدمی بھی وہاں مسیح کو جاننے والا تھا۔

پھر وہ کہنے لگے کہ یوحنا وہاں موجود تھا۔ میں نے کہا کہاں ہے ذکر دکھاؤ؟ تلاش کرتے رہے دو گھنٹے لگے، انہیں نہ ملا، میں نے پھر نکالا کہ آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ پیارا

شاگرد ساتھ جا رہا تھا۔ اس بھیڑ میں تھا۔ میں نے کہا کہ بھیڑ میں تھا آگے پتہ نہیں کہ کس کو پکڑا ہوا ہے۔ لیکن جب انہوں نے کہا کہ یہ اس کا شاگرد ہے۔ تو وہ وہاں سے بھاگا اور اس کی چادر ان کے ہاتھوں میں آ گئی اور وہ ننگا ہی بھاگ گیا۔ تو یہ ہے عیسائیت، اپنے خدا کو دوسروں کے ہاتھ دے کر خود بھاگ رہی ہے۔ پوچھا ہی نہیں کہ خدا کا کیا حال ہو رہا ہے؟ میں نے کہا کہ وہ وہاں تک گیا ہی نہیں ہے۔ اور نہ اس نے دیکھا ہے۔ بھیڑ تھی نا کہ اب پیچھے سے لوگ آ رہے ہیں۔ یوحنا بھی تھا۔ اب وہ کس کو پکڑ کر لے گئے ہیں؟ اب یہی ہے کہ وہ کہہ رہے تھے کہ مسیح کو پکڑ لیا ہے۔ اور ان کو مسیح کی پہچان ہی نہیں تھی۔ اس لیے یہ تواتر کا انکار نہیں ہے یہ کس چیز کا انکار ہے؟ (افواہ کا)۔

اس کے لئے فرمایا کہ یہ لوگ انکار کرتے ہیں، ان کے پاس علم ہے ہی نہیں۔ تو اللہ نے سرے سے نفی فرما دی ہے۔ متواتر تو علم کو کہتے ہیں۔ اب یہ بات تو سمجھ آ گئی کہ مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ کوئی مثیل مسیح مرا ہے۔ اب اس دن کے بعد عیسیٰؑ کو کسی نے دیکھا ہی نہیں وہ کہاں گئے؟ بعد میں چلو کسی کو نظر ہی آ جاتے۔ چھپ گئے تھے یا کیا ہوا تھا؟ اس کا جواب اللہ نے دیا۔۔۔ وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ۔۔۔ یقینی بات ہے کہ انہوں نے مسیح کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا۔

رفع کے معنی:

جب میں یہاں تک آیا تو وہ مجھے جلدی سے کہتا ہے۔ کہ۔۔۔ رفع۔۔۔ کے کتنے معنی ہوتے ہیں؟ رفع، درجہ بھی ہوتا ہے۔ رفع، مرتبہ بھی ہوتا ہے، رفع، جسمانی بھی ہوتا ہے، رفع، روحانی بھی ہوتا ہے، کتنے معنی ہوتے ہیں میں نے کہا کہ چار لاکھ ہوں گے۔ اس نے کہا کہ چار لاکھ ہوں گے۔ لیکن یہاں معنی ایک ہی ہے۔ پھر میں نے بتایا کہ ہر زبان میں لفظ کے معنی ہوتے ہیں۔ حقیقی بھی اور مجازی بھی کوئی ایسی بات نہیں۔ لیکن سیاق و سباق خود متعین کر دیتا ہے کہ یہاں مراد کیا ہے؟

دیکھو! میں کھانا کھا رہا ہوں۔ سالن ختم ہو گیا میں مولوی صاحب کو بیس روپے

دیتا ہوں۔ کہ گوشت لے آؤ اور یہ کچا گوشت لے کر آ گئے۔ اب یہ کہتے ہیں کہ یہ گوشت ہے اور کیا ہے؟ گوشت تو ہے لیکن میں نے آدمی روٹی کھائی ہوئی ہے۔ میرا مقصد یہ تھا کہ پکا ہوا گوشت لے آؤ، اگرچہ گوشت اس کو بھی کہا جاتا ہے اور اس کو بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن میری حالت بتاتی ہے کہ یہاں گوشت پکا ہوا چاہیے، یہاں تو نہ چولہا ہے نہ اور کچھ۔

آپ بازار جا رہے تھے ہمسائے نے آواز دی، کہ میرے لیے دو سیر گوشت لے آنا۔ آپ وہاں سے گوشت پکا ہوا لے آئیں وہ کہتا ہے کہ یہ کیا ہے؟ گوشت ہے۔ آپ نے گوشت ہی کہا تھا یہ گوشت ہے۔ کسی سے پوچھ لیں کہ یہ گوشت ہے۔ ٹھیک ہے کہ یہ گوشت ہے۔ اس کے سامنے میں نے دو فقرے لکھ کر رکھے۔

مثال:

میں نے کہا کہ دیکھو شیر ایک لفظ ہے۔ یہ جانور کو بھی کہتے ہیں، جو جنگل کا درندہ ہے۔ یہ اس کا حقیقی معنیٰ ہے۔ اور بہادر آدمی کو بھی کہتے ہیں شیر، دنیا میں ایک دو نہیں دس لاکھ مرتبہ بھی شیر کا لفظ درندے کے لئے استعمال ہو چکا ہے۔ اور دس لاکھ سے بھی زیادہ مرتبہ شاید بہادر آدمی کے لئے بھی استعمال ہو چکا ہے۔ اب میں ایک فقرہ بولتا ہوں۔ میں نے لکھا کہ آدمی چڑیا گھر گیا۔ شیر کا پنجرہ ٹوٹا ہوا تھا۔ اس پر شیر نے حملہ کیا۔ اور وہ بے چارہ ہسپتال پہنچنے سے پہلے دم توڑ گیا۔ اب دیکھو کہ یہ فقرہ بتا رہا ہے کہ دس کروڑ مرتبہ بھی شیر کا معنیٰ انسان کے لئے استعمال ہوا ہو لیکن یہاں وہ درندہ مراد ہے یہاں اور کوئی معنیٰ لگ سکتا ہی نہیں۔ کیونکہ فقرے کا سیاق وسباق ہی سمجھا رہا ہے۔

پھر میں نے دوسرا فقرہ لکھا کہ بھائی انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں۔ ہمارے شیر نے غسل کر کے کپڑے پہن لئے ہیں ابھی خطبہ جمعہ ارشاد فرمائیں گے۔ اب دنیا میں جتنے شیر ہیں۔ سب کو شیر کہا گیا، لیکن یہاں وہ معنیٰ نہیں لگ سکتا۔ کیونکہ یہ فقرہ ہی بتا رہا ہے کہ یہاں شیر سے مراد ایک بہادر آدمی ہے۔ تو یہ مثال کچھ سمجھ آئی ہے؟ (جی)

دوسری مثال:

اب میں نے کہا کہ اسی آیت کو دیکھ لو، کسی کے سامنے رکھ دو یہی، مثلاً ہم بیٹھے ہیں۔ دو تین آدمی بڑے پریشان آتے ہیں۔ کیا بات ہے؟ کہ فلاں آدمی کو مثلاً مرزا طاہر کو آج آدمی قتل کرنے آ گئے تھے۔ لیکن وہ قتل نہیں کر سکے۔ عین موقع پر ان کا دوست آ گیا اور ان کو اٹھا کر لے گیا۔ اب بچہ بھی اور بے وقوف بھی یہی سمجھے گا کہ جس مرزا طاہر کو قتل کرنے آئے تھے اسی جسم کو اٹھا کر لے گئے، کوئی پاگل بھی یہ نہیں کہے گا کہ مرزے طاہر کو تو قتل کر دیا ہے۔ اس کی جرمنی، چوہدراہٹ وہ رکھ کر کار میں لے گئے ہیں۔ کوئی یہ نہیں کہے گا۔ کوئی بے قوف سے بے وقوف، اب یہاں بھی یہی ہے۔ وہ صلیب پر چڑھانے کے لئے روح کو پکڑنا چاہتے تھے یا جسم کو؟ (جسم کو) قتل یہی جسم ہوتا ہے یا خواب والا جسم ہوتا ہے؟ (یہی جسم ہوتا ہے)

وما قتلوه۔۔۔ جس جسم کو قتل کرنے آئے تھے۔ اسی جسم کو اللہ تعالیٰ نے اٹھالیا بل کے بعد رفع یہ ماضی ہے مضارع ہے کیا ہے؟ (ماضی) یہ ماضی کا صیغہ کیوں آیا؟ کہ وہ جس وقت کسی کو قتل کرنے کے لئے آ رہے ہیں۔ یہ اس سے پہلے اٹھائے جا چکے تھے۔ اس سے پہلے زمانہ ماضی میں اٹھائے جا چکے تھے۔ تو بالکل بات واضح ہو گئی کہ مسیح کو جسم کے ساتھ اٹھالیا گیا۔ **بل رفعه الله اليه۔**

پہلے سوال کا جواب بھی سمجھ آ گیا کہ مسیح تو شہید نہیں ہوئے۔ لیکن ان کا مثیل مسیح مارا گیا۔ ایک غلط افواہ پھیل گئی۔

اب یہ کہ وہ کہاں گئے؟ اللہ نے ان کو اٹھالیا اب سوال یہ ہے کہ یہ جو وعدہ ہے۔ **كل نفس ذائقة الموت۔۔۔** کہ اب مسیح کو یہ موت آنی بھی ہے یا نہیں؟ آنی ہے تو وہاں آئے گی یا یہاں آ کر آئے گی؟ یہ سوال باقی رہتا ہے نا؟ (جی) کہ مسیح کو موت آنی بھی ہے یا نہیں؟ اور اگر موت آنی ہے تو وہاں یا یہاں؟

اللہ نے واضح فرمادیا۔۔۔ **وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل**

موتہ۔۔۔نہیں ہے کوئی اہل کتاب میں سے مگر وہ ضرور بضرور ایمان لائیں گے۔ان پر ان کی موت سے پہلے تو اہل کتاب چوتھے آسمان پر بستے ہیں یا تیسرے پر؟ تو معلوم ہوا کہ جہاں اہل کتاب رہتے ہیں۔وہاں آئیں گے۔مسیح وہاں آئیں گے۔اور پھر یہ ان پر ایمان لائیں گے۔پھر ان کی موت آئے گی۔

تو قرآن میں یہ لفظ ہے جو عیسیٰ کی موت کے لئے آیا ہے۔لیکن اس زمانے کو قبل از موت کا زمانہ کہا گیا ہے۔ابھی موت نہیں آئی۔پھر وہ جلدی سے کہتا ہے کہ۔۔۔وان من اهل الكتاب۔۔۔میں تو عموم ہے۔وہ جو مرتے جارہے ہیں کیسے ایمان لائیں گے۔میں نے کہا کہ آپ کو نہ بات کرنے کا سلیقہ ہے نہ سمجھنے کا سلیقہ ہے۔

ہم یہاں بیٹھے ہیں۔میں نے کہا کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ اگر خدا مجھے بیٹا دے تو میں تمام مدرسے کے سٹاف کی دعوت کروں گا۔اس کہنے کے بیس سال بعد اس کو بیٹا ملتا ہے۔اب وہ جو اسوقت سٹاف ہوگا یہ اس کی دعوت کرے گا۔کوئی پاگل یہ نہیں سمجھتا کہ جس وقت کہا ہے۔اس کے بعد بیس سال تک کوئی نیا آئے اور نہ کوئی یہاں سے جائے۔بھائی جس دن وہ وعدہ پورا ہوگا۔اس وقت جو سٹاف ہوگا۔

اس وقت جب وہ نازل ہوں گے اس وقت جو اہل کتاب ہوں گے ان کا عموم ہے اس زمانے کا عموم نہیں ہے۔میں نے کہا کہ آپ بات سمجھا کریں۔اس کے بعد پھر میں نے کہا کہ اب آپ قرآن کی تفسیر کرتے تھے۔چوکیدار کے رجسٹر سے کہ وہاں لکھا کہ متوفی بنا میں کرتا ہوں صحیح بخاری ہے۔

نزول عیسیٰؑ پر فرمان رسالت ﷺ:

کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ۔۔۔والذی محمد بیده لینزلن فیکم عیسی بن مریم حکما عدلا۔۔۔خدا کے آخری پیغمبر قسم کھارہے ہیں۔ضرور ضرور بازل ہوں گے تم میں عیسیٰ بن مریم، اللہ کے پیغمبر قسم نہ بھی

کھائیں تو کافرلوگ تک آپ کو صادق اور امین مانتے ہیں۔ کہ یہ سچی بات کرتے ہیں۔ اور پھر قسم کھا کر بات کریں پھر بھی کوئی نہ مانے۔

مسیحؑ کے بارے میں مرزا کی بکواس:

اب اس کے خلاف مرزا بھی قسم کھاتا ہے۔

ابن مریم مر گیا حق کی قسم داخل جنت ہوا وہ محترم

کتنی مخالفت کرتا ہے اللہ کے نبی پاک ﷺ کی۔۔۔ والذی نفسی بیدہ لینزلن۔ ضرور ضرور نازل ہوں گے۔ اتریں گے تم میں، اب ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ نزول کا لفظ ہم دکھا رہے ہیں۔ یولد کا لفظ تم دکھادو کہ پیدا ہوگا۔ اب ان کو دکھانا چاہیے کہ نہیں؟ (دکھانا چاہیے) فیکم عیسیٰ بن مریم۔۔ کیا نام ہوگا؟ (عیسیٰ بن مریم) یہ نہیں کہ غلام احمد بن گھسیٹی۔

اس کا نام والدہ نے گھسیٹی رکھا تھا۔ پھر سسرال نے چراغ بی بی رکھ لیا تھا۔ ایسے لوگ نام رکھ لیتے ہیں۔ بہر حال

زمین کے انتقال کا جھگڑا تھا اس کو عدالت میں جانا پڑا گھسیٹی کو جو بلانے والے ہوتے ہیں۔ ان کو کہا کہ بلاؤ گھسیٹی بنام سرکار حاضر ہو۔ اب وہ آواز دے رہا ہے۔ درگی بنام سرکار حاضر ہو۔ اس نے کہا کہ درگی نہیں گھسیٹی، آخر جج کو فوراً اٹھ کر آنا پڑا کہ درگی نہیں گھسیٹی ہے۔ کہتا ہے کہ گھسیٹی درگی ایک ہی ہوتا ہے۔ اس کا مطلب ایک ہی ہوتا ہے۔

حدیث میں اس کا ذکر نہیں کہ گھسیٹی ہوگی، تو بات اتنی ہونی چاہیے جتنی لکھی ہے زیادہ نہیں۔ کل کو جا کر نہ کہنا کہ کہاں کہاں گھسیٹی؟ کیوں گھسیٹی؟ یہ اتنی بات ہے۔ تو جو نازل ہوگا وہ عیسیٰ بن مریم ہوگا۔ غلام احمد بن گھسیٹی نہیں ہوگا۔۔۔ حکما۔۔ وہ حکم بن کر نازل ہوگا، بادشاہت اس کے پاس ہوگی۔ صلیب پرستوں کا غلام نہیں ہوگا۔ یہ بے چارہ ساری عمر غلام رہا ملکہ وکٹوریہ کا کہتا ہے کہ۔

فرشتے تیرے دانتوں پر جھاڑو دیتے ہیں

ملکہ وکٹوریہ کو لکھتا ہے۔ اب فرشتوں کو وہی ملی ہے جس نے ساری زندگی نکاح نہیں کیا کتے رکھے ہوئے اس کام کے لئے، اب اس کے جھاڑو پر مرزے نے فرشتے لگا دیئے ہیں۔ فرشتے بھی اس کے اپنے ہیں نا۔ خیراتی، سٹن لال، اس کے فرشتوں کے نام بھی الگ ہیں۔ ایک خیراتی ہے۔ ایک سٹن لال ہے۔ جیسی روح ویسے فرشتے۔

عدلا۔ انصاف کرنے والے ہوں گے۔ یہ نہیں کہ پچاس جلدوں کے پیسے لے گئے۔ اور 5 دے کر کہا کہ صفر کی کوئی بات نہیں ہے۔ اس لیے سچے مرزائی کی پہچان یہ ہے کہ اس سے ایک لاکھ روپیہ لے کر اسے ایک روپیہ واپس کر دو۔ کیونکہ صفروں کی قیمت ہی نہیں ہے اس کے نبی کے ہاں۔ اگر وہ خوشی سے ایک لاکھ کی بجائے ایک روپیہ قبول کر لے، تو کم از کم مرزائی سچا ہے۔ اور اس پر بھی جی بجائے ہو تو پھر صاف کہہ دو کہ۔

در کفر ہم ثابت نہ او ثواب کن

کہ تو کافر بھی پکا نہیں ہے۔

مسیح صلیب توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے:

حکما عادلا۔ یکسر الصلیب۔ وہ صلیب کو توڑیں گے۔ قاضی نے اس کو لکھا کہ تو کہتا ہے کہ میں مسیح ہوں۔ مسیح تو قاصر صلیب ہوگا۔ اور تو تو صلیب کی حکومت کے زیر سایہ چل رہا ہے۔ ذرا افغانستان میں قدم رکھ کر دیکھ تیرا حشر کیا ہوتا ہے؟ ذرا مکے مدینے جا کر دیکھ تیرا حال کیا ہوتا ہے؟ ایک ایک بوٹی بھی کتوں کو پوری نہیں آئے گی۔ تو مسیح کاسر صلیب ہوگا۔ تو تو صلیب والوں کی پوجا کر رہا ہے یہاں بیٹھ کر، صلیب کو توڑے گا۔ تو مسیح کی پہچان یہ ہے کہ یہ صلیب اس زمانے میں ختم ہو جائے گی۔ آج جتنے یہ صلیب ہیں۔ ہر عیسائی کے گھر پر صلیب ہوتا ہے۔ گرجے پر بھی صلیب ہوتا ہے۔ سینے پر بھی صلیب ہوتا ہے۔ ایک ایک صلیب مرزے کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہے۔ اگر مرزا مسیح ہوتا تو صلیب دنیا میں باقی نہ ہوتی۔ یہ لگاتے ہیں کہ چونکہ مسیح صلیب پر مرا تھا اس لیے ہمارے گناہ معاف ہو

گئے۔ جب آ کر توڑیں گے کہ یہ صلیب والا قصہ ہی غلط ہے۔ ویقتل الخنزیر۔ خنزیروں کو قتل کا حکم دے گا۔ کیونکہ مسیح کی اور ساری شریعتوں میں خنزیر حرام رہا ہے اب یہ خنزیر کھانے لگ گئے۔ تو جہاں سود کا لفظ ہے وہاں انہوں نے سود کی دال کی جگہ (ر) بنالیا سور، اب یہ سود کو بھی جائز کہتے ہیں اور سور کو بھی جائز کہتے ہیں۔ اب جب وہ حکم دیں گے کہ اسے قتل کر دینا کہ سب دنیا کو پتہ چلے کہ یہ مسیح کا مذہب نہیں ہے سور کھانا۔ یقتل الخنزیر۔

قادیانیوں کے جھوٹا ہونے کی واضح دلیل:

دیکھو قادیانیوں کو خدا نے کتنا ذلیل کیا ہے۔ وہ آپ سے کیا مناظرہ کریں گے۔ وہ تو خنزیر پر بھی ان کو جھوٹا کر رہا ہے۔ ہر خنزیر اکڑ کر کھڑا ہے قادیانی کے آگے، اگر تمہارا مرزا اصل مسیح ہوتا تو میں آج زندہ نہ ہوتا۔ میں ختم ہو چکا ہوتا۔ تو جو خنزیروں سے بھی ہار رہے ہیں۔ وہ مسلمانوں سے کیا مناظرہ کریں گے؟

اب یقتل الخنزیر۔ اس کے بعد اب یہ پتہ کیا کرتے ہیں مطلب، منشی بولا کہتا ہے جی کہ خنزیر سے کون مراد ہے؟ میں نے کہا کہ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ خنزیر سے وہی جانور مراد ہے جو ہے لیکن شاید آپ کے ہاں مرزا قادیانی مراد ہے۔ کیونکہ یہ کہتے ہیں کہ خنزیر سے مراد پنڈت لیکھ رام ہے۔ پنڈت لیکھ رام پشاور کا پنڈت تھا۔ اس نے کہا کہ سارے دین مردہ ہیں اسلام سچا ہے۔ کیونکہ آج کل الہام اور معجزات سامنے آ رہے ہیں مسلمانوں میں، کوئی ہندو معجزہ نہیں دکھا سکتا۔ اس لیے اس نے یہ اشتہار دیا کہ میں معجزہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ کہتا ہے کہ تو دو سال میرے پاس آ کر رہ خرچ تیرا اپنا ہوگا۔ اگر دو سال میں معجزہ نظر نہ آیا تو پھر میں جھوٹا اور تیرا خرچ میں دوں گا۔ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ دو سال خرچ میں بھی بنک میں جمع کراتا ہوں آپ بھی جمع کرائیں۔ بعد میں مکر نہ جانا۔ پھر میں آ جاتا ہوں معجزہ دیکھنے کے لئے اس نے کہا کہ میں تو جمع نہیں کراتا۔ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے میں اپنے خرچ پر آ جاتا ہوں۔ وہ آ گیا اب وہ روز اس کے ہاں تقریر کرے۔ اس نے کتاب لکھی تھی "براہین احمدیہ" کہ جس میں ۳۰۰ اسلام کی صداقت کے دلائل ہوں گے۔ ایک دلیل بھی اس

میں نہیں آئی ابھی تک۔ اس نے اس کا رد لکھا ہے۔ وہ براہین احمد یہ اتنی موٹی ساری ہے۔ اس سائز کی۔ اس نے اس کے رد میں جو کتاب لکھی ہے اس کا نام ہے "تکذیب براہین مرزا" مشکوٰۃ جتنی بڑی کتاب ہے۔ اور آج تک کوئی مرزائی اور نہ مرزا اس کا جواب لکھ سکا۔

اب وہ آیا تو جب دیکھتا ہے کہ سامنے آ گیا ہے۔ تو پھر کہتا ہے کہ نہیں مباہلہ کرلو میں مناظرہ نہیں کرتا۔ اس پر خدا کا عذاب نازل ہوگا۔ جو کبھی پہلے دنیا نے نہ دیکھا ہو۔ اس نے یہ کہا کہ لیکھ رام نے کہ ہمیں تو ایسی عادت نہیں ہے۔ لیکن مرزا کہتا ہے کہ ہیضہ جو ہے یہ لعنتی بیماری ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ہیضے سے مرے گا۔ تو اس لیکھ رام نے مقابلے میں کہا کہ مرزا قادیانی ہیضے سے لعنتی موت مرے گا۔ چنانچہ مرزا اسی ہیضے سے مرا ہے۔ دیکھئے خدا نے ایک کافر کے سامنے اس کو ذلیل کیا ہے۔

یہ کتاب خود مرزا نے اپنے بارے میں سراج منیر میں لکھی ہے کہ اس نے یہ میرے بارے میں کہا تھا۔ کہ یہ ہیضے سے مرے گا۔ اب قادیانی کہتے ہیں کہ ہیضے سے نہیں مرا۔ کس سے مرا؟ بس دست آ رہے تھے الٹیاں آ رہی تھیں ہیضے سے نہیں مرا۔

مرزا کا سسر

یہ وہ جماعت ہے جو اپنے نبی کی آخری بات کو بھی نہیں مانتی۔ مرزا کا سسر جو ہے میر ناصر نواب یہ دوسری بیوی جو نصرت بیگم تھی۔ یہ اس کا باپ، اس نے اپنی آٹو بیان گرافی لکھی ہے۔ خود نوشت سوانح عمری، چھوٹی سی کتاب ہے۔ "حیات ناصر" اس کا نام ہے۔ وہ یہ بالکل نہیں دیتے۔ میں نے اس کے لئے ایک قادیانی لڑکی کو ٹیوشن پڑھائی تھی۔ مجھے پتہ چلا کہ ان کے گھر میں ہے۔ وہ ایف اے میں تھی۔ تو میں نے اسے ٹیوشن پڑھانی شروع کی۔ اس نے پوچھا کہ استاد بھی آپ پڑھتے ہیں۔ میں نے کہا کہ بہت شوق سے پڑھتا ہوں۔ میں نے کہا کہ اصل میں تو دیکھنا ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کیسے تھے؟ ان کی سیرت پڑھنی چاہیے۔ اور ان کے سسر جو میر ناصر نواب تھے۔ ان کی سیرت بھی، اس نے کہا کہ

یہاں تو نہیں ہے لیکن میری بڑی بہن کالج میں پڑھتی ہے ربوہ میں اس کو میں نے خط لکھ دیا ہے۔ کہ اگر کہیں سے ملے یا چوری کر کے مل جائے تو بھیج دینا۔ ادھر سے ان کا جلسہ بھی قریب آ رہا تھا۔ اب اس نے بتایا ہوگا بڑی خوش تھی۔ کہ جلسے میں آپ چلیں گے۔ میں نے کہا کہ پہلے کتاب تو لا کر دو نا۔ ابا جی کہتے تھے کہ خرچہ سارا ہمارا ہوگا۔ خیر آٹھویں دسویں دن وہ کتاب پہنچ گئی۔ کہ یہ کتاب اس نے بھیج دی ہے۔ کہاں سے ملی ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے کسی کے گھر سے اٹھا کر بھیجی ہے میں ان سے نمٹ لوں گی۔ میں نے کہا کہ میں نے یہ واپس نہیں کرنی نہیں یہ آپ کے لئے ہے۔ اب آپ جلسے کی تیاری کریں۔ اس کے بعد میں پڑھانے ہی نہیں گیا۔ اس کا باپ آیا کہ آپ پڑھا دیا کریں میں نے کہا کہ میرے پاس وقت ہی نہیں ہوتا۔ اس کی والدہ تھی وہ کہتی ہے کہ دو تین مہینے پڑھا دیں۔ میں نے کہا میرے پاس وقت نہیں ہوتا۔ کیونکہ جو میرا مقصد تھا وہ پورا ہو گیا۔ "سیرت المھدیٰ" کے لئے بھی ایک دفعہ ٹیوشن پڑھائی تھی۔ تین کتابوں کیلئے۔ اصل میں ہمارے گاؤں میں نمبردار قادیانی ہے۔ تو ایک مسلمان لڑکی میرے پاس ٹیوشن پڑھتی تھی۔ وہ سب سے ہوشیار تھی۔ ایک قادیانی کی لڑکی بھی چاہتی تھی کہ یہ ہمارے ہاں آ کر پڑھائے لیکن میں وہاں جانا نہیں چاہتا تھا۔ پھر جب مجھے پتہ چلتا کہ کتاب ہے تو میں کہتا کہ وہ بھی اس مسلمان گھر میں آ جایا کرے۔ اور بیٹھ جایا کرے پڑھنے کیلئے۔ پھر میں نے کتاب حاصل کر لی۔

اس میں اس نے خود لکھا ہے مرزا ناصر نے کہ مرزا صاحب کی آخری بیماری لکھا ہے کہ میں گیا تو مرزا صاحب بیمار تھے تو میں نے پوچھا کہ مرزا صاحب طبیعت کیسی ہے؟ کہنے لگا کہ مرزا صاحب مجھے وبائی ہیضہ ہو گیا ہے۔ اس کے بعد مرزا صاحب کی زبان بند ہو گئی اور کوئی بات نہیں کی۔ کلمہ پڑھنا تو بعد کی بات ہے۔ اور کوئی بات ہی نہیں کی۔ تو وہ بیتا کر مرا ہے کہ مجھے ہیضہ ہے۔ اب مرزائی کہتے ہیں کہ ہیضہ نہیں تھا۔ ٹٹیاں اور الٹیاں آ رہی تھیں۔ کہتے ہیں کہ ہیضہ نہیں تھا۔ پھر مرزا لاہور میں مرا تھا نا؟ (جی) وہاں سے پھر گاڑی پر

اس کو سوار کر کے قادیان لے گئے۔ وہ گاڑی کو کہتا تھا کہ یہ خرِ دجال ہے۔ پھر اس دجال کو اس گاڑی پر سوار کر کے لے جایا گیا ہے۔ اس لیے مولانا ظفر علی خان صاحب کی نظمیں ہیں بڑی ان کی عجیب نظمیں ہیں۔ "ارمغان قادیان" کتاب کا نام ہے کہتا ہے کہ ۔

بشیر الدین محمود اس لیے مجھ سے بگڑتے ہیں
کہ دورِ جاہلیت میں میرا دل ان پہ مائل تھا
زکوٰۃ حسن دینے میں ذرا وہ بخل کرتے تھے
مگر میں بے لیے ٹلتا نہ تھا ایسا ہی سائل تھا
میرے ہونٹ آشنا تھے ان کے لب ہائے حقیقی سے
میرا ہاتھ ان کی نور افروز گردن میں حمائل تھا
پیغمبر زادگی اس کی میرے آڑے تو آتی تھی
مگر میں اس نبوت کا نہ قائل ہوں نہ قائل تھا
میں ربِ لم یزل تھا اس کی کچھ پرواہ نہ تھی مجھ کو
کہ میرے اور اس کے درمیان اسلام حائل تھا

ان کا یہ شعر بھی ہے ۔

خرے دجال وہ کیسا کہ جس پر ثانی عیسیٰ
بایں شان و بایں شوکت کرایہ دے کے چڑھتا ہو

اب دیکھو مرزا بھی مرگیا اس کے خلیفے بھی مر گئے اور خرِ دجال اب بھی گزرتا ہے چیختا ہوا۔ دجال زندہ ہے۔ خرِ دجال بھی زندہ ہے۔ اور مرزائیوں کا مسیح مر گیا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

اثباتِ عذابِ قبر

خطاب: جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۰۰۰ء

الحمد لله و كفى والصلوة والسلام على عباده الذين اصطفى. امّابعد
فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم.
فوقه الله سيأت مامكروا وحاق بآلِ فرعون سوء العذاب النار يعرضون عليها غدوا وعشيًا ويوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب.
صدق الله العظيم رب اشرح لى صدرى ويسرلى امرى واحلل عقدة من لسانى يفقهوا قولى رب زدنى علما وارزقنى فهما.

میرے دوستو بزرگو!

صحیح بخاری شریف ص ۱۸۳ جلد اوّل نکال کر دیکھ لیں یہ میں ہر جگہ عرض کرتا ہوں کہ اسلام کا کوئی مسئلہ مشکل نہیں ہے لیکن صحیح طریقہ سے اگر سمجھنے کی کوشش کی جائے تو آسان ہے اور خواہ مخواہ کوئی بات الجھائی جائے تو اس کا کوئی حل نہیں۔

ایک لطیفہ:

اس پر ایک لطیفہ یاد آیا کہ ایک منطقی تھا وہ آم کے درخت کے نیچے بیٹھا ابھی موسم شروع ہو رہا تھا آم چھوٹے چھوٹے لگے ہوئے تھے تو سوچ رہا ہے کبھی درخت کی طرف دیکھتا ہے کہ اتنا بڑا درخت ہے اور چھوٹے چھوٹے آم لگے ہوئے ہیں ادھر حلوہ کدو (پیٹھا

نہیں آپ حلوہ کدو کہتے ہیں یا پیٹھا کہتے ہیں) کہ انگلی جیسی بیل ہے اور پندرہ بیس سیر کا کدو لگا ہوا ہے آخر کبھی ادھر دیکھے کبھی اُدھر دیکھے کہنے لگا یا اللہ اگر خود اتنی عقل نہیں تھی تو کسی سے مشورہ ہی کر لیتے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اتنے بڑے درخت پر پیٹھے لگتے وہ بڑی چیز تھی اور یہ بیل انگلی جیسی باریک ہے۔ ہوا ادھر سے اٹھائے ادھر پھینک دے ادھر سے اٹھائے ادھر پھینک دے تو یہ چھوٹے چھوٹے آم وہاں لگتے تو اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کو گویا سمجھا رہا تھا اب نبوت تو ختم ہو چکی وحی تو آنی نہیں اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے کوا بھیجا کہ جا کر اس کا دماغ ٹھیک کر آ۔ کوا سے چھوٹی سی ٹہنی جو ساتھ تھی اسے کاٹا آم جو سر پر گرا تو سر پر گرتے ہی پکڑ لیا نیچے گرتا جا رہا ہے اور یوں ہاتھ باندھتا جا رہا ہے کہ شکر ہے یا اللہ کہ اوپر پیٹھا نہیں تھا ورنہ دوبارہ دنیا میں آنکھ کھولنا نصیب نہ ہوتی، یا اللہ! آئندہ بے شک اس سے بھی چھوٹے آم لگانا، اگر خدانخواستہ یہ پیٹھے وہاں لگے ہوتے تو ساری دنیا دھوپ میں جل جاتی۔ کوئی ڈرتا کبھی سائے میں نہ آ کر بیٹھتا کہ پتہ نہیں کس وقت اوپر سے ایٹم بم گر جاتا ہے تو یا اللہ تیری قدرتیں واقعی برحق ہیں، اور جو کچھ تو کرتا ہے وہ صحیح کرتا ہے۔ اسی طرح کا مسئلہ عذاب وثواب قبر کا ہے کچھ تو اللہ اور اللہ کے رسول کے کہنے سے مان لیتے ہیں لیکن کچھ ایسے لوگ ہیں کہ جب تک وہاں گرز پڑنا شروع نہیں ہوں گے ان کو یقین نہیں ہوگا کہ قبر میں عذاب و ثواب ہوتا ہے، تو اس لئے ہم اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بات ہی مان لینی چاہیے۔

مماتیوں نے الفاظ کے معنی بگاڑ دیئے:

تو جس طرح میں نے حیات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ پر عرض کیا تھا کہ وہ لفظوں کے معنی بگاڑ لیتے ہیں یہ جو آجکل فرقہ ہے مماتی انہوں نے بھی پانچ لفظوں کے معنی بگاڑے ہوئے ہیں اور کچھ بھی نہیں ہے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے نام قرآن کا لیتے ہیں سب سے پہلے انہوں نے موت کے لفظ کا معنی بگاڑا ہے۔

جاہلیت اور اسلام کے موت کے معنی میں فرق ہے:

جاہلیت میں موت صرف نام تھا عدم کا، اسلام نے آ کر بتایا کہ موت تو ایک وجودی چیز ہے، خلق الموت والحیوٰۃ کہ جس طرح حیات مخلوق ہے موت بھی اسی طرح ایک مخلوق ہے، اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز ہے، احادیث میں بھی آتا ہے کہ قیامت میں جب جنتی جنت میں، دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو موت کو مینڈھے کی شکل میں لا کر ذبح کر دیا جائے گا اور اعلان ہو جائے گا کہ اب موت نہیں نہ جنت والوں کو نہ دوزخ والوں کو، جنتی تو خوش ہوں گے اور دوزخی بڑے پریشان ہوں گے، تو جس طرح نیند کے بارے میں آتا ہے لاتاخذہ سنۃ ولانوم اور بعض اوقات آدمی محسوس کرتا ہے کہ نیند بھی کوئی ایسی چیز ہے جو ہمیں دبا رہی ہے آ کے پکڑ رہی ہے، ہماری آنکھیں بند کرتی جا رہی ہے اس طرح موت ایک وجودی چیز ہے عدمی چیز نہیں ہے، جاہلیت میں موت کا تصور اتنا ہی تھا کہ بس روح نکل گئی، مٹی مٹی میں مل گئی، ہوا ہوا میں مل گئی، آگ آگ میں، گرمی گرمی میں چلی گئی اور روح پتہ نہیں کہاں چلی گئی اس کے بعد کوئی چیز باقی نہیں ہے۔ تو حیات مسیح علیہ السلام کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے میں نے بتایا تھا کہ پہلی دفعہ وفات اور متوفی کا لفظ موت کے لئے قرآن نے استعمال کیا ہے اسلام نے آ کر یہ بتایا کہ موت کے بعد کوئی چیز بھی ضائع نہیں ہوتی سب کچھ اللہ کے کنٹرول میں رہتا ہے اس لیے یہ جو تصور ہے کہ بس مر گئے بس ختم ہو گئے یہ تصور اسلام نے ختم کر دیا ہے۔

مماتیوں نے موت کا معنی جاہلیت والا یاد کیا ہوا ہے:

اب ان لوگوں نے بھی وہ جاہلیت والا معنی آدھا یاد کیا ہوا ہے۔ جب بھی پوچھو کہ موت کسے کہتے ہیں جی ابانۃ الروح عن الجسد کہ جسم میں سے روح نکل جائے اس کو موت کہتے ہیں بس اتنا معنی ان کو یاد ہے جب کہا جاتا ہے کہ روح تو قرآن کہتا ہے حدیث کہتی ہے روح نیند میں بھی نکل جاتی ہے اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی

لم تمت فی منامھا (الآیۃ)

احادیث میں دعاؤں میں آتا ہے لیلۃ التعریس کی حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری روحیں قبض کرر کھی تھیں، جب اللہ کا ارادہ ہوا پھر بھیج دیں تو ہم جاگ اٹھے حضرت دعاؤں میں یہی دعا مانگتے کہ یا اللہ سونے میں میری روح اگر تو قبض کرے اگر اسی پر میری موت آجائے تو تو میری حفاظت کرنا اگر واپس بھیجے تو بھی ایمان سے بھیجنا تو قرآن وحدیث میں یہ بات واضح ہے کہ نیند کے وقت بھی روح نکل جاتی ہے۔ اگر موت کا اتنا ہی معنی ہے جتنا مماتیوں نے یاد کیا ہے تو پھر ان کے ہاں موت اور نیند ایک ہی چیز ہونی چاہیے۔ اب آپ سوچیں کہ آخر انہوں نے اسلام والا معنی یاد کیوں نہیں کیا جاہلیت والا کیوں یاد کیا ہے اس کی ایک خاص وجہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ موت کا ایک معنی ہے کہ روح سرے سے آئے ہی نہیں اس کو بھی موت کہتے ہیں کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا۔ اب روحیں تو ہزاروں سالوں سے پیدا ہو چکی ہیں۔ لیکن ابھی اگر آپ میں سے کسی کی عمر پچیس سال ہے تو آپ پچیس سال کو زندگی کہتے ہیں اس سے پہلی حالت کو موت۔ حالانکہ عالم ارواح میں روح تھی یا نہیں تھی۔ لیکن چونکہ جسم سے تعلق نہیں تھا روح جسم سے باہر ہو جسم سے تعلق نہ ہو تو اس کو موت کہتے ہیں حیات نہیں کہتے اس لئے قرآن نے اس کو موت کہا ہے۔ کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا. حالانکہ وہاں سرے سے روح آئی ہی نہیں اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے حیات عطا فرمائی فاحیاکم، اب یہاں لفظ ایک احییٰ آیا ہے لیکن اس میں دو حیاتوں کا ذکر سمٹا ہوا ہے ایک چھپی حیات جو چند ماہ، ہم ماں کے پیٹ میں زندہ رہے ہیں وہ لوگوں سے چھپی حیات تھی لیکن یقیناً حیات تھی پھر جب ہم پیدا ہوئے اب یہ جو ہماری حیات ہے ان دونوں حیاتوں کے لئے یہ کھلی حیات ہے۔ ماں کے پیٹ میں چند مہینے چھپی حیات تھی دونوں کو ایک ہی لفظ میں بند کر دیا ہے کیونکہ وہ حیات اسی حیات کا دیباچہ تھی اسی حیات کا مقدمہ تھی اسلئے انہیں الگ الگ بیان نہیں کیا وہ ایک ہی حیات ہے اس کا کچھ حصہ چھپی حیات کا ہے جو ماں کے پیٹ میں تھا اور کچھ حصہ کھلی حیات کا

ہے جو سب کے سامنے کھلی حیات ہے فاحیاکم تو جسم کے ساتھ روح کا تعلق قائم ہوا اسی کو حیات کہتے ہیں یا کسی اور کو؟ اس کو، ثم یمیتکم پھر اللہ تعالیٰ موت دیں گے۔

یحییکم کے بارے میں دو قول ہیں:

ثم یحییکم کے بارے میں دو قول ہیں ایک تو ابن عباس، قتادہ اور دیگر صحابہ کرامؓ کا قول ہے کہ یہاں یحییکم سے قبر کی حیات مراد ہے کہ سوال و جواب کے وقت روح لوٹائی جاتی ہے صحابہ کرامؓ سے یہی ایک قول مروی ہے دوسرا کوئی اختلاف وہاں موجود نہیں ہے لیکن زمخشری چونکہ بہت بڑا آدمی گزرا ہے لیکن وہ عقیدۃً معتزلی تھا عذاب وثواب قبر کا قائل نہیں تھا اس لیے سب سے پہلے زمخشری نے یہاں یحییکم سے آخرت کی حیات مراد لی ہے لیکن چونکہ وہ بڑا آدمی ہے اور ہمارے ہاں علماء کا یہ ہوتا ہے کہ اس کی بات کی بھی کوئی تاویل کر لی جائے تو شاید ہمارے موافق بن جائے اس لئے پھر انہوں نے اس قول کو بھی نقل کرنا شروع کر دیا ساتھ تاویل یہ کی کہ اگر اس سے آخرت کی حیات مراد لی جائے تو ساتھ قبر کی حیات بھی اس ضمن میں سمٹ جاتی ہے کیونکہ قبر کی حیثیت آخرت کے ساتھ وہی ہے جو اس حیات کے ساتھ ماں کے پیٹ کی حیثیت ہے، تو جیسے اس حیات سے پہلے ایک چھپی حیات ہے اس کے لئے الگ لفظ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں پڑی آخرت کی کھلی حیات سے پہلے ایک چھپی حیات ہے جو قبر میں ہے تو اس لئے اگر زمخشری والی بات بھی لے لی جائے تو اس سے اہلسنت والجماعت کے عقیدے کا رد نہیں ہوتا کیونکہ قبر چھپی حیات ہے اور آخرت کھلی حیات ہے تو جس طرح احیاکم میں دونوں حیاتیں سمٹی ہوئی ہیں پیٹ والی چھپی حیات بھی اور یہ کھلی حیات بھی اس طرح ثم یحییکم میں دونوں حیاتیں سمٹی ہوئی ہیں قبر والی چھپی حیات بھی اور آخرت والی کھلی حیات بھی، اب یہ جو معنیٰ کرتے ہیں کہ موت نام ہے روح کے نکلنے کا۔

موت کے دو معنیٰ ہیں:

حالانکہ موت کا لفظ دونوں معنوں میں آتا ہے، روح سرے سے نہ آئے یہ بھی

موت ہے اور روح آ کر نکل جائے یہ بھی موت ہے لیکن انہوں نے آدھا معنی کیوں یاد کیا آدھا کیوں بھلا دیا اس لیے کہ پہلا معنی جو ہے کہ روح سرے سے نہ آئے یہ بھی موت ہے کنتم امواتا اس معنی کے لحاظ سے قرآن نے بتوں کو بھی مردہ کہا ہے کیونکہ ان میں روح سرے سے کبھی آئی ہی نہیں۔ اب ان لوگوں نے بتوں والی ساری آیات نبیوں پر لگائی ہیں اس لئے یہ آدھا معنی یاد کرا دیں گے اپنے طالب علموں کو کہ موت کہتے ہیں جان نکلنے کو اس لئے جتنے مفسرین نے اموات وغیرہ میں معنی بت کیا ہے وہ لغت سے واقف نہیں تھے، اس لئے یہ آیتیں بتوں کے لئے بالکل نہیں ہیں یہ نبیوں کے لئے ہیں، ولیوں کے لئے ہیں جن میں پہلے روح تھی پھر نکلی۔ اب یہ آدھا معنی چھوڑ کر آیت قرآن کا انکار کر دیا کنتم امواتا کا کیونکہ امواتا میں موت کا یہی معنی ہے کہ سرے سے روح کا تعلق قائم ہی نہیں کیا۔ شور یہ ہوتا ہے کہ ہم قرآن مانتے ہیں۔

مماتیوں کا پہلا کام انکار قرآن ہے:

لیکن پہلا قدم ہی قرآن کے انکار سے شروع ہوتا ہے ان لوگوں کا۔ ہم موت کے دونوں معنی تسلیم کرتے ہیں۔ تو انہوں نے موت کا معنی آدھا یاد رکھا آدھا چھوڑ دیا اور جو آدھا یاد رکھا وہ بھی عدمی جاہلیت والا، اس میں وجودیت کا تو یہ ذکر کرتے ہی نہیں کہ موت کسی وجودی چیز کا نام ہے تو اس لئے کہ انہوں نے بتوں والی ساری آیتیں نبیوں پر چسپاں کرنی تھیں۔

مماتی خارجیوں سے بھی بدتر ہیں:

صحیح بخاری شریف جلد ثانی کتاب الخوارج میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ارشاد ہے کہ ساری دنیا میں سب سے بدترین لوگ خارجی ہیں کیوں؟ اس لئے کہ یہ کافروں والی آیات مسلمانوں پر چسپاں کر دیتے ہیں اس لئے یہ لوگ بدتر ہیں یہ بخاری شریف میں ہے۔ تو چونکہ اس دور میں مماتی نہیں تھے ورنہ وہ فرماتے کہ یہ ان سے بھی بدتر ہیں کہ وہ تو

کافروں والی آیات مسلمانوں پر فٹ کرتے تھے یہ بتوں والی نبیوں پر فٹ کردیتے ہیں۔ تو یہ ان سے بھی آگے چلے گئے ہیں۔ قرآن پاک میں جب یہ آیت نازل ہوئی انکم وماتعبدون من دون اللہ حصب جھنم میں جب کراچی جاتا ہوں تو تین جگہ پڑھاتا ہوں ایک لڑکیوں کا مدرسہ ہے وہاں بھی پڑھاتا ہوں تو وہاں مجھے مہتمم صاحب نے کہا کہ میری بیوی نے چٹ لکھی ہے کہ ایک لڑکی آئی ہے جو وفاق میں اوّل آئی ہے اور وہ ہے مماتی، وہ کہتی ہے کہ میں مسئلہ سمجھنا چاہتی ہوں۔ آپ ذرا اس مسئلہ کو آج بیان کردیں، تو میں نے ان سے کہا کہ آپ جلالین کھول کر سامنے رکھ لیں انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم۔ یہ آیت میں نے نکلوائی میں نے کہا کہ یہ آیت جب نازل ہوئی تو اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ایک کافر تھا عبداللہ بن زبعری یہ باقاعدہ آٹھ دس آدمیوں کا وفد لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں آیا۔ نام عبداللہ تھا اس کا۔ اور آ کر کہا یہ جو آیت نازل ہوئی ہے اس کا صاف مطلب ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی دوزخی ہیں کیونکہ عیسائیوں نے انہیں خدا کا بیٹا کہا ہے عزیر علیہ السلام بھی دوزخی ہیں کیونکہ یہودیوں نے ان کو خدا کا بیٹا کہا ہے اور فرشتے سارے دوزخی ہیں کیونکہ عرب کا قبیلہ ان کو خدا کی بیٹیاں کہتا ہے اسی لئے پردے میں رہتے ہیں نظر نہیں آتے، تو اگر عزیر علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور سارے فرشتے بھی دوزخ میں چلے جائیں تو اگر ہمارے پتھر کے معبود بھی دوزخ میں چلے جائیں تو ہمیں سودا مہنگا نظر نہیں آتا اور اس نے اس پر بڑا مذاق بھی اڑایا، تالیاں بجائیں، شور مچایا۔

حضرت اقدس ﷺ کی مبارک عادت یہ تھی کہ جواب خود ارشاد فرمانے سے پہلے وحی کا انتظار فرماتے تھے کہ شاید اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کوئی جواب آجائے اس لئے آپ کچھ خاموش رہے۔ وہ شور مچانے لگ گئے کہ بالکل لاجواب ہوگئے لاجواب ہوگئے پھر آیت ان الذی سبقت لھم منا الحسنی نازل ہوگئی کہ یہ لوگ اس میں شامل نہیں ہیں (یعنی اس آیت میں) اب دیکھئے اس کا نام تھا عبداللہ بن زبعری۔

کافروں کی آیت میں نبیوں کو شامل سب سے پہلے کافروں نے کیا اور بتوں والی آیات میں اشاعۃ التوحید نے:

کافروں والی آیات میں نبی کو شامل کرنا یہ سب سے پہلے اس نے کیا تھا اگر چہ اس نے کوئی جماعت بنا کر اس کا نام جمعیت اشاعۃ التوحید والسنہ نہیں رکھا تھا یا عثمانی کی طرح حزب اللہ جماعت کا نام نہیں رکھا تھا لیکن یہ اصول ان کو وہی دیکر گیا تھا کہ بتوں والی آیتیں نبیوں پر چسپاں کرنی ہیں وہ کہیں پردے میں بیٹھی تھی ایک ہی مرتبہ اس کی چیخ نکل گئی۔ کہنے لگی بہت سخت بات آپ نے کہی ہے میں نے کہا بات اگر چہ سخت ہے لیکن ہے سچی وہ ٹیپ بھی کر رہی تھی اگلے دن وہ واپس آئی اور ایک اتنا بڑا اچھا (بڑی چھٹی) لکھ کر مجھے دے دیا کہ میں وہاں لے کر گئی تھی انہوں نے کہا کہ امین بالکل ان پڑھ آدمی ہے ہم تو پہلے ہی جانتے ہیں اسے یہ بھی پتہ نہیں کہ لفظ ما جو ہے یہ غیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے اور من لفظ جو ہے یہ ذوی العقول کے لئے آتا ہے جب عبد اللہ بن زبعری نے یہ کہا تھا تو حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ تجھے عربی بھی نہیں آتی جو تیری اپنی زبان ہے تجھے پتہ نہیں کہ یہاں لفظ ما ہے جو غیر ذوی العقول کے لئے ہے تو من جو ہے یہ ذوی العقول کے لئے آتا ہے آیت میں انکم وما تعبدون ہے من تعبدون نہیں۔ یہ وہ لکھوا کے لائی۔ میں نے کہا کھولو وہی جلالین کا صفحہ حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ جو بات ہے کہ ما غیر ذوی العقول کیلئے آتا ہے لا اصل له عند المحدثین اس کا سرے سے کوئی ثبوت ہے ہی نہیں۔ میں نے کہا اسے جا کر بتا دینا کہ اس ان پڑھ کو یہ بات یاد ہے اور تم علماء کو یہ بات یاد نہیں۔ پھر میں نے کہا توضیح تلویح اور نور الانوار کھولو یسبح لله ما فی السموٰت وما فی الارض تو سب لکھتے ہیں کہ ملائکہ بھی اس میں شامل ہیں ارواح بھی شامل ہیں اور وہ سارے اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اس کے بعد میں نے کہا کہ اب انہوں نے جو لکھا ہے کہ من ذوی العقول کے لئے آتا ہے اور خاص ہے تو یہ جو تم رات دن آیتیں پڑھتے ہو وما انت بمسمع من فی القبور تو یہ من آیا ہے

تو قبروں والے سارے ہی عقلمند ثابت ہو گئے پھر وہاں کیوں کہتے ہیں کہ سماع نہیں ہے، چونکہ وہ جواب عورت نے لکھ کر دیا تھا (یہ جو گجرات والی زکیہ ہے) میں نے کہا ایک بات اس سے جا کر یہ بھی پوچھ لینا کہ تو نے جو ساری عمر نکاح نہیں کیا اسی لئے کہ فانکحو ما طاب آیا ہے من طاب نہیں آیا تو جب تک کوئی ذوالعقول رہے گا تو نکاح نہیں کرے گی۔ جب کوئی غیر ذوی العقول بن جائے گا ما کی مد میں آجائے گا پھر تو اس سے نکاح کرے گی اس نے پھر یہاں بھی کہا کہ بات تو آپ کی صحیح معلوم ہوتی ہے پر (لیکن) ہے بہت سخت۔ وہ پھر ٹیپ کر کے دوسرے دن کا درس بھی لے گئی اب جب سنایا اس نے جا کے۔ انہوں نے اس کی خوب پٹائی کی اور نکالدیا کہ آئندہ یہاں بالکل نہیں آنا۔ اگلے دن بیچاری آئی اس نے لکھا کہ یہ تو مجھے پتہ چل گیا ہے کہ وہ سارے جھوٹے ہیں لیکن میرے ابا جی جو ہیں، وہ جماعت اسلامی کے رکن ہیں ان کے بارے میں کچھ فرمائیں پھر میں نے اس بارے میں درس دیا۔ تو بہرحال اس قسم کی باتیں بچوں کو یاد کرا دیتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے علامہ ہو گئے ہیں باقی ساری دنیا ان پڑھ ہے۔ صحابہ کرامؓ جو تفسیریں کرتے تھے ان کو بھی عربی نہیں آتی تھی عربی صرف آنے لگ گئی مماتیوں کو۔ اور کسی کو نہیں آتی۔ تو ایک تو انہوں نے موت کا معنی بگاڑ دیا ہے اور بگاڑنے سے مقصد کیا تھا وہ جو میں نے بتایا کہ انہوں نے بتوں والی آیتیں عبداللہ بن زبعری کی طرح نبیوں پر چسپاں کرنی ہیں اس لیے یہ موت کا آدھا معنی بیان کرتے ہیں آدھا نہیں کرتے۔ (میں جیسے حیات مسیح میں عرض کر چکا ہوں) کہ بات ایک طرف سے شروع ہو۔ دیکھیے پہلے موت تھی اور اب یہ حیات ہمیں اللہ نے عطا فرما دی۔ ٹھیک ہے (جی ہاں) اب اس حیات کو پچیس تیس سال ہوئے ہیں ہزاروں سال پہلے موت پر گزر گئے تھے، اب میری اور آپ کی حیات کی بات ہونی چاہیے یا پہلے موت کی بات ہونی چاہئے؟ حیات کی ہونی چاہیئے۔ اب اس وقت آپ اپنے آپ کو زندہ سمجھ رہے ہیں۔ یا کوئی مماتی بھی ہے جو اپنے آپ کو اس وقت مردہ سمجھ رہا ہے۔ لیکن میں قرآن سے ثابت کرتا ہوں کہ تم سارے ہی مردہ ہو کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا اس آیت پر آپ کا ایمان ہے یا نہیں۔ تو تم

سارے مردہ ہو۔ تم کہو گے کہ آیت برحق ہے ہمارا ایمان بھی ہے لیکن یہ حصہ پہلی حالت کے بارے میں تھا جب ہم مردہ تھے، اس کے بعد اللہ نے ہمیں حیات عطا فرما دی ہے تو جس طرح اس موت کے بعد اب حیات ہے اسی طرح اگلی موت کے بعد حیات ہے انک میت و انھم میتون ۔ کا اس حیات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں جب موت آ گئی خواہ ایک لحہ کے لئے تو کل نفس ذائقۃ الموت کا وعدہ پورا ہو گیا انک میت و انھم میتون کا وعدہ پورا ہو گیا لیکن جس طرح اس پہلی موت کے بعد یہ حیات مل گئی تھی اب اس موت کے بعد بھی یہ حیات جو نبی ﷺ کی چودہ سو سال سے آ رہی ہے۔

ذائقہ ایک لحہ میں چکھ لیا جاتا ہے:

وعدہ ذائقۃ الموت تھا ذائقہ تو چکھنے کو کہتے ہیں وہ کئی سال نہیں چکھا جاتا موت تو ایک ذائقہ ہے جو چکھنا ہے اس کے بعد حالت بدل جاتی ہے تو موت ایک آنے والی چیز ہے جیسے کمرے میں آنا۔ اب آنے کا فعل آپ کا ختم ہو چکا آپ بیٹھے ہیں، سبق پڑھ رہے ہیں اگلا فعل شروع ہو گیا تو موت جو ہے یہ ذائقہ ہے یہ کوئی لمبی چیز نہیں ہے تو جس طرح اب وہ حیات مل گئی اب اس جگہ انک میت و انھم میتون پڑھنا یہ ایسا ہی دھوکہ ہے جیسے میں آپ پر پڑھ دوں کنتم امواتاً کنتم امواتاً کنتم امواتاً بھائی وہ زمانہ اور ہے یہ اور زمانے سے متعلق ہے۔ اب ان بیچاروں کو یہی ایک آیت یاد ہے اور کوئی یاد نہیں حالانکہ اس کا اصل بحث سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ ہم موت کے بعد حیات مانتے ہیں میں یہاں ایک لطیفہ سنایا کرتا ہوں۔

لطیفہ:

ایک بابا جی تھے بیچارے وہ استنجا خانے میں بیٹھے ہوئے کچھ آواز سے پڑھ رہے تھے، طالب علم باہر کھڑے تھے اور پڑھ کیا رہے تھے اللھم ارحنی رائحۃ الجنۃ ولا ترحنی رائحۃ النار اب یہ طالب علم حیران ہیں کہ شاید بابا اندر وضو کرنے ہی بیٹھ گیا

کیونکہ انہیں پتہ تھا کہ یہ تو ناک میں پانی ڈالتے وقت پڑھی جاتی ہے، یہ دعا۔ جب باباجی باہر نکلے تو انہوں نے پوچھا کہ باباجی وضو کر لیا ہے؟ وضو کہاں کیا۔ استنجا کیا ہے کہ باباجی بڑا استنجا کیا یا چھوٹا؟ بڑا۔ دعا کونسی پڑھی تھی پھر اس نے سنا دی اللهم ارحنی رائحة الجنة ولا ترحنی رائحة النار باباجی آپ کو دعا تو یاد ہو گئی ہے لیکن دعا کا سوراخ بھول گیا ہے کہ کس سوراخ پر پڑھنی تھی۔ جس سوراخ پر دل کرتا ہے پڑھنا شروع کر دیتا ہوں تو اسی طرح ہم ان کے لئے دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ ان کو ایک آیت تو یاد ہو گئی انک میت وانھم میتون لیکن آیت کا موقع محل بھول گیا ہے یہ جہاں دل کرتا ہے بابے کی طرح پڑھنا شروع کر دیتے ہیں تو یا اللہ ان کو ایک آیت یاد تو ہو گئی ہے تو اس کا معنی بھی سمجھا جائے تا کہ بے موقع اس آیت کا استعمال نہ کریں۔ تو اب دیکھئے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جو بھی دنیا میں پیدا ہوا اس نے ایک نہ ایک دن مرنا ضرور ہے کل نفسٍ ذائقة الموت ہاں ایک بات اور بھی ذہن میں رکھ لیں موت کا وعدہ ہمارا بھی قرآن میں ہے کہ موت آئے گی کل نفسٍ ذائقة الموت اور یہ آیت انک میت وانھم میتون یہ بھی وعدہ موت ہے وقوع موت نہیں۔ ہمارا وعدہ موت کا قرآن میں ذکر ہے کل نفسٍ ذائقة الموت ہمارے وقوع موت کا کوئی قرآن میں ذکر نہیں۔ جن کے ہاتھوں میں ہم مریں گے وہ کہیں گے مر گیا ہے۔

حضرت پاک ﷺ کے وقوع موت کا قرآن وحدیث میں کہیں ذکر نہیں:

اسی طرح حضرت پاک ﷺ کے وقوع موت کا ذکر قرآن پاک کی کسی آیت میں نہیں کہ حضرت فوت ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ حضرت ﷺ فوت ہو چکے ہیں۔ ہے کسی آیت میں؟ کسی حدیث میں بھی نہیں کہ حضرت ﷺ نے فرمایا ہو کہ مجھے فوت ہوئے دو ہفتے ہو چکے ہیں قبر میں دفن ہو چکا ہوں۔ وعدہ موت قرآن میں ہے وقوع موت قرآن میں بالکل نہیں نہ حدیث میں ہے تو جیسے ہم کسی کے ہاتھوں میں مریں گے وہ ہماری موت کا ذکر کریں گے۔ وقوع موت کا ذکر خطبہ صدیق اکبرؓ میں ہے ان محمدا قدمات

قرآن میں کہیں نہیں کہیں حدیث میں کہیں نہیں وقوع موت کا ذکر صرف خطبہ صدیق ؓ میں ہے اب زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ صحابہ نے اس پر اتفاق کرلیا اس لئے اس پر اجماع ہو گیا اب اس اجماع کے مقابلے میں اگر ہم اجماع ہی پیش کردیں کہ بعد میں حیات پر بھی اجماع ہے تو دلیل برابر ہوجائے گی نہ کہ جس طرح وقوع موت پر اجماع ہے۔

مماتی خطبہ صدیق ؓ پورا نہیں سناتے:

اس طرح خطبہ صدیق یہ آپ کو کبھی پورا نہیں سناتے صحیح بخاری شریف کا ۵۱۷ صفحہ نکال لیں۔ نیچے سے تیسری سطر ہے فقال بابی انت وامی طبت حیا ومیتا والذی نفسی بیدہ لا یذیقک اللہ الموتتین ابدا۔

حضرت صدیق اکبر ؓ خود صدیق ہیں وہ بغیر قسم اٹھائے بھی اگر بات کریں تو سچی بات کرتے ہیں لیکن یہاں قسم کھا کر یہ بات کہہ رہے ہیں کہ اللہ آپ کو کبھی دو موتیں نہیں چکھائیں گے۔ اب ان دو موتوں سے کونسی موتیں مراد ہیں اگر اس آیت کیف تکفرون باللہ و کنتم اموا انا دوالی ہیں وہ تو دونوں آچکی ہیں کہ پہلے بھی آپ دنیا میں نہیں تھے۔ اب بھی موت آ گئی ہے۔ پھر یہ دو موتوں کا ذکر کن دو کا ہے۔

تیسری موت کا ذکر حدیث میں ہے:

تو یہ آپ نے احادیث میں پڑھا کہ اس موت کے بعد سوال و جواب کے لئے روح قبر میں لوٹا دی جاتی ہے اس کے بعد نیک آدمی کو کیا کہا جاتا ہے۔ ایسے سو جا جیسے دلہن سو جاتی ہے تو نیند میں روح نکل جاتی ہے۔ نیند میں روح کا تعلق باہر سے ہوتا ہے تعلق روح ہوتا ہے تلبس روح نہیں ہوتا، بیداری میں تلبس روح ہے ایک ایک ذرے میں روح موجود ہے اور نیند میں تعلق روح ہے تلبس روح نہیں ہے اب یہ نیند جو ہے یہ موت کی بہن ہے اس لئے اس روح نکلنے کا نام موت ہے لیکن نبی کی روح جب لوٹائی جاتی ہے تو اس کو دوبارہ نکالا نہیں جاتا۔ یہ ہے وہ دوسری موت۔ کافروں کے بارے میں بھی قرآن میں ہے

کہیں گے من بعثنا من مرقدنا تو خوابگاہ کا ذکر کر رہے ہیں گو ان پر بھی نیند کی حالت ہے نیند ہوتی ہے تعلق روح سے تلبس روح سے نہیں ہوتی اس لئے باقی لوگوں کو تعلق روح سے عذاب وثواب ہوتا ہے۔ اور یہ جو روح دوبارہ نکالی جاتی ہے یہ نبی کی نہیں نکالی جائے گی اس لئے یہ حاشیے میں لکھتا ہے تمسک بھذامن انکر الحیوۃ فی القبر اس سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو حیات فی القبر کا انکار کرتے ہیں۔

واجیب عن اہل السنۃ. منکرین حیات فی القبر اہل سنت سے خارج ہیں:

یہاں اچھی طرح سمجھ لیں کہ انکار کرنے والے اہلسنت نہیں ہیں اہلسنت اب حیات کے قائل ہیں جو جواب دے رہے ہیں تو دو جواب ذکر کیے ہیں۔ عن اہل السنۃ المثبتین لذ لک ان المراد نفی الموت اللازم اللذی اثبتہ عمر. کہ ایسی موت جس کے بعد کسی قسم کی حیات نہیں ہ، اس کا انکار کیا گیا ہے دوسرا یہ والاحسن ان یقال ان حیاتہ ﷺ لا یعقبھا موت بل یستمر حیا کہ جب دوبارہ قبر میں روح لوٹائی جائے گی تو دوبارہ موت نہیں آئے گی بلکہ اسی حیات کو استقرار ہوگا، الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون آگے (ف) جو لکھا ہے یہ فتح الباری کی ہے تو یہ صرف فتح الباری میں نہیں عینی میں بھی یہی ہے تیسیر القاری جو شیخ نور الحق، عبدالحق دہلوی کے بیٹے کی ہے فارسی میں اس میں بھی ہے۔ مدارج النبوۃ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی یہی بات لکھی ہے۔

ماہنامہ تعلیم ۱۹۶۴ء میں لکھا ہے کہ خطبہ صدیق ؓ سے حیات فی القبر ثابت ہو رہی ہے:

حتی کہ ۱۹۶۴ء کے تعلیم القرآن میں بھی یہ بات لکھی ہے کہ خطبہ صدیق ؓ سے حیات فی القبر ثابت ہو رہی ہے۔ تعلیم القرآن اگر نہ ملے تو قہر حق کتاب میں اس کا فوٹو سٹیٹ ہم نے دے دیا ہوا ہے تو آٹھ حوالے میں نے اکٹھے کیے ہیں کہ آٹھ شارحین نے خطبہ صدیق ؓ میں یہ بات لکھی ہے کہ خطبہ صدیق ؓ میں حیات فی القبر کا ذکر موجود ہے اب اسی سے پتہ چل گیا ابوبکر صدیق ؓ نے آیت پڑھی ہے انک میت وانھم میتون لیکن

اس کے بعد حیات کا اقرار بھی موجود ہے تو پتہ چلا کہ انک میت و انھم میتون اس طرح ماننی چاہیے جس طرح سیدنا صدیق اکبرؓ نے مانی ہے کہ وقوع موت ہو گیا لیکن بعد میں حیات ہے افائن مات او قتل انقلبتم پڑھی ہے صدیق اکبرؓ نے۔ لیکن ساتھ ہی بعد والی حیات کا بھی اقرار فرمایا ہے۔ ہم اس آیت کو اسی طرح مانتے ہیں جس طرح سیدنا صدیق اکبرؓ نے پڑھا اور اسی پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع ہوا تو خطبہ صدیقؓ سے دو اجماع نکلے ایک یہ کہ وقوع موت ہو گیا اور یہ دونوں وعدے پورے ہو گئے افائن مات او قتل انقلبتم اور انک میت و انھم میتون اور ساتھ ہی یہ بھی کہ اب جب قبر میں روح نکالی نہیں جائے گی لوٹانے کے بعد لا یذیقک اللہ موتتین ابداً اس پر بھی کسی صحابی نے انکار نہیں کیا خطبہ صدیقؓ میں دو اجماع آجاتے ہیں وقوع موت اور موت کے بعد حیات۔ اب جب وہاں روح پھر لوٹا دی گئی تو موت تو تھوڑے عرصے کے لئے تھی اب یہ مماتی اس کا ذکر تو کرتے ہیں لیکن اس کے بعد پندرہ سو سال سے جو حیات چل رہی ہے اس کا ذکر نہیں کرتے۔ دیکھئے آپ کی اور میری حیات ابھی چند سال کی ہے پچیس تیس سال آپ کی حیات ہے لیکن اگر آپ کو کوئی مردہ کہے اور پہلے موت کا ذکر کرے تو آپ اس کو پسند نہیں کرتے کہتے ہیں کہ تو لفظ کو غلط استعمال کر رہا ہے اور اللہ کے پاک پیغمبر ﷺ کی وہ حیات جو چودہ سو سال سے زائد کی ہو گئی ہے اور اب بھی یہ موت ہی کو پیٹ رہے ہیں موت ہی کو پیٹ رہے ہیں تو جو حضور ﷺ کی حالت اب ہے اس کا ذکر کرنا چاہیے جس طرح کہ جو حالت آپ کی اب ہے اس کا ذکر کرنا چاہیے۔

ایک کرد کا واقعہ:

مولانا روم نے لکھا ہے کہ ایک کرد آدمی ایران میں آیا تو اتفاقاً عاشورہ محرم تھا اور یہ شیعہ پیٹ رہے تھے اس کے علاقے میں کبھی یہ سنا ہی نہیں گیا تھا۔ وہ پوچھتا ہے یہ کیا ہو گیا ہے کہ سارے لوگ رو پیٹ رہے ہیں (کسی نے جواب دیا) کہ تمہیں پتہ ہی نہیں کہ حضرت امام حسینؓ شہید ہو گئے ہیں وہ کہتا ہے اچھا یہاں آج اطلاع پہنچی ہے۔ اسی طرح ان کو

(مماتیوں کو) شاید آج اطلاع پہنچی ہے حضرت کا وصال ہو گیا ہے حالانکہ اس وفات کے بعد چودہ سو سال سے زائد گزر چکے ہیں حضرت پاک ﷺ کو پھر حیات مل چکی ہے تو جیسے یہ اب زندہ بیٹھا ہے تو اسکی حیات کا ذکر ہی ہونا چاہیے نہ کہ پچھلی موت کا تو حضرت کی موت آئی وقوع موت ہو گیا اس کو سب نے مان لیا اس کا انکار کوئی نہیں کرتا لیکن چودہ سو سال سے یہ حضرت کی حیات کا دور چل رہا ہے اب حیات کا ذکر ہونا چاہیے اس موت کا ذکر نہیں ہونا چاہیے۔

آدھا خطبہ صدیقؓ کو ماننا مماتیت ہے:

اب جو یہاں تک رہ جائے گا ان محمداً قد مات اس کو مماتی کہا جاتا ہے اور جو اس کے بعد حیات کا قائل ہے جو چودہ سو سال سے چل رہی ہے اس کو حیاتی کہا جاتا ہے حیاتی نے دونوں باتیں مان لیں جو خطبہ صدیقؓ میں ہیں اور مماتی نے چودہ سو سال پرانی بات مان لی اور جو چودہ سو سال سے حیات ہے اس کا انکار کر دیا اتنا بڑا منکر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کا شاید دنیا میں پہلے کبھی پیدا نہیں ہوا یہ تو ضمناً بات آ گئی میں شروع کر رہا ہوں عذاب وثواب قبر کا مسئلہ اب یہ آیتیں جو میں نے پڑھی ہیں یہ میں قرآن پاک کھول کر بھی پڑھ سکتا تھا میں نے تمہیں بخاری اسلئے کھلوائی کہ پتہ چلے کہ میں مرزا قادیانی یا مماتیوں کی طرح کوئی نیا مطلب کسی آیت کا نہیں بتانے لگا جو آیات میں پیش کروں گا وہ پہلے سے لوگ عذاب قبر پر پیش کرتے چلے آ رہے ہیں۔

بخاری میں عذاب وثواب قبر کے دلائل:

بخاری شریف میں مسئلہ عذاب وثواب قبر پر آیات سے استدلال کیا گیا ہے اس لئے قرآن سے میں سنا سکتا ہوں لیکن میں دکھانا یہ چاہتا ہوں کہ میں مماتیوں اور قادیانیوں کی طرح نیا مطلب نہیں نکالنا چاہتا میں وہی مطلب بیان کروں گا جو پہلوں نے بیان کیا ہے۔ اس کو سمجھ لیں۔ ایک ہوتا ہے مسئلہ بنانا ایک ہوتا ہے مسئلہ بتانا، مسئلہ بتانے کا مطلب یہ ہے کہ میں قرآن کی آیت پڑھ کر مطلب وہ سناؤں جو چودہ سو سال سے سارے بتاتے

آ رہے ہیں۔ ہر صدی کے مفسرین اس آیت کا یہی مطلب بیان کرتے چلے آ رہے ہیں اسلئے میں آیت خاتم النبیین پڑھوں اور اس کا معنی بتاؤں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہمارے رسول پاک ﷺ آخری نبی ہیں اب آپ جہاں سے کہیں گے جس صدی کی تفسیر لا دیں گے میں آپ کو دکھا دوں گا کہ اس آیت کا یہی مطلب لکھا ہوا ہے اس کا مطلب ہے کہ میں آیت کا مطلب بتا رہا ہوں کوئی نیا مطلب بنا نہیں رہا اور اگر اس کا مطلب کوئی یوں کرے کہ خاتم کا معنی مہر ہوتی ہے خاتم النبیین کا معنی یہ ہے کہ پہلے اللہ نبی بنایا کرتا تھا اب اللہ نے مہر نبی پاک کو دے دی ہے کہ مہریں لگا لگا کر نبی بناتے رہنا یہ فرضی بات نہیں مرزا قادیانی حقیقۃ الوحی میں لکھتا ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مان رہا ہوں اللہ نے وہ مہر آپ کو عطا فرمادی تھی۔ خاتم النبیین کا معنی نبی تراش ہے نبی گھڑنے والا، مہریں لگا لگا کے نبی بنانے والا۔ اب لفظ خاتم النبیین وہی ہے لیکن اس نے یہ معنی بنایا ہے بتایا نہیں۔ کیونکہ چودہ سو سال سے جو لوگ یہ آیت پڑھتے آ رہے ہیں انہوں نے یہ معنی نہیں بتایا۔ پس معلوم ہوا کہ ایک ہے معنی بتانا، دوسرا ہے معنی بنانا کہ مسئلہ تو میں نے خود بنایا اور پھر اس کو قرآن کی کسی آیت کے سر لگا دیا حالانکہ پہلے کسی نے یہ مطلب نہیں بتایا اب میں کہتا ہوں کہ پہلوں کو سمجھ نہیں آیا تو پھر اس کا جواب یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو پتہ تھا کہ میری کتاب دنیا میں جانے کے بعد چودہ سو سال کسی کے سمجھ میں نہیں آئے گی یہ سارے قرآن پڑھ کے بھی گمراہ ہی رہیں گے چودہ سو سال کے بعد احمد سعید چتروڑی پیدا ہوگا اور وہ قرآن کو سمجھے گا تو اللہ کو کیا ضرورت تھی کہ قرآن چودہ سو سال پہلے نازل کر دیا کیونکہ کوئی آدمی ہی نہیں تھا سمجھنے والا چلو یہی ہوتا کہ دنیا گمراہ ہے بھائی کیوں گمراہ ہے؟ قرآن آیا نہیں۔ لیکن قرآن آنے کے بعد قرآن پڑھنے کے بعد عرب کے لوگ بھی سارے گمراہ رہے عجم کے لوگ بھی سارے گمراہ رہے کسی کو قرآن کا مطلب صحیح سمجھ آئے ہی نہ۔ تو گویا خدا نے قرآن کو بھیجا چودہ سو سال تو گمراہی کے لئے بھیجا۔ پندرہویں صدی آئی ہے ہدایت والوں کی کہ قرآن کا معنی لوگوں کو سمجھ آنے لگ گیا ہے۔ تو اس لئے یہ جو کہتے ہیں کہ ہم مفسرین کی نہیں مانتے یاد رکھیں۔

اہلسنت کا عقیدہ:

ہم اہلسنت والجماعت جواب دیتے ہیں کہ جس طرح قرآن کے الفاظ کے بارے میں ہمیں اسلاف پر پورا اعتماد ہے کہ اس کا ایک نقطہ بھی انہوں نے ضائع ہونے نہیں دیا انہوں نے قرآن کی ایک ایک زبر کی حفاظت کی ہے ایک ایک نقطے کی حفاظت کی ہے ہمارا عقیدہ ہے کہ انہوں نے قرآن کے ایک ایک معنی کی بھی حفاظت کی ہے (جو الفاظ قرآن کے بارے میں اسلاف پر اعتماد نہیں کرتا وہ بڑا رافضی ہے اور جو معانی قرآن کے بارے میں اسلاف پر اعتماد نہیں کرتا وہ چھوٹا رافضی ہے) اب یہ لفظوں میں تو ان پر اعتماد کرتے ہیں کہ انہوں نے صحیح قرآن پہنچا دیا ہے لیکن معنوں میں نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ان کو معانی نہیں آتے تھے۔ اگر اعتماد کرنا ہے تو وہ دونوں باتوں میں قابل اعتماد ہیں الفاظ کی حفاظت میں بھی قابل اعتماد ہیں اور معانی کے حفاظت میں بھی قابل اعتماد ہیں۔ اگر وہ نا قابل اعتماد ہیں تو پھر دونوں میں ہیں تو سرے سے قرآن ہی کا انکار کر دو تو اس لئے ایک ہوتا ہے معنی بنانا، ایک ہوتا ہے معنی بتانا ہم اہلسنت والجماعت معنی بتاتے ہیں بناتے نہیں جب ہم آیت پڑھتے ہیں تو پچھلے مفسرین سے حوالے پیش کر سکتے ہیں کہ میں آج نیا مطلب نہیں گھڑ رہا اس لئے میں یہ بخاری شریف سے پڑھ رہا ہوں **باب ماجاء فی عذاب القبر۔ وقول الله ولو تری اذالظالمون فی غمرات الموت والملئکة باسطوا ایدیهم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الهون۔**

قبر کس کو کہتے ہیں:

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قبر کس کو کہتے ہیں۔ موت کے بارے میں تو بات آئی ہے نا۔ انہوں نے قبر کا معنی بھی بگاڑ دیا ہے اب قرآن پاک نے قبر کے معنی کو واضح کر دیا ہے کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں عذاب قبر کا انکار کرنے والے تو تھے لیکن قبر کا انکار کرنے والے نہیں تھے اس لئے انہیں (امام بخاریؒ) کو وہ آیات (جو قبر

کے بارے میں ہیں) لکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ کچھ میں عرض کرتا ہوں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے کتنا واضح کر دیا ہے فرمایا قتل الانسان ما اکفرہ مارا جائے انسان کتنا ناشکرا ہے۔ یہ انسان اسی جسم والا ہے؟ یا خواب خیال کے جسم والا؟ اسی جسم والا ہے اور ناشکریاں بھی اسی جسم سے کرتا ہے من ای شیء خلقہ اللہ نے کس شئی سے پیدا کیا من نطفۃ تو بوند سے یہ جسم بنا ہے یا خواب خیال والا جسم بنا ہے؟ یہی بنا ہے خلقہ فقدرہ ماں کے پیٹ میں اسے بنایا اور اسے اندازے سے بنایا۔ دیکھو دونوں آنکھیں ایک جتنی ہیں یہ نہیں کہ ایک دس من کی آنکھ ہو اور ایک ڈیڑھ ماشہ کی۔ دونوں ہاتھ ایک جیسے بنائے پورے اندازے سے۔ دونوں ٹانگیں ایک جیسی بنائیں۔ تو ماں کے پیٹ میں اللہ نے جو جسم تیار فرمایا وہ یہی جسم ہے؟ یا خواب خیال والا؟ ثم السبیل یسرہ پھر ماں کے پیٹ سے پیدائش کا راستہ آسان کر دیا تو ماں کے پیٹ سے جو جسم پیدا ہوا ہے وہ یہی ہے؟ یا خواب خیال والا؟ ثم اماتہ فاقبرہ پھر موت دی تو موت اس جسم کو آتی ہے؟ یا خواب خیال والے کو؟ فاقبرہ پھر اس کو قبر میں رکھنے کا حکم دیا ثم اذا شاء انشرہ پھر جب اللہ چاہیں گے اس کو قبر سے اٹھا لیں گے قیامت میں۔ اب دیکھو قرآن کی اس آیت میں ذرہ بھی شک نہیں کہ قبر وہ جگہ ہے جہاں وہ جسم رکھا جائے گا جو ناشکریاں کرتا تھا، وہ جسم رکھا جائے گا جو بوند سے پیدا کیا گیا، وہ جسم رکھا جائے گا جو ماں کے پیٹ میں بنایا گیا، وہ جسم رکھا جائے گا جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا وہ جسم رکھا جائے گا جس پر موت آئی، وہ جسم رکھا جائے گا جو قیامت کو حساب کتاب کے لئے کھڑا کیا جائے گا۔ اب یہ سارا اسی جسم کا قصہ ہے یا نہیں؟ لیکن کیپٹن عثمانی تو خیر پڑھا ہوا نہیں تھا اگرچہ اس نے پرائیویٹ وفاق کا امتحان دے دیا تھا لیکن نیلوی صاحب سرگودھے والے وہ تو شیخ الحدیث شیخ القرآن کہلاتا ہے۔ عثمانی نے جب اس کا ترجمہ غلط کیا (فاقبرہ کا) اور اس کو قبر میں رکھا حالانکہ سب ترجموں میں فاقبرہ کا ترجمہ اور اس کو قبر میں رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، چلو عثمانی تو ان پڑھ ہے کیا نیلوی بھی ان پڑھ ہے۔ دیکھیں نزل کا اور معنی ہے انزل کا اور معنی ہے اسی طرح فاقبرہ کا معنی ہے قبر میں

رکھنے کا حکم دینا۔ اب جب اس نے اس کا ترجمہ یہ کیا کہ اللہ نے قبر دی تو کہتے ہیں کہ اللہ نے تو یہ قبر نہیں کھودی وہ قبر اور ہے جو اللہ دیتا ہے اور وہ اللہ دیتا ہے اور وہ قبر ہے جسم مثالی، اب دیکھو اس نے قبر کا مطلب بگاڑ دیا۔ حالانکہ قرآن پاک میں جہاں بھی قبر کا لفظ آتا ہے وہ اسی قبر کے لئے آتا ہے جہاں میت رکھی جاتی ہے **لاتقم علی قبرہ** کوئی بھی اس کا ترجمہ یہ نہیں کرتا کہ حضور علیہ السلام منافق کا جنازہ پڑھنے ساتوں زمینوں کے نیچے سجین میں پہنچ گئے تھے معاذ اللہ کوئی یہ نہیں کہتا۔ حضرت نے فرمایا قبروں کو پختہ نہ بناؤ تو کوئی یہ نہیں کہتا کہ حضرت علیہ السلام کو یہ اطلاع پہنچی تھی کہ پندرہ بیس ٹرک بجری کے علیین سجین میں پہنچ گئے ہیں اس کو پختہ کیا جارہا ہے اور حضرت علیہ السلام نے فرمادیا کہ اس کو پختہ نہ کرنا۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ قبروں کو سجدہ نہ کرو تو کوئی یہ نہیں کہتا کہ لوگ علیین میں جاکر علیین کو سجدے کرتے تھے، اسی قبر کو کرتے تھے نا؟ (جواب جی ہاں) **حتی زرتم المقابر** اب یہ لوگ کونسی قبریں گننے گئے تھے شان نزول یہی ہے کہ دو قبیلوں میں جھگڑا ہو گیا ایک کہنے لگا ہمارے بہادر زیادہ ہیں دوسرا کہنے لگا ہمارے زیادہ ہیں تو کسی نے کہا کہ لڑنے کی کیا بات ہے گن کے دیکھ لو۔ اب جب گنے گئے تو ایک قبیلے کے کم نکلے، دوسرے کے زائد نکلے لیکن جس کے کم نکلے وہ ہار ماننے کو تیار نہیں تھا اس نے کہا نہیں فلاں لڑائی میں ہمارے آدمی زیادہ مرے تھے، قبریں بھی گنو جا کے تو وہ یہی قبریں گننے گئے تھے یا سجین میں گئے تھے۔ یہی گننے گئے تھے۔ تو قرآن پاک نے جہاں بھی قبر کا ذکر کیا ہے اسی قبر کا ذکر کیا ہے۔ احادیث آپ کے سامنے ہیں محدثین نے جتنے بھی باب باندھے ہیں اس قبر کے بارے میں وہ مثلاً باب **الصلوٰۃ علی القبر. باب الدعاء علی القبر. باب الاستغفار علی القبر. باب الدفن فی القبر**۔ وہ سارے اس قبر کے بارے میں باندھے گئے ہیں خود امام بخاری نے تیرہ باب قبر پر باندھے ہیں۔ اسی قبر پر باندھے ہیں۔ فقہاء نے جتنے بھی مسائل قبر کے بارے میں لکھے ہیں وہ سارے اسی قبر کے لئے لکھے ہیں وہ مسائل اسی قبر کے ہیں۔ سارے مسلمان اسی قبر کو قبر مانتے ہیں حتی کہ کافر بھی اسی قبر کو قبر مانتے ہیں **حتی زرتم**

المقابر کافروں کا قصہ ہے۔ اورانہوں نے ان قبروں کو گنا تھا۔ کافر پھر بھی انسان ہیں۔

کوّا بھی مماتیوں سے زیادہ سمجھ دار تھا:

قرآن کہتا ہے کہ وہ نجاست خور جانور کوا جو ہے اسے بھی قبر کا پتہ ہے کیونکہ سب سے پہلے قبر کھودنے کا طریقہ اسی نے بتایا تھا تو حافظ صاحب بیٹھے ہیں۔ یبحث فی علیین آیا ہے؟ یا یبحث فی سجین؟ جی یبحث فی الارض آیا ہے تو کوے کو بھی پتہ ہے کہ قبر زمین میں ہوتی ہے حضرت اقدس ﷺ کا خچر علیین میں جا کر بدکا تھا؟ یا سجین؟ یا یہیں؟

اس لئے جو اس قبر کو قبر نہیں مانتے میں یہی کہتا ہوں اولئک کالانعام بل هم اضل وہ جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں۔ اب قبر کے بارے میں قرآن کا انکار کر رہے ہیں حالانکہ دعویٰ ہوتا ہے ہم قرآن کو مانتے ہیں۔ قبر کے مسئلے میں بالکل یہ قرآن کے منکر ہیں۔ احادیث متواترہ کے منکر ہیں، اجماع فقہاء کے منکر ہیں ان کی قبر کہاں ہے۔ پچھلے سے پچھلے سال ہم نے ایک پمفلٹ شائع کیا تھا کہ مماتیوں کی قبر کہاں ہے نہ تو ان کی قبر کا معاذ اللہ اللہ کو پتہ ہے کیونکہ قرآن میں کہیں ان کی قبر کا ذکر نہیں نہ اللہ کے نبی پاک کو پتہ ہے کہ ان کی قبر کہاں ہے کیونکہ حدیث میں کہیں اس کا ذکر نہیں نہ فقہاء کو پتہ ہے نہ پہلے کسی انسان کو پتہ ہے کہ ان کی قبر کہاں ہے۔ اب نہ یہ قرآن کو مانیں، نہ احادیث متواترہ کو مانیں، نہ اجماع فقہاء کو مانیں۔ آخر میں تنگ آمد بجنگ آمد ہو کر میں یہی کہتا ہوں کہ میں دعا کرتا ہوں آپ آمین کہیں کہ اے اللہ جو لوگ اس قبر کو قبر نہیں مانتے ان کو یہ قبر کبھی نصیب نہ کرنا (آمین) آمین تو آپ نے کہی لیکن آپ نے ادھر ادھر نہیں دیکھا کہ حیاتی تو آمین کہتا ہے مماتی آمین نہیں کہتا۔ مماتی بجائے آمین کہنے کے حیاتی کو کہتا ہے کہ تو ہمارے لئے بد دعا کرتا ہے۔ بھائی بد دعا کیسی۔ تیری قبر تو یہ ہے ہی نہیں۔ اب دیکھئے قبر کے مسئلے میں یہ صاف طور پر قرآن کے منکر ہیں۔

مماتیوں کا آخری حربہ:

اب آخری بات کیا ہوتی ہے کہ جی جن کو قبر نہیں ملی ان کو کہاں عذاب ہوگا۔ ہم

کہتے ہیں جتنی بات طے ہوگئی اتنی تو لکھ دو کہ جن کو ملی ہے ان کو عذاب ہو رہا ہے۔ اب یہ اگلی بات ہے کہ کسی کو نہیں ملی قبر۔ تو کوئی ہمیں نظر نہیں آتا جس کو قبر نہ ملی ہو۔ ہر شخص کو قبر ملتی ہے جلدی ملے یا دیر سے ملے۔ کہتے ہیں جسے شیر کھا گیا۔ میں نے کہا شیر کھا کر عرش پر تو نہیں چڑھ گیا وہ بھی تو مر کر مٹی میں ہی گیا۔ جن کو کوے کھا گئے وہ بھی مر کر یہیں مٹی میں گئے۔ دیکھو قرآن پاک نے بات بالکل واضح کر دی ہے ان اللہ یبعث من فی القبور اور دوسری آیت میں صاف کر دیا منھا خلقنٰکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃً اخریٰ کہ قبور سے مراد یہی زمین ہے کسی آیت میں یہ نہیں آ رہا کہ قیامت کے دن کوئی ہوائی جہاز سے اتر کر آ رہا ہوگا جیسے ضیاء الحق کوئی کوے کے پیٹ سے نکل کر آ رہا ہوگا کوئی چیل کے پیٹ سے نکل کر آ رہا ہوگا۔ قرآن نے ایک ہی بات بتائی ہے کہ سارے زمین سے نکل کر آ رہے ہوں گے۔ تو چونکہ عذاب وثواب کا اکثر حصہ ہر شخص کو اسی زمین میں ہو رہا ہے ورنہ عذاب وثواب تو اسی وقت شروع ہو جاتا ہے قبر میں رکھنے کی بھی دیر نہیں ہوتی۔

عذابِ قبر کو عذابِ قبر کیوں کہا جاتا ہے:

(اس عذاب وثواب کا نام عذاب قبر اس لئے رکھتے ہیں کہ اس کا اکثر حصہ چونکہ قبر میں ہوتا ہے) جیسے نام شربت بنفشہ رکھتے ہیں حالانکہ اس میں اور چیزیں بھی ہوتی ہیں لیکن چونکہ اجزاء میں سے غالب بنفشہ ہوتا ہے اس لئے اس کا نام شربت بنفشہ رکھ دیتے ہیں۔ اسی طرح چونکہ اس عذاب کا اکثر حصہ قبر میں ہوتا ہے اس لئے اس کا نام عذاب قبر رکھا گیا تو کون ہے جس کو قبر نہیں ملتی آخر سارے پھر پھرا کے اسی زمین میں چلے جاتے ہیں اور قرآن نے یہاں بتایا ہے کہ قبروں سے اٹھائے جائیں گے اور وضاحت کر دی کہ اسی زمین سے سارے اٹھائے جائیں گے۔ تو یہ سوال ہی سرے سے غلط ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جن کو قبر نہیں ملتی۔ قبر سب کو ملتی ہے دیر یا سویر تو ہو جاتی ہے لیکن ملتی سب کو ہے۔ دیکھو قبر کے مسئلے میں یہ قطعاً قرآن کے منکر ہیں۔ اب آگے پیچھے کہتے ہیں کہ ہم رحمۃ اللہ (یہ دعائیہ کلمہ

ہے) کو نہیں مانتے اکابر کا نام انہوں نے رحمۃ اللہ رکھا ہوا ہے میں نے کہا قسمت کی بات ہے ہماری قسمت میں رحمت اللہ ہیں تمہاری میں لعنت اللہ۔ نہیں مانتے تو نہ مانو۔ یہ لوگ قرآن پاک کا غلط مطلب کریں گے اب ہم ترجمہ پیش کریں گے۔ کہیں گے نہیں غلط ہے قرآن۔ قرآن اس کی میں عام فہم مثال دیا کرتا ہوں۔

مماتیوں کی قرآن فہمی کی مثال:

ایک جگہ جماعت ہو رہی تھی سارے آدمی نماز پڑھ رہے ہیں ایک آدمی اکیلا پیچھے کھڑا نماز پڑھ رہا ہے ادھر جماعت والوں نے سلام پھیرا ادھر اس نے بھی سلام پھیر دیا۔ پہلے تو لوگوں نے آپس میں باتیں کیں کہ یہ اللہ کا بندہ مسجد میں آیا بھی اور اس نے جماعت کا ثواب ضائع کر دیا۔ جب جماعت کھڑی تھی تو جماعت سے پڑھ لیتا آخر ایک نے پوچھ ہی لیا کہ جب جماعت کھڑی تھی تو جماعت سے کیوں نہ پڑھی۔ وہ کہنے لگا میں آپ کی طرح قرآن کا منکر نہیں ہوں قرآن مانتا ہوں۔ قرآن، قرآن۔ کہنے لگا کہاں قرآن میں آیا ہے کہ جماعت سے نماز پڑھو۔ اب لوگوں کو پتہ چلا کہ یہ تو کوئی قرآن والا آ گیا ہے مولوی صاحب نے کہا کہ قرآن میں آتا ہے واركعوا مع الراكعين اس سے علماء جماعت ثابت کرتے ہیں۔ وہ کہنے لگا کہ یہاں تو رکوع ہے جماعت کا لفظ ہی نہیں۔ مولوی صاحب کہنے لگا کہ رکوع زکوۃ میں ہوتا ہے؟ وہ کہتا ہے نہیں۔ مولوی صاحب کہتا ہے رکوع روزے میں ہوتا ہے؟ وہ کہتا ہے۔ نہیں۔ حج میں ہوتا؟ جواب ملتا ہے نہیں وہ کہنے لگا رکوع ہوتا تو نماز میں ہی ہے لیکن میں نے رکوع کا لفظ نہیں دیکھنا۔ نماز کا لفظ دکھاؤ۔ اب مولوی صاحب نے کہا کہ اچھا تو دکھا کہ تجھے کونسا لفظ مل گیا ہے جس میں اکیلے نماز پڑھنے کا حکم ہو اور یہ ہو کہ جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھنی۔ اس نے کہا میں تمہاری طرح رکوع کا لفظ نہیں صلوٰۃ (نماز) کا لفظ دکھاؤں گا۔ کہتا ہے کہ ان الصلوٰۃ تنھیٰ بے شک نماز اکیلے پڑھو، تنہا پڑھو، لوگ حیران ہیں کہ کم بخت کو قرآن کا ترجمہ بھی صحیح نہیں آتا۔ اب لوگ اندر گئے مولوی صاحب نے مشکوٰۃ نکالی اور باجماعت نماز کی حدیثیں سنانے لگا۔ وہ کہنے لگا یہ

ساری حدیثیں قرآن کے خلاف ہیں۔ جب قرآن نے کہہ دیا نماز تنہا نماز تنہا پڑھو اب یہ ساری حدیثیں جن میں باجماعت نماز کا حکم ہے یہ قرآن کے خلاف ہیں۔

مماتی اور منکرین حدیث بھائی بھائی:

اب یہی طریقہ مماتیوں کا ہے کہ ترجمہ خود گھڑ لیں گے جب تم حدیثیں پڑھو گے تو کہیں گے یہ قرآن کے خلاف ہیں۔ اور یہی طریقہ قادیانیوں کا ہوتا ہے۔ آخر لوگوں نے سوچا کہ چلو اس کو ترجمہ ہی دکھائیں تو شاید مان جائے اب کوئی شیخ الہند کا ترجمہ لے آیا کوئی شاہ رفیع الدین کا۔ اب اس نے دیکھا کہ یہ لوگ عربی تو جانتے نہیں تھے اب اردو ترجمہ آ گیا ہے یہ لوگ پڑھ لیں گے اور مجھے جھوٹا کہیں گے، اب وہ کہنے لگا اور شور مچایا کہ رکھدو ان ترجموں کو میں نے کتاب اللہ پڑھی ہے اور یہ رحمت اللہ (یعنی اکابر جن کو رحمت اللہ کہا جاتا ہے) اس کا ترجمہ لے کر آ گئے ہیں۔ اب لوگوں نے کہا ہے یہ رحمت اللہ (یعنی اسلاف) کلام اللہ کے خلاف نہیں ہیں۔ بلکہ غلام اللہ کے خلاف ہیں، عنایت اللہ کے خلاف ہیں۔ اب دیکھیں یہ کہتے ہیں کہ ہم رحمت اللہ نہیں مانتے ہم کہتے ہیں پھر لعنت اللہ مان لو۔ ہم تو فخر سے کہتے ہیں کہ ہم رحمت اللہ کو مانتے ہیں یعنی اسلاف کو صراط الذین انعمت علیھم جن کو اللہ نے سیدھے راستے پر چلایا ہے جن پر رحمت اور انعام کیا ہے ہم ان لوگوں کو مانتے ہیں ہم کو اس پر فخر ہے۔ تم نہیں مانتے تمہاری مرضی تمہاری قسمت میں لعنت اللہ ہی ہوں گے۔ تو بات چل رہی تھی کہ قبر اسی گڑھے کو ہی کہتے ہیں۔

زمین والی قبر کو قبر کہنے کے دلائل:

دلیل نمبر۱: دیکھئے صحیح مسلم جلد۱ ص۲۰۱ صحیح بخاری جلد۱ ص۶۱، آپ ﷺ کا ارشاد مبارک موجود ہے ان اولئک اذا کان فیھم الرجل الصالح فمات بنوا علی قبرہ مسجداً جب انہیں میں سے کوئی نیک آدمی مر جاتا تو اس کی قبر پر عبادت کی جگہ بنا دیتے۔ اب وہ لوگ علیین سجین میں جا کر عبادت کی جگہ بناتے تھے۔ یا اس دنیا والی قبر پر؟

دلیل نمبر۲: اسی طرح مسلم شریف جلد۲ص۳۸۶میں ہے ان المیت اذا وضع فی قبرہ اب میت کو علیین سجین میں جا کر قبر میں اتارا جاتا ہے یا یہاں؟ پس معلوم ہوا کہ جس میں میت رکھی جاتی ہے اس کو قبر کہتے ہیں اسی طرح حضور علیہ السلام سے ابن عمرؓ سے مرفوعا منقول ہے۔

دلیل نمبر۳: من حج فزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی، رواہ البیهقی فی شعب الایمان کذافی المشکوۃ ص ۲۴۹ اب حضور علیہ السلام کے اس فرمان سے علیین والی قبر مراد ہے یا مدینہ والی؟ اور حج کے بعد لوگ قبر مبارک کی زیارت کے لئے علیین میں جاتے ہیں یا مدینہ میں؟

دلیل نمبر۴: اسی طرح صحیح بخاری جلد اص ۱۸ میں موجود ہے کہ حضور علیہ السلام نے اذخر گھاس کاٹنے کی اجازت مرحمت فرمائی تو فرمایا اس کی ضرورت ہے ہماری قبروں کے لئے اور ہمارے گھروں کے لئے اب کیا لوگ اذخر گھاس علیین سجین والی قبروں میں استعمال کرتے تھے یا دنیا والی قبروں میں؟ پس معلوم ہوا اس حدیث میں بھی قبر سے دنیا والی قبر بالفاظ دیگر صحابہ فقہاء اور حیاتیوں والی قبر مراد ہے نہ کہ مماتیوں والی۔

دلیل نمبر۵: اسی طرح صحیح مسلم جلد دوم ص ۳۸۶ پر آتا ہے ان هذه الامة ستبتلی فی قبورها فلولا ان لاتدافنوا لدعوت الله ان یسمعکم من عذاب القبر یہ امت اپنی قبروں میں آزمائش سے گزرتی ہے اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں عذاب قبر سنادے۔ اب اس حدیث میں حضور علیہ السلام کس قبر کے عذاب کو سنانے کے بارے میں فرمارہے ہیں؟ یقیناً اسی قبر کے بارے میں فرمارہے ہیں جس کے بارے میں آپ کو ڈر ہے کہ لوگ مردے دفن کرنا چھوڑ دیں گے لوگ مردے زمین والی قبر میں دفن کرتے ہیں یا علیین؟ سجین والی قبر (مماتیوں کے گمان کے مطابق) میں؟ پس معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام اسی قبر کے عذاب کو سنانے کے بارے میں فرمارہے جس میں لوگ اپنے مردوں کو دفن کرتے ہیں اور وہ زمین

والی قبر ہے نہ کہ مماتیوں والی تو معلوم ہوا کہ اس حدیث سے بھی قبر سے مراد حیاتیوں والی قبر ہے نہ کہ مماتیوں والی۔

دلیل نمبر۶: اسی طرح طحاوی جلد۱ص۲۹۶ پر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو قبر پر بیٹھے دیکھا تو فرمایا لا توذ صاحب القبر ولا یوذیک تو صاحب قبر کو اذیت نہ دے اور نہ وہ تجھے اذیت دے۔ اب یہ شخص علیین یا سجین میں جا کر قبر پر بیٹھا تھا؟ اور حضور علیہ نے اسے وہاں دیکھا؟ یا دنیا والی قبر پر بیٹھا ہوگا؟ اس حدیث میں بھی قبر سے مراد اس دنیا والی قبر مراد ہے۔

دلیل نمبر۷: اسی طرح آپ علیہ نے قبرستان جا کر یہ کہنے کی تعلیم دی ہے السلام علیکم یا اھل القبور یغفر اللہ لنا ولکم وانتم سلفنا ونحن بالاثر مشکوٰۃ ص۱۵۴۔ کیا حضور علیہ نے علیین سجین میں جا کر یہ دعا کہنے کی تعلیم دی ہے؟ یا اس دنیا والی قبر پر کہنے کی؟ تمہارے کہنے کے مطابق کہ قبر علیین سجین میں ہے کتنے آدمیوں نے اس حدیث پر عمل کیا ہے؟ پس معلوم ہوا کہ یہ دعا جس قبر پر پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے وہ وہی قبر ہے جس پر لوگ آ جا سکتے ہیں۔ اور جس پر لوگ آ جا سکتے ہیں وہ دنیا والی قبر ہی ہے نہ کہ علیین سجین والی۔

دلیل نمبر۸: اسی طرح ابوداؤد جلد۲ص۱۰۵، سنن نسائی جلد۱ص۲۲۲ پر ہے لعن رسول علیہ زائرات القبور والمتخذین علیھا المساجد والسرج۔ رسول اللہ علیہ نے قبروں پر جانے والی عورتوں اور قبروں پر عبادت گاہیں بنانے والے مردوں اور دیے جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ اب یہ عورتیں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے کیا علیین سجین میں زیارت کے لئے گئی تھیں؟ یا دنیا کے قبرستان میں؟ اور ان مردوں سے مراد وہ مرد ہیں جو علیین میں جا کر دیے جلاتے ہیں یا وہ مرد مراد ہیں جو دنیا کی قبروں پر دیے جلاتے ہیں؟ معلوم ہوا اس حدیث میں بھی قبر سے مراد وہی قبر ہے۔ جس پر عورتیں جا سکتی ہیں لوگ ان پر عبادت گاہیں بنا سکتے ہوں اور دیے جلا سکیں۔ اور وہ بھی دنیا

والی قبر ہے۔ پس معلوم ہوا کہ قرآن اور حدیث اسی قبر کو قبر کہتے ہیں جس کو حیاتی قبر کہتے ہیں مماتیوں کی قبر کا ذکر نہ قرآن میں کہیں ہے نہ حدیث میں۔

مماتیوں کا ایک دوسرا دھوکہ:

اب چونکہ قبر میں جسم رکھا جاتا ہے جیسا کہ میں نے قرآن سے بھی واضح کر دیا ہے اس لئے چونکہ اس قبر کو قبر کہنے میں جسم کو عذاب میں شریک ماننا پڑتا ہے جسم کی حیات ماننی پڑتی ہے اس لئے یہ کہتے ہیں کہ جسم کو عذاب نہیں ہوتا کیونکہ جسم کو عذاب ماننے میں ایک قسم کی حیات ماننی پڑتی ہے اس لئے یہ قبر کا ہی انکار کر دیتے ہیں تو امام بخاریؒ نے یہ باب باندھا ہے باب ماجاء فی عذاب القبر تو امام بخاریؒ نے قبر کے بارے میں زیادہ وضاحت نہیں فرمائی کیونکہ اس زمانہ میں قبر کا انکار کرنے والے موجود نہیں تھے کہ انہیں وضاحت کرنی پڑتی۔ ہاں یہاں ایک اور بات یاد آئی کہ یہ لوگ آگے پیچھے (دوسرے اوقات میں) قرآن قرآن کرتے ہیں۔ لیکن جب ہم قبر والی ساری آیات قرآن سے پیش کرتے ہیں حدیثیں پیش کرتے ہیں۔

حضرت تھانویؒ کے نام سے دھوکہ:

پھر کہتے ہیں کہ مولانا تھانویؒ نے لکھا ہے اشرف الجواب میں کہ یہ گڑھا قبر نہیں اور پرسوں ہی دو آدمی آئے مولانا کاندھلویؒ کی عقائد اسلام لے کر کہ یہ لکھا ہے کہ یہ گڑھا قبر نہیں۔ تو اس بات کو ذرا سمجھ لیں، ایک ہے قبر، ایک ہے عالم قبر۔

قبر اور عالم قبر:

ایک ہے قبر، ایک ہے عالم قبر جس طرح ایک ہے بستر خواب، ایک ہے عالم خواب جو عرش تک ہے تو یہ دونوں لفظ یعنی قبر اور عالم قبر علماء ایک دوسرے کی جگہ استعمال کر دیتے ہیں۔ لیکن زمانے میں استعمال میں فرق پڑ جاتا ہے۔ جس طرح جوں جوں گمراہ لوگ

انکار کرتے ہیں تو علماء کو احتیاط کرنی پڑتی ہے اس سے پہلے اجمال ہی چلتا رہتا ہے جیسے مثال کے طور پر آپ پہلے کی کوئی کتاب اٹھائیں آپ کو معراج کا ذکر مل جائے گا کیونکہ اس وقت جسمانی معراج کا منکر کوئی نہیں تھا سارے کہتے تھے کہ معراج جسمانی ہوئی ہے اسلئے علماء معراج کے ساتھ جسمانی کا لفظ لکھنا ضروری نہیں سمجھتے تھے آج لوگ جسمانی معراج کا انکار کرنے لگے اب اگر کوئی صرف اتنا کہے کہ میں معراج مانتا ہوں جسمانی کا لفظ نہ بولے ہم یہ نہیں سمجھیں گے کہ یہ معراج کا قائل ہے تو جسمانی کا لفظ لگانے کی اب ضرورت پڑی کیونکہ جسمانی کے منکر دنیا میں پیدا ہو گئے ہیں اور جس وقت تک یہ منکر نہیں تھے اس وقت تک جتنی کتابیں لکھی گئیں ان میں جسمانی کی قید لگانے کی ضرورت نہیں تھی۔ اب قید تو ہم نے لگائی ان کو مسئلہ سمجھانے کے لئے اب یہ کہتے ہیں کہ جسمانی کا لفظ قرآن میں دکھاؤ حالانکہ اگرچہ جسمانی کا لفظ قرآن میں نہیں لیکن سیاق وسباق اور احادیث اور اجماع اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ معراج جسمانی ہوا۔ اسی طرح مولانا تھانویؒ مولانا کاندھلویؒ کے زمانے میں عالم قبر کا انکار کرنے والے تو تھے لیکن اس گڑھے کا انکار کرنے والے نہیں تھے یہ لوگ تو اب پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے انہوں نے عالم قبر پر قبر کا لفظ استعمال کر دیا ہے اب دیکھئے میں یہ دونوں عبارتیں آپ کو ریکارڈ بھی کروا دیتا ہوں۔

حضرت کاندھلویؒ کی عبارت کی وضاحت:

یہ عقائد اسلام ہے مولانا کاندھلویؒ کی۔ ان کا عقیدہ بعینہ وہی ہے جو سب اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ عقائد اسلام کے ص ۵۸ پر لکھتے ہیں۔ مرنے کے بعد زمانہ بعث تک انسان عالم برزخ میں رہتا ہے۔ کما قال تعالیٰ ومن ورائهم برزخ الی یوم یبعثون اور اسی کو عالم قبر بھی کہتے ہیں (یعنی برزخ کو) اس پر ایمان لانا فرض اور لازم ہے عقیدہ اول۔ قبر میں مومنوں اور کافروں سے منکر نکیر کا سوال برحق ہے۔ قبر سے وہ گڑھا مراد نہیں جس میں مردہ جسم دفن کیا جاتا ہے۔ بلکہ عالم برزخ مراد ہے کیونکہ اس زمانے

میں عالم برزخ کا انکار کرتے تھے۔ جو دنیا اور آخرت کے درمیان ایک عالم ہے جو من وجہ دنیا کے مشابہ ہے اور من وجہ آخرت کے مشابہ ہے اس لئے کہ مرنے کے بعد اس کے ذاتی اعمال تو منقطع ہو جائیں گے لیکن زندوں کی دعاؤں اور صدقات اور خیرات سے اس کو نفع پہنچتا رہے گا۔ پچھلوں کی دعاؤں سے اس کے گناہ معاف ہوں گے تو جب قیامت کے دن قبر سے اٹھے گا تو پاک اور صاف اٹھے گا۔ اب یہاں یہ کہا کہ گڑھا قبر نہیں عالم برزخ ہے۔ خود اگلے صفحے پر لکھتے ہیں عالم برزخ میں پہنچنے کے بعد سب سے پہلے جو بات پیش آتی ہے وہ منکر نکیر کا سوال و جواب ہے یہ اس وقت ہوتا ہے جس وقت خویش و اقارب مردہ کو قبر میں رکھ کر واپس ہوتے ہیں۔ تو کس قبر میں رکھتے ہیں وہ؟ اس قبر میں رکھتے ہیں اور اسی میں سوال ہوتے ہیں مولانا لکھ رہے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے اور اس مرد یعنی محمد ﷺ کے بارے میں تو کیا کہتا ہے اگر مسلمان ہے تو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور یہ شخص محمد ﷺ ہیں، فرشتے کہتے ہیں کہ تجھے کیسے علم ہوا وہ کہتا ہے میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اور اس کی تصدیق کی۔ اب اسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نور فرماتے ہیں یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا۔ اب دیکھیں ان میں اور مولانا کاندھلویؒ میں کتنا فرق ہو گیا۔ یہ کہتے ہیں کہ یہ قبر دنیا میں ہے اور حیات دنیوی نہیں اگر دنیوی کہیں تو اس قبر میں حیات ماننی پڑے گی۔ اور مولانا قرآن کی آیت پیش کر رہے ہیں کہ یہ سوال و جواب اور حیاۃ اسی دنیا میں ہے یعنی اسی دنیا والی قبر میں ہے۔ تو جب یہ قبر دنیا میں ہے تو عالم برزخ میں جسم دنیا میں اور روح کا تعلق علیین سجین کے ساتھ بھی اور جسم کے ساتھ بھی ہوتا ہے تو دیکھو حضرت جسم کے عذاب و ثواب دونوں کو مان رہے ہیں اس کا انکار نہیں کر رہے۔

حضرت تھانویؒ کی وضاحت:

یہ حضرت تھانویؒ کی کتاب ہے احکام اسلام عقل کی روشنی میں اس کے ص ۲۵۶

اور ص ۲۶۵ پر یہ عذاب وثواب قبر کا ذکر کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ قبر یعنی عالم برزخ میں جسم دکھ یا سکھ میں روح کے تابع ہوتا ہے اس جگہ بدن ظاہر ہے اور روح پوشیدہ اور عالم قبر برزخ میں روح غالب اور ظاہر ہوگی اور بدن پوشیدہ، اور برزخ کے احکام ارواح پر جاری ہوں گے یعنی دکھ اور سکھ جب روح کو پہنچے گا تو صاحب روح کے بدن پر بھی سرایت کرے گا۔ مولانا بالکل واضح فرما رہے ہیں کہ سرایت کر جاتا ہے۔ عذاب کا جسم پر ظاہر ہونا ضروری نہیں، آگے لکھتے ہیں عالم برزخ میں بھی جسم اور روح کے لئے دکھ اور سکھ سونے والے کو پہنچتا ہے روح اور جسم دونوں کو وہ اس کی روح پر جاری ہوتا ہے اس میں بدن اس کے تابع ہوتا ہے ایسے ہی عالم برزخ میں جسم اور روح کو دکھ سکھ کا طریق جاری ہے بلکہ اس خواب سے بھی بڑھ کر ہوگا کیونکہ اس عالم برزخ میں روح کا تجرد ظاہر ہونا بہت کامل ہے اور روح کا تعلق بدن سے گو عام حالات میں ظاہر نہیں لیکن ایک غیر معلوم وجہ سے بھی رہتا ہے بدن سے اس کا بالکل انقطاع اور جدائی نہیں ہوتی۔ یہ ساری بحث عذاب کی چل رہی ہے تو ۲۰۵ پر کہتے ہیں اس طرح بلاشبہ مرنے کے بعد بھی اجزاء بدن سے بھی روح کا تعلق رہتا ہے گو نیکوں کی روحیں علیین میں اور بدوں کی سجین میں ہوتی ہیں لیکن روحوں کا روحانی تعلق ابدان کے ذرات کے ساتھ رہنا ضروری ہے خواہ کسی کو قبر میں دفن کریں خواہ جلا دیں خواہ ڈوب جائے ذرے ذرے کے ساتھ روح کا تعلق بالاتر از فہم رہتا ہے جس کی نظیر ایک تار برقی کی کافی ہے، تار برقی کا تعلق کہاں سے کہاں تک رہتا ہے۔ اب پاور ہاؤس کہاں ہے اور کہاں سے اِس کا تعلق پہنچا ہے اور اُس پنکھے کے ساتھ بھی ہے اور اس پنکھے کے ساتھ بھی ہے۔ یہ مثال دی حضرت نے، مگر اس دنیا کی آنکھیں محسوس نہیں کر سکتیں، ایسے ہی روح کا تعلق باوجود علیین سجین کے تعلق کے بدن کے ساتھ قائم رہتا ہے۔ حضرت تھانویؒ اور حضرت کاندھلویؒ بالکل جسم اور روح دونوں کے عذاب کے قائل ہیں البتہ فرق یہ کر رہے ہیں اور یہ فرق ہم بھی کرتے ہیں کہ یہاں جسم کو اولیت حاصل ہے اس لئے جسم کے ذریعے سے روح کو دکھ پہنچتا ہے کسی کی روح کو ستانا ہو تو جسم پر لاٹھی ماریں گے جسم پر ٹھنڈا پانی

ڈالیں گے، روح بھی ٹھنڈی ہو جائے گی لیکن خواب میں روح پر پہلے حالات آتے ہیں جسم پر بعد میں جاتے۔ آپ سوچ میں پڑ گئے دیکھو ساری کارروائی روح کرتی رہی (یعنی جماع) آخر میں جسم ناپاک ہوتا۔ پہلی ساری کارروائی روح نے کی اور جسم اس میں شریک تھا لیکن روح کی طرف سے جسم پر احکام آئے ہیں۔ بیداری میں جسم سے روح کی طرف جاتے ہیں اسی طرح عالم برزخ میں عذاب وثواب پہلے روح پر آتا ہے پھر روح سے جسم پر اس لئے اس کو حیات جسمانی کہہ دیتے ہیں اس کو حیات روحانی، تو جیسے اس کو جسمانی کہنے کا کسی نے آج تک یہ مطلب نہیں سمجھا کہ جسم کے دکھ سکھ میں روح شریک نہیں اسی طرح اس کو روحانی کہنے کا یہ مطلب بالکل نہیں کہ روح کے عذاب وثواب میں جسم شریک نہیں، لیکن یہاں اس کو جسمانی کہتے ہیں اولیت کی وجہ سے کہ پہلے احکام جسم پر آتے ہیں اس کے واسطے سے روح پر پہنچتے ہیں اور اس کو روحانی اس لئے کہتے ہیں کہ وہاں پہلے روح پر آتے ہیں پھر اس کے واسطے سے جسم پر، جس طرح یہاں دکھ سکھ روح اور جسم دونوں کو ہے اسی طرح وہاں بھی دکھ اور سکھ دونوں کو ہے، لیکن اگر بالفرض کوئی لکھ بھی دے کہ وہ حیات جسمانی نہیں پھر بھی مطلب ہوگا کہ یہ کھلی جسمانی نہیں ہے۔ یہ مطلب نہیں ہوگا کہ جسم عذاب وثواب میں شریک نہیں۔ تو جس زمانے میں ایسے لوگ شرارتیں نہیں کرتے تھے۔ اس زمانے میں اگر کوئی اجمالاً لکھ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ابھی میں کراچی گیا تو مولانا زرولی مدظلہ صاحب نے مجھے فتح الباری دکھائی کہ لکھا ہے کہ حضرت پاک ﷺ روضہ میں حیات ہیں، لیکن یہ حیات دنیوی نہیں ہے، پھر میں نے دو تین جگہ سے دکھایا کہ اسی جسم میں وہ حیات مانتے ہیں۔ تو یہ جو کہا ہے کہ دنیوی نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا جیسی کھلی حیات نہیں کہ سب کو نظر آئے یہ مراد نہیں کہ حیات میں جسم شریک نہیں۔ میں نے کہا صاحب فتح الباری کے زمانے میں یہ فتنہ نہیں تھا اس لئے انہوں نے اجمال لکھ دیا ہے۔ اس لئے یاد رکھیں کہ جب تک فتنہ نہیں ہوتا علماء اجمال لکھ جاتے ہیں۔ اب دیکھیں ختم نبوت کے بارے میں بھی پہلوں کی ایسی عبارتیں مل جاتی ہیں کہ بھائی چونکہ عیسیٰ نے آنا ہے اس لئے نبی آئے

گا بعد میں لیکن وہ اپنی شریعت پر عمل نہیں کرے گا، حضور کی شریعت پر عمل کرے گا۔ اب ان کے عقیدہ ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں تھا۔ لیکن مرزے نے ان کی مجمل عبارتیں اٹھالیں کہ دیکھو جی مطلب یہ نکلا کہ حضرت کے بعد صاحب شریعت نبی نہیں آسکتا غیر تشریعی نبی آسکتا ہے۔ ان بیچاروں کے فرشتوں کو بھی پتہ نہیں کہ ہماری عبارتوں کا انہوں نے یہ مطلب نکالنا ہے، لیکن چونکہ اس زمانے میں یہ فتنہ ان کے سامنے نہیں تھا اس لئے وہ کسی جگہ بات مفصل لکھ گئے جہاں ضمناً آئی مجمل لکھ گئے تو ایسی باتوں کو مفصل باتوں کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے گا صرف مجمل کو نہیں دیکھا جائے گا۔ اسی طرح یہ قبر کا لفظ اس قبر کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور عالم قبر کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ پہلے زمانے میں لوگ اسی کو قبر کہتے تھے۔ عالم قبر کو اس میں شریک نہیں مانتے تھے اور آج اس قبر کا انکار کرنے والے آگئے ہیں۔ اگر اس فتنہ کے شروع ہونے سے پہلے اگر کسی نے یہ بات لکھی ہے اجمالاً اور دوسری جگہ صراحت کر دی ہے کہ عذاب وثواب روح اور جسم دونوں کو ہے اب ان کی اس صراحت کے بعد ان کی اجمالی عبارت کا وہ مطلب لینا جو یہ (مماتی) لیتے ہیں صحیح نہیں ہے کہ نہ سوال ہے نہ عذاب ہے نہ کچھ ہے یہ ایک دھوکہ ہے اور فریب ہے۔ تو ایسے اجمالات پہلے ہوتے ہیں جوں جوں ٹکراؤ پیدا ہوتا ہے لڑائی ہوتی ہے پھر صراحت شروع کر دی جاتی ہے۔ دیکھیں ہم جب ختم نبوت پر تقریر کرتے ہیں، تو میں ختم نبوت کا معنی کرتا ہوں کہ حضرت کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ تا کہ اگر پہلے زندہ ہوں تو ختم نبوت کے خلاف نہ سمجھا جائے۔ اب یہ لفظ کوئی قرآن وحدیث میں نہیں لیکن بات کو سمجھانے کے لئے آج کل یہ تعبیر ہم نے بنالی، تا کہ کوئی دھوکہ لوگوں کو باقی نہ رہے۔ تو قبر کے بارے میں یہ لوگ جو دھوکہ دیتے ہیں۔ تو بعض اوقات عالم قبر کے لئے لفظ قبر استعمال کر دیتے ہیں لیکن دوسری جگہ وضاحت فرما رہے ہیں کہ اسی قبر میں عذاب وثواب ہے اور جسم اور روح دونوں عذاب وثواب میں شریک ہیں۔

البتہ فرق یہ ہے کہ دنیا میں پہلے جسم کو عذاب ہوتا ہے اس کے واسطے سے روح کو پہنچتا ہے اور خواب میں اور قبر میں پہلے روح کو عذاب وثواب قبر ہوتا ہے پھر اس کے واسطے سے جسم کو

پہنچتا ہے۔اب اگر کوئی یہ بات کہے کہ یہ حیات روحانی نہیں جسمانی ہے۔جس طرح یہ بات غلط ہے اسی طرح یہ بات بھی غلط ہے کہ وہ حیات قبر والی روحانی ہے جسمانی نہیں۔اب اس حیات کو جسمانی کہہ سکتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب لینا کہ روح کو تکلیف نہیں پہنچتی یہ غلط ہے اسی طرح قبر والی حیات کو روحانی کہہ سکتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب لینا کہ جسم کو عذاب یا ثواب نہیں ہوتا یہ بھی غلط ہے، اسی طرح اگر پہلے کسی نے لکھ دیا ہو کہ وہ حیات (قبر والی) روحانی ہے جسمانی نہیں تو اس جسمانی نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں احکام پہلے روح پر آتے ہیں پھر اس کے واسطے سے جسم پر آتے ہیں۔اس کو حیات جسمانی کہو تو بھی دکھ سکھ دونوں کو ہے اور اگر حیات روحانی کہو تب بھی دکھ سکھ دونوں کو ہے لیکن یہاں اولیت جسم کو حاصل ہے وہاں اولیت روح کو حاصل ہے۔صرف اتنا فرق ہے اور اتنے فرق سے ہی یہ لوگ لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

قبر کے عذاب پر امام بخاریؒ کی پہلی دلیل:

اب امام بخاری قبر کا عذاب وثواب ثابت فرماتے ہیں قرآن پاک سے پہلی آیت نقل فرماتے ہیں۔ **ولو تری اذالظلمون فی غمرات الموت والملئکۃ باسطوا ایدیھم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تقولون علی اللہ غیر الحق و کنتم عن اٰیتہ تستکبرون** ۔اچھی طرح یہ بات سمجھ لیں۔یہ جو ظالم ہیں جن کو موت آ رہی ہے۔یہ موت اسی جسم کو آ رہی ہے یا خواب خیال والے جسم کو؟ اسی جسم کا ذکر ہے اور ظلم انہوں نے اسی جسم کے ساتھ کیا ہے یا خواب خیال والے جسم کے ساتھ؟ اسی جسم کے ساتھ ظلم کیا ہے۔ **والملئکۃ باسطوا ایدیھم** ۔اب ملائکہ اسی جسم کی طرف ہاتھ پھیلاتے ہیں یا خواب خیال والے جسم کی طرف؟ جی اسی جسم کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ **اخرجوا انفسکم** اس جسم سے روح نکالتے ہیں یا خواب خیال والے جسم سے؟ اسی جسم سے نکالتے ہیں آگے ہے **الیوم تجزون عذاب الھون**

اسی جسم اور روح کو خطاب کر کے کہہ رہے ہیں کہ آج ہی تم کو عذاب شروع ہو جائے گا تو معلوم ہوا کہ عذاب تو اسی وقت شروع ہو رہا ہے۔ الیوم ۔ایک عذاب ہے دوزخ کا وہ تو دوزخ میں ڈالنے کے بعد ہوگا۔ الیوم سے پتہ چلا کہ مرنے کے بعد فوراً عذاب شروع ہو جاتا ہے۔ عذاب کا لفظ تو آ گیا (عذاب الھون) لیکن اس عذاب کا نام کیا ہے تو اللہ کے نبی نے اس عذاب کے دو نام رکھے ایک عذاب قبر۔ دوسرا عذاب میت۔ تا کہ جسم کو بھی عذاب میں شریک مانا جائے کیونکہ قبر میں جسم رکھا جاتا ہے۔ اب یہ لوگ کہتے ہیں قرآن میں عذاب قبر کا ذکر موجود نہیں۔ قرآن میں لفظ عذاب کے ساتھ عذاب قبر کا ذکر یقیناً موجود ہے۔ البتہ اس عذاب کا نام، عذاب قبر، اللہ کے نبی نے رکھا ہے۔ یہ کہ اس عذاب کا نام عذاب میت ہے اللہ کے نبی نے رکھا ہے۔ نام اس لئے رکھا کہ جب عذاب دو تین قسم کے ہو گئے۔ تو امتیاز کے لئے نام رکھنا پڑا۔ اب یہ لوگ خود اس عذاب کا نام عذاب برزخ رکھتے ہیں۔ اگر ان کو نام رکھنے کا حق ہے تو اللہ کے نبی ﷺ کو کیوں نہیں ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے اس کا نام رکھا عذاب القبر "عذاب میت" تو اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ عذاب و ثواب میں جسم اور روح دونوں شریک ہیں۔ اور مماتی اس آیت کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ عذاب صرف روح کو ہوتا ہے آگے ہے۔

دلیل نمبر ۲:

سنعذبھم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم اس آیت میں تین عذابوں کا ذکر ہے دو عذاب مرتین میں آ گئے تیسرا عذاب عظیم میں اور تین ہی قسم کی سزاؤں کا شریعت میں ذکر ہے ایک دنیا میں ایک قبر میں ایک آخرت میں۔ دنیا میں سزائیں کہ چور کا ہاتھ کاٹ دو، زانی شادی شدہ کو سنگسار کر دو، مرتد کو قتل کر دو۔ اب یہ دنیا کی سزائیں جسم اور روح دونوں پر آتی ہیں یا صرف ایک چیز پر آتی ہیں (جواب۔ دونوں پر آتی ہیں) یہ جو پہلے عذاب سنعذبھم کا ہے یہ جسم اور روح دونوں پر آیا نا؟ اور جو تیسرا عذاب ہے

آخرت والا وہ جسم اور روح دونوں پر ہے؟ یا صرف روح پر (جواب۔ جسم اور روح دونوں پر ہے) کافروں کو یہی تو شبہ دیتا تھا کہ یہ ہڈیاں گل سڑ جائیں گی، کیسے اٹھیں گے، کیسے ان کا حشر ہوگا، کیسے عذاب وثواب ہوگا۔ تو اگر عذاب وثواب صرف روح کو ہوتا ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرماتے کہ عذاب وثواب تو روح کو ہوتا ہے اور وہ نہیں گلتی سڑتی ان ہڈیوں کو عذاب ہوتا ہی نہیں اس جسم کو عذاب ہوتا ہی نہیں جیسا کہ مماتی کہتے ہیں۔ اگر یہ بات ہوتی تو اللہ تعالیٰ صاف فرماتے کہ عذاب صرف روح کو ہوتا ہے وہ گلتی سڑتی نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قل یحییھا الذی انشأھا اول مرۃ انہی ہڈیوں کو اللہ نے زندہ کرنا ہے پہلی مرتبہ شے بنانا مشکل ہوتی ہے دوبارہ بنانا مشکل نہیں ہوتی، تو جس خدا نے پہلے ان کو بنالیا وہ دوبارہ بھی کھڑا کرے گا تو پتہ چلا ان ہڈیوں نے ہی دوبارہ کھڑا ہونا ہے اور ان کو عذاب وثواب ہونا ہے۔ تو جب دنیا کے عذاب وثواب میں جسم اور روح دونوں شریک، آخرت کے عذاب وثواب میں جسم اور روح دونوں شریک، تو برزخ کے عذاب میں بھی روح اور جسم دونوں شریک ہیں، اسی لئے اللہ کے نبی ﷺ نے اس کا نام ہی عذاب قبر رکھا کیونکہ قبر میں ہم جسم ہی رکھ کر آئے ہیں اس کا نام ہی عذاب میت رکھا کیونکہ میت اسی جسم کو کہتے ہیں۔

امام بخاریؒ میت سے یہی جسم مراد لیتے ہیں:

امام بخاریؒ نے تیرہ باب میت پر باندھے ہیں سب جگہ میت سے یہی جسم مراد ہے مثلاً باب غسل میت، باب کلام میت، باب سماع میت، اب میت کا لفظ روح پر استعمال نہیں ہوتا اس لئے اس عذاب کا نام ہی عذاب میت رکھ دیا تا کہ پتہ چل جائے کہ جسم کو بھی عذاب ہوتا ہے۔ یہ جو کہتے ہیں کہ قرآن میں عذاب قبر کا ذکر موجود نہیں یہ جھوٹ ہے قرآن میں یقیناً عذاب کا ذکر موجود ہے اور اس عذاب کا نام عذاب قبر نبی ﷺ نے رکھ دیا۔ عذاب میت نبی ﷺ نے رکھ دیا اب اس آیت میں (سنعذبھم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم) تین عذاب کا ذکر آ گیا، پہلا دنیا میں آخری آخرت میں اور درمیانہ عذاب اس کے بارے میں امام بخاریؒ سمجھا رہے ہیں کہ یہ عذاب قبر ہے۔ تو جس

طرح پہلا اور تیسرا عذاب جسم اور روح دونوں پر ہے اسی طرح درمیانہ عذاب (عذاب قبر) یہ بھی جسم اور روح دونوں پر ہے۔

دلیل نمبر ۳:

آگے فرماتے ہیں وحاق بال فرعون سوء العذاب النار یعرضون علیها غدوا وعشیا ویوم تقوم الساعة ادخلوا ال فرعون اشد العذاب۔ اب اس آیت مبارکہ میں بھی ایک عذاب کا ذکر ہے جو غرق ہونے کے بعد فوراً ہے اس کو سوء العذاب کہا گیا ہے وہ کس طرح ہے النار یعرضون علیها غدوا وعشیا۔ اگلا جو عذاب ہے ادخلوا آل فرعون اشد العذاب یہ تو قیامت کے دن ہوگا کہ فرعونی آگ میں داخل کئے جائیں گے اب جو عذاب ہے وہ عرض نار ہے عرض نار سے ان کو آگ پر بھونا جارہا ہے نہ کہ دخول نار سے۔ اب دیکھیں آیت مبارکہ میں مرنے کے بعد دو عذابوں کا ذکر آیا ایک عرض نار سے عذاب ہے اور ایک دخول نار سے عذاب ہے، جو دخول نار سے عذاب ہے اس کو عذاب دوزخ اور عذاب قیامت کہا جاتا ہے اور یہ جو عرض نار والا عذاب ہے اسی کا نام عذاب قبر ہے احادیث اور فقہ میں۔ جس طرح دوزخ کے عذاب میں ال فرعون کا جو لفظ ہے یہ جسم اور روح دونوں پر صادق آتا ہے یا صرف روح پر جب دوزخ میں داخل ہوں گے تو روح اور جسم دونوں داخل ہوں گے یا صرف روح تو جن کو دوزخ میں عذاب دیا جاتا ہے انہیں کو عرض نار سے عذاب دیا جارہا ہے۔ البتہ یہاں ان کے عذاب کو دائمی قرار دیا گیا ہے اور دوسروں کو صبح وشام ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے جیسا کہ بخاری میں ہے اگر جنتی ہے تو جنت کا ٹھکانہ اگر دوزخی ہے تو دوزخ کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے، لیکن آل فرعون کے لئے صبح و شام کی قید نہیں ان کو ہر وقت آگ پر بھونا جارہا ہے۔

یہودیہ کی بات پر حضرت عائشہؓ کی حیرانگی:

یہ آیات جن میں عذاب وثواب قبر کا ذکر ہے یہ مکی ہیں اور سیدہ عائشہؓ کی حدیث

بخاری شریف میں ہے کہ ایک یہودیہ میرے پاس آئی اس نے میرے پاس عذاب قبر کا ذکر کیا تو میں حیران ہوگئی۔ اس نے حضرت عائشہؓ سے کہا اللہ تجھے عذاب قبر سے بچائے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں پھر میں نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ کیا ہمیں بھی قبر میں عذاب ہوگا۔ آپ اقدس ﷺ نے فرمایا۔ ہاں گنہگاروں کو ہوگا اس کے بعد حضرت اقدس ﷺ عذاب قبر کے بارے میں دعا بھی اونچی مانگا کرتے تھے۔

تو کیا یہ آیات اماں عائشہؓ کو نہیں آتی تھیں کہ وہ عذاب قبر کا ذکر سن کر حیران ہو رہی ہیں۔ یقیناً حضرت عائشہؓ کو یہ آیات آتی تھیں لیکن قرآن کی آیات میں کافروں کے عذاب کا ذکر ہے۔

عن عائشة ان يهودية دخلت عليها فذكرت عذاب القبر فقالت لها اعاذك الله من عذاب القبر فسألت (عائشة) رسول الله ﷺ عن عذاب القبر فقال نعم عذاب القبر حق قالت عائشة فما رأيت رسول الله ﷺ بعد صلى صلوٰة الا تعوذ من عذاب القبر.

اس لئے اماں جی نے یہی سمجھا کہ عذاب قبر صرف کافروں کے لئے ہے تو جیسے میں نے حیات مسیح کے بیان میں عرض کیا تھا کہ "رفع" کا لفظ قرآن میں آ گیا "نزول" کا حدیثوں میں آ گیا۔ چونکہ سنت قرآن کے مسئلے کی تکمیل کرتی ہے اب کافروں کے عذاب قبر کا ذکر تو قرآن میں آ گیا اور گنہگار مسلمانوں کو بھی ہوگا اس کا حدیثوں میں آ گیا۔ اب قرآن و حدیث دونوں کے ماننے کے بعد پتہ چلا کہ کافروں کو بھی عذاب ہے اور گنہگار مومنوں کو بھی ہے لیکن گنہگار مومنین کا عذاب تطہیر کے لئے ہے تا کہ وہ پاک ہو جائیں اور پھر دوزخ سے بچ جائیں ان کا عذاب ختم بھی ہو جائے گا جب ان کے گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے۔

عذاب قبر پر چوتھی دلیل:

يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحيوٰة الدنيا.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ یہ عذاب وثواب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہاں ایک بات اچھی طرح ذہن میں رکھ لیں۔ میں نے بتایا تھا کہ ختم نبوت کا مسئلہ ہو یا حیات مسیح کا مسئلہ ہو اسی طرح جو مسائل چودھویں صدی میں چھیڑے گئے ہیں ان کے بارے میں پہلی کتابوں میں ضمنی طور پر جہاں ذکر ہوا اجمال ہوتا ہے اسی طرح بعض تفاسیر میں بعض جگہ اجمال ہوتا تو ایک قاعدہ یہ یاد رکھ لیں کہ جب بھی عذاب کا مسئلہ پیش آئے۔

قاعدہ نمبر۱: جب بھی وہ عذاب وثواب کے بارے یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الخ دکھادیں۔ کیونکہ یہ اصل بنیاد ہے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا عذاب وثواب قبر میں۔ اب اس تفسیر میں پوری وضاحت ہوگی حدیث تعاد روحہ فی جسدہ بھی ہوگی وہ حدیثیں بھی آجائیں گی کہ قبر میں سوال وجواب ہو رہا ہے۔ سارا مسئلہ واضح ہو جائے گا یہ وہ آیت ہے جہاں مفسرین وضاحت سے یہ مسئلہ لکھتے ہیں اگر کسی دوسری جگہ مفسرین عذاب کا ذکر کریں گے تو وہاں بعض اوقات اجمال بیان کر کے گزر جاتے ہیں، کیونکہ یہ مسئلہ تفصیل کے ساتھ اس آیت مبارکہ کے تحت ذکر کر چکے ہوتے ہیں تو کوئی بھی حوالہ کسی تفسیر کا کوئی مماتی آپ کے سامنے پیش کرے تو آپ وہی تفسیر اٹھا کر اس آیت مبارکہ کو دیکھیں کیونکہ اس آیت کے نیچے سارے مفسرین پوری وضاحت سے مسئلہ بیان کرتے ہیں۔ تو اس لئے اگر وہاں اجمال ہوگا تو اس تفصیل کو سامنے رکھ کے اس مفسر کا عقیدہ بیان ہوگا۔ اور ہم ان آیات پر بھی تفصیل سے مسئلہ کو بیان کریں گے کیونکہ ہمارے سامنے ایسے لوگ آئے ہیں جو ان آیات کا غلط مطلب بیان کرتے ہیں۔ اور جب یہ فتنے نہیں تھے تو اس زمانے میں کچھ لوگ متعلقہ آیت کے تحت تو پوری وضاحت کر جاتے تھے اور کہیں ضمناً آیا تو وہاں ضمنی بات لکھ کر گزر جاتے تھے۔

اہل حق اور باطل کا طریقہ علیحدہ علیحدہ ہے:

اب حق پرستوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جہاں وضاحت ہو اس کو لیا جائے اور باطل پرستوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جہاں اجمال ہوگا کیونکہ وہاں اپنی ٹانگ اڑانے کا موقع مل جاتا ہے اس لئے وہ اجمال کو لیتے ہیں اور کہتے ہیں اس اجمال کی تفسیر ہم یوں کرتے ہیں، ہم یوں کرتے ہیں، ہم یوں کرتے ہیں اس لئے باطل والے ہمیشہ اجمالی حوالے نکالتے رہتے ہیں۔ تو یہ قاعدہ یاد رکھیں کسی بھی تفسیر کا حوالہ ہو کسی بھی، اور وہ آپ کو مجمل نظر آرہا ہو اور نظر آرہا ہو کہ اس میں کوئی مماتی اپنی ٹانگ اڑا رہا ہے آپ وہی تفسیر اٹھا کر یہ آیت نکال دیں۔ اس کے سارے وسوسوں کا جواب اس میں آجائے گا وہاں اعادہ روح کا ذکر بھی ہوگا قبر میں سوال و جواب کا ذکر بھی ہوگا اسی جگہ مفسرین تفسیر میں تفصیل سے یہ مسئلہ ذکر کرتے ہیں دوسری جگہوں پر بعض اوقات اجمال کر جاتے ہیں کیونکہ اس زمانے میں یہ فتنہ نہیں تھا۔

عذاب قبر کی دلیل نمبر ۵:

سورۃ نوح میں آتا ہے اغرقوا فادخلوا نارا۔ اب یہ فا تعقیب بلا مہلت کے لئے آتی ہے ادھر غرق ہوتے گئے ادھر عذاب میں مبتلا کر دیئے گئے اب دیکھئے کہ جب غرق ہوئے تو غرق سے جو عذاب آیا وہ جسم اور روح دونوں کو آیا؟ یا صرف روح کو؟ (جواب جسم اور روح دونوں کو آیا) جب یہ عذاب دونوں کو آیا تو فادخلو نارا یہ عذاب بھی جسم اور روح دونوں کو آیا یہی عذاب قبر ہے۔

ایک اہم بات:

یہاں ایک بات سمجھ لیں کہ یہاں دخول نار کا ذکر ہے اور دوسری میں عرض نار کا ذکر ہے وہاں عرض نار کے بعد دخول نار ہے اس سے پتہ چلا کہ کبھی عرض نار کو بھی مجازاً دخول نار کہہ دیتے ہیں حقیقت مجاز کے طور پر ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہو جاتے ہیں جیسے نیک

آدمی کی قبر میں چونکہ اس کو جنت کا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے اس لئے اس کو جنت کا باغ فرما دیا۔ بدکار آدمی کی قبر میں اس کو جہنم دکھائی جاتی ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حفرة من حفر النیران فرمادیا اسی طرح کبھی عرض نار کی جگہ دخول نار کا لفظ مجازاً ذکر کر دیا جاتا ہے۔

ایک مماتی کا لطیفہ

ایک مماتی مجھے کہنے لگا کہ قیل ادخل الجنۃ کا مطلب ہے کہ وہ جنت میں جا چکا پہلے تو میں نے ایسے کہا کہ ہاں جا چکے ہیں۔ کیونکہ ونفخ فی الصور صور بھی پھونکا جا چکا ہے۔ جب صور پھونکا جا چکا ہے۔ تو جنت میں بھی جا چکا ہے (میں نے ونفخ فی الصور کا ترجمہ اس طرح کیا تا کہ وہ تاویل کرے اور خود پھنس جائے چنانچہ ایسے ہی ہوا) اب وہ یہاں تاویل کرنے بیٹھا کہ یہاں ماضی اس لئے لائی گئی ہے کہ بسا اوقات جو بات آئندہ زمانے میں ہونی ہو اور یقینی ہو اس کو ماضی کے صیغے سے تعبیر کر لیتے ہیں کہ گویا ہو چکی ہے۔ میں نے کہا پھر وہاں بھی یہ معنی لے لو۔ میں نے کہا جلالین ہی کم از کم اٹھا کر دیکھ لو کوئی اور تفسیر تو تمہاری قسمت میں نہیں ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کیا اسے شہید کیا بھی گیا تھا یا نہیں؟ قرآن میں اس کے شہید کرنے کا کوئی ذکر ہی نہیں کہ اسے شہید کر دیا گیا ہے، ایک قول تو یہ ہے کہ اسے زندہ اٹھالیا گیا تھا سرے سے شہید ہوا ہی نہیں اور دوسرا یہ کہ اگر یہ شہید ہوا بھی تو قیل ادخل الجنۃ کے دونوں مطلب ہو سکتے ہیں کہ جنت سے مراد اس کی قبر بھی ہو سکتی ہے کیونکہ وہ بھی جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا یہ بات قیامت کے دن اس کو کہی جائے گی۔ مفسرین نے یہ قول بھی لکھا ہے۔ یہ لوگ اس طرح کے اجمالات اٹھا اٹھا کر تفصیلی باتوں کی مخالفت کرتے رہتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے قرآن پاک کی تین چار آیتیں لکھی ہیں۔ مفتی محمد شفیع صاحب معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ دس سے زائد آیات قرآن میں ایسی ہیں جن سے علماء نے عذاب وثواب قبر ثابت کیا ہے۔ اور ایک کتاب اب

آئی ہے ابھی وہ چھپی نہیں (یہ کتاب مولانا نور محمد صاحب ترنڈہ محمد پناہ رحیم یار خان والوں نے لکھی ہے حضرت قدس سرہ کے پاس چیک ہونے کیلئے آئی تھی۔امید ہے کہ اب طباعت کے مراحل سے گزر چکی ہوگی) اس میں تقریباً ساٹھ آیتیں نقل کی ہیں جن کے نیچے کسی نہ کسی مفسر نے عذاب وثواب قبر کا ذکر کیا ہے۔بہر حال قرآن پاک اور احادیث سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو رہی ہے کہ عذاب وثواب قبر میں جسم اور روح دونوں شریک ہیں۔

عذاب قبر پر احادیث مبارکہ سے پہلی دلیل:

حدیث میں ہے **المیت یعرض علیه مقعده بالغداة و العشی** تو یہ کس پر پیش کیا جاتا ہے؟ جواب میت پر، اور میت اسی قبر میں ہے اور یہ بات میں پہلے بتا چکا ہوں کہ تیرہ ابواب ایسے ہیں جن میں میت کا لفظ اسی جسم کے لئے آیا ہے۔تو معلوم ہوا کہ عذاب وثواب اسی قبر میں ہوتا ہے۔آگے دوسری حدیث میں ہے کہ ابھی مردہ جوتیوں کی آواز سن رہا ہوتا ہے کہ منکر نکیر سوال و جواب کے لئے آجاتے ہیں۔تو سوال و جواب اسی قبر میں ہو رہا ہے۔آگے ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ دو قبروں کے پاس سے گزرے ان کو عذاب ہو رہا تھا تو آپ نے ان پر ٹہنی رکھی۔اس سے ہم دو استدلال کرتے ہیں۔نمبر(۱) ایک تو یہ کہ حضرت نے اسی قبر میں عذاب وثواب دیکھا کشف کے طور پر۔نمبر(۲) دوسرا استدلال ہم یہ کرتے ہیں کہ حضرت نے سبز ٹہنی رکھی کہ اس کے ذکر سے میت کو فائدہ پہنچے گا۔تو جب ٹہنی کے ذکر سے فائدہ پہنچتا ہے تو دوسروں کے ایصال ثواب سے بھی فائدہ پہنچتا ہے اس لئے اس حدیث سے ایصال ثواب کا مسئلہ بھی واضح ہو رہا ہے۔اب جتنی بھی حدیثیں عذاب قبر کے بارے میں بخاری شریف میں آرہی ہیں سب میں اسی قبر میں عذاب وثواب کا ذکر ہے جتنی آیات عذاب قبر کے بارے میں قران میں ہیں ان سب میں اسی قبر میں عذاب وثواب قبر کا ذکر ہے۔

امام مسلم منکرین عذاب قبر کو منافق سمجھتے تھے:

صحیح مسلم شریف جلد۲ص۳۸۵ سب سے پہلے یہ بات سمجھ لیں کہ یہ کتاب صفات المنافقین کی آرہی ہے امام مسلم رحمہ اللہ چونکہ منکرین عذاب قبر کو منافق سمجھتے تھے۔ اس لئے وہ باب عرض مقعد المیت من الجنة والنار علیه واثبات عذاب القبر و التعوذ منه کو کتاب صفات المنافقین میں لائے ہیں۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ اسے کتاب الجنائز میں نہیں لائے بلکہ دوسری جلد میں کتاب السنہ میں لائے ہیں جہاں معتزلہ کا رد کر رہے ہیں۔

امام ابوداؤد کے نزدیک منکرین عذاب قبر خارجی ہیں اور معتزلہ ہیں:

چونکہ امام ابوداؤد واضح طور پر سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ اہلسنت والجماعت سے خارج ہیں اس لئے وہ اس کو کتاب السنہ میں لائے ہیں جو معتزلہ کے رد میں ہے خارجیوں کے رد میں ہے اور وہیں لائے ہیں تعاد روحه فی جسده.

صاحب مشکوۃ منکرین عذاب قبر کو کافر کہتے ہیں:

اور صاحب مشکوۃ کتاب الایمان میں لائے ہیں کیونکہ عذاب وثواب قبر کے منکر کے بارے میں دو ہی فتوے ہیں ایک فتویٰ تو یہ ہے کہ وہ کافر ہے اس لئے صاحب مشکوۃ چونکہ اس کو کافر سمجھتے ہیں اس لئے وہ کتاب الایمان میں لائے ہیں اور امام ابوداؤدؒ اس طرف ہیں کہ وہ کافر تو نہیں معتزلی ہے اہلسنت والجماعت سے خارج ہے اس لئے یہ اس کو کتاب السنہ میں لائے ہیں۔

علامہ ابن ہمام کے نزدیک منکر عذاب قبر کافر ہے:

علامہ ابن ہمام [illegible] القدیر شرح ہدایہ میں جہاں بدعتی امام کا ذکر ہے کہ اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ جو عذاب وثواب قبر کا منکر ہے وہ کافر ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔

علامہ طاہر حنفی کے نزدیک منکر عذاب قبر کے پیچھے نماز درست نہیں:

اس طرح خلاصۃ الفتاویٰ جلد ۱ص ۱۴۹ ۔ پر علامہ طاہر بن احمد الحنفی لکھتے ہیں لایجوز الصلوۃ خلف من ینکر شفاعۃ النبی ﷺ و ینکر الکرام الکاتبین و عذاب القبر و کذا من ینکر الرؤیۃ لانہ کافر (**ترجمہ**) جو آدمی نبی علیہ السلام کی شفاعت اور کراماً کاتبین اور عذاب قبر اور رویت باری تعالیٰ کا منکر ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں اسی طرح رسائل بحر العلوم ص ۹۹ پر مولانا عبد العلی بحر العلوم الحنفیؒ لکھتے ہیں شفاعۃ لاھل الکبائر و الرؤیۃ وعذاب القبر و کرام الکاتبین حق، تو بہر حال بعض نے کافر لکھا ہے، بعض نے اہل سنت والجماعت سے خارج لکھا ہے۔ تو اس سے ان کے کفر میں شبہ پیدا ہو گیا اور شبہ کا فائدہ ہمیشہ ملزم کو پہنچا کرتا ہے اس لئے ہمارے ہاں مفتی بہ قول یہی ہے کہ مسلمان تو ہیں لیکن سنی قطعاً نہیں پکے بدعتی ہیں اور بدعتی بھی بریلویوں جیسے نہیں بلکہ عقائد میں بدعتی ہیں جیسے وہ بریلوی جو حاضر ناظر کا قائل ہے وہ عقیدۃً بدعتی ہے اسی طرح یہ مماتی بھی عقیدۃً بدعتی ہیں تو جیسے عقیدہ والے بدعتی مثلاً جبریہ، قدریہ، معتزلہ خارجی، رافضی اسی طریقے سے یہ لوگ بھی بدعتی ہیں اب جب ان کو بدعتی کہا جاتا ہے تو لوگ سمجھتے ہیں کہ ان بریلویوں کی طرح بدعتی ہیں جو تیجا چالیسواں کرتے ہیں حالانکہ وہ عمل میں بدعتی ہیں یہ عقائد میں بدعتی ہیں وہ مکروہ تحریمی کی حد تک رہتے ہیں ان سے آدمی اہل سنت سے خارج نہیں ہوتا کیونکہ گناہ مکروہ تحریمی تک رہتے ہیں ہے اہل سنت سے خارج اعتقادی بدعات کی وجہ سے ہوتا ہے جیسے تقدیر کا انکار کر دیا، عذاب قبر کا انکار کر دیا، حیات النبی ﷺ کا انکار کر دیا تو یہ لوگ جو ہیں یہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں۔ اب دیکھیں امام نوویؒ لکھتے ہیں اعلم ان مذھب اھلسنت اثبات عذاب القبر دیکھیں جو عقیدہ ہوتا ہے وہ مذہب کے نام سے آیا کرتا ہے۔

وقد تظاھرت علیہ دلائل الکتاب والسنۃ قال اللہ تعالیٰ النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا الآیہ وتظاھرت بہ والاحادیث الصحیحۃ عن

النبی ﷺ من روایۃ جماعۃ من الصحابۃ فی مواطن کثیرۃ ولایمتنع فی العقل ان یعید اللہ تعالٰی الحیوۃ فی جزء من الجسد ویعذبہ واذالم یمنعہ العقل وورد بہ الشرع وجب قبولہ واعتقادہ دیکھوامام نے بات کیسے واضح کردی ہے کہ عقلاً محال نہیں ہے یہ بات اور شرعاً یہ بات قرآن وسنت سے ثابت ہوگئی ہے کہ عذاب وثواب قبر ہوتا ہے۔

تفہیم مسئلہ کی ایک مثال:

دیکھو مسئلے تین قسم کے ہوتے ہیں ایک ہیں واجبات جن کو عقل واجب جانے جیسے دواور دو چار۔ ایک ہیں محالات جن کو عقل محال جانے جیسے دواور دو سات، عقل ان کو محال جانتی ہے۔ ایک ہیں ممکنات عقل نہ اس کو ضروری جانے نہ محال جانے اس میں سارا ثبوت نقل سے ہوتا ہے عقل سے نہیں ہوتا مثلاً یہاں سے خیر المدارس کا گیٹ کتنے قدم پر ہے عقل اس کا کوئی فیصلہ نہیں کرسکتی کہ دوسو قدم پر ہے یا سات سو قدم پر لیکن صحیح فیصلہ فیتہ (پیمانہ) کرے گا۔ اب جو آدمی سامنے بیٹھا ہے اس کی عمر کتنی ہوگی عقل اس کا اندازہ کر سکتی ہے کہ بائیس سال ہوگی یا پچیس سال ہوگی لیکن اصل تو نقل پیش کرنا پڑے گی جہاں اس کی تاریخ پیدائش لکھی ہوئی ہے۔ یہی بات علامہ نووی فرما رہے ہیں کہ عقل نہ عذاب قبر کو واجب قرار دیتی ہے نہ محال اب جب کتاب وسنت سے یہ ثابت ہوگیا تو اس کا ماننا واجب ہوگا، کیونکہ اس کا ثبوت اب منقولات پر ہوگا نہ کہ معقولات پر، دیکھو امام نوویؒ نے یہ ایک بات لکھ کر ان کے (یعنی مماتیوں کے) سارے عقلی ڈھکوسلوں کو رد کردیا کہ یہاں معقولات کو دخل ہی نہیں یہاں تو ساری بات منقولات پر ہے جو کچھ کتاب وسنت میں آئے گا اس کو ہم مان لیں گے۔ امام اس مقام میں خچر والی حدیث بھی لائے ہیں اور ساتھ ہی یہ ہے کہ حضرت نے پانچ چھ قبریں دیکھیں تو اشارہ کر کے فرمایا کہ ان قبروں والوں کو عذاب ہو رہا ہے (ان قبروں میں) اور آج مماتی پوری ڈھٹائی کے ساتھ کہتے ہیں کہ ان قبروں میں

عذاب نہیں ہو رہا حالانکہ حضرت پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ ان قبروں میں عذاب ہو رہا ہے اور فرماتے ہیں کہ میں دعا کردوں گا تو اللہ تعالیٰ ان میں نورانیت پیدا فرمادیں گے۔

مماتیوں کا ایک بیہودہ اعتراض اور اس کا جواب:

اب مماتیوں سے اور تو کچھ نہیں ہوتا اب یہ کہتے ہیں کہ کیا حضرت کے زمانے میں صحابہ کو عذاب قبر ہوتا تھا اور کہتے ہیں کہ دیکھو یہ صحابہ کے لئے عذاب قبر مانتے ہیں۔ جیسے یہ بڑے صحابہ کے عاشق ہوں حالانکہ نبی ﷺ کی بات مانتے نہیں اور صحابہ سے عشق ان کو یاد آ گیا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ وہ قبریں صحابہ کی ہوں آخر آپ کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے کچھ مسلمان فوت ہوئے ہوں گے یا نہیں؟ اور انہوں نے زیارت نہیں کی دوسروں کے ہاتھ پر ایمان لائے تو وہ صحابی تو نہیں تھے لیکن قبریں ان کی بھی حضرت کے زمانے میں تھیں، دوسرا یہ کہ حدیث میں یہ مذکور ہے کہ پیشاب کی وجہ سے، کفر کی وجہ سے نہیں بلکہ غیبت اور چغلی کی وجہ سے ہو رہا ہے اور صحابہ معصوم تو نہیں تھے چغلی ہو سکتی ہے ان سے میں خانگڑھ مظفر گڑھ کے علاقے میں گیا کسی نے یہی سوال کیا کہ جی صحابہ کو عذاب ہو رہا تھا، جیسے بڑا عاشق ہو صحابہ کا۔ میں نے کہا تجھے کس نے بتایا وہ صحابی تھے کہ جی قبریں مدینہ میں تھیں جی حضرت نے دیکھیں جی میں نے کہا مدینہ میں ہجرت سے پہلے کوئی فوت نہیں ہوا جو ایمان تو لے آئے تھے لیکن حضرت کی زیارت نہیں کی تھی اب وہ صحابی تو نہیں ہے۔ تو یہ کہیں ثابت نہیں ہے کہ وہ صحابی تھے۔ دیکھیں صاف صاف حدیثوں کا انکار کرنے کے لئے ایسے بہانے بنائے جاتے ہیں۔ مسلم شریف میں اور بھی احادیث ہیں۔ اب صحیح بخاری میں ص ۱۸۳ پر عذاب وثواب قبر شروع ہو رہا ہے اس طرح ص ۱۸۵ پر لمبا خواب بھی ہے اور ص ۱۰۴۳ پر بھی ہے۔ اب جب ہم بخاری شریف کی حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس میں فلاں راوی شیعہ ہے۔

یونس نعمانی کا مناظرے میں شیعہ راوی والی حدیث پیش کرنا:

دریا خان میں نعمانی نے خواب والی حدیث پیش کی تو میں نے کہا کہ اس میں عوف شیعہ ہے اور تو میرے سامنے یہ حدیث پیش کر رہا ہے۔

تو بڑا تلملایا بعد میں کہا کہ امین جھوٹ بول گیا ہے۔ دوبارہ جب میں گیا تو لوگوں نے کہا کہ وہ جھوٹا کہتا ہے آپ کو اور کہتا ہے بخاری میں عوف راوی نہیں ہے عوف راوی ہے کتاب الرویاء کی سند میں اسی میں جریر بن حازم ہے جو متکلم فیہ راوی ہے۔ میں نے بخاری سے نکال کر دکھایا کہ یہ عوف راوی ہے۔

ایک واقعہ:

میں اور ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب اور مولانا زرولی صاحب ناشتہ کر رہے تھے اور ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب امام حسن بصری کی تفسیر پر دکتورہ (ڈاکٹریٹ) کر کے آئے ہیں۔ تو بخاری شریف میں امام حسن بصری کا ایک قول ہے التقية الى يوم القيمة کہ تقیہ قیامت تک ہوتا رہے گا۔ ڈاکٹر شیر علی صاحب مجھے بتانے لگے کہ میں بہت پھرا، بہت تلاش کیا کہ اس کا کوئی راوی مل جائے جو سنی نہ ہو شیعہ ہو۔ میں بڑے بڑے آدمیوں کے پاس گیا جو رات دن اسماء الرجال پر کام کرتے ہیں کہ کوئی شیعہ راوی بتادیں تا کہ میں یہ کہہ کر جان چھڑالوں کہ اس کی سند میں فلاں راوی شیعہ ہے لہٰذا یہ شیعوں کی من گھڑت روایت ہے لیکن کوئی نہ ملا۔ مولانا زرولی صاحب کہنے لگے کہ بخاری میں تو یہ تعلیق سند نہیں ہے تعلیق التعلیق لاؤ اس میں دیکھیں کہ سند اس کی کیا ہے جب تعلیق التعلیق میں سند دیکھی تو میں نے کہا کہ یہ دیکھو عوف راوی شیعہ ہے انہوں نے کھانا چھوڑ دیا اور اوپر چلے گئے تہذیب التهذيب لینے۔ کہنے لگے یہاں عوف تو نہیں ہے کوئی اور ہے میں نے کہا عوف بن ابی جمیلہ ہے لکھا تھا كان قدريا رافضيا شيطانا ڈاکٹر صاحب کہنے لگے یہ بات مجھے کسی نے وہاں نہیں بتائی۔ ورنہ میں جواب دے دیتا۔ تو میں نے کہا کہ اب یہاں بھی یہ سمجھیں کہ اصل میں امام

بخاریؒ اسے لائے ہیں بباب الاکراہ میں تو شیعہ اکراہ کو تقیہ کہنا شروع کر دیتے ہیں۔امام حسن بصریؒ کی طرف جو تقیہ کی نسبت ہے وہ اصل میں اکراہ ہے اور اکراہ تو قیامت تک ہو سکتا ہے تو اس بات کو سمجھانے کے لئے امام بخاریؒ نے چونکہ اوپر بباب الاکراہ باندھ دیا ہے اس لئے وہ خود اس سے اکراہ ہی مراد لے رہے ہیں کہ اگر اس شیعہ کی بات کو مان بھی لیا جائے تو یہاں تقیہ مراد نہیں اکراہ مراد ہے۔ڈاکٹر صاحب کہنے لگے کہ مجھے کسی نے یہ بات نہیں بتائی اس لئے میں بہت پریشان رہا۔تو یہ عوف راوی خواب والی روایت میں بھی ص۱۰۴۳ پر موجود ہے۔

خطبہ صدیقؓ اور حیات انبیاء:

اسی طریقے سے خطبہ صدیق تو میں نے دکھادیا کہ ص۵۱۷ پر موجود ہے (یہ جو کہتے ہیں کہ قبر نہیں ملتی) تو یہ تو مشہور حدیث ہے کہ ایک آدمی نے مرتے وقت کہا کہ میرے ٹکڑے کر کے جلا دینا یہ حدیث بخاری شریف ص۴۹۵ جلد۱ اور ص۱۱۱۷ جلد۲ پر ہے۔

قال النبی ﷺ کان رجل یسرف علی نفسه فلما حضره الموت قال لبنیه اذا انامت فاحرقونی ثم اطحنونی ثم ذرونی فی الریح فواللہ لئن قدراللہ علیّ لیعذ بنی عذاباً ماعذبه احدًا فلمامات فعل به ذلک فامر اللہ تعالیٰ الارض فقال اجمعی مافیک منه ففعلت فاذا هو قائم قال ماحملک علی ماصنعت قال مخافتک یارب فغفرله۔ اب دیکھو یہ روایت کتنی واضح ہے کہ اس آدمی نے مرتے وقت کہا کہ میں جب مر جاؤں تو میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا اور پھر جلا دینا اور راکھ کو کچھ پانیوں میں اور کچھ ہواؤں میں اڑا دینا اب اللہ تعالیٰ اس سے سوال و جواب فرما رہے ہیں۔

پہلی امتیں بھی جسم کے عذاب کی قائل تھیں:

اب اس حدیث سے پتہ چلا کہ صرف ہم نہیں پہلی جتنی امتیں گزری ہیں وہ بھی

مانتی تھیں کہ جسم کو عذاب وثواب ہوگا۔ اس لئے تو اس نے یہ سارا کام کیا اگر اس کا عقیدہ مماتیوں والا ہوتا کہ جسم کو عذاب وثواب نہیں تو اسے کیا ضرورت تھی جسم کو کٹوانے کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ میں نے جسم کو عذاب تو نہیں دینا تھا تو خواہ مخواہ ڈرتا رہا اور اپنے جسم کو کٹوادیا جب میں نے جسم کو عذاب دینا ہی نہیں تھا تو کیوں کٹواتا رہا۔ اللہ کے پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ وہ آدمی بے وقوف تھا اس جسم کو تو عذاب ہونا ہی نہیں تھا۔ اب بقول مماتیوں کے اس آدمی کو قبر نہیں ملی اس کو عذاب ہو رہا ہے یا نہیں؟ (ہو رہا) بلکہ یہی حدیث ان کے سخت خلاف ہے۔ اس سے ایک تو یہ پتہ چلا کہ پہلی امتوں کا بھی پکا یقین تھا کہ جسم عذاب وثواب میں شریک ہے۔ اور اللہ نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ عذاب جسم کو نہیں ہونا تھا تو کیوں کٹواتا رہا اللہ کے نبی پاک ؐ نے بھی یہ نہیں فرمایا حالانکہ یہ موقع تھا کہ بات سنانے کے بعد اس کو بتا دیا جاتا تا کہ کسی کا عقیدہ غلط نہ ہو۔ نبی کبھی اپنی امت کو غلطی پر قائم نہیں رہنے دیتا۔

اب یہ جو لمبا خواب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں جنت اور جہنم کی سیر کی مختلف لوگوں کو مختلف قسم کے عذاب ہوتے دیکھے۔ مماتی بے وقوفی سے سمجھتے ہیں کہ ہماری دلیل ہے لیکن یہ تو ہماری دلیل ہے اب یہ جو لمبا خواب ہے اس میں حضرت نے عذاب برزخ کا بھی مشاہدہ فرمایا، جنت اور دوزخ کا بھی مشاہدہ فرمایا۔ تو خواب میں حضرت پاک ﷺ کا جسم اطہر مدینہ طیبہ میں آرام فرما تھا یا نہیں؟ تو جب روح مبارک جنت دوزخ کی سیر کر رہی ہے تو اس جسم کے ساتھ اس کا تعلق تھا یا نہیں؟ کروٹیں بدلی جا رہی تھی یا نہیں؟ سانس چل رہی تھی یا نہیں؟ کھانا ہضم ہو رہا تھا یا نہیں؟ اور جب روح جنت میں تھی تو مدینہ میں جسم کے ساتھ تعلق تھا یا نہیں؟ (یقیناً تھا) تو جو جنت میں پہنچ کر مدینہ میں جسم کے ساتھ تعلق رکھ سکتی ہے دوزخ میں پہنچ کر جسم سے تعلق قائم رکھ سکتی ہے، وہ علیین یا سجین میں جا کر یہاں تعلق قائم کیوں نہیں رکھ سکتی؟ یہ بھی اس قول پر ہے کہ اگر ہم مان لیں کہ روح علیین سجین میں ہوتی ہے۔

مماتیوں کے پاس ایک بھی دلیل نہیں کہ روح علیین یا سجین میں ہوتی ہے:

اس پر کہ روح علیین سجین میں ہوتی ہے مماتیوں کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے مسند احمد میں جو حدیث ہے مشکوۃ میں بھی کتاب الجنائز میں وہ آتی ہے۔ لمبی حدیث ہے کہ فرشتے کفن لے کر بیٹھ جاتے ہیں مردہ ان کو دیکھتا ہے پھر علیین میں نیک کی روح پہنچائی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اکتبوا کتاب عبدی فی علیین کہ اس کا نام علیین میں لکھ دو ثم ردوہ الی الارض اس کو واپس زمین میں لے جاؤ اور اللہ تعالیٰ خود ساتھ قرآن کی آیت پڑھتے ہیں۔ منھا خلقنٰکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃ اخریٰ تو اس حدیث میں یہ بات واضح ہے کہ یہ (روح) جاتی ضرور ہے لیکن وہاں اس کا استقرار نہیں استقرار قبر میں ہے آگے گنہگار کا ذکر ہے وہاں بھی یہ ہے کہ اکتبو کتاب عبدی فی سجین کہ اس کا نام سجین میں لکھ دو ثم ردوہ الی الارض تو یہ جو کہتے ہیں کہ روح علیین میں ہے اگرچہ مفسرین کا ایک قول ہے لیکن قرآن اور حدیث میں صاف ذکر ہے کہ زمین کی طرف روح لوٹا دی جاتی ہے اس بات کو سمجھانے کے لئے عرض کرتا ہوں کہ آپ خواب دیکھتے ہیں چونکہ خواب کا تجربہ آپ کو ہے اس لئے خواب سے یہ سمجھ آجائے گا۔ اب خواب میں جب روح نکل جاتی ہے آپ کا جسم بستر خواب پر ہے اور روح پورے عالم خواب میں سیر کر رہی ہے کہیں کراچی پھر رہی ہے، کہیں لاہور پھر رہی ہے اب کوئی یہ کہتا ہے کہ رات میں خواب میں بہاولپور تھا کوئی کہتا ہے میں کراچی تھا اب اس کی باتوں کو کوئی جمع کر کے لکھ دے اور لکھے کہ خواب میں روح کہاں ہوتی ہے مختلف اقوال ہیں بہاولپور کا قول بھی ہے کراچی کا قول بھی ہے۔ تو روح عالم خواب میں جہاں چاہے پھرتی ہے۔ اسی طرح جب آدمی مر جاتا ہے تو جسم قبر میں ہے اور عالم برزخ عرش تک پھیلا ہوا ہے یا کم از کم علیین سجین تک پھیلا ہوا ہے۔

برزخ کے تین معنی ہیں:

اس لئے برزخ کے تین معنی لکھے ہیں ایک یہ ہے کہ یہ اسم زمان ہے وہ ہے موت کے بعد نفخہ صور تک اس زمانے کو برزخ کہا جاتا ہے کیونکہ اس زمانے میں جو کارروائی ہو رہی ہے وہ ہم سے پوشیدہ ہے جو کچھ ہو رہا ہے ہم سے پوشیدہ ہے تو بطور اسم زمان برزخ یہ ہے۔ بطور اسم مکان برزخ ہے قبر سے لے کر علیین تک یا سجین تک۔ یہ مکان برزخ ہے۔ تیسری ہے کیفیت برزخ کہ یا دکھ ہوگا یا سکھ ہوگا یا عذاب ہوگا یا ثواب ہوگا۔ یہ سارا قبر سے لے کر علیین سجین تک ہے۔ نیک کو قبر سے علیین تک سکھ ہی سکھ، بد کو قبر سے سجین تک عذاب ہی عذاب۔ تو برزخ کا لفظ تین معنوں میں آتا ہے اسم زمان کے معنی میں بھی اس کا میں نے بتایا کہ نفخہ اولیٰ تک ہے موت سے لے کر۔ دوسرا اسم مکان کے معنی ہے تو یہ قبر سے لے کر عرش تک نہیں تو کم از کم نیک کا علیین تک، بد کا سجین تک پہلے کو زمان برزخ دوسرے کو مکان برزخ کہتے ہیں تیسرا کیفیت برزخ کہ یا تو انسان دکھ میں ہے یا سکھ میں۔ کسی زمانے میں عالم برزخ کا انکار تھا آج قبر کا انکار ہو رہا ہے۔ ہم اہلسنت والجماعت پوری بات مانتے ہیں۔ اب جبکہ آپ کو خواب والی بات سمجھ میں آ گئی ہے تو اب اگر واقعۃً روح کا استقرار علیین سجین میں ہے تو پھر جو اس خواب میں دیکھا گیا کہ وہاں رہ کر بھی تعلق ہے وہ کیا ہے؟ اب دیکھیں کہ اگر آپ صبح اٹھ کر کہیں کہ میں رات خواب میں مکہ گیا تھا تو کیا کوئی مماتی آپ کی اس بات سے سمجھے گا کہ روح کا تعلق جسم کے ساتھ نہیں تھا۔ کوئی نہیں سمجھے گا۔ کیونکہ یقیناً تعلق تھا۔ اب اگر کوئی یہ سمجھے کہ روح وہاں سیر کر رہی تھی تو یہاں تعلق نہیں تھا اس کا نام مماتیت ہے۔ حالانکہ یہاں سے تعلق کٹنے کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تلبیہ حضور ﷺ نے خود سنا:

بخاری شریف میں کتاب الحج باب التلبیہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے موسیٰ کو تلبیہ پڑھتے سنا ہے یہاں، موسیٰ کے وصال کو کتنا

عرصہ گزر چکا ہے بقول ابن عباسؓ کہ حضور علیہ السلام موسیٰ کے اٹھارہ سو سال بعد تشریف لائے ہیں۔ تو اب حضور علیہ السلام ان کو حج کرتے دیکھ رہے ہیں، تو معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام بطور تلذذ کے عبادات بھی کرتے ہیں۔ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون اب اس جگہ مماتیوں کو پھر اعتراض سوجھتا ہے۔

مماتیوں کا اعتراض اور اس کا جواب:

اس پر مماتی اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن میں ہے واعبدربک حتی یاتیک الیقین موت کے بعد کوئی عبادت نہیں یہ قرآن میں ہے۔

جواب: اسی قرآن میں ہے کہ جنت میں بھی ذکر ہوگا قالوا الحمدلله الذی ھدانا لھذا وماکنا لنھتدی یہ جنت میں جا کر کہیں گے۔ وقالوا الحمدلله الذی صدقنا وعدہ واورثنا الارض نتبوأ من الجنة حیث نشاء فنعم اجر العملین اسی طرح سورۃ یونس میں آیت نمبر۱۰ دعوٰھم فیھا سبحنک اللّٰھم وتحیتھم فیھا سلام وآخر دعواھم ان الحمد لله رب العالمین یہ تو میں نے بطور مثال کے تین آیات پیش کیں اس کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں جیسے وقالوا الحمد لله الذی اذھب عنا الحزن ان ربنا لغفور شکور۔ اب جواب دیتا ہوں کہ عبادت دو قسم کی ہے ایک تکلیفی نمبر (۲) بطور تلذذ کے۔ موت تک جو عبادت ہوگی، وہ تکلیفی ہے کیونکہ موت کے بعد عبادت تکلیفی نہیں ہوگی عبادت تلذذ موت کے بعد بھی ہوگی وہ صرف قبر میں نہیں بلکہ جنت میں بھی جاری رہے گی کہ اس ذکر میں ایسی لذت ہوگی جو جنت کی نعمتوں میں بھی نہیں ہوگی۔ اس لئے وہاں جو نماز ادا ہو رہی ہے وہ تلذذ کے لئے ہے تکلیف کے لئے نہیں۔ یہاں یہ بات بھی سمجھ لیں کہ یہ زندگی اس زندگی سے افضل ہے کیونکہ اس زندگی میں انسان عبادتیں کر کر کے ترقی کر رہا ہے، حج کرے گا ترقی ہوگی، جو عبادت بھی کرے گا ترقی ہوگی لیکن قبر میں جانے کے بعد اپنا عمل ختم ہو گیا اب اس عمل سے (جو قبر میں کرے گا) ترقی نہیں ہوگی۔ گرچہ انبیاء علیہم السلام کے اعمال وہاں بھی ہیں تو بات چل رہی تھی عذاب وثواب قبر

کی یہ تو ضمناً حیات کی بات آ گئی۔ تو بخاری شریف میں موسیٰ کے حج کرنے کا ذکر موجود ہے ۔اسی طرح حضرت پاک ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ سب سے پہلے میں قبر سے اٹھوں گا فرمایا کہ سب سے اول میں ہوش میں آ ؤں گا تو ہوش میں زندہ آیا کرتا ہے یا مردہ؟ زندہ ہی آیا کرتا ہے۔ اس لئے بخاری کی حدیث سے پتہ چلا کہ حضرت پاک ﷺ وہاں حیات ہیں کیونکہ نفخہ صور کی وجہ سے سب پر ایک صعقہ طاری ہوگا تو فرمایا اول من یفیق یہ بخاری میں تین جگہ ہے اور مسلم میں بھی ہے تو خود صحیح بخاری میں حیات النبی ﷺ پر حدیث موجود ہے جو واضح ہے۔

مسلم شریف میں حدیث سلام میت ص ۱۲۶ جلد ا ص ۳۱۴ جلد ا، عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اتی المقبرة فقال السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء الله بکم لاحقون الخ اور یہ حدیث کہ قبر کے باہر جب لوگ کھڑے باتیں کر رہے ہوں قبر والے کو انس ہوتا ہے ص ۷۶ جلد ا پر موجود ہے کہ حضرت عمرو بن عاص فرما رہے ہیں کہ میری قبر پر مجھے دفن کرنے کے بعد اتنی دیر کھڑے ہونا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے اور فرماتے ہیں حتی استانس بکم مجھے تم سے انس ہوگا۔ یہ (مماتی) کہتے ہیں کہ وہاں کچھ ہوتا ہی نہیں اور سبز پرندوں والی روایت ص ۱۳۵ جلد ۲ موسیٰ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں ص ۲۶۸ جلد ۲ عن انس بن مالک ان رسول الله ﷺ قال اتیت وفی روایة هداب مررت علی موسی لیلة اسریٰ بی عند الکثیب الاحمر وهو قائم یصلی فی قبره اور ص ۲۶۸ جلد ۲ موسیٰ کا حج کرنا حدثنا محمد بن المثنی قال انا ابن ابی عدی عن ابن عون عن مجاهد قال کنا عند ابن عباس فذکروا الدجال فقال انه مکتوب بین عینیه کافر قال فقال ابن عباس لم اسمعه قال ذلک ولکنه قال اما ابراهیم فانظروا الی صاحبکم واما موسیٰ فرجل ادم جعد علی جمل احمر مخطوم بخلبة کانی انظر الیه اذا

انحدر فی الوادی یلبی ص ۹۵ جلد ا، جنتی والی روایت ص ۱۴۳ جلد ا پر یہودیہ کو عذاب وثواب قبر کا پتہ ان یھودیۃ اتت عائشۃ تسئلھا فقالت اعاذک اللہ من عذاب القبر قالت عائشۃ فقلت یارسول اللہ یعذب الناس فی القبور الخ۔ ص ۲۹۷ جلد ا، بلی کی وجہ سے ایک عورت کو عذاب ہو رہا ہے، اسی طرح نسائی شریف میں کتاب الجنائز میں اور ابوداؤد شریف میں کتاب السنہ میں اور کتاب الجنائز میں اور ابن ماجہ میں بھی کتاب الجنائز میں۔ ان میں کافی روایتیں موجود ہیں۔ عذاب وثواب قبر کا مسئلہ اتنا واضح ہے کہ اس میں اہلسنت والجماعت کو کبھی بھی شک نہیں پڑا اس لئے بعض حضرات تو اس کو ضروریات دین میں کہتے ہیں، اور وہ عذاب قبر کے منکر کو کافر کہتے ہیں۔

مماتی اہلسنت سے خارج ہیں:

لیکن بعض کہتے ہیں کہ وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہے اس لئے مفتی بہ قول یہی سمجھا جائے گا کہ یہ لوگ اہلسنت والجماعت سے یقیناً خارج ہیں۔

مماتیوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی:

تو جیسے معتزلی، قدری، خارجی کے پیچھے ہماری نماز نہیں ہوتی اسی طرح مماتی کے پیچھے ہماری نماز نہیں ہوتی۔ ان کو کسی بات سے اتنا غصہ نہیں آتا جتنا اس بات سے آتا ہے کیونکہ اس سے مسجد سے نکلنا پڑتا ہے اور مسجد میں دونوں مسئلے حل ہوتے تھے، پیٹ بھی پالا جاتا اور گمراہی بھی پھیلائی جاتی ہے اس لئے اس مسئلہ سے مماتی بہت ڈرتے ہیں تو یہ مسئلہ ضرور بیان کرنا چاہیے۔

سوال نمبر ا۔ کیا صحابہ میں بھی اس مسئلہ میں اختلاف تھا ماہنامہ عارفین سرگودھا نے ایسے صحابہ کی لسٹ دی ہے، جن کا اس مسئلہ میں اختلاف تھا۔

جواب۔ صحابہ میں حیات کے مسئلہ میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں تھا، عذاب قبر کے مسئلہ میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں تھا صحابہ میں تھوڑا سا اختلاف ہوا ہے غیر نبی کے سماع کے

مسئلے میں اس کو مسئلہ سماع میں بیان کروں گا۔

سوال نمبر ۲: اشاعت التوحید دو گروہ ہیں ان میں ایک ہم پر فتوئے کفر کا قائل ہے جبکہ دوسرا اس کو فروعی مسئلہ کہتا ہے لہٰذا دونوں طرف کے اکابر ہمارے لئے قابل احترام ہیں کیا ہمارے نزدیک دونوں گروہ برابر ہیں یا کچھ تخفیف ہے نیز مولانا غلام اللہ خان حیات کے قائل تھے یا نہ تھے۔ سب حضرات ان کی خدمات کے قائل ہیں کہ توحید میں بڑا کام کیا۔ ان کو رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔

جواب: یہ بات کہ اشاعت التوحید والسنۃ کے دو گروہ ہیں۔ تو وہ گروہ آپس کی لڑائی میں بنے ہیں ہمارے خلاف الکفر ملۃ واحدۃ ہی ہیں۔ جب تک احمد سعید نبی پاک ﷺ کی گستاخیاں کرتا رہا اس وقت تک اس کو جماعت سے نہیں نکالا گیا۔ جب اس نے ضیاء اللہ شاہ عنایت اللہ شاہ کی گستاخی کی تو اس کو جماعت سے نکال دیا گیا۔ تو یہ اشاعت التلبیس والفتنہ کے دونوں گروہ جو ہیں یہ دونوں کے دونوں گروہ اس کو قرآنی عقیدہ مانتے ہیں ان کا عقیدہ عیسائیوں کی طرح ہوتا ہے کہ میانوالی میں ملے وہ اور ملتان میں ملے وہ اور بدلتے رہتے ہیں لیکن آجکل یہ سارے پکے ہیں کہ یہ عقیدہ کفر اسلام کا مسئلہ ہے۔ رہے مولانا غلام اللہ خاں یہ تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء میں حیات کے عقیدے پر دستخط کئے تھے۔ قاری طیب صاحب "مہتمم دارالعلوم دیوبند کے سامنے جس پر مولانا نور محمد صاحب، مولانا محمد علی جالندھریؒ" کے دستخط بھی ہیں لیکن ٹھیک ایک سال بعد جواہر القرآن آ گئی اس میں آیت شہداء کے نیچے بحث کرتے ہوئے لکھ دیا کہ روح کا قبر کے ساتھ تعلق نہ ثابت ہے نہ نفی ہے تو حیات کا انکار ہو گیا تو اس لئے اس کی آخری تحریر ہمارے پاس ہے وہ یہی ہے یہ تو تحریر ہے۔ بلواری کا مدرسہ جہاں شوال ۱۴۲۱ھ میں شیعہ قتل ہوئے تھے۔ وہاں غلام اللہ خان کی مرنے سے دو ہفتے پہلے جو پٹائی ہوئی تھی وہ اسی مسئلے پر ہوئی تھی۔ وہاں اس کی تقریر تھی جو مزارعہ تقریر کروا رہا تھا وہ اس کا مرید تھا لیکن زمیندار بریلوی تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم تقریر نہیں ہونے دیں گے۔ وہ مرید بلواری مدرسہ میں آیا کہ توحید پر پروگرام رکھا ہے

آپ ساتھ دیتے ہیں تو توحید کی وجہ سے انہوں نے ان کا ساتھ دیا اور جلسہ کروایا۔ اس کے بعد کھانا بھی اپنے ہاں رکھا۔ تو جب مدرسہ میں پہنچے تو ایک آدمی نے پوچھا کہ مولانا حضرت پاک ﷺ قبر میں حیات ہیں تو اس نے کہا او جنیاں او تھے کوئی چیز وی نہیں ہے گی (اے مرد وہاں کچھ بھی نہیں) اس پر انہوں نے اس کی پٹائی کی تو مولانا کی پگڑی، جوتا اور کھونڈی (عصا) بھی وہیں رکھا ہے۔ یہ چھوڑ کر وہاں سے بھاگے تھے تو بہر حال وہ اتنا سخت تو نہیں تھا جتنے یہ ہیں۔ اس نے پھر بھی تعلق کا انکار کیا اور ہمیں قرآن کا منکر نہیں کہتا تھا۔ لیکن انکا وہ دعویٰ جو انہوں نے لکھا تھا اس پر یہ بھی قائم نہیں رہے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ جس پر مولانا محمد علی صاحب کے دستخط ہیں، ہم آج بھی اس پر دستخط کرتے ہیں آؤ تم بھی کرو۔

مناظرہ جنڈانوالہ کی روئیداد:

چنانچہ جنڈانوالہ میں ہم تین گھنٹے بیٹھے رہے، عنایت اللہ شاہ نیلوی صاحب یہ سارے تھے اور پہلے تو ہم نے یہ کہا کہ اگر تو آپ حنفی ہیں تو فقہ اکبر امام ابوحنیفہؒ کی کتاب پر دستخط کریں کہ اعادہ روح سے عذاب ہوتا ہے۔ انہوں نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا ہم نے کہا کہ اگر آپ دیوبندی ہیں تو المھند پر دستخط کر دیں انہوں نے انکار کر دیا میں نے اپنا عقیدہ چھتیس کتابوں کے حوالے سے لکھا ہوا تھا۔ میں نے کہا یہ جہاں لے جاؤ سب کہیں گے یہ سنیوں کی کتابیں ہیں اور تم بھی اپنا عقیدہ کسی کتاب سے لکھو۔ لیکن ان کی تو کوئی کتاب دنیا میں ہے ہی نہیں۔ کیونکہ عنایت اللہ شاہ سے پہلے اس عقیدے کا کوئی آدمی ہی دنیا میں نہیں تھا۔ تو اس لئے کسی کتاب کا حوالہ بھی پیش نہیں کر سکے۔ پھر میں نے کہا کہ میں نے لکھا ہے کہ جو حیات النبی کا منکر ہے وہ اعتقادی بدعتی ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ نماز مکروہ تحریمی ہے۔ آپ بھی لکھ کر دیں کہ جن لوگوں کے المھند پر دستخط ہیں ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ دیکھو میں نے بات صاف کر دی ہے آپ بھی صاف کریں۔ پھر کہنے لگے ہم فتوے دینے نہیں آئے۔ میں نے کہا پھر کسی کتاب سے اپنا عقیدہ لکھیں تمھارا عقیدہ تو کسی کتاب میں ہے ہی نہیں۔ تو کہنے لگے کہ ہماری جماعت کا جو دستور چھپا ہے اس میں

ہمارا عقیدہ ہے۔

تو میں نے کہا کہ اسے لکھ دیں تاکہ چلو جماعت کا عقیدہ تو بنے گا۔ اس پر کہنے لگے دستور ساتھ لانا یاد نہیں رہا۔ میں نے کہا یہ میرے پاس ہے آپ مجھ سے لے لیں کیونکہ مجھے پتہ تھا کہ اس میں جو لکھا تھا وہ اس کے خلاف لکھا ہوا تھا۔ جس کی کوٹھی پر بات ہو رہی تھی وہ وہاں کا۔ ایم۔ پی۔ اے تھا۔ ایوب خاں اس کا نام تھا اور غلام اللہ خاں صاحب کا مرید تھا وہ بھاگ کر آیا کہ آپ ذرا دستور دے دیں میں نے کہا لے جاؤ۔ میں نے کہا اس پر وہ دستخط نہیں کریں گے۔ ایم۔ پی۔ اے کہنے لگا وہ تو مانگ رہے ہیں۔ میں نے کہا جھوٹ بول رہے ہیں چنانچہ وہ لے گیا کہ اس میں ہے۔ وہ کہنے لگے نہیں اس میں نہیں ہے اس کو تم نہیں مانتے۔ نہیں مانتے۔ پھر میں نے کہا کہ ہم دل سے چاہتے ہیں کہ عوام کو جھگڑے میں نہ رکھا جائے اس لئے چلو ہم ہی اور جھکتے ہیں۔ آیئے اسی تحریر پر دستخط ہو جائیں جس پر مولانا غلام اللہ خاں نے کئے تھے۔ میں بھی کرتا ہوں آپ بھی کر دیں اور تقریروں میں یہ مسئلہ بیان کرنا چھوڑ دیں اگر کوئی پوچھے تو یہ تحریر پڑھ کر سنا دیں جس پر دستخط ہیں اگر زیادہ کسی نے سمجھنا ہو تو اسے کہیں کہ نجی محفل میں سمجھ لیں۔ اگر سمجھنا ہے تو نجی محفل میں سمجھ لیں یا سبق اور درس میں ہو جائے۔ عوام کو اس میں نہ الجھایا جائے۔ وہ مجھے کہنے لگا آپ مناظرانہ بات کر رہے ہیں کہا آپ دستخط کر دیں گے؟ میں نے کہا کہ دستخط کر کے رکھے ہوئے ہیں ان سے کروائیں۔ اور وہ دستخط نہیں کریں گے۔ کہنے لگا کیوں نہیں کریں گے۔ میں نے کہا کروا لو آپ کی سب سے بڑی کامیابی یہی ہوگی۔ وہ گئے کہ دستخط کرو اس پر، انہوں نے کہا ہم اس پر دستخط نہیں کرتے۔ کیوں نہیں کرتے؟ اس لئے کہ یہ جو عقیدہ لکھا ہے یہ قرآن کے خلاف ہے۔ میں نے کہا کہ پتہ چلا کہ آپ کے ہاں شیخ القرآن اسے کہا جاتا ہے جو عقیدہ قرآن کے خلاف رکھتا ہو۔ اگر اس کا (غلام اللہ خاں صاحب) کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے تو آپ اسے شیخ القرآن کیوں کہتے ہیں۔ اور جس رسالے میں ایسا عقیدہ چھپے جو قرآن کے خلاف ہو اس رسالے کا نام آپ تعلیم القرآن کیوں رکھتے ہو۔ جواب میں کہتے ہیں کہ مولانا کو ضرورت تھی

ار کی وجہ سے انہوں نے دستخط کر دیے ہیں۔ میں نے کہا میں مولانا غلام اللہ خان کا شاگرد نہیں ایک دو جگہ ان سے ملاقات ہوئی ہے باتیں بھی ہوئی ہیں۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ ان کا جو عقیدہ ہوتا تھا خواہ کوئی ہو وہ ڈر کر نہیں بدلتے تھے کسی فروعی مسئلے پر بھی وہ ڈر کر دستخط کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے چہ جائیکہ وہ کسی ایسے عقیدے پر جو قرآن کے خلاف ہو اس پر دستخط کر دیں۔ تو تم اس کو شیخ القرآن بھی مانتے ہو اور اس کے بارے میں یہ بات بھی کہتے ہو۔

مماتیوں کا عقیدہ منسوخ ہوتا رہتا ہے:

پھر کہنے لگے کہ یہ عقیدہ منسوخ ہو گیا ہے میں نے کہا کیا عقیدے بھی منسوخ ہوا کرتے ہیں؟ اگر منسوخ ہوا کرتے ہیں لسٹ بنا کر دے دیں مناظرہ کی کیا ضرورت ہے کہ عقیدہ توحید کس سال منسوخ ہوتا ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کس سال منسوخ ہوتا ہے۔ تو میں نے ایوب خان سے کہا کہ ایوب خان اگر آج مناظرہ ہو جائے اور مناظرے میں یہ فیصلہ ہو جائے کہ ہم (حیاتی) جیت گئے ہیں تو یہ گھر جا کر آپ کے فیصلے کو منسوخ کر لیں گے وہ کہنے لگا کیسے کریں گے؟ میں نے کہا تیرے پیر کا فیصلہ تیرے سامنے منسوخ کر رہے ہیں تو کیا کر رہا ہے۔ وہ سمجھ گیا کہ ان کے پلے کوئی چیز نہیں۔ اب ان کی عادت غیر مقلدین کی طرح ہے کہ نہیں جی توحید پر کام کرنا چاہیے مل جل کے کام کریں۔ پھر مجھے کہنے لگا کہ میں آپ کو چھوڑ آتا ہوں میں نے کہا ٹھیک ہے راستے میں مجھ سے کہنے لگا کہ اگر آکر میں ان سے دستخط کروالوں تو آپ پکے رہیں گے، میں نے کہا جس مسئلے پر قاری طیب صاحب کے دستخط ہیں مولانا نور محمد صاحب، مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ کے دستخط ہیں میں کیسے اس سے انکار کر سکتا ہوں۔ میں تو پکا ہوں لیکن وہ قیامت تک اس پر دستخط نہیں کریں گے وہ لوگوں کے سامنے مولانا غلام اللہ خاں کا نام لیتے ہیں۔

مماتیوں کی مولانا غلام اللہ خانؒ پر ہرزہ سرائی:

لیکن مولانا غلام اللہ خان کو قرآن کا منکر سمجھتے ہیں ان کا جو رسالہ سرگودھا سے نکلتا ہے اس کا نام الباسط ہے غالباً وہ یا اور کوئی اس میں تو یہ لکھا ہے کہ مولانا غلام اللہ خان کی یہ جو

عبارت ہے یہ رافضیوں کا عقیدہ ہے (حضرت مولانا نور محمد صاحب تونسہ محمد پناہ والوں کے پاس یہ رسالہ موجود ہے انہوں نے ہی حضرت کو دکھایا تھا)

سوال نمبر ۳: پیر جی سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بھی وضاحت فرمائیں کیا وہ بدعات کے معتقد تھے یا نہیں۔

جواب: پیر مہر علی شاہ صاحب کا مسلک ما اھل بہ لغیر اللہ میں عام علماء دیوبند کے خلاف تھا باقی کسی مسئلے میں وہ اختلاف نہیں کرتے تھے۔ ما اھل بہ لغیر اللہ کے بارے میں دو قول ہیں ایک صاحب درمختار کا ہے، ایک صاحب نور الانوار کا ہے۔ بریلوی وہ قول لیتے ہیں جو نور الانوار والے کا ہے کہ ما اھل بہ لغیر اللہ کا مطلب یہ ہے کہ ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ اگر پہلے وہ غیر اللہ کے نام نامزد تھا لیکن ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر پڑھا گیا تو اب یہ جانور حلال ہے۔ صاحب درمختار اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ جب پہلے وہ غیر اللہ کے نام نامزد ہو گیا اب وہ ما اھل بہ لغیر اللہ میں شامل ہو گیا اب وہ حرام ہے جیسے کتے پر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھا جائے تو اس سے وہ حلال نہیں ہوتا اسی طرح بسم اللہ اللہ اکبر پڑھنے سے وہ جانور حلال نہیں ہوگا تو عام علماء دیوبند اس بارے میں اسی قول کو لیتے ہیں جو صاحب درمختار کا ہے لیکن علماء دیوبند سے علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ اس قول کو لیتے ہیں جو صاحب تفسیرات احمدیہ کا ہے (صاحب نور الانور) علامہ نے پورا زور لگایا ہے فیض الباری میں اس بات پر کہ وہ قول زیادہ صحیح ہے۔ اصل میں جھگڑا یہ ہے کہ ایک ہے ما اھل بہ لغیر اللہ اور ایک ہے بحیرہ، سائبہ وغیرہ جانور نیازات غیر اللہ ان کی تعریف میں اختلاف ہو رہا ہے۔ پیر مہر علی شاہ صاحبؒ بھی ما اھل بہ لغیر اللہ کا وہی مطلب لیتے تھے جو تفسیرات احمدیہ میں ہے جو حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ لیتے ہیں۔ اس پر انکا (پیر صاحب) مناظرہ طے ہوا تھا مولانا حسین علی صاحب واں بھچراں والوں سے کیونکہ وہ اس کا وہ مطلب لیتے تھے جو صاحب درمختار اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لیتے ہیں اس پر انکا

مناظرہ طے ہوا تھا۔ لیکن پھر ہوا نہیں تھا پھر مولانا نے تو اپنی تفسیر میں اس مسئلہ کو تھوڑ سا لکھا لیکن مہر علی شاہ صاحب نے پوری کتاب لکھی الکلمة اللہ فی بیان ما اھل به لغیر اللہ اس میں انہوں نے اسی موقف کی تائید کی جو تفسیرات احمدیہ صاحب نورالانوار والے کا ہے۔ پیر جی اس مسئلہ میں اختلاف کرتے تھے ویسے علماء دیوبند کی تعریف کرتے تھے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ اس وقت کے مجدد ہیں۔ البتہ جب مولانا غلام اللہ خان نے تشدد کیا اور ان کو مشرک کہنا شروع کر دیا تو اس وقت انہوں نے تو کوئی بات نہیں کی البتہ ان کی اولاد اور مریدین میں دو باتیں ہو گئیں اس وقت بھی جو انکا بڑا صاحبزادہ ہے وہ علماء دیوبند کی تکفیر نہیں کرتا تھا میری ان سے ملاقات ہوئی وہ کسی کتابت کے سلسلہ میں لاہور سید نفیس شاہ صاحب کے پاس گئے۔ شاہ صاحب گوجرانوالہ تشریف لائے ہوئے تھے میں بھی گیا تھا وہ پھر وہاں پہنچے تو پتہ چلا کہ یہ سید مہر علی شاہ صاحب کے لڑکے ہیں تین چار گھنٹے ان سے باتیں ہوتی رہیں انہوں نے کہا ہمارے ابا جی علماء دیوبند کے بہت معتقد تھے میں خود بھی معتقد ہوں ہمارے مفتی صاحب بھی معتقد تھے جو ابا جی کے زمانے سے ہیں۔ لیکن جب غلام اللہ خاں صاحب نے ہمیں کافر مشرک کہنا شروع کر دیا تو پھر ہمارے ساتھیوں میں سے بھی کچھ لوگ ان کے سخت مخالف ہو گئے اور کافر اور گستاخ کہنے لگے اگرچہ یہ ردعمل تھا میرا ایک بھائی بھی اسی ڈگر پر چل رہا ہے اور علماء دیوبند کو برا بھلا کہتا ہے لیکن میں نہیں کہتا میرے تو مضامین بھی اس بارے میں چھپتے رہتے ہیں کہ علماء دیوبند کی ہم تکفیر نہیں کرتے۔ البتہ اس قسم کی بعض تشریحات ایسی تھیں جس طرح شاہ اسماعیل شہید اور مولانا فضل حق خیر آبادی میں ایک مسئلے امتناع اور امکان نظیر میں اختلاف ہو گیا تھا اس قسم کے بعض علمی تشریحات میں کچھ اختلاف تھے لیکن وہ اس قسم کے بریلوی نہیں تھے جس کھاتے میں آج ان کو ڈال دیا گیا ہے۔ میں ایک مرتبہ آزاد کشمیر گیا تو دو پہر کو تو ہم پلندری میں رہے جب وہاں سے چلے تو بارش شروع ہو گئی راستے میں پہاڑ گرنے سے سڑک بند ہو گئی پھر واپس آ گئے پھر آزاد پتن آ کر دوسرا راستہ اختیار کیا تو رات دس بجے کے قریب ہم بنگ پہنچے وہ سو چکے تھے انہیں جب پتہ چلا تو چونکہ میں پہلی دفعہ اس علاقے میں

گیا تھا تو مولوی صاحب نے سپیکر کھول کر اعلان کر دیا کہ (حضرت مولانا محمد امین صاحب) امین آیا ہے تقریر ہوگی۔ لوگ سارے اٹھ کر آ گئے تقریر شروع ہوگئی تو پھر صبح ہم جھیڑوے گئے وہاں سے جانا تھا عباس پور مانڈھی تو جھیڑوے میں جب ہم پہنچے تو فون کیا ہم نے تو انہوں نے کہا یہاں سیلاب آیا ہوا ہے اور یہاں کا سیلاب گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کا ہوتا ہے زیادہ نہیں ہوتا پھر ہم فون کریں گے تو آپ آ جائیں ہم ایک مسجد میں ٹھہرنے گئے۔

مماتیوں نے مسجد کو تالا لگا دیا:

وہ مولوی مماتی تھا اس نے باہر سے تالا لگا دیا کہ ہم امین کو مسجد میں نہیں ٹھہرنے دیں گے۔ ہم بازار میں بیٹھے رہے پھر ان کا فون آیا کہ سیلاب چلا گیا ہے آپ آ جائیں۔ تو وہاں مجھے ایک آدمی نے بتایا یہی بات جو مہر علی شاہ صاحب کے لڑکے نے بتائی تھی کہ میں دورہ تفسیر کرنے گیا تو ایک صاحب جو وہاں استاد تھے میں تو ان کی خدمت کرتا تھا پڑھتا کچھ نہیں تھا جب امتحان ہوا تو میرا پرچہ صفر تھا اور صفری نمبر مجھے ملا تو میں جس استاد کی خدمت کرتا تھا وہ بھی دورہ تفسیر پڑھاتے تھے میں نے کہا استاد جی میں تو فیل ہو گیا ہوں انہوں نے کہا آؤ پاس کروا دیتے ہیں تو میرا پرچہ ہاتھ میں تھا فقط نام لکھا ہوا تھا۔

صلحاء کو کافر کہنے پر دورہ تفسیر کی سند جاری ہوگئی:

انہوں نے مولانا غلام اللہ خاں کو کہا یہ لڑکا میری خدمت کرتا تھا آپ نے اس کو فیل کر دیا ہے۔ کیا کچھ لکھا ہے۔ نہیں جی صرف نام لکھا ہے۔ تو پھر کس بات پر پاس کیا جائے کہ یہ مہر علی شاہ کو کافر کہتا ہے۔ اچھا کہ مہر علی کافر ہے۔ میں نے پھر تین مرتبہ کہا کہ مہر علی شاہ کافر ہے۔ انہوں نے مجھے پاس ہونے کی سند دے دی۔ وہ آدمی مجھے خود ملا ہے جس کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا اس نے خود مجھے سنایا ہے۔ تو اصل میں تشدد پہلے غلام اللہ خاں کی طرف سے شروع ہوا پھر ادھر بھی دو گروہ بن گئے کچھ تو ابھی بھی علماء دیوبند کے معتقد ہیں اور کچھ تکفیر کرتے ہیں۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیک۔

مسئلہ حیات الانبیاء

خطاب بمقام........جامعہ خیر المدارس ملتان (۲۰۰۰ء)

الحمد لله وكفى والسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم. ولا تقولوا لمن يقتل فى سبيل الله اموات بل احياء ولكن لا تشعرون قال النبیؐ الانبياء احياء فى قبورهم يصلون صدق الله العظيم وصدق رسوله النبى الكريم ونحن على ذلک لمن الشاهدين والشاكرين والحمد لله رب العلمين رب اشرح لى صدرى ويسرلى امرى واحلل عقدة من لسانى يفقهوا قولى رب زدنى علما وارزقنى فهما. قالوا سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العليم الحكيم.

چند دن قبل درس میں عذاب وثواب قبر کے بارے میں مختصر طور پر عرض کر دیا گیا تھا کہ موت سے لیکر قیامت تک کا جو زمانہ ہے اس میں انسان یا ثواب میں رہتا ہے یا عذاب میں یا دکھ میں یا سکھ میں اور اسی کا نام عذاب قبر ہے اسی کا نام عذاب میت ہے اسی کا نام عذاب برزخ ہے کیونکہ وہ ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہے اسلئے اس کو عذاب برزخ بھی کہہ دیتے ہیں۔ تو عذاب وثواب قبر کو ماننے کے بعد جسم کے ساتھ روح کا تعلق ماننا ایسے ہی لازم ہو جاتا ہے جیسے دھوپ کو دیکھ کر سورج کا یقین کر لینا یا دھوئیں کو دیکھ کر آگ کا یقین کر لینا۔ عذاب وثواب قبر کو ماننے کے بعد روح کے تعلق کا انکار نہیں ہو سکتا اب شہداء کا درجہ زیادہ بلند ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے بعبارۃ النص شہداء کی حیات کا ذکر فرمایا ہے ولا تقولوا

لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون فرمایا نہ کہو ان لوگوں کو مردہ جو اللہ کے راستے میں قتل ہو گئے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں تمہیں ان کی حیات کا شعور نہیں۔

مماتیوں کا دھوکہ:

مماتی عام طور پر دھوکا دیا کرتے ہیں کہ یہ حضورؐ کی موت کے قائل نہیں ہیں دیکھیں جب یقتل والا لفظ آ گیا تو سارے وعدے کل نفس ذائقۃ الموت والے پورے ہو گئے۔ موت آ گئی اسلئے جتنی آیات اس بارے میں ہیں کہ ہر آدمی کو موت آنی ہے وہ پوری ہو گئیں۔ یقتل اب یہ ہے کہ یہ جو موت آئی ہے یہی قیامت تک چلے گی یا حالت تبدیل ہو جائے گی؟ یقتل جملہ فعلیہ ہے جو ایک زمانے کے ساتھ خاص ہوتا ہے آگے جو منع کیا گیا ہے اموات اس کا مبتدا ھم ہے یہ جملہ اسمیہ ہے کہ یہ نہ سمجھنا کہ قتل سے جو موت آئی ہے قیامت تک یہی چلے گی۔ اسلئے جملہ اسمیہ ان کے لئے استعمال نہ کرنا کہ وہ ہمیشہ کیلئے مردہ ہیں۔ تو جب ہمیشہ موت نہیں رہے گی تو کیا ہوگا تو فرمایا بل احیاء بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اب آیت کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کریں۔ قتل کا فعل اس جسم پر وارد ہوتا ہے جسم مثالی پر وارد نہیں ہوتا۔ لوگ مردہ اسی جسم کو کہتے ہیں خواب وخیال والے جسم کو کوئی مردہ نہیں کہتا۔ تو جو جسم قتل ہوا اس کی روح نکل گئی اس پر موت واقع ہوئی۔ جب موت کا معنی روح کا نکلنا ہے تو حیات کا معنی روح کا آنا ہے، یقیناً یہی معنی ہے۔

موت کا معنی معلوم کرنے پر ایک مناظر کی پریشانی:

چنانچہ ایک مناظرے میں ایک مناظر صاحب سے میں نے جب پوچھا کہ موت کا معنی کیا ہے اس نے کہا کہ روح جسم سے باہر ہو اور جسم سے تعلق نہ ہو کیونکہ جسم سے باہر ہو اور تعلق ہو تو اس کو نیند کہتے ہیں تو میں نے کہا اب یہ جو احیاء ہے شہداء کے بارے میں یہاں حیات کا کیا معنی ہے وہ بڑا پریشان ہوا اس بات پر کبھی ادھر کو دیکھتا کبھی ادھر کو دیکھتا کیونکہ اس نے تو کہنا تھا کہ شہیدوں کی ارواح سبز پرندوں میں ہیں اور یہاں جسموں کے ساتھ

کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ معنی موت کا ہے حیات کا نہیں۔ جو تعلق روح کا انکار کرتا ہے اگر چہ وہ لفظ موت کا استعمال نہ کرے لیکن اس نے معنی موت والا استعمال کر لیا اللہ نے جس بات سے منع فرمایا تھا اس نے وہی بات کہہ دی۔ تو ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات کہ قتل ہو گئے ہیں موت آگئی ہے اس میں شک نہیں لیکن اب تم ان کو مردہ نہ کہو یہ موت آگے نہیں جا رہی بل احیاء یہاں پر ھم احیاء جملہ اسمیہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے جو حیات ان کو عطا کی ہے وہ آگے جا رہی ہے۔

ایک مثال: اب ہم یہاں بیٹھے ہیں کسی کی عمر آپ میں سے بیس سال ہے کسی کی پچیس سال ہے اس سے پہلے کی حالت کو قرآن نے موت کہا ہے کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا فاحیاکم اب ان پچیس سالوں میں اگر کوئی آپ کو مردہ کہے تو آپ کہیں گے میں تو زندہ ہوں تو بیوقوف کہاں سے آ گیا مجھے مردہ کہنے والا۔ اور رسول اقدس ؐ کی موت تقریباً ۱۴۱۰ سال پرانی ہے اس کے بعد اللہ نے حیات عطا فرما دی۔ تو جو حیات چودہ سو سال سے چل رہی ہے اس کی بات ہونی چاہئے یا آپ کی موت کی۔ کیا اب آپ کی حیات کی بات ہوگی یا موت کی؟ یقیناً حیات کی۔ اسی طرح اللہ کے نبی کی بھی حیات کی بات ہوگی نہ کہ موت کی موت آئی ضرور جب موت آئی تو سارے وعدے انک میت وانھم میتون. کل نفس ذائقۃ الموت. وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم۔ یہ جتنے وعدے تھے تو جب موت آگئی تو پورے ہو گئے۔ اب یہاں یہ کہتے ہیں کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ قتل جسم ہی ہوا تھا لیکن جو بل کے بعد احیاء کا لفظ ہے یہ روح کیلئے ہے، حالانکہ صرف روح کی حیات کوئی حیات نہیں۔ کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا کا جو زمانہ ہے اس وقت عالم ارواح میں روح یقیناً موجود تھی اور کئی ہزار سال موجود رہی لیکن اس کو موت کہا جا رہا ہے حیات نہیں کہا جا رہا اور جیسے میں نے حیات مسیح کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے عرض کیا تھا کہ قادیانیوں کا بھی بالکل یہی طریقہ ہے کہ بل رفعہ اللہ الیہ یہاں بھی پہلے بل کا لفظ ہے اس سے

پہلے قتل کا لفظ ہے اب سارے مسلمان اس بات کے قائل ہیں کہ جس جسم کو یہودی قتل کرنے آئے تھے اسی جسم کو اللہ تعالیٰ نے اوپر اٹھالیا لیکن قادیانی کہتا ہے کہ قتل تو اس جسم کو کرنے آئے تھے لیکن اللہ نے روح کو اٹھالیا۔ یہاں بھی یہی ہے کہ جس جسم کو قتل کیا گیا جس جسم کو لوگ مردہ کہتے تھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی جسم کو زندہ فرمایا ہے اور حیات عطا فرمادی۔

دونوں حیاتوں میں ایک فرق:

ہاں ایک فرق ہوگیا کہ سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہونے سے پہلے بھی زندہ تھے کھلی حیات کے ساتھ اور بعد میں جب ان کے جسد اطہر کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے گئے تو پھر بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بل احیاء وہ زندہ ہیں لیکن شہید ہونے سے پہلے جو زندگی تھی وہ ہمارے شعور میں آتی تھی اور کھلی زندگی تھی جب کھلی تھی تو لوگ دیکھ رہے تھے کہ حضرت حمزہ کھڑے ہیں، بیٹھے ہیں، کھانا کھا رہے ہیں، بات چیت کر رہے ہیں، نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ ساری ان کی حیات کھلی تھی، اور ہمارے شعور میں آتی تھی۔ اب جو حیات ملی ہے فرمایا ولکن لا تشعرون وہ تمہارے شعور میں نہیں آئے گی۔ اسلئے تم یہ تو کہہ سکتے ہو کہ یہ حیات ہمارے شعور میں نہیں آتی لیکن اس حیات کا انکار نہیں کرسکتے۔

دنیوی حیات کا ایمان اور کفر سے کوئی تعلق نہیں:

یاد رکھیں جو حیات شعور میں ہوتی ہے اس کا ایمان اور کفر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ ہم یہاں بیٹھے ہیں اگر کوئی ہندو ہمیں دیکھے تو مردہ سمجھے گا یا زندہ؟ زندہ ہی سمجھے گا۔ کیوں؟ اگرچہ اس کے پاس ایمان نہیں لیکن شعور تو ہے وہ دیکھ رہا ہے کہ یہ لکھ رہا ہے، یہ بول رہا ہے، یہ ہل رہا ہے۔ تو اس شعور سے وہ حیات کو محسوس کرلے گا۔ کوئی سکھ دیکھے زندہ کہے گا یا مردہ کہے گا؟ لیکن یہ جو حیات ہے اس کا کفر ایمان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اور اگر کوئی ضد میں کہہ ہی دے کہ تو مردہ ہے میں جواب میں یہ نہیں کہوں گا کہ تو کافر ہے، بلکہ میں یہ

کہوں گا کہ تو اندھا ہے، تو بہرا ہے اس کے شعور پر اعتراض کروں گا کہ میں بول رہا ہوں کیا تو میری بات سن نہیں رہا تو مجھے ادھر ادھر چلتے دیکھ نہیں رہا، تو اس کے شعور پر اعتراض کرونگا کہ تو اندھا ہے، بہرا ہے، یہ نہیں کہوں گا کہ تو کافر ہے۔ کیونکہ یہ حیات شعور میں آنے والی ہے۔ اور وہ حیات ولکن لا تشعرون اب یہاں غور کریں کہ لفظ تشعرونِ ہے یا یشعرون۔ تشعرون ہے تا کہ پتہ چلے کہ ہم کو ان کی حیات کا شعور نہیں ان کو پورا شعور ہے یہ نہیں فرمایا کہ ان کو اپنی حیات کا شعور نہیں ہے ولکن لا یشعرون نہیں فرمایا کہ حیات تو انہیں دے دی گئی ہے لیکن انہیں اپنی حیات کا شعور نہیں۔ یہ فرمایا ہے کہ ان کو حیات ملی ہے اسی جسم کو ملی ہے جس پر فعل قتل وارد ہوا تھا لیکن تمہیں اب ان کی حیات کا شعور نہیں۔

دوسری حیات کا تعلق ایمان سے ہے.

پہلی حیات کھلی تھی جو شعور سے معلوم ہوتی تھی اب جو حیات ہے اس کا تعلق شعور سے نہیں ایمان سے ہے، جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتا وہ کبھی اس حیات کو تسلیم نہیں کر سکتا جسم کی بات ہو رہی ہے ورنہ روح کو کوئی بھی مردہ نہیں کہتا۔ (مرتب)

مماتیوں کا دھوکہ اور اس کا جواب:

یہاں ان لوگوں کا ایک دھوکہ ہوتا ہے جس سے سادہ لوگ پھنس جاتے ہیں وہ دھوکہ یہ ہوتا ہے کہ حضرت پاک جب کھلی حیات کے ساتھ دنیا میں تھے سارے صحابہ حضرت کی زیارت سے مشرف ہوتے، آپ سے بات چیت ہوتی، آپ امام بنتے صحابہ مقتدی بنتے، اس وقت اگر صحابہ کرام میں تھوڑا سا بھی اختلاف ہوتا تو حضرت پاک کے سامنے عرض کر دیتے، حضرت اس میں فیصلہ بھی فرما دیتے، لیکن حضرت پاک کے وصال کے بعد صحابہ میں شدید لڑائیاں ہوتی ہیں، تو ایک فریق نے بھی روضہ پاک پر حاضر ہو کر یہ نہیں فرمایا کہ حضرت یہ جھگڑا ہے آپ فیصلہ فرما دیں۔ حق پر سیدہ عائشہؓ ہیں یا حضرت علیؓ، حضرت علیؓ ہیں یا سیدنا معاویہؓ۔ اس بارے میں کوئی بھی روضہ پاک پر نہیں گیا۔ اب یہ کہتے ہیں کہ گویا

کہ صحابہ سمجھتے تھے کہ معاذ اللہ حضرت پاک حیات نہیں ہیں ہم جا کر عرض کریں گے تو حضرت نہ سنیں گے، نہ جواب دیں گے، ورنہ اتنے اہم کام کیلئے صحابہ ضرور حضرت کے روضہ پاک پر حاضر ہو کر عرض کرتے۔

جواب: تو بات یہ نہیں ہے بات یہ ہے کہ صحابہ کرام قرآن پاک کی اس آیت پر پکا ایمان رکھتے تھے کہ ہم جو عرض کریں گے حضرت سنیں گے لیکن حضرت جو جواب ارشاد فرمائیں گے وہ ہمارے شعور میں نہیں آئے گا۔ اس لئے پوچھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

ایک مثال: اس کو عام فہم مثال سے سمجھیں کہ یہ صوفی صاحب بیٹھے ہیں ان کی گھڑی گم ہوگئی، اب یہ لڑتے پھر رہے ہیں کبھی اس سے، کبھی اس سے کہ میری گھڑی نہیں دیکھی، کسی نے کہہ دیا کیا بات ہے؟ کیوں لڑتے پھر رہے ہو؟ کہ جی میری گھڑی گم ہوگئی ہے۔ کہا کس سے پوچھا؟ ایک سے تو نہیں بیس آدمیوں سے پوچھ چکا ہوں لڑ بھی چکا ہوں کہ تم بتاتے کیوں نہیں، اس نے کہا۔ آپ خود بھی پریشان ہوئے بیس آدمیوں کو بھی پریشان کیا آپ نے کراماً کاتبین سے کیوں نہ پوچھ لیا، کہ میری گھڑی کہاں ہے، کیا واقعۃً آپ کے کراماً کاتبین مر چکے ہیں یا سنتے نہیں یا جواب نہیں دے سکتے۔ وہ زندہ بھی ہیں سنتے بھی ہیں جواب بھی دیتے ہیں لیکن میرے شعور میں نہیں آتا۔ اسلئے ان سے پوچھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اب فرشتوں کی حیات کا ہمیں شعور نہیں لیکن کیا فرشتوں کو اپنی حیات کا شعور ہے یا نہیں؟ جنوں کی حیات کا ہمیں شعور نہیں، لیکن کیا جنوں کو اپنی حیات کا شعور ہے یا نہیں؟ تو یہاں ولکن لا تشعرون ہے ولکن لا یشعرون نہیں۔ یہ حیات جو ہمارے شعور میں نہیں آرہی اس کی وجہ کیا ہے۔

شہداء کی حیات ہمارے شعور میں نہ آنے کی وجہ:

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ہمارا شعور فانی ہے اور یہ فانی شعور اللہ تعالیٰ نے ہمیں فانی حیات کیلئے دیا ہے اور وہ حیات جو موت کے بعد ملی ہے وہ باقی حیات ہے اگر وہ کامل حیات ہمارے فانی شعور میں نہ آئے تو قصور اس فانی شعور کا ہے اس کامل حیات کا نہیں ہے۔

دیکھیں ملتان میں سیب بک رہا ہے ہمارے شعور میں آ رہا ہے اور جنت کا سیب ہمارے شعور میں نہیں آ رہا۔ یہ آگ جو ملتان میں جل رہی ہے یہ ہمارے شعور میں آ رہی ہے اور جہنم کی آگ ہمارے شعور میں نہیں آ رہی، تو کیا اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جہنم و جنت کا عذاب وثواب اتنا گھٹیا ہے کہ ہمارے شعور میں آنے والا نہیں یا اسلئے نہیں آ رہا کہ وہ اتنا اعلیٰ ہے کہ ہمارا یہ فانی شعور اس کا ادراک نہیں کر سکتا۔ تو اسلئے اللہ تعالیٰ نے بات کتنی واضح فرما دی کہ جس جسم کو قتل کیا جاتا تھا جس کو مردہ کہا جاتا تھا وہی شہداء کا جسم فائز الحیوۃ ہے ولکن لا تشعرون سے بھی یہی سمجھ آ رہا ہے کیونکہ صرف روح کا شعور تو پہلے بھی کبھی نہیں ہوا، پس معلوم ہوا کہ ایک جسم ہے جس کی حیات کا پہلے ہمیں شعور ہوتا تھا شہید ہونے سے پہلے اس کی حیات کھلی تھی اب اسے اللہ نے ایسی حیات دے دی جو ہمارے شعور میں نہیں ہے اور صرف روح کا شعور تو کبھی ہوا ہی نہیں اس کی نفی کرنے کی ضرورت کیا تھی۔

حیات شہداء پر دوسری آیت مبارک:

دوسری آیت ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتاً بل احیاء عند ربھم یرزقون۔ کہ زبان سے یہ بات کہی کہ وہ مردہ ہیں یہ تو کبھی دل میں وسوسہ بھی نہ ڈالو یعنی خیال کے درجے میں عقیدے کے درجے میں نہیں خیال اور گمان کے درجے میں بھی دل میں یہ بات نہ لانا کہ جو اللہ کے راستے میں قتل ہو گئے ہیں وہ مردہ ہیں، احیاء زندہ ہیں عند ربھم یرزقون ان کے رب کے پاس ان کو رزق بھی مل رہا ہے۔

سعید چتروڑ گڑھی سے مناظرہ:

اب جب سعید چتروڑ گڑھی سے میرا مناظرہ ہوا تو اس نے بڑا شور مچایا کہ عند ربھم کا معنی آپ کو آتا ہے میں نے کہا آپ بتا دیں۔ کہنے لگا کہ عند ربھم کا معنی ہے کہ اللہ کے پاس اوپر زندگی ہے اس زمین میں بالکل زندگی نہیں۔ میں نے کہا پہلی بات تو یہ ہے کہ عند ربھم کا تعلق احیاء کے ساتھ ہے ہی نہیں بلکہ یرزقون کے ساتھ ہے کہ اللہ کے

ہاں سے وہ رزق پا رہے ہیں اور جو تو نے معنی کیا ہے اگر یہی معنی ہے کہ زمین مراد نہیں آسمان ہی مراد ہے، علیین، تو پھر ان الدین عنداللہ الاسلام کا معنی یہ کر دے کہ اسلام میرے (سعید) اور میری جماعت (اشاعۃ التوحید) کے قریب تو آیا ہی نہیں اللہ نے اوپر سنبھال کے رکھا ہوا ہے اسلئے میں بالکل مسلمان نہیں ہوں، تو یہاں بھی عنداللہ کا وہی معنی کر جو عند ربھم میں عند کا کیا ہے۔ اور اگر بعض مفسرین کچھ احتمالات ذکر کر دیتے ہیں کہ اس کا تعلق احیاء سے بھی ہوسکتا ہے تو وہ پھر بتا دیتے ہیں کہ اس کا معنی وہی ہے جو ولکن لا تشعرون کا ہے، کہ احیاء تو ہیں لیکن ان کی حیات تمہارے شعور میں نہیں ہے اصل میں صحیح بات یہی ہے کہ عند ربھم کا تعلق یرزقون سے ہے صحیح بات اس میں یہی ہے۔ لیکن اگر کوئی یہ احتمال بیان کرے بھی تو ہمارے خلاف نہیں کیونکہ پہلی آیت میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ حیات اسی جسم کو ہے جس پر قتل کا فعل وارد ہو چکا ہے۔ اگر ہم کوئی حدیث پڑھتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ قرآن پڑھو قرآن پڑھو اگر ہم قرآن پڑھتے ہیں پھر ان کو حدیث یاد آتی ہے کہ جی مسلم شریف میں حدیث ہے کہ شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پیٹ میں ہوتی ہیں مسلم شریف ص ۱۳۵ جلد ۲ پر یہ روایت موجود ہے۔ اب کہتے ہیں کہ یہ حدیث بھی دیکھو نا کہ حضرت پاک نے خود تصریح کر دی ہے۔ تو پہلی بات تو یہ یاد رکھیں کہ ہمارا مدار استدلال لفظ بل اور احیاء ہے یہ سورۃ آل عمران اور سورۃ بقرہ دونوں میں موجود ہے، اور وہاں سرے سے اجمال ہے ہی نہیں جس کی تفصیل کی ضرورت پڑتی، جو جسم قتل ہوا جس کو لوگ مردہ کہتے تھے اس کو اللہ نے حیات عطا فرمادی، یہ جو روایت ہے یہ آل عمران کی آیت کی تفسیر میں آئی ہے کیونکہ وہاں یرزقون کا لفظ مجمل تھا کہ رزق کس طرح دیا جاتا ہے تو یہ روایت یرزقون کی تفسیر ہے کہ وہ صبح شام جنت کی سیر کرتے ہیں اور ان کی روحیں جنت کا رزق حاصل کرتی ہیں۔ ویسے یہ کہا کرتے ہیں کہ عقیدے میں خبر واحد کا اعتبار نہیں اور عجیب بات ہے کہ پورے مناظرے میں احمد سعید نے میرے سامنے یہ روایت پیش نہیں کی کیونکہ میں نے پہلے ہی اسے ڈرا دیا تھا اس نے ایک روایت پڑھی جس کے راوی ابو معاویہ اور

اعمش تھے تو میں نے کہا کہ آپ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ابو معاویہ تدلیس کا مریض ہے اور اعمش شیعہ ہے اسلئے ان کی روایتیں قابل قبول نہیں۔ جو روایت تو نے پڑھی ہے اس میں بھی یہ دونوں راوی ہیں میں نے کہا چھوٹی سی تیری کتاب ہے تجھے وہ بھی یاد نہیں کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے، اور پھر میں ۔ نے ڈانٹ دیا کہ دیکھنا ہوش میں رہنا کہیں سبز پرندوں والی حدیث غلطی سے نہ پڑھ بیٹھنا کیونکہ اس کی سند میں بھی یہی ابو معاویہ ہے جس کو تو تدلیس کا مریض کہتا ہے اور یہی اعمش ہے جس کو تو شیعہ کہتا ہے اسلئے کہ تیرا مناظرہ سنیوں کے ساتھ ہے شیعوں کے ساتھ نہیں۔ یہ روایت شیعوں کو تو سنا دینا ہمیں نہ سنانا، تو مولوی عبدالخالق وغیرہ جو اس کے ساتھی تھے انہوں نے مسلم دیکھی جب دیکھا کہ اس سند میں تو واقعی ابو معاویہ بھی ہیں اور اعمش بھی ہے تو پھر اس نے سارے مناظرے میں یہ روایت بالکل پیش نہیں کی میرے سامنے وحدثنا یحیٰی بن یحیٰی وابوبکر بن ابی شیبة کلاھما عن ابی معاویة ح قال وحدثنا اسحاق بن ابراھیم قال انا جریر وعیسٰی بن یونس جمیعًا عن الاعمش ح قال وحدثنا محمد بن عبداللّٰہ بن نمیر واللفظ له قال انا اسباط وابومعاویة قالا ناعمش عن عبداللّٰہ بن مرة عن مسروق قال سألنا عبداللّٰہ عن ھذہ الآیة ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون قال اما انا قد سألنا عن ذلک فقال ارواحھم فی جوف طیر خضر لھا قنادیل معلقة بالعرش تسرح من الجنة حیث شاءت ثم تاوی الی تلک القنادیل فاطلع الیھم ربھم اطلاعة فقال ھل تشتھون شیئاً قالوا ای شیئی نشتھی ونحن نسرح من الجنة حیث شئنا ففعل ذلک بھم ثلاث مرات فلما رأوا انھم لن یترکوا من ان یسئلوا قالوا یا رب نرید ان ترد ارواحنا فی اجسادنا حتی نقتل فی سبیلک مرة اخری فلما رأی ان لیس لھم حاجة ترکوا۔

ہم اس کو مانتے ہیں یہ خبر واحد کے درجہ میں ہے لیکن اس کو ایک مثال سے

سمجھیں، ہم اس کا انکار نہیں کرتے۔

مثال: دیکھئے قرآن میں سورۃ احزاب میں آیت آتی ہے انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا۔ قرآن پاک کا یہ پورا رکوع پڑھیں تو اس کے سیاق وسباق میں امہات المؤمنین کا تذکرہ ہے قرآن پڑھنے سے پکا یقین ہو جاتا ہے کہ اس آیت میں جس تطہیر کا ذکر ہے اس سے ازواج مطہرات مراد ہیں اس لئے ان کو مطہرات کہتے ہیں کہ وہی اس آیت کریمہ کی مصداق ہیں لیکن مسلم میں ایک حدیث ہے باب من فضائل الحسن و الحسینؓ حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ ومحمد بن عبداللّٰہ ابن نمیر واللفظ لابی بکر قالا حدثنا محمد بن بشر عن زکریا عن مصعب بن شیبۃ عن صفیۃ بنت شیبۃ قالت قالت عائشۃ خرج النبیؐ غداۃ وعلیہ مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخلہ ثم جاء الحسین فدخل معہ ثم جاءت فاطمۃ فادخلھا ثم جاء علی فادخلہ ثم قال انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا۔ مسلم جلد ۲ ص ۲۸۳ باب من فضائل الحسن والحسین رضی اللّٰہ عنہما میں ہے کہ حضرت نبی اقدسؐ نے اپنے ساتھ حضرت علی، سیدہ فاطمہؓ، حضرات حسنین کریمین کو بٹھا کر پانچوں پر ایک چادر ڈال لی اور یہی آیت، آیت تطہیر پڑھی۔ اب دیکھو یہاں تین فرقے بن

اہل سنت قرآن اور حدیث دونوں کو مانتے ہیں:

لیکن اہل سنت والجماعت نے کہا ہم قرآن بھی مانتے ہیں قرآن کے درجے میں، حدیث مانتے ہیں حدیث کے درجے میں، ہم دونوں باتیں مانتے ہیں کہ ازواج مطہرات اس آیت کا قرآنی مصداق ہیں اور یہ چاروں حضرات حدیث کی وجہ سے مصداق ہیں کیونکہ جب انعام دیا جاتا ہے تو جو اس میں شامل نہیں بھی ہوتا اس کو بھی کہتے ہیں کہ یہ ہمارا ہے اس کو بھی دے دو اسلئے جب حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا کہ میں بھی چادر میں آجاؤں تو فرمایا تو تو بہتر ہے ان سے تو پہلے ہی شامل ہے۔ تو ازواج مطہرات تو بغیر دعا کرنے کے آیت میں شامل ہیں اور ان کو دعا کر کے اللہ کے نبیؐ شامل فرمار ہے ہیں تو ہم اہل سنت قرآن کو بھی مانتے ہیں اور ازواج مطہرات کو اس آیت کا مصداق سمجھتے ہیں، اور حدیث اگر چہ خبر واحد کے درجہ میں ہے لیکن اس کو مانتے ہیں حدیث کے درجے میں کہ اللہ کے نبی نے دعا مانگی تو اللہ نے قبول فرمائی اسلئے یہ بھی آیت تطہیر کے دوسرے نمبر کا مصداق ہیں، تو ہم نے آیت بھی مانی حدیث بھی مانی، اس طرح ہم یہ کہتے ہیں کہ آیت سے ثابت ہوا کہ جس جسم کو قتل کیا گیا اس کو موت آگئی کیونکہ شہید مرنے سے پہلے تو کوئی کہتا ہی نہیں۔ تو موت آئے گی تو اس کو شہید کہا جائے گا۔ موت کے وعدے پورے ہو گئے لیکن اس کے بعد اسی جسم کو جس کو مردہ کہا جار ہا تھا جس کو شہید کہا جاتا ہے کبھی کسی نے آج تک روح کو شہید نہیں کہا نہ روح شہید ہوتی ہے تو جس جسم کو دنیا شہید کہتی ہے۔ جس جسم کو مردہ کہتی ہے وہ یہی جسم ہے جب شہید کو غسل دیا جاتا ہے تو کیا روح کو غسل دے رہے ہوتے ہیں، شہید کو دفن کیا جار ہا ہے شہید کو چارپائی پر لٹایا ہوا ہے تو یہ سارا میت کا لفظ اور شہید کا لفظ اسی جسم کیلئے استعمال ہوتا ہے تو اسلئے قرآن پاک سے روح کا جسم سے تعلق ثابت ہو رہا ہے اور حدیث میں اس روحانی سیر کا بھی تذکرہ ہے جو رزق کیلئے وہ سیر کرتے ہیں۔ روح خواہ جنت میں سیر کرے یہاں تعلق ہوتا ہے، جیسے آپ کی روح خواب میں مکہ پہنچی ہوئی ہو تب بھی جسم سے تعلق ہے، تو اگر یہ مان لیا جائے کہ قرآن کے کہنے کے مطابق اس کا تعلق یہاں سے بھی ہے

جسم کے ساتھ اور حدیث کے مطابق صبح وشام روحانی سیر بھی ہوتی ہے۔ تو ہم نے قرآن کو بھی مانا اور احادیث کو بھی مان لیا۔

خارجی اور رافضی قرآن وحدیث میں ٹکراؤ پیدا کرتے ہیں:

کیونکہ ہم خارجیوں اور رافضیوں کی طرح قرآن اور حدیث میں ٹکراؤ پیدا نہیں کرتے، اللہ اور اللہ کے رسول کے درمیان معاذ اللہ کشتی کے قائل نہیں ہیں، کہ ان کی کشتی کرا کے دیکھیں کہ کون جیتتا ہے۔ جو جیت جائے گا اس کی بات مان لیں گے۔

یہودیوں کا عقیدہ:

جیسے تورات میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور یعقوبؑ کے درمیان ساری رات کشتی ہوتی رہی نہ یعقوبؑ گرتے تھے نہ اللہ تعالیٰ گرتے تھے آخر جب پو پھٹنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے یعقوبؑ سے کہا چل مجھے چھوڑ ہی دے لوگ دیکھ کر کیا کہیں گے، کہ یہ خدا کا حال ہے لیکن یعقوبؑ نے کہا میں نہیں چھوڑتا جب تک مجھے نبوت نہیں دو گے مجھے نبوت دو۔ پھر کہتے ہیں اللہ تعالیٰ سے معاذ اللہ کچھ نہ ہوا تو یعقوبؑ کا عضو مخصوص پکڑ کر کھینچ دیا جس سے آپ کچھ لنگڑے ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ آسمان پر چلے گئے۔

ہم ایسی باتوں کے قائل نہیں یہ تورات جو تحریف شدہ ہے اس میں ایسی باتیں لکھی ہوئی ہیں۔ ہم اللہ اور رسول میں یا مجتہد اور نبی کے درمیان کشتی کے قائل نہیں ہیں نہ رسول خدا سے لڑتا ہے نہ مجتہد نبی سے لڑتا ہے رسول بھی اللہ کی باتوں کا ترجمان ہوتا ہے اور مجتہد بھی نبی کی باتوں کا ترجمان ہوتا ہے، اب ہم نے قرآن بھی مانا حدیث بھی۔

روح کی سواریوں کی شکلیں پرندوں جیسی ہیں:

یہ کہتے ہیں وہ پرندے جسم مثالی ہیں، ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جتنی بھی مخلوق پیدا کی ہے سب سے پیاری شکل انسان کی بنائی ہے **لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم**، سب سے باعزت شکل انسان کو دی ہے **ولقد کرمنا بنی**

آدم تو کیا پرندوں کی جو شکل ہے یہ انسان کی شکل سے زیادہ بہتر ہے۔ پرندوں کی جو شکل ہے یہ انسان کی شکل سے زیادہ باعزت ہے۔ وہ پرندے تو شکل ہیں ان سواریوں کی جن پر روح سوار ہو کر وہاں تک پہنچتی ہے جیسے آپ حج پر جاتے ہیں تو کہتے ہیں وہ جہاز جس پر ہم گئے مچھلی کی شکل کا تھا تو کوئی بیوقوف یہ نہیں کہتا کہ وہ جو مچھلی کی شکل کا جہاز ہے وہ حاجی صاحب کا جسم مثالی ہے، کوئی یہ نہیں کہتا۔ وہ جسم مثالی نہیں بلکہ وہ تو ایک سواری ہے۔

مماتی گدھا:

اب اگر کوئی مماتی گدھے پر سوار ہو کر جا رہا ہو تو گدھا اس کی سواری ہے یہ نہیں کہیں گے کہ وہ گدھا اس مماتی کا جسم مثالی ہے تو اپنے لئے وہ ایسی بات ماننے کیلئے تیار نہیں عجیب بات ہے کہ شہداء کیلئے اس قسم کی حماقتیں ماننے کیلئے وہ بڑی جلدی تیار ہو جاتے ہیں۔

آیت نمبر۳: قیل ادخل الجنة قال یلیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی و جعلنی من المکرمین اب یہ خطاب اس شخص کو ہو رہا ہے جو وجاء رجل من اقصی المدینة یسعی جو بھاگا آ رہا ہے اسی کو شہید کیا گیا ہے اور شہید اسی جسم کو کہتے ہیں۔

شہید کی قبر جنت کا باغ ہے:

تو چونکہ شہید کی قبر بھی جنت کا باغ ہے اسلئے کہا جا رہا ہے کہ اس میں داخل ہو جا۔ اور وہ اس قبر میں وجعلنی من المکرمین باتیں کر رہا ہے تو باتیں کرنا دلیل حیات ہے یا دلیل موت تو جب کلام ثابت ہو گئی تو حیات بھی ثابت ہو گئی تو قرآن پاک نے شہداء کی حیات بعبارۃ النص ذکر فرمائی ہے اور یہ حیات عوام کی حیات سے اقویٰ ہوتی ہے ان کے اجسام مطہرہ بھی محفوظ رہتے ہیں۔ یہ ہماری حیات فانی ہے جو حیات شہید کو ملی ہے وہ ہمیشہ کی حیات ہے۔

مماتی نئی قبر کی تلاش میں ہیں:

اب یہ بے چارے اس قبر کا انکار کر کے قبر بھی کوئی نئی تلاش کرتے پھرتے ہیں

اس حیات کا انکار کر کے جسم بھی نیا تلاش کرتے پھرتے ہیں اور اس عذاب وثواب قبر کا انکار کر کے عذاب اور ثواب بھی نیا تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ اور جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ذکر کیا ہے اس کو ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ یہ حیات جواب ہے یہ فانی ہے لیکن اگر میں آپ کو تین چار مرتبہ کہوں او مردو او مردو تمہیں غصہ لگے گا یا نہیں؟ حالانکہ موت یقینا آنی ہے تو جب فانی حیات والے کو مردہ کہنا اس کی توہین ہے۔ تو جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہمیشہ کی حیات عطا فرمائی ہے اس کو مردہ کہنا یہ اس کی توہین ہے یا نہیں؟ یقینا توہین ہے۔ تو جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہمیشہ کی حیات عطا فرمائی ہے اس کو معاذ اللہ مردہ کہنا یہ اس کی توہین ہے، اسلئے ہم ان (مماتیوں) سے کہتے ہیں مردارو ان کو مردہ نہ کہا کرو۔ (اس پر ایک لطیفہ یاد آیا)

لطیفہ: حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں قرآن میں بھی آتا ہے کہ ان کو پرندوں کی بولی آتی تھی، تاریخ میں ایک عجیب وغریب واقعہ لکھا ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے ایک دن ایک پرندے کو بھیجا کہ ہدہد کو بلا کر لاؤ۔ کیونکہ سلیمانؑ پرندوں سے کام بھی لیتے تھے۔ ملکہ بلقیس کے پاس جو خط بھیجا تھا وہ بھی پرندے کے ذریعے بھیجا تھا تو چاہیے تو یہ تھا کہ وہ پرندہ جسے بلایا گیا تھا وہ فوراً آجاتا لیکن ہوا یہ کہ جو بلانے گیا تھا وہ اکیلا ہی آ گیا سلیمانؑ نے پوچھا کہ تجھے ملا نہیں؟ اس نے بتایا ملا تو تھا۔ فرمایا پھر آیا کیوں نہیں، اس نے میرا حکم ماننے میں دیر کیوں کی؟ پرندے نے کہا۔ وہاں پرندوں کا مناظرہ ہو رہا تھا اور جس کو میں بلانے گیا تھا وہ مناظرے کا ثالث تھا تو جب میں نے آپ کا پیغام دیا کہ اللہ کے نبی بلا رہے ہیں اس نے فوراً پڑھا کہ اللہ نے فرمایا ہے جب تمہیں کوئی حکم بنائے تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو تو چونکہ میں حکم بنا بیٹھا ہوں تو اللہ کا حکم پورا ہوتے ہی اللہ کے رسول کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں، سلیمانؑ نے فرمایا کہ مناظروں کا شوق زیادہ ہی ہو گیا ہے پرندوں میں بھی مناظرے ہونا شروع ہو گئے ہیں اتنے میں وہ پرندہ بھی آیا بڑا ڈرتا کانپتا۔ سلیمانؑ نے لانگا کہ وہاں دیر کیوں کی؟ اس نے عرض کیا حضرت وہاں مناظرہ تھا میں جج اور ثالث تھا۔ سلیمانؑ۔ مناظرہ کس بات پر تھا؟ پرندہ۔ مناظرہ اس بات پر ہے کہ منہ افضل ہے یا دبر؟

سلیمانؑ مسکرائے کہ بیوقوف یہ بھی کوئی مناظرہ ہے کہ منہ افضل ہے یا دبر سلیمانؑ نے فرمایا کہ جو منہ کو افضل کہتا تھا اس کے پاس تو دلائل ہونگے لیکن دوسرا مناظر جو دبر کو افضل کہتا تھا اس کے پلے بھی کچھ تھا؟ پرندہ: حضرت دلائل دونوں طرف زبردست تھے۔

سلیمانؑ: کیا دونوں طرف زبردست تھے؟

پرندہ :جی دونوں طرف زبردست تھے

پرندوں کے دلائل:

سلیمانؑ: مناظرہ کا خلاصہ ذرا سناؤ کہ ہمیں بھی پتہ چلے کیا دلائل تھے۔

پرندہ : پہلے وہ کھڑا ہوا جو منہ کو افضل کہتا تھا اس نے کہا کہ اللہ نے منہ کو اوپر رکھا ہے دبر کو نیچے رکھا ہے یہ اس کے افضل ہونے کی دلیل ہے اور پھر اسے کہا تجھے تو شرم نہیں آتی اور وہ بیچاری ہر وقت منہ چھپائے پھر رہی ہے۔ جب اسے شرم آتی ہے تو تجھے بھی آنی چاہیے تو خوانخواہ وکیل بنا پھرتا ہے، پھر دوسرا کھڑا ہوا اس نے کہا میں پہلے ہی کہتا تھا کہ قیامت قریب ہے اور انصاف دنیا میں نہیں رہا۔ اوپر ہونا تکبر کی نشانی ہے نیچے ہونا تواضع کی نشانی ہے، اللہ تعالیٰ کو تکبر پسند نہیں تواضع پسند ہے، شیطان تکبر کیوجہ سے راندہ درگاہ ہوا۔ سلیمانؑ مسکرائے کہ مناظر تو دونوں زبردست ہیں، پھر پہلا مناظر کھڑا ہوا کہ تجھے نہ تو شرم نہ حیا منہ تو ہزاروں نیکیاں کرتا ہے کلمہ یہ پڑھتا ہے درود یہ پڑھتا ہے ذکر یہ کرتا ہے تبلیغ یہ کرتا ہے اور وہاں سوائے گندگی کے اور کوئی چیز نکلتی نہیں اور تمہیں شرم ہی نہیں رہی کہ کس کو کس سے افضل کہہ رہا ہے، دوسرا پھر کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا کہ میں پہلے ہی رو رہا ہوں اس بات کو کہ اب دنیا میں انصاف باقی نہیں رہا تو آدھی باتیں کرتا ہے پوری باتیں کر۔ یہ میں مانتا ہوں کہ وہاں گندگی کے سوا کچھ بھی نہیں نکلتا لیکن وہ گندگی ایک لوٹے پانی سے صاف ہو جاتی ہے۔ یہ منہ جو گندگیاں پھینکتا ہے کبھی رسولوں کو بھونکتا ہے کبھی اہل بیت کو کبھی صحابہ کو اس سے جو گندگیاں نکلتی ہیں و. ساری دنیا کے سمندر بھی پاک نہیں کر سکتے قیامت تک کا عذاب قبر بھی پاک نہیں کر سکتا اور اگر وہ گندگی کفر تک پہنچی ہوئی ہے تو دائمی عذاب بھی اس کو پاک نہیں کر سکے گا۔ تو

ایک پہلو بیان کرتا ہے دوسرا چھوڑ جاتا ہے سلیمانؒ نے فرمایا مناظر تو دونوں زبردست ہیں دلائل دونوں کے زبردست ہیں، آخر تو نے فیصلہ کیا کیا۔ اس نے کہا کہ میں نے فیصلہ یہ کیا کہ مسلمان کا منہ افضل غیر مسلم یا گستاخ کی دبر افضل خواہ جس قسم کا گستاخ ہو۔

حضرت حکیم الامت کا فرمان غیر مقلدین کے بارے میں:

حضرت سے کسی نے پوچھا حضرت یہ غیر مقلد کیا چیز ہوتے ہیں حضرتؒ نے فرمایا ان کا پہلا قدم سلف پر بدگمانی اور دوسرا قدم سلف پر بدزبانی ہے۔ حضرت یہ تو بڑا علمی دعویٰ کرتے ہیں حضرت نے فرمایا علم ان کا یہ ہے کہ سرقہ ابن حجر سے۔ زبان ابن حزم والی۔ ابن حجر سے سرقہ کر کے ابن حزم والی زبان کا استعمال کرتے ہیں۔ پھر پوچھا حضرت ان کا درجہ کیا ہے حضرت نے فرمایا کہ ایک آدمی بانسری بجا رہا تھا بجاتے بجاتے نیچے سے ہوا خارج ہوگئی تو بانسری جلدی سے منہ سے ہٹا کر وہاں رکھ لی کہ پہلے تو ہی بجالے، تو جو خواہ مخواہ درمیان میں ٹوں ٹاں کر رہی ہے تو ہی بجالے، فرمایا مجتہد کی مثال ہے منہ کی غیر مقلدین کی دبر کی ان کی ٹوں ٹاں ایسی ہے جیسے بانسری کے مقابلے میں دبر ٹوں ٹاں کرتی ہے، اب خلاصہ یہ نکلا کہ جو سنی ہے اس کا منہ افضل اور جو بھی گستاخ ہے خواہ رافضی ہو یا کافر یا قادیانی ہو یا بدعتی غیر مقلد ہو مماتی ان کی دبر افضل ہے۔

اہل سنت والجماعت کی خوبی:

اہلسنت والجماعت کے مذہب کی جہاں اور خوبیاں ہیں ایک یہ بھی ہے کہ اس میں گستاخیاں نہیں ہیں۔ باقی جتنے فرقے آپ کو نظر آئیں گے ہر فرقے کی بنیاد کسی کینہ پر ہے کسی کو نبی پاک کے صحابہ سے کینہ ہے کسی کو نبی پاک کے اہل بیت سے کینہ ہے کسی کو فقہاء سے کسی کو محدثین سے کسی کو صوفیاء کرام سے کینہ ہے ہر فرقے کی بنیاد کینہ پر ہے، صرف ایک جماعت ہے اہل سنت والجماعت جس کو کسی سے کینہ نہیں، جنہوں نے بھی دین کی خدمت کی اہل سنت کے ہاں سب قابل احترام ہیں اسلئے دنیا میں سب سے زیادہ یہ جماعت پھیلی ہے اور آخرت میں بھی یہی سرخرو ہونگے، آج حضرت تونسوی صاحب

رافضیوں کی گالیاں سن سن کے حضرت عمر کے فضائل بیان کرتے ہیں تو قیامت کے دن حضرت عمر یقیناً حضرت تونسوی دامت برکاتہم کو آوازیں دیں گے، تونسوی ادھر آؤ، آپ کی شفاعت کروں کیونکہ آج میری شفاعت سنی جارہی ہے، آج اگر مولانا قاضی مظہر حسین دامت برکاتہم خارجیوں سے گالیاں سن سن کے بھی اہل بیت کے فضائل بیان کررہے ہیں، تو قیامت کے دن حضرت علی اور حضرت حسین قاضی مظہر حسین صاحب کو بھولیں گے نہیں بلکہ کہیں گے آؤ تم نے گالیاں سن کے بھی ہماری حمایت کی۔ آج ہماری سنی جارہی ہے آؤ ہم تمہاری سفارش کرتے ہیں، تو یہ سب سفارش کریں گے۔

علامہ شعرانی رحمہ اللہ کا کشف:

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ اپنے کشف کے بارے میں میزان کبری میں لکھتے ہیں کہ میں نے حالت کشف میں دیکھا کہ پل صراط پر چار ٹھہرنے کی جگہیں بنی ہوئی ہیں جس طرح پلوں پر ہوتی ہیں اور چاروں جگہوں پر چاروں امام کھڑے ہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے مقلدین کو گزار رہے ہیں، اور میدان قیامت میں دیکھا کہ حنفیوں کا حساب ہورہا ہے امام صاحب پاس کھڑے ہیں۔ تو معلوم ہوا ان حضرات کی سفارش سنی جائے گی۔

اب شہید کی حیات قرآن پاک سے عبارۃ النص ثابت ہوگئی۔

اب شہید کا مرتبہ تیسرے نمبر پر ہے اللہ تعالی قرآن میں فرماتے ہیں:

اولئک الذین انعم اللہ علیھم من النبین والصدیقین والشھداء والصالحین۔

پہلا مرتبہ نبیوں کا ہے دوسرا صدیقین کا تیسرا شہداء کا چوتھا صالحین کا تو جب شہید کی حیات قرآن پاک سے عبارۃ النص ثابت ہوگئی تو صدیق کی حیات بدلالۃ النص ثابت ہوگئی اور نبی کی حیات پھر اس سے بھی زیادہ اعلیٰ دلالت کے ساتھ ثابت ہوگئی اور جس طرح عبارت النص قطعی ہے اس طرح دلالۃ النص بھی قطعی ہوتی ہے کیونکہ دلالۃ النص کا مدار علت پر نہیں لغت پر ہوتا ہے۔ اب یہ لوگ کہتے ہیں نبی کا لفظ دکھاؤ یہ تو شہید کا ہے۔ جواب

یہ ہے کہ نبی کا لفظ دکھانے کی ضرورت نہیں احادیث میں نبی کا لفظ بھی آیا ہے لیکن قرآن پاک سے بدلالۃ النص نبی کی حیات ثابت ہوتی ہے۔

ایک مماتی مولوی کا قصہ:

ایک مماتی مولوی تھا مجھ سے بات کر رہا تھا۔ مجھے کہتا ہے۔ نبی کا لفظ دکھاؤ نبی کا لفظ، میں نے کہا شہید کا تو دکھا دیا ہے اور شہید کو یہ رتبہ کیوں ملا ہے؟ صرف نبی کی تابعداری کی برکت سے اگر وہ نبی پر ایمان نہ رکھتا نبی کی تابعداری نہ کرتا لوگ اس کو شہید کہتے؟ شہادت تو اس کو ملی ہی حضرت پاک ؐ کی تابعداری کی وجہ سے، اسلئے سارے شہداء کی حیات کو اکٹھا کیا جائے تو نبی پاک کی حیات ان سب سے اعلیٰ اولیٰ اور ارفع ہے۔ مماتی مولوی کہتا ہے نہیں نبی کا لفظ ہونا چاہیے، میں نے کہا کوئی ضرورت نہیں۔

لفظ نبی کا سوال کرنے والا خود پھنس گیا:

پھر میں نے کہا تیرا بیٹا پڑھتا ہے، اس نے قرآن میں پڑھا لا تقل لھما اف ماں باپ کے سامنے اف بھی نہ کرنا۔ اب وہ مدرسہ سے واپس آئے اور تیرے منہ پر جوتے مارنے شروع کر دے، تو تو کونسی آیت پڑھ کر اسے روکے گا، مماتی مولوی کہنے لگا یہی لا تقل لھما اف میں نے کہا وہ کہے گا میں اف تو کہہ نہیں رہا۔

ابن حزم کے کمالات:

ابن حزم ظاہری نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ اف کہنا والدین کو یہ گناہ ہے لیکن والدین کے منہ میں پیشاب کرنا حرام نہیں۔ کیونکہ اللہ کو اف کا لفظ بھی آتا تھا اور پیشاب کا بھی تو یہاں پیشاب کا لفظ اللہ نے استعمال نہیں کیا، لیکن وہ تو ظاہری ہے محلی میں لکھتا ہے کہ کوئی کھڑے پانی میں پیشاب نہ کرے پھر اس میں غسل بھی کرے کہتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ پانی میں پیشاب کرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے لیکن پاخانہ پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ پاخانے کا لفظ حدیث میں نہیں آیا، اور پیشاب بھی براہ راست پڑے اگر برتن میں کر کے ڈال دیا تو ناپاک نہیں ہوگا اگر کنارے پر کیا اور بہہ کر پانی میں چلا گیا تب بھی

ناپاک نہیں ہوا۔تو گویا پیشاب ناپاک نہیں وہ دھار کم بخت ناپاک ہے اور پھر کہتا ہے وہ اسی کے لئے ناپاک ہے دوسرے اس سے وضو کر سکتے ہیں اسی طرح یہ حدیث کہ کتا اگر برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو سات مرتبہ دھولو اس پر لکھتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ برتن میں جو چیز ہوگی وہ تو ناپاک ہوگی اگر آپ نے ہاتھ پر گھی رکھا ہے اور کتا چاٹ رہا ہے ساتھ آپ بھی چاٹ رہے ہیں تو یہ ناپاک نہیں کیونکہ یہ برتن نہیں ہے۔تو اسی طرح کان یباشر وھو صائم کے تحت لکھتا ہے کہ یہ ماضی استمراری کا صیغہ ہے دوام پر دلالت کرتا ہے روزہ رکھنے کے بعد بیوی سے اتنی مباشرت کرنا کہ فریقین کو انزال ہو جائے یہ سنت اور باعث ثواب ہے اس کی ظاہر پرستی کا عجیب حال ہے میں نے محلی سے پانچ سو مسائل ایسے نکالے ہیں۔

تو اب بات یہ چل رہی ہے کہ اف کہنا تو حرام ہے والدین کو جوتا مارنا بھی حرام ہے یا نہیں؟ اف کہنے سے والدین کو تھوڑا صدمہ ہوتا ہے جب تھوڑا صدمہ پہنچانا حرام ہے تو زیادہ صدمہ پہنچانا بطریق اولیٰ حرام ہے۔اسی طرح جب شہید کی حیات ثابت ہوگئی تو نبی کی حیات بطریق اولیٰ ثابت ہوگئی۔

احمد سعید چتروڑ گڑھی اور مرزا غلام قادیانی:

سعید چتروڑ گڑھی سے میں نے مناظرے میں کہا۔وہ آیت پڑھتا تھا اور مرزے کی طرح غلط ترجمہ کرتا تھا۔میں نے کہا تو ترجمہ مرزے کی طرح کرتا ہے۔کسی ایک مفسر کا حوالہ پیش کر کہ اس نے اس آیت کا مطلب یہ لیا ہو جو تو نے لیا ہے،اب جب میں نے آیت شہداء تلاوت کی تو مجھے کہتا ہے کہ اگر اس سے کسی سنی نے حیات ثابت کی ہے تو حوالے دے میں اپنی ناک کٹوادوں گا،اب میں ایک حوالہ پڑھتا اور پھر اس سے پوچھتا کہ اب تیری ناک کتنی رہ گئی ہے تاکہ میں دوسرا حوالہ اس حساب سے پڑھوں۔اب سعید کے ساتھی بڑے پریشان ہوئے ایک نے تو کھڑے ہو کر کہا کہ اس کو ہم جانے نہیں دیں گے بلکہ دریا میں غرق کریں گے،کیونکہ اس نے آج ہمیں بڑا ذلیل کیا ہے۔میں نے بائیس حوالے پڑھے۔

دلالۃ النص کی دوسری مثال:

جنات حضرت پاکؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضرت انسانوں کو منع فرمادیں کہ یہ ہڈی اور گوبر سے استنجاء نہ کریں۔ ان میں ہماری خوراک ہے۔ اب اس سے فقہاء نے بدلالۃ النص مسئلہ یہ نکالا کہ جانوروں کی خوراک سے بھی استنجاء ناجائز ہے کیونکہ ہمیں نظر آتا ہے کہ اسے جانوروں نے کھانا ہے۔ اب جب جانوروں کی خوراک سے ناجائز ہے۔ اب اگر کوئی مماتی یہ کہے کہ ہڈی اور گوبر کے بارے میں آیا ہے کہ اس سے استنجاء نہ کرو لیکن یہ کہاں آیا ہے کہ پراٹھے سے استنجا نہ کرو، یہ کہاں ہے کہ حلوے سے استنجا نہ کرو میں تو حلوے اور پراٹھے سے استنجاء کروں گا یا مجھے حدیث سے لفظ دکھاؤ، تو اس قسم کی ضدوں کا نام ان لوگوں نے قرآن رکھا ہوا ہے کرتے ضد ہیں اور کہتے ہیں ہم قرآن مانتے ہیں، ان بے چاروں کے پاس اس قسم کی شرارتوں کے سوا اور کوئی بھی چیز نہیں ہے، تو شہداء کی حیات بعبارۃ النص ثابت ہے انبیاء علیہم السلام کی حیات بدلالۃ النص ثابت ہے اب جب انبیاء علیہم السلام کی حیات قرآن پاک سے بدلالۃ النص ثابت ہوگئی تو اب ان کی یہ بات غلط ہوگئی کہ حیات انبیاء والی حدیثیں قرآن کے خلاف ہیں۔

چوتھی آیت سے حیات انبیاءؑ پر استدلال:

وسلم علیه یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا۔ یہ آیت مبارکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے، جو شہید ہیں۔ مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یوم سے مراد پورا زمانہ ہے ایک یہ زندگی، ایک برزخ والی، ایک آخرت والی اس لئے فرمایا **وسلم علیه یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا۔** اس زندگی میں بھی سلامتی ۔ تو یہ سلامتی جسم اور روح دونوں کی ہے یا صرف روح کی؟ اور قیامت کو جو سلامتی ہوگی دونوں کی ہوگی یا ایک کی؟ تو جو قبر میں سلامتی ہے وہ بھی دونوں کی ہے، اسلئے نسائی شریف میں **ان لله ملائكة سياحين في الارض يبلغوني عن امتي السلام۔** بے شک فرشتے مقرر ہیں جو زمین میں پھرتے ہیں اور میری امت کا درود وسلام مجھے پہنچاتے ہیں۔

یہاں فی الارض یعنی وہ سلام لیتے بھی زمین سے ہیں اور پہنچاتے بھی زمین میں ہیں، یہ نہیں فرمایا کہ وہ سیاحین من الارض الی العرش ہیں یا من الارض الی علیین ہیں۔ یہ نہیں فرمایا۔تو آیت مبارکہ میں بھی ہے کہ یوم اموت اس زمانے میں بھی سلام پہنچے گا۔تو احادیث میں آتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اب بھی سلام پہنچتا ہے۔اور آپؐ کے روضہ پاک پر بھی ساری دنیا صلوٰۃ وسلام عرض کرتی ہے دوسری حدیث ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے حضرت پاکؐ نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ درود پڑھا کرو تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، تو آپؐ کی کھلی زندگی میں درود اس جسم پر پیش ہوتا تھا۔صحابہ نے مسئلہ پوچھ لیا اور وہ ہم بعد والوں کے کام بھی آ گیا، عرض کیا کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو جسم گل سڑ جاتا ہے۔ صحابہ کے اس سوال سے معلوم ہوا کہ ان کو بھی معلوم تھا کہ درود اسی جسم پر پیش ہوتا ہے جو مرنے کے بعد گلا سڑا کرتا ہے، تو حضرت موت تو آپ کو بھی آنی ہے اور آپؐ کی موت کے بعد فوراً قیامت بھی نہیں آنی تو اب آپ کے امتی قیامت تک درود بھی پڑھیں گے ان کے درود کا کیا بنے گا، تو حضرت نے فرمایا ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔

اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔اب دیکھیں یہ اسی جسم کا ذکر چل رہا ہے جو زمین میں رکھا گیا کس جسم کا ذکر چل رہا ہے، جو غیر نبی کا مٹی کھا جاتی ہے، تو مٹی اسی جسم کو کھاتی ہے نہ کہ خواب وخیال والے کو، تو آپؐ نے فرمایا اسی جسم پر مرنے کے بعد درود پیش ہوا کرے گا، اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا۔اور احادیث میں یہی ہے کہ جب کوئی میری قبر پر درود پڑھتا ہے تو میری روح کو متوجہ کیا جاتا ہے اور میں اس کے درود وسلام کا جواب دیتا ہوں، کیونکہ حضرت پاک کی روح اللہ کی یاد میں مستغرق ہوتی ہے جب کوئی درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس طرف توجہ دلاتے ہیں پھر آپؐ سلام کا جواب ارشاد فرماتے ہیں۔

پانچویں آیت سے حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال:

وسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا، اجعلنا من دون الرحمن

الهة يعبدون (الزخرف آیت ۴۵) اللہ تعالیٰ نے حضرت پاک سے فرمایا ہے کہ پہلے نبیوں سے پوچھ لو کہ ہم نے کبھی کسی نبی کو توحید کے خلاف پیغام دے کر بھیجا ہے؟ سارے نبی ہی توحید کا پیغام لے کر آئے۔ تو اگر میں آپ سے کہوں کہ آپ شیخ الحدیث صاحب سے فلاں بات پوچھ آئیں۔ آپ کو شیخ الحدیث کا شناختی کارڈ مل گیا، آپ تصویر سے جا کر پوچھنے لگے تو کیا واقعۃً یہ پوچھنا ہے؟ مفسرین یہی لکھتے ہیں کہ معراج کی رات حضرت پاک کی ملاقات سارے نبیوں کے ساتھ ہوئی اور وہاں آپؐ نے سب نبیوں سے پوچھا اور انہوں نے بتایا کہ ہم سب توحید ہی لے کر آئے، اب حضرت پاک کی ملاقات انبیاء سے ہوئی ہے تو ملاقات اسی جسم سے ہوا کرتی ہے یا فوٹو کاپیوں سے ہوا کرتی ہے؟ آپ ایک مرتبہ مشرف سے ہاتھ ملالیں آپ بڑے فخر سے کہیں گے اور ہر ایک کو بتاتے پھریں گے کہ میری جنرل مشرف سے ملاقات ہوئی ہے۔ اور اگر ٹی وی پر دو گھنٹے اس کی تقریریں سن لیں تو آپ اس کا فوٹو دیکھ رہے ہیں لیکن آپ کسی کو یہ نہیں کہیں گے کہ میں نے جنرل مشرف سے دو گھنٹے ملاقات کی ہے، اب یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہاں جسم مثالی آئے تھے۔ تو میں جواب میں کہتا ہوں جہاں ملاقات کا ذکر ہے وہاں یہی جسم مراد ہوتا ہے نہ کہ مثالی۔ پھر حضرت پاکؐ کا جسد اطہر اصلی تھا یا نہیں۔ اب یہ بات وہ لوگ بھی مانتے ہیں کہ حضرت کا جسد اطہر اصلی تھا۔ اور آپؐ نے وہاں جماعت کرائی ہے کیا کوئی مسئلہ قرآن وحدیث میں ہے کہ مولوی صاحب (یعنی امام) تو اصلی کھڑے ہیں اور پیچھے (مقتدی) ساری فوٹو کاپیاں کھڑی ہیں اور جماعت ہو رہی ہے۔ کیا فوٹو کاپیوں سے جماعت ہو جاتی ہے؟ جواب نہیں، جماعت تو اصل جسم سے ہوتی ہے۔ اسی طرح آپؐ نے جماعت کروائی ہے اور پیچھے انبیاء علیہم السلام اپنے اصلی اجسام کے ساتھ کھڑے تھے۔

مماتیوں کا اعتراض:

اگر انبیاء اصلی اجسام کے ساتھ کھڑے تھے تو پیچھے قبروں میں کیا تھا؟

جواب: جب حضرت مدینہ سے وہاں پہنچ گئے تو انبیاء قبروں سے وہاں آ گئے تو اس

میں کیا حرج ہے اور کونسا استحالہ لازم آگیا ہے۔ تو اس لئے معراج کی رات حیات انبیاء علیہم السلام کی واضح دلیل ہے۔

چھٹی آیت سے حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال:

ولقد اٰتینا موسی الکتٰب فلا تکن فی مریۃ من لقائہ۔ اس آیت کی تفسیر میں علماء نے انبیاء کی حیات کو ثابت کیا ہے۔ اب جس موسیٰ کو تورات ملی وہ جسم مثالی تھا یا جسم اصلی؟ یقیناً جسم اصلی تھا۔ وجعلنٰہ ھدی لبنی اسرائیل تو موسیٰ علیہ السلام ہدایت کا راستہ دکھاتے۔ ان کو تورات پڑھ کے سناتے وہ مثالی جسم کے ساتھ سناتے یا حقیقی جسم کے ساتھ؟ جس موسیٰ پر تورات نازل ہوئی جو موسیٰ بنی اسرائیل میں وعظ فرماتے تھے انہی سے ملاقات کا ذکر کیا گیا، صحیح مسلم میں (ص ۲۶۸ جلد۲) پر حدیث موجود ہے حدثنا ھداب بن خالد وشیبان بن فروخ قالا نا حماد بن سلمۃ عن ثابت البنانی وسلیمان التیمی عن انس بن مالک ان رسول اللہ ﷺ قال اتیت وفی روایۃ ھداب مررت علی موسی لیلۃ اسری بی عند الکثیب الا حمر وھو قائم یصلی فی قبرہ کہ میں موسیٰ کی قبر کے پاس سے گزرا آپ نماز ادا فرما رہے تھے۔ اور یہ قبر آپؐ نے کہاں بتائی کہ بیت المقدس کے قریب سرخ ریت کا ٹیلہ ہے، وہ قبر ہے موسیٰ کی تو اب کیا ریت کے ٹیلے علیین سجین میں ہوتے ہیں یا اس زمین پر تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ قبر اسی زمین میں ہوتی ہے نہ کہ علیین سجین میں، اسی طرح یہ بھی ہے کہ یہ قبر موسیٰ کی بیت المقدس کے پاس ہے تو کیا بیت المقدس اس زمین پر ہے یا علیین سجین میں بنی ہوئی ہے؟ یقیناً اس زمین پر ہے۔ تو جو بیت المقدس کے پاس قبر ہے اس میں جو موسیٰ کا جسد اطہر ہے وہ خواب خیال والا ہے یا اصلی جسم ہے؟ تو جب آپؐ نے موسیٰ کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا تو پتہ چلا کہ موسیٰ اسی جسد اطہر کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں جو قبر میں ہے۔

مرزا قادیانی کا اعتراض:

مرزا کہتا ہے کہ آپؐ نے نماز پڑھائی پھر جب اوپر گئے تو پہچانا نہیں بلکہ جبرائیلؑ

نے بتایا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ آپ خیر المدارس میں مجھے ملے میں نے پوچھا آپ کون ہیں۔ آپ نے کہا کہ ابھی آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے اب اس بات سے کہ انہوں نے پہچانا نہیں کیا یہ سمجھ لیا جائے کہ انہوں نے نماز نہیں پڑھائی۔ اس نہ پہچاننے سے نماز پڑھانے کی نفی کیسے ہوگئی۔

مثال: میں نے دیکھا کہ علامہ صاحب نماز پڑھ رہے ہیں اس سے مجھے ان کی زندگی کا یقین ہوگیا لیکن ضروری نہیں کہ ان کا چہرہ اچھی طرح دیکھ لیا ہو اس کے بعد پھر ملاقات ہوئی کسی نے بتایا علامہ صاحب یہی ہین۔ اب اس بتانے سے پہلی بات کی نفی نہیں ہوتی کہ آپ نے علامہ کو نماز پڑھتے دیکھا ہی نہیں۔ اب اس طرح کی باتوں سے یہ لوگ نبی پاکؐ کی احادیث کا انکار کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے ہیں۔

اب دیکھیں کہ حضرت پاکؐ نے دیکھا تو اکیلے موسیٰ کو کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں لیکن فرمایا سب انبیاء کے متعلق الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔

ایک واقعہ: میں نے جب گکڑ ہٹہ میں سب سے پہلی تقریر کی تو کبیر والا سے مفتی عبدالقادر صاحب مولانا مفتی محمد انور صاحب حضرت تونسوی صاحب کے بھائی مولانا احسان صاحب یہ سارے حضرات میرے ساتھ گئے تھے۔ میں نے رات کو وہاں تقریر کی اب ان کا جو وہاں کا صدر ہے اشاعة التلبیس والضلالہ کا وہ کھڑا ہوگیا اور اس نے کہا آپ جائیں گے نہیں۔ کل مناظرہ ہوگا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے مولانا انور صاحب مہتمم دار العلوم کبیر والا یہ گاڑی لے کر گئے ہوئے تھے واپس آکر کتابیں لے گئے میں چونکہ وہیں رہا فجر کے بعد میں نے پھر درس دیا تو ان کے پانچ سات آدمی پیچھے آکر بیٹھ گئے، درس سنتے رہے جب درس ختم ہوا تو وہی حق نواز جس نے مناظرے کا چیلنج دیا تھا کھڑا ہوا اور کہا ہم نے کل آپ کو مناظرے کا چیلنج دیا تھا لیکن جب سعید نے سنا کہ کل مناظرہ کرنا ہے تو وہ بھاگ کر کہیں گنے کے کھیتوں میں چھپ گیا ہمیں مل نہیں رہا، ہم ساری رات سوئے بھی نہیں اسے تلاش کرتے رہے مگر وہ ملا نہیں اس لئے اب آپ کو اس کے استاد سے مناظرہ کرنا پڑے گا،

اس کا نام مولوی اللہ بخش ہے۔ میں نے کہا چلو ٹھیک ہے کوئی تو آئے۔ اب ہم حق نواز کی حویلی میں چلے گئے اب جتنے آدمی بیٹھے تھے سارے ان پڑھ میں نے کہا بات یہ ہے کہ آپ میں سے عربی کون پڑھا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کوئی بھی نہیں، میں نے کہا پھر آپ ہماری گفتگو میں کیا فیصلہ کر سکیں گے، فائدہ کچھ نہیں ہوگا، کیونکہ تین قسم کے لوگ آپ میں ہوں گے۔ ایک جو میرے ساتھی ہیں وہ مجھے زندہ باد کہیں گے خواہ میں کچھ بھی کہوں ایک ان کے ساتھی ہیں وہ ان کو زندہ باد کہیں گے خواہ میں کچھ کہوں، تو درمیان والے بے چارے پریشان ہوں گے کہ پتہ نہیں یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ پھر میں نے کہا یہ دین کی بات علماء دیو بند کی اردو تفسیریں اور حدیث کی کتابوں کے ترجمے موجود ہیں تو میرا خیال ہے کہ بحث اس طریقے سے ہو کہ میرا کام آیت یا حدیث نکال کے دینا ہو اور یہ حق نواز جو اردو پڑھا ہوا ہے یہ پڑھ کے سنا دے آپ سب اس کو اچھی طرح دیکھ لیں اور مولوی اللہ بخش کا کام بھی اتنا ہی ہو کہ یہ آیت یا حدیث نکال کے دے دے یہ ہمارا آدمی سب کو پڑھ کے سنائے گا اور دکھائے گا۔ کوئی جلد بازی بھی نہیں ہے ایک دو آیتیں یا حدیثیں ہو جائیں تو مسئلہ تو حل ہو جائے گا۔ کیونکہ جب آپ سب لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ واقعی دلائل موجود ہیں یہ لوگ کہنے لگے یہ تو بہت اچھا طریقہ ہے۔ اب میں نے تفسیر معارف القرآن رکھ لی ترجمان السنہ رکھ لی۔ میں نے معارف القرآن سے آیت شہداء نکال کے دے دی حق نواز نے پڑھی ساری تشریح بھی پڑھی کہ اس سے انبیاء علیہم السلام کی موت کے بعد قبور میں حیات ثابت ہے۔ اب میں نے کہا کہ مولوی صاحب آپ بھی کوئی آیت نکالیں اس نے نکالی اللہ یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها اب اس نے پڑھی اور کہا جو مسئلہ ہم سمجھنے آئے ہیں وہ تو اس میں ہے ہی نہیں کیونکہ آیت شہداء کے تحت شہداء کی حیات کا لفظ ہے یہاں تو کسی کا ذکر نہیں پھر میں نے ترجمان السنہ سے حدیث نکال کر دکھائی الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون میں نے کہا اعراب لگے ہوئے ہیں خود عبارت پڑھو۔

دریاخاں کا مناظرہ:

میں نے جو اپنا عقیدہ دریاں خاں والے مناظرے کیلئے لکھا تھا اس میں میں نے پچیس کتابوں سے اپنا عقیدہ لکھا تھا اور میں نے کہا تھا دنیا کے جس ملک میں لے جاؤ وہ کہیں گے یہ کتابیں سنیوں کی ہیں اور ہمارا عقیدہ یہی ہے۔ آپ بھی کسی کتاب سے عقیدہ لکھیں، کیونکہ عنایت اللہ شاہ کی پیدائش سے پہلے کسی چور ڈاکو کا بھی یہ عقیدہ نہیں تھا کہ جسم اطہر کے ساتھ روح کا تعلق نہیں ہے۔ یہ ہمارا ان کو چیلنج ہے کہ نبی تو کجا صحابی تو کجا تابعی تو کجا تبع تابعی تو کجا محدث کجا فقیہ کجا کوئی چور زانی ڈاکو ایسا ہو جس کا عقیدہ یہ ہو کہ جسم پاک کے ساتھ روح اقدسؐ کا کوئی تعلق نہیں ہے ایک حوالہ بھی یہ قیامت تک پیش نہیں کر سکیں گے، میں نے شجاع آباد میں بھی عنایت اللہ کو یہی کہا۔ مجھے پتہ نہیں تھا کہ جلسہ انکا ہے، مجھے بلایا، میں چلا گیا اذانیں مغرب کی ملتان میں ہی ہو رہی تھیں، پہلے میں نے سوچا واپس چلتا ہوں سکول بھی پہنچنا ہے چھٹی لی نہیں، پھر سوچا کہ چلو پہلی تقریر کر کے آجاؤں گا، جب میں وہاں گیا تو انہوں نے کہا کہ آپ پہلے کھانا کھا کر دو تین گھنٹے آرام کریں آخر میں آپ کی تقریر ہوگی، میں نے پوچھا پہلے کن کی ہے، انہوں نے کئی نام لئے اور عنایت اللہ شاہ کا نام بھی لیا۔ میں نے کہا یہ آپ نے اپنا جلسہ خراب کر لیا ہے۔ کیونکہ عنایت اللہ شاہ کو ایک ہی مسئلہ آتا ہے اور وہی اس نے بیان کرنا ہے۔ اس کے بعد غیر مقلد مجھے اس مسئلے کے بارے میں چٹیں دیں گے اپنی جان چھڑانے کیلئے۔ تو بہتر یہ ہے کہ عنایت اللہ شاہ کو آپ کہہ دیں کہ وہ صبح نماز کے بعد درس دے لیں۔ تقریرات کو نہ کریں۔ عنایت اللہ شاہ نے کہا نہیں میں تقریر کروں گا اور اسی وقت کروں گا اور اسی مسئلہ پر کروں گا، خیر عنایت اللہ شاہ نے تقریر شروع کی کہ سارے نبی اس عقیدے پر تھے جو میرا ہے سارے صحابہ سارے تابعین سارے تبع تابعین سارے فقہاء اس عقیدے پر تھے جو میرا ہے، ایسے موقع پر تماشہ دیکھنے والے زیادہ ہوتے ہیں۔ میں تو اندر لیٹا ہوا تھا چار پانچ نوجوان اندر میرے پاس آگئے اور کہنے لگے سن رہے ہیں، میں نے کہا سن رہا ہوں میں نے لیٹے ہوئے کہا کہ عنایت اللہ شاہ سے پہلے کوئی آدمی اس

عقیدے کا نہیں تھا۔ یہ پہلا آدمی ہے جس کا یہ عقیدہ ہے۔

عنایت اللہ شاہ گجراتی کا مناظرے سے فرار:

انہوں نے کیا کیا کہ یہ بات لکھ کر نیچے میرا نام لکھ کر چٹ اس کے پاس بھیج دی، مجھے اس وقت پتہ چلا جب شاہ صاحب نے رقعہ پڑھا اور میرا نام پڑھا۔ اب رقعہ پڑھنے کے بعد عنایت اللہ شاہ کو نبی اور صحابی تابعین اور تبع تابعین سارے بھول گئے اور کہا ایک آدمی ہے جو مجھ سے پہلے میرے عقیدے کا تھا، وہ ہے ابن عبد الہادی حنبلی جو مجھ سے پہلے میرے عقیدے کا تھا جس نے الصارم المنکی لکھی ہے۔ اب چونکہ اس نے میرا نام لے لیا تھا پھر میں نے خود چٹ لکھی۔ میں نے کہا اب نبی اور صحابہ آپ کو بھول گئے صرف ایک نام پیش کیا ہے چلو اسی پر فیصلہ کرلو۔ میں دستخط کرتا ہوں کہ جو عقیدہ اس نے لکھا ہے میں مانتا ہوں آپ بھی دستخط کریں۔ وہ تو کہتا ہے کافر مردے بھی سنتے ہیں اور تو کہتا ہے کہ وہ میرا ساتھی ہے وہ تو تمہارے دستور کے مطابق اشاعت التوحید والسنہ کا ممبر ہی نہیں بن سکتا، جب میری چٹ پڑھی تو کہا کہ مناظرہ علماء کا کام ہوتا ہے میں تو طالب علم ہوں"

آخر جھگڑا کیا ہے؟

جھگڑا یہ ہے کہ یہ موت ہے اور یہ قیامت ہے اس کے درمیان میں کیا ہے اتنا جھگڑا ہے سارا، تو یہ پہلے تو ادھر والی آیتیں پڑھا کرتے تھے کل نفس ذائقة الموت حالانکہ یہ تو ان کے لئے پڑھو جو کہیں کہ موت نہیں آئی، جو موت کے آنے کے بعد حیات کا قائل ہے اسے تو یہ آیتیں سنانا غلط ہے، اب جو ان کے نئے مناظر اٹھے ہیں وہ ادھر (قیامت کی طرف) چلے گئے اور کہا واذا النفوس زوجت اور ترجمہ کیا روحیں جسموں کے ساتھ قیامت کے دن ملائی جائیں گی۔ حالانکہ مرفوع حدیث میں اس کی تفسیر آچکی ہے کہ جوڑے بنائے جائیں گے، چور الگ کھڑے ہوں گے، زانی الگ کھڑے ہوں گے واذا النفوس زوجت کا یہ مطلب ہے۔ البتہ مفسرین کئی احتمالات نکالتے ہیں ایک

احتمال یہ بھی مفسرین نے لکھا ہے کہ مراد روحوں کو جسموں سے ملایا جانا ہے، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ دیکھیں جب آپ نیند سے بیدار ہوتے ہیں تو الحمد للہ الذی رد الی روحی ولم یمسکھا فی منامی پڑھتے ہیں تو کیا جب آپ سو گئے تھے روح کا تعلق جسم سے نہیں تھا، تعلق تھا لیکن اب آپ کہہ رہے ہیں کہ خدا نے روح لوٹا دی تو مطلب یہ ہے کہ اس وقت روح کا تعلق ولکن لا تشعرون کی مد کا تھا چھپی حیات تھی، تو جیسے نیند کی چھپی حیات سے بیداری کی کھلی حیات کی طرف آنے کو رد روح کہا گیا ہے اسی طرح قبر کی چھپی حیات سے قیامت کی کھلی حیات کی طرف آنے کو بھی رد روح کہا گیا ہے اس میں کوئی اشکال ہی نہیں ہے بالکل، لیکن یہ بے چارے کبھی ادھر کو جاتے ہیں کبھی ادھر کو، جھگڑا تو ہے درمیان والا اس میں وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے، اصل مسئلہ جو ہے وہ یہ ہے کہ ان کے پلے کچھ نہیں ہے۔

مماتیوں کا حملہ:

میں نے جہلم کے جلسے پر تقریر کی پھر گجرات میں آیا گجرات والے کہنے لگے آپ یہاں بھی درس دے دیں اب سارے ساتھی تو جہلم جلسے پر گئے ہوئے تھے یہاں ساتھی بہت کم تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ مجمع تھوڑا ہے تو عنایت اللہ شاہ نے گیارہ آدمی مجھ پر حملے کیلئے بھیج دیئے۔ اب انہوں نے چٹ لکھ کر بھیجی کہ یہ جو حدیث آتی ہے مسند احمد میں کہ اماں عائشہ فرماتی ہیں کہ جب تک حضورؐ کا روضہ میں دفن تھا اور میرے والد کا تو میں پوری طرح کپڑے سنبھالے بغیر سامنے آجاتی تھی لیکن جب سے حضرت عمر یہاں دفن ہوئے ہیں تو پھر میں پوری طرح سنبھل کے آتی ہوں عمرؓ سے حیا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ جو حدیث ہے یہ جھوٹی ہے، جھوٹی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اماں جی ایسی جاہلانہ بات نہیں کہہ سکتیں، جو نظر چھ فٹ مٹی سے پار ہو سکتی ہے وہ دوپٹے سے بھی پار ہو سکتی ہے، یہ بالکل حماقت والی بات ہے اماں جی کبھی ایسے نہیں فرما سکتیں۔

میں نے کہا لوہا کتنا موٹا ہو اس سے بجلی گزر جاتی ہے لیکن اگر درمیان میں پتلی سی لکڑی آجائے تو بجلی اس لکڑی سے آگے نہیں گزرتی کیونکہ لکڑی میں روکنے کی صلاحیت اللہ

نے رکھ دی ہے اسی طرح لباس میں نظر کو روکنے کی صلاحیت ہے ایک پروفیسر بھی تھا وہ کھڑا ہوگیا اس کے ہاتھ میں لمبا چھرا تھا اس نے کہا جس انداز سے آپ نے یہ حدیث ہمیں سمجھائی ہے کسی نے نہیں سمجھائی اور ہم آج آپ کو قتل کرنے آئے ہوئے ہیں ہمارا مشن یہی ہے، لیکن بات یہ ہے کہ آپ نے جس انداز میں یہ مسئلہ ہمیں سمجھایا ہے ہمیں کوئی شک نہیں رہ گیا۔

عنایت اللہ شاہ کا فرار:

لیکن ہم اس جماعت کے معمولی آدمی نہیں بڑے کارکن ہیں، اسلئے اس جماعت کو چھوڑنے کیلئے ہمیں کچھ بہانہ چاہیے تو اگر آپ شاہ صاحب سے گھنٹہ آدھ گھنٹہ بالمشافہ بات کرلیں تو پھر ہم مان جائیں گے اور اعلان کردیں گے کہ آپ کی بات صحیح نہیں ان کی بات صحیح ہے اسلئے ہم جماعت سے نکل رہے ہیں، تو میں نے گھڑی دیکھی تو میں نے کہا کہ میں اپنے سکول ٹائم پہنچنے کے حساب سے چار گھنٹے یہاں ٹھہر سکتا ہوں ان چار گھنٹوں کے اندر اندر اگر آپ بات کراسکتے ہیں تو کرالیں کیونکہ پھر میں نے جانا ہے۔ اب ڈیڑھ گھنٹے بعد وہ واپس آئے اور کہا ہم نے شاہ صاحب سے گزارش کی تھی لیکن انہوں نے کہا امین چونکہ جاہل آدمی ہے اسلئے میں اس سے مناظرہ نہیں کرتا مجھ سے مناظرہ کرنا ہے تو یا تو مولانا عبداللہ درخواستی کو لاؤ یا مولانا قاضی مظہر حسین کو لاؤ یا مولانا سرفراز خان صفدر کو لاؤ اور کسی سے بات کرنے کیلئے میں بالکل تیار نہیں ہوں، ہم نے بہت کہا کہ وہ ان پڑھ آدمی ہے جلدی قابو میں آجائے گا۔ مسئلہ تو یہ ہے کہ ہمارے پلے بھی کچھ پڑے اور جس انداز میں آج اس نے درس دیا ہے اور ہمیں سمجھایا ہے ہم نے پہلی دفعہ اس کا یہ انداز دیکھا ہے اس کے بعد نہ ہمارے ذہن میں کوئی عقلی شبہ باقی رہ گیا ہے نہ قرآن کی آیت کے بارے میں کوئی شبہ باقی رہا لیکن عنایت اللہ نے انکار کردیا پھر وہ ڈیڑھ گھنٹے کے بعد آئے اور کہا اب ہم ان کو یہ کہہ آئے ہیں کہ ہم تمہاری جماعت سے نکل رہے ہیں۔

تو اس قسم کے ڈھکوسلے ان کے پاس ہوتے ہیں، ایسے اعتراضات کرتے ہیں جیسے ملحدین کیا کرتے تھے۔

ایک ملحدانہ سوال:

جب میں ساؤتھ افریقہ گیا تو ایک آدمی وہاں آ گیا اور کہا آج کل لوگ مرتے وقت وصیت کر جاتے ہیں کہ میری آنکھ فلاں کو دے دینا ڈاکٹر نکال کر دے دیتے ہیں۔اب اس آنکھ کو عذاب ہو رہا ہے یا نہیں اور اس کو بالکل محسوس نہیں ہو رہا۔میں نے کہا وُہ برزخ کا عذاب ہے اسے کیا پتہ چلے گا جو اس کے سامنے ہے اس کو اس کا پتہ نہیں کہ اس کے پیٹ میں کیڑے پیدا ہو گئے ڈاکٹر صاحب نے دوائی دی اس نے پی لی پتہ نہیں کیڑوں پر کیا گزر رہی ہے کتنے مر رہے ہیں کتنے تڑپ رہے ہیں لیکن ان کے تڑپنے سے ان کو کوئی احساس ہو رہا ہے، تو اس کے پیٹ میں جو کیڑوں کو عذاب ہو رہا ہے وہ مر رہے ہیں تڑپ رہے ہیں اس کو تو ان کا بھی عذاب نہیں محسوس ہو رہا۔تو جس پر اللہ تعالیٰ نے برزخ کا پردہ ڈالا ہوا ہے وہ اس کو کیسے محسوس ہو گا۔

دوسرے ملحد کا سوال:

ایک آدمی کہنے لگا میری بکری نے جب بچہ دیا میں اسی وقت لے کر قبرستان چلا گیا کہ بلکتا ہے یا نہیں، میں نے کہا ساری باتیں تیری جہالت کی ہیں یہ جانور چونکہ روز سنتے ہیں تو ان کی عادت ہو جاتی ہے ان کو بلکنے کی ضرورت نہیں رہتی، اور تو یہ سمجھتا ہے کہ قبرستان وہی ہے جہاں قبریں نظر آ رہی ہیں تجھے کیا پتہ کہ یہاں کتنی قبریں ہیں، اس جہاں میں کتنی قبریں بن چکی ہیں اور کتنی بنیں گی، بعض روایات میں ہے کہ ایک ایک جگہ سے ستر ستر مردے اٹھیں گے، پوری زمین قبرستان ہے، اب جانور جب ہر وقت سنتے ہیں تو ان کی عادت بن جاتی ہے اسلئے بلکتے نہیں۔

ایک مثال: ہمارے اوکاڑہ میں ایک کپڑے کی مل تھی ایک ساتھی وہاں سیر کیلئے لے گیا اتنا اس میں آواز اور شور تھا میں تو وہاں سے پیچھے بھاگا کہ یہاں تو کان ہی بند ہو جائیں گے، وہ کہنے لگا آخر یہ اتنے لوگ بھی تو کام کر رہے ہیں وہ پھر مجھے پکڑ کے لے گیا۔میں دیکھتا رہا بالکل نصف جگہ پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک کبوتری انڈوں پر بیٹھی ہے۔اب

جس آواز سے میں گھبرا گیا تھا اسے کچھ نہیں ہو رہا تھا کیونکہ وہ تو روز سنتی ہے۔ تو یہ جانور جو آواز سنتے ہیں۔ یہاں سے بھی سنتے ہوں گے پتہ نہیں یہاں کتنی قبریں ہیں اور کتنوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ اب اس طرح کی باتوں سے قرآن وحدیث کا انکار کرنا مسلمانوں والا ذہن نہیں ہے ملحدوں والا ذہن ہے۔

مماتیوں کا اعتراض:

مماتی لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ عزیر علیہ السلام سو سال لیٹے رہے اور انہیں پتہ نہیں چلا کہ کتنے دن میں یہاں رہا ہوں کسی بات کا کوئی پتہ نہیں تھا اس سے پتہ چلا کہ نہ تو نبی سنتے ہیں نہ ان کو کسی کا علم ہوتا ہے۔

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ کہا کرتے ہیں کہ ہم قرآن مانتے ہیں اور کوئی تفسیر نہیں مانتے تو قرآن میں اس واقعہ میں کہیں عزیرؑ کا نام ہے؟ قرآن میں اس مقام پر عزیرؑ کا نام ہے ہی نہیں، یہ واقعہ کس کے متعلق ہے اس کے بارے میں نو قول ہیں کوئی کہتا ہے کافر سے متعلق ہے، کوئی کہتا ہے کسی نیک آدمی کے متعلق ہے، کوئی کہتا ہے عزیرؑ کے متعلق ہے، کوئی کسی دوسرے نبی سے متعلق کہتا ہے، تو پہلی بات تو یہ ہے کہ جن مفسرین سے عزیرؑ کا نام لو گے انہی مفسرین کی تفسیروں میں حیات کا عقیدہ موجود ہے اور کسی مفسر نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں حیات اور سماع کا مسئلہ چھیڑا ہی نہیں، آخر کیوں نہیں چھیڑا؟

دوسری بات یہ ہے کہ کیا عزیرؑ نبی ہیں۔ کہیں قرآن میں لکھا ہے کہ عزیر نبی ہیں؟ ابوداؤد میں حدیث موجود ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: مجھے کوئی پتہ نہیں کہ عزیر نبی ہیں یا نہیں؟ تبع نبی ہے یا نہیں حضرت عزیرؑ کا نبی ہونا حضرت علیؓ کے قول سے ثابت ہے جو درمختار اور حاکم میں ہے کہ وہ نبی تھے بنی اسرائیل کی بائبل میں جس طرح دوسرے نبیوں کے صحیفے ہیں ایک عزیر علیہ السلام کا صحیفہ بھی ہے۔ تو بنی اسرائیل عزیرؑ کو نبی مانتے ہیں، اسلئے بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ نبی ہیں، لیکن اس بات پر توجہ کریں کہ جو نبی مانتے ہیں وہ اس واقعہ کو اس کے متعلق

نہیں مانتے، کیونکہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا ہے جب بخت نصر نے بیت المقدس کو لوٹ لیا، بیت المقدس پر ہل چلوا دیے اور سارا شہر تباہ کر دیا، اسی وقت ایک آدمی جا رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ یہ بستی کیسے آباد ہوگی، کیونکہ بخت نصر ستر ہزار قیدیوں کو لے گیا۔ بائبل میں یہی لکھا ہے کہ عزیرؑ ان ستر ہزار قیدیوں میں تھے، وہ تو پیچھے رہے ہی نہیں کہ آ کر یہ کہیں کہ یہ بستی کس طرح آباد ہوگی، اس کے بعد جب ذوالقرنین نے حملہ کیا اور بخت نصر کے بیٹے کو شکست ہوئی اس کے بعد عزیر علیہ السلام باہر تشریف لائے ہیں، دانیال اور عزیر اور یرمیا علیہم السلام نے بہت دعائیں کیں کہ یا اللہ یہ مصیبت بخت نصر والی ٹل جائے۔ انہیں پھر ذوالقرنین دکھائے گئے کہ یہ آدمی آئے گا تمہاری نجات کیلئے، چنانچہ بخت نصر تو بیٹے کے ہاتھوں قتل ہو گیا دانیال کی کتاب میں سارا قصہ مذکور ہے پھر بخت نصر کے بیٹے کو ذوالقرنین نے قتل کیا اور ان کو آزاد کروایا۔ تو خلاصہ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ جو عزیر علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں جس کتاب میں یہ مذکور ہے کہ عزیر علیہ السلام نبی ہیں اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ یہ واقعہ ان کے متعلق نہیں ہے، کیونکہ یہ واقعہ کہ سو سال آدمی لیٹا رہا اس وقت پیش آیا جب حضرت عزیرؑ قید میں تھے اس لئے اس واقعہ سے کسی نبی کا نہ سننا ثابت نہیں ہوتا، اگر بالفرض ہم مان لیں کہ یہ واقعہ عزیر علیہ السلام سے ہی متعلق ہے اور عزیرؑ نبی ہی ہیں تو کسی مفسر نے بھی اس آیت کے نیچے نہ حیات کا مسئلہ چھیڑا ہے نہ سماع کا کیوں؟ اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ موت تو ایک آنی چیز ہے اور یہ موت موت اجل نہیں تھی جس کے بعد انسان دنیا میں نہیں آتا بعض واقعات قرآن میں ایسے ہیں جن میں کسی پر وقتی موت آئی ہے بعد میں زندہ ہو کر پھر آباد رہے ہیں۔ تو ایسے جو لوگ ہیں ان پر جو وقتی موت آتی ہے اس موت کے بعد ان پر برزخ کے احوال بالکل نہیں پیش کیے جاتے، تا کہ ان کا ایمان بالغیب ختم نہ ہو، پہلے پارے میں ہے کہ ستر آدمی موسیٰؑ کے ساتھ گئے ارنا اللہ جھرۃ ہمیں اللہ دکھاؤ تو یہ ستر کے ستر مر گئے پھر زندہ ہوئے اسی طرح دوسرے پارے میں ہے: الم تر الی الذین

خرجوا من دیارهم وهم الوف حذر الموت فقال لهم الله موتوا ثم احیاهم.
ستر ہزار یہ مرے۔اب انہوں نے نہ عذاب وثواب قبر بیان کیا نہ روح کا نہ جسم کا اسلئے کہ
ان حضرات نے چونکہ دوبارہ دنیا میں آ کر رہنا تھا اور اسلئے کہ ان کا ایمان بالغیب ختم
ہوجائے گا ان چیزوں پر اس لئے ایسے لوگ جن پر ایسی موت آتی ہے جو موت اجل نہ ہو اور
انہوں نے دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں زندگی گزارنی ہے ایسے لوگوں پر برزخ کے عذاب پیش
کئے ہی نہیں جاتے۔اس لئے اماته الله مائة عام،موت تو وقتی چیز ہے لیکن ان کو سو سال
دی جب روح کا تعلق قائم ہوا ہی نہیں برزخ کا سوال و جواب برزخ کے احوال پیش ہی
نہیں آئے تو اس مسئلے میں اس واقعے سے استدلال کی گنجائش نہیں یہی وجہ ہے کہ علامہ انور
شاہ صاحب کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ تقریباً دو لاکھ تفسیریں لکھی گئی ہیں کسی تفسیر میں کسی مفسر نے
اس آیت کے نیچے یہ مسئلہ نہیں چھیڑا کیونکہ یہ واقعہ خرق عادت ہے اور خرق عادت والے
واقعات سے عادات والے مسائل ثابت نہیں کئے جاتے،دیکھو سو سال میں کیا ہوا حضرت
کا جسد اطہر باہر ہی پڑا رہا لیکن کسی کو نظر نہیں آ رہا تھا ورنہ یہ ناممکن ہے کہ انسانی لاش کسی
انسان کو نظر آئے اور وہ باہر پڑی رہنے دے تو یہ بھی خرق عادت ہے کہ جسم پڑا ہے اور کسی کو
نظر نہیں آ رہا نہ کسی کے بارے میں ذکر ہے کہ اس نے کہا ہو میں نے ان سو سال میں آپ کا
جسم دیکھا اور میں گیا اور میں نے سلام عرض کیا تھا جیسے قبر پر عرض کرتے ہیں پھر کسی نے
پوچھا ہو کہ میرا سلام آپ نے سنا تھا یا نہیں سنا تھا اب سو سال بارشیں بھی ہوئیں آندھیاں
بھی چلیں لیکن کھانے میں ذرا بھی فرق نہیں آیا نہ کوئی مٹی پڑی تو یہ واقعہ چونکہ سارے کا سارا
خرق عادت ہے اس لئے اس کا اس مسئلے کے ساتھ سرے سے کوئی تعلق ہی نہیں۔یہی وجہ
ہے کہ کسی ایک مفسر نے اس آیت کے نیچے اس مسئلے کو چھیڑا ہی نہیں۔پھر ہم کہتے ہیں
بالفرض ہم ان کی ساری باتیں مان لیں کہ ان پر احوال برزخ پیش کئے گئے تو آپ کس طرح
کہتے ہیں کہ انہیں کچھ معلوم نہیں تھا کہتے ہیں یوما او بعض یوم کہا تو اس سے معلوم ہوا کہ

معلوم نہیں تھا۔ تو جواب یہ ہے کہ جب آپ مانتے ہیں کہ برزخ کے احوال پیش ہوئے تو یوم بھی برزخ کا ہوگا جو پچاس ہزار سال کا ہوتا ہے تو اسی لئے کہا یوما او بعض یوم یہ دنیا والا تو مراد نہیں ہوگا اور آخرت کے سو سال اس دنیا کا بعض یوم ہی بنے گا۔ کیونکہ برزخ کا یوم کم از کم ہزار سال کا ہے اور زیادہ پچاس ہزار سال کا ہے۔ تو اس بات میں ہم مان بھی لیں سب مفسرین کے خلاف کہ واقعی احوال برزخ بھی پیش ہوئے ان کے پاس فقرہ تو یہی ایک ہی ہے یوما او بعض یوم اسی کو لے کر بیٹھے ہیں۔ تو جب آپ مانتے ہیں کہ احوال برزخ پیش ہوئے تو برزخ کا دن ہزار سال کا ہوتا ہے تو یہاں کا سو سال برزخ کا بعض یوم ہی ہوگا۔ ہم تو ان کی ہر غلط بات بھی مان رہے ہیں اور جواب دے رہے ہیں۔ لیکن پھر بھی ان کی دلیل بنتی نہیں نہ عدم سماع کی دلیل بنتی ہے نہ کسی اور چیز کی۔

سوال: کیا حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی صاحب مماتی ہیں؟

مفتی نظام الدین شامزئی اور مفتی عبدالرحیم کے بارے میں سنا ہے کہ دونوں مماتی ہیں مماتی ان کی بہت حمایت بھی کرتے ہیں۔ اور یہ ان کے جلسوں میں بھی شریک ہوتے ہیں۔

مفتی نظام الدین کا فتویٰ تو ہمارے پاس پہنچا ہے جس میں انہوں نے حیات کا قول فرمایا ہے جس زمانے میں میں بنوری ٹاؤن تھا اس زمانے میں ان کا عجیب انداز تھا کہ وہ نہ حیات پر دستخط کرتے نہ انکار حیات پر، مفتی احمد الرحمٰن صاحب نے ایک دن ان کو کہا کہ آپ علماء کی مجلس میں بیٹھیں تو سہی۔ آپ کے پاس جو ہے ہمیں بھی سنائیں کہ آپ کے پاس کیا چیز ہے۔ تو انہوں نے کہا جی میرے کچھ تفردات ہیں ان پر فتویٰ نہیں دیتا۔ لیکن جب ان کی اس خاموشی کی وجہ سے ان کے خلاف پروپیگنڈہ زیادہ ہوا تو مفتی احمد الرحمٰن صاحب نے جو مہتمم تھے دار الافتاء والوں کو کہہ دیا تھا کہ جو سوال مماتیوں یا غیر مقلدین کی طرف سے آئیں اس کا جواب حضرت مولانا امین صاحب کو لکھنے کیلئے دیا کرو۔ ایک فتویٰ حیات کے مسئلے پر آیا میں نے آٹھ صفحات پر اس کا جواب لکھا اور مفتی صاحب چونکہ تخصص

فی الفقہ کے انچارج تھے میں نے ان کے خاص شاگرد کو کہا کہ یہ حضرت کو پڑھانا سرورق اس کو فوٹو سٹیٹ دیا تین چار دن بعد ملاقات ہوئی تو اتنا فرمایا کہ بہت سے شبہات دور ہو گئے، تفصیلی بات نہیں ہوئی۔ میں نے کوشش ہی نہیں کی کہ اس پر بات زیادہ ہو جب شہرت زیادہ ہو گئی تو انہوں نے بیعت کر لی مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحبؒ کی وہ فتویٰ جو میرے پاس ہے مولانا لدھیانوی کا ہے۔ لیکن مولانا شامزئی صاحب کے اس پر دستخط ہیں۔ میرے پاس ان کا فتویٰ ہے۔

مفتی رشید احمد صاحب مماتی نہیں ہیں:

رہے مولانا مفتی رشید احمد صاحب تو وہ مماتی نہیں ہیں لیکن ان کا یہ انداز ہے کہ اتنی تفصیل میں نہیں جانا چاہیے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حیات کا قائل ہوں تو مان لینا چاہیے چونکہ اس جماعت کی جب کوئی بات نہیں بنتی تو وہ فوراً کہہ دیتے ہیں کہ میں حیات کا قائل ہوں۔ تو اس لیے وہ مفتی صاحب ان کی اس بات سے متاثر ہیں وہ کہتے ہیں۔ جب وہ کہتے ہیں کہ ہم حیات کے قائل ہیں۔ تو پھر کیوں انکار کرتے ہیں۔ لیکن حضرت صاحب سے میری اس موضوع پر بات نہیں ہوئی کیونکہ میں ان چوروں کو اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ جب بھی تمہیں یہ کہیں کہ ہم حیات کے قائل ہیں تو ان سے کہو کہ حیات والی آیت پڑھو۔ تو پھر پڑھتے ہیں۔ انک میت و انھم میتون حیات والی حدیث نہیں پڑھیں گے تو یہ حیات کا لفظ جان چھڑانے کے لیے کہیں گے۔

اور کچھ بھی نہیں چونکہ مفتی صاحب کے پاس عبدالرحیم ہے اس کا بھائی تو پکا مماتی ہے۔ اس کا ہمیں پتہ نہیں۔ اس لیے جب وہ کہتے ہیں کہ ہم حیات کے قائل ہیں تو مفتی صاحب کے ذہن میں یہی بات ہے۔ بڑے بڑے لوگ ان کے دھوکے میں آجاتے ہیں۔

دیوبند کے مفتی احمد سعید مدظلہ سے گفتگو اور فتویٰ کی حقیقت:

دیوبند کا فتویٰ ہے جو الخیر کی پہلی جلد میں چھپا ہوا ہے۔ تو اس کے آخر میں ایک

ورق تھا جس میں مفتی احمد سعید صاحب نے لکھا تھا کہ ان کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔ مفتی ظفیر الدین صاحب نے کہا نہیں ہوتی مفتی احمد سعید صاحب پالنپوری نے لکھا ہے کہ نماز ہو جاتی ہے۔ تو تین چار سال پہلے کی بات ہے، ربوہ کانفرنس پر تشریف لائے مولانا احمد سعید صاحب میرا چونکہ جمعہ کے دن فجر کی نماز کے بعد درس ہوتا ہے مفصل درس کے بعد مولانا حبیب اللہ ڈیروی نے مجھے بتایا کہ مولانا مفتی احمد سعید دیوبند سے تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اور ان سے بات کرنی ہے، جب حضرت تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کہ دو مسئلے انڈیا کے ہمارے پاس چل رہے ہیں۔ ان دونوں پر مولانا احمد سعید صاحب کے دستخط موجود ہیں۔ ایک یہ ہے کہ عورت صدر مملکت بن سکتی ہے فرمایا وہ میرا نہیں ہے۔ وہ ایک مودودی ہے۔ اس کا ہے میں نے کہا ایک یہ کہ منکر حیات النبیؐ کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔ فرمایا وہ میرا ہے میں نے کہا آپ نے کیسے لکھا ہے۔ مولانا صاحب اس بات سے تھوڑے غصے میں آگئے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ تم اتنا تشدد کیوں کرتے ہو کہ جب یہ فتویٰ آیا تو سب سے پہلے مجھے مولانا سرفراز احمد صاحب کا خط گیا کہ آپ فتویٰ پر نظر ثانی کریں۔ میں نے پھر مفتی صاحبان کے سامنے فتویٰ رکھا۔ تو سب نے کہا ٹھیک ہے۔ تو چھ ماہ بعد مولانا صاحب نے میرے پاس آدمی بھیجا کہ آپ نے اس مسئلے پر نظر ثانی کیوں نہیں کی ہمارے ملک میں آپ کا یہ فتویٰ فتنہ بن گیا ہے میں حیران ہوں کہ آپ لوگ ضد کیوں کرتے ہیں۔

آپ کو پتہ ہے کہ اختلاف کیا ہے، ہمارا اور ان کا تو پھر فرمایئے کہ بھئی موت کے معنی میں اختلاف ہے کہ آنحضرتؐ کو موت آئی ان کے حبس روح سے تھی یا خروج روح سے تھی میں نے کہا ہمارا یہ اختلاف نہیں ہے، اس میں کوئی جو بھی معنی مانے اس کو ہم دیوبندی کہتے ہیں، سنی کہتے ہیں، حنفی کہتے ہیں، میں نے کہا اگر یہ تعلق تلبس روح سے حیات مانے پھر بھی ہم کہتے ہیں ٹھیک ہے یا تعلق روح سے مانے پھر بھی کہتے ہیں ٹھیک ہے۔

کہنے لگے وہ کیا کہتے ہیں؟ حیات ہے ہی نہیں یا روح کا تعلق جسد عنصری سے

نہیں مانتے؟ میں نے کہا نہیں مانتے انہوں نے کہا یہ بات ہے میں نے کہا یہی بات ہے۔

انہوں نے کہا ہمیں اس بات کا پتہ نہیں ہے کہ وہ اس بات کے قائل ہیں تو یہ عقیدہ ان کا بالکل غلط ہے اور پوری امت کے خلاف ہے۔ ہم یہاں یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں جھگڑا یہ پڑا ہوا ہے کہ آنحضرتؐ پر جب موت طاری ہوئی ہے۔ موت خروج روح سے ہوئی ہے۔ یا اس انقباض روح سے ہوئی ہے، اس لیے ہم کہتے ہیں مولانا نانوتوی کہتے ہیں جو میں نے خود بیان کیا ہے۔ وہ دوسروں کو مجبور نہیں کرتے کہ اس کو مانو اس لیے میں نے کہا کہ میں بالکل لکھ کر دینے کو تیار ہوں۔

بلکہ اگر کوئی تعلق روح سے مانے جیسے قاری لطیف صاحب کی عبارت میں ہے کہ کوئی تلبس روح سے مانے یا تعلق روح سے ہم تو تشدد نہیں کرتے ہم کہتے ہیں ٹھیک ہے۔

تو اصل میں بہت سے حضرات کو اس نقطہ اختلاف کا پتہ نہیں ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ تم دنیوی مانتے ہو ہم برزخی۔ یہ چکر ان کا ہے تم جسمانی مانتے ہو ہم روحانی مانتے ہیں۔ یہ سب چکر بازی ہے۔

پہلا مناظرہ: جب دو بیلی میں سب سے پہلا مناظرہ طے ہوا علامہ ڈاکٹر مولانا خالد محمود صاحب مفتی عبدالشکور ترمذی قاضی ظہور حسین صاحب مولانا سرفراز خاں صاحب نے میرا نام مناظرے کے لیے دے دیا حالانکہ ہمارے ضلع میں کبھی ایسا مسئلہ پیدا ہی نہیں ہوا نہ مجھے پتہ تھا کہ کیا اختلاف تھا؟ ان سب نے مل کر مجھے خط لکھ دیا کہ تیرا نام دے دیا ہے تیاری ہے تو ٹھیک ہے ورنہ دو دن پہلے یہاں آجاؤ۔ میں تیاری کرادوں گا اتفاقاً یہاں دو دن پہلے لڑائی ہوگئی غیر مقلدوں سے میں عین مناظرے کے دن پہنچا مناظرہ بند ہوگیا۔ انہوں نے البتہ شور بہت مچایا کہ امین بھاگ گیا۔ پھر میں نے سوچا کہ اس مسئلے پر تیاری کرنی چاہئے لیکن مجھے خود پتہ نہیں تھا کہ نقطہ اختلاف ہے کیا۔ نقطہ اختلاف جو بعد میں میں نے بھاگ دوڑ کی وہ یہ ہے کہ:

اختلاف کی حقیقت:

جیسے معراج جسمانی۔ معراج کے مسئلے میں جسم کے ساتھ معراج کو ماننا معراج

ہے جسم کے بغیر معراج یہ معراج کا انکار ہے۔ حیات مسیح علیہ السلام میں اسی کی حیات ماننا کہ جسم حیات ہے۔ اور کسی اور جسم کے ساتھ ماننا حیات نہیں ہے۔ یہ لوگ اس جسم میں حیات نہیں مانتے۔ وہ کہتے ہیں صرف روح حیات ہے اور یہ حیات کا انکار ہے، کبھی اس کا نام حیات برزخی رکھ لیتے ہیں، کبھی روحانی رکھ لیتے ہیں، اب پہلی کتابوں میں روحانی کا لفظ آجائے تو بڑے خوش ہوتے ہیں کہ وہ ہمارے عقیدے کا ہے۔ حالانکہ یہ دھوکہ ہے دیکھو پوری بات یہ ہے کہ وہ اس اعتبار سے حیات دنیوی ہے کہ دنیا والا جسد اطہر فائز الحیاۃ ہے۔ دنیوی کہنے کا صرف اتنا مطلب ہے۔ اس اعتبار سے برزخی ہے کہ ہم سے وہ چھپی ہوئی ہے، اگر معاذ اللہ روضہ مبارک یوں کھل جائے تو آنحضرتؐ ہمیں آرام فرماتے نظر آئیں گے، ہوسکتا ہے وہ رکوع میں ہوں یا سجدے میں، اور روحانی اس لیے ہے کہ انوار تجلیات پہلے روح پر آرہی ہیں پھر جسم پر، پھر روح کے واسطے سے جسد اطہر متاثر ہورہا ہے، اس لئے جس زمانے میں یہ مسئلہ زیادہ چھڑا ہوا نہ تھا اس زمانے میں کچھ لوگ مجمل باتیں لکھ جاتے تھے۔ اب پہلے زمانے میں آپ کو معراج کے ساتھ جسمانی کا لفظ کہیں نہیں ملے گا۔ کیونکہ کوئی انکار کرتا ہی نہیں تھا جسمانی معراج کا جب انکار ہونے لگا تو اب ہم کہتے ہیں کہ جب تک ہم جسمانی کا لفظ نہیں لگائیں گے مسئلہ حل نہیں ہوگا، پہلے ختم نبوت کا مسئلہ صرف اتنا ہی تھا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ لیکن اب مرزے نے شرارت کی کہ مسیح علیہ السلام کا انکار ہو جائے گا، اب ہم کہتے ہیں کہ نبیؐ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا، اگر چہ پہلی کتابوں میں پیدا کا لفظ نہیں ہے، لیکن عقیدے کی حفاظت کے لئے آج یہ لفظ کہنا ضروری ہے، اس لئے جب یہ باتیں نہیں چھڑی تھیں تو کسی نے کہہ بھی دیا ہو تو چنانچہ جیسے مجھے مولانا زرولی خاں صاحب مدظلہ نے دکھایا کہ ابن حجر عسقلانی نے کئی جگہ تو حیات جسم کی لکھی ہے۔ اور کئی جگہ انکار کر دیا ہے جسم کی کھلی حیات کا انکار ہم بھی کرتے ہیں کہ اس طرح کی کھلی حیات نہیں ہے، تو دیکھیں کہ جیسے اس کو حیات جسمانی کہتے ہیں تو کیا روح کا تعلق نہیں ہے جسم کے ساتھ؟ یقیناً ہے اس کو روحانی اس لئے کہتے ہیں کہ پہلے حالات روح پر آتے ہیں۔

اب ہم کہہ دیں کہ یہ جسمانی ہے روحانی نہیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس کے بارے میں کہہ دے کہ روحانی ہے جسمانی نہیں تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ کیونکہ اس زمانے میں اس مسئلے پر اتنی الجھن نہیں تھی، اب ہم اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ دنیا والا جسد اطہر فائز الحیاۃ ہے۔ اس اعتبار سے اور ان احوال سے وہ حیات جسمانی ہے۔

دوسرے اعتبار سے حیات برزخی ہے کہ ہم سے اس کے احوال پردہ میں ہیں۔ اس اعتبار سے روحانی کہتے ہیں کہ پہلے وہاں انوار اور تجلیات روح پر نازل ہوتے ہیں اور روح کے واسطے سے جسم پر پہنچتے ہیں۔ اب ہم پورا عقیدہ بیان کرتے ہیں تاکہ کسی دھوکہ باز کو دھوکہ دینے کی گنجائش نہ ہو۔

دوسرا اعتراض:

یہ کہ شہداء کی یہ تمنا پوری نہیں ہوگی کہ جو کہتے ہیں اے اللہ ہماری روحوں کو دوبارہ ہمارے جسموں میں لوٹا دے لیکن شہداء کی یہ تمنا پوری نہیں ہوگی، اس سے معلوم ہوا کہ شہداء کی روحیں اس جسم عنصری میں نہیں ہیں۔ اور وہ تمنا کریں گے کہ ہماری روحوں کو ان جسموں میں لوٹا دیا جائے اگرچہ ایسے نہیں ہوگا۔ **ان ترد ارواحنافي اجسادنا** (مشکوۃ شریف) اور مسلم شریف میں موجود ہے یہ پہلا اعتراض ہے، دیکھیں یہاں جو ان کا سوال ہے وہ کیا ہے، جواب سوال کے مطابق ہے۔

جواب: کہ ہماری روح اس طرح لوٹائی جائے کہ ہم پھر جائیں اور جاکر جہاد کریں کہ جب ہی وہ آکر شہید ہونگے کہ کھلی حیات سے آئیں۔ کافران کو دیکھیں اور وہ کافروں کو تو اس کھلی حیات سے جسموں کا تعلق روحوں سے ہم بھی نہیں مانتے۔ میرے سامنے مولوی حق نواز صاحب بیٹھے ہیں اگر میں کہوں کہ میں نے مولوی حق نواز صاحب کو نہیں دیکھا تو یہ بات غلط ہے میں نے دیکھا ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ میں نے مولوی حق نواز صاحب کو تقریر کرتے نہیں دیکھا اب یہ نہ دیکھنا تقریر کے متعلق ہے۔

جیسے ما جاءنی زید راکبا یعنی زید میرے پاس سوار ہو کر نہیں آیا اس میں

زید کے آنے کی نفی نہیں ہے اس کے سوار ہو کر آنے کی نفی ہے۔اس حدیث میں ایسے تعلق کی نفی ہے جس سے کھلی حیات ملے پھر جہاد کرے پھر وہ کافروں کو دیکھے اس حیات کے ہم بھی قائل نہیں ہیں۔اور چھپی حیات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اسلئے یہ بھی ایک دھوکہ ہے جو یہ لوگ دیتے ہیں۔

تیسرا اعتراض:

قالوا ربنا امتنا اثنتین (الآیۃ) یہ بھی پرانا اعتراض ہے۔

جواب: یہاں جو دو موتوں اور دو زندگیوں کا ذکر ہے وہ دو زندگیاں ہیں جو سب کے سامنے کھلی ہیں ایک یہ دنیا والی ایک قیامت والی اور جو دو چھپی زندگیاں ہیں ایک ماں کے پیٹ والی اور ایک قبر والی یہ انہی کھلی زندگیوں کے دیباچے ہیں،قرآن پاک میں ہے کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا فاحیاکم یہاں احیاکم کا لفظ ایک آیا ہے ماں کے پیٹ میں جو حیات تھی وہ بھی اس میں آ گئی اور یہ کھلی حیات بھی کیونکہ ماں کے پیٹ میں جو حیات ہے وہ مستقل نہیں ہے بلکہ اسی کا دیباچہ ہے اسلئے الگ لفظ لانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی،ہاں جہاں ضرورت ہوئی وہاں بل احیاء کہا گیا،اسلئے اس کا ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں۔

سوال: بیت المقدس میں آنحضرت نے موسیٰ کو دیکھا یہ جسم مثالی تھا یا نہیں؟

جواب: ملاقات جسم مثالی سے ہوتی ہی نہیں ہے۔

سوال: تیسری حیات تو یہاں ثابت نہیں ہوتی۔

جواب: حیات تو آپ بھی مانتے ہیں یہ معلوم نہیں کتنی مانتے ہیں آپ کہتے ہیں اس جسم سے روح نکلی اور پرندوں میں داخل ہوگئی۔ یہ حیات کہاں سے آ گئی آخر جو تم جسم مثالی کی حیات مانتے ہو وہ تمہارے ہاں حیات ہے یا نہیں۔اگر مانتے ہو تو وہ حیات کہاں سے ثابت کرتے ہو جسم مثالی کی حیات کا تم بھی اقرار کرتے ہو فرق اتنا ہے کہ تم نے جسم نیا تلاش کیا ہے لیکن ہم اسی جسم کا ذکر کر رہے ہیں جس کا دنیا آخرت اور عالم برزخ میں ذکر ہے۔

سوال: یہاں قبر والی حیات کا ذکر نہیں، ثم انکم بعد ذلک لمیتون. ثم انکم

یوم القیٰمۃ تبعثون.

جواب: یہ مغالطہ ہے یہاں موت اور قیامت کے درمیان کیا ہوگا اس کا ذکر نہیں صرف عدم ذکر ہے اور کچھ نہیں اگر کسی دوسری آیت یا حدیث میں ذکر آ جائے تو اسے ماننا چاہیے کہ نہیں؟ یقیناً ماننا چاہئے، اس کی واضح مثال کیف تکفرون باللّٰہ و کنتم امواتاً فاحیاکم۔ موت اور حیات کے درمیان کسی چیز کا ذکر نہیں کہ درمیان میں کتنی منزلیں ہیں۔ نطفہ تھا، علقہ تھا، مضغہ تھا، یہ درمیانی منزلیں ہیں لیکن اس آیت کیف تکفرون باللّٰہ و کنتم امواتا۔ اس میں انکا ذکر نہیں، دوسری میں ان کا ذکر ہے۔ اب اس آیت میں عدم ذکر سے دوسری آیت کا انکار کر دیا جائے گا یا مان لیا جائے؟ یقیناً مان لیا جائے گا، اور کہا جائے گا ایک آیت میں اجمال ہے دوسری میں تفصیل ہے، اب اس آیت ثم انکم یوم القیٰمۃ تبعثون میں تو جسم مثالی کا ذکر بھی نہیں ہے جو تم مانتے ہو، قیامت کو جو اٹھیں گے وہ کھلی حیات کے ساتھ اٹھیں گے، اور یہاں ساری بحث چھپی حیات کی ہے، اب کھلی حیات والی آیات پیش کرنا۔ یحرفون الکلم عن مواضعہ ہے، ان آیات کا چھپی حیات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

سوال: حدیث میں ہے کہ قبر وسیع ہو جائے گی یہ قبر مراد لینا صحیح نہیں اس لئے کہ ایک قبرستان میں اتنی قبریں ہوتی ہیں کیسے کشادہ ہونگی؟

جواب: یہ ساری باتیں پرانی ہیں کوئی نئی نہیں دیکھیں آپ خواب میں چارپائی پر سوئے ہوتے ہیں اور وسیع باغ میں بیٹھے ہیں تو کیا جو آپ کے ساتھ دوسرا ہے اس کو کوئی اثر پہنچتا ہے؟ ایک ہے بستر خواب ایک ہے عالم خواب، عالم خواب کا وصف ہے کہ اس کا بستر سے کوئی تعلق نہیں ہے، اسی طرح ایک ہے برزخ زماں وہ ہے موت سے قیامت تک۔ ایک ہے برزخ مکان وہ ہے قبر سے علیین سجین تک اس میں اس یعنی مکان برزخ کا ذکر ہے جیسے بستر خواب ایک ہے عالم خواب ایک ہے جو بستر سے لے کر عرش تک ہے ایک کے پھیلاؤ سے دوسری پر اثر نہیں پڑتا۔

سوال: کھجور کی سبز ٹہنی والی حدیث تو حضورؐ کا معجزہ ہے آپ کو ان کے عذاب کا علم معجزہ کے طور پر دیا گیا ہے تو ایک معجزہ کو کیسے عقیدہ بنایا جائے؟

جواب: کسی محدث نے اس کو باب المعجزات میں لکھا ہے؟ ہرگز نہیں، خوامخواہ ایک بات کو تم نے معجزہ بنا دیا کل کو کوئی عذاب کا منکر کہے گا جو آپ کو عذاب نظر آیا وہ بھی معجزہ ہی تھا آگے پیچھے عذاب نہیں تھا۔ یہ ان کے حدیث سے انکار کے بہانے ہیں۔ پھر وہ معجزہ جب تک ٹہنی سبز تھی تھا جب خشک ہوئی وہ کیا ختم ہو گیا؟ ٹہنی کا سبز رہنا اس کی زندگی کی دلیل ہے اس کی تسبیح سے مردہ کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اسلئے ہم ایصال ثواب ثابت کرتے ہیں کہ جب ٹہنی کی تسبیح سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے تو ہماری تسبیح سے بھی فائدہ پہنچتا ہے۔

سوال: حضورؐ نے موسیٰؑ کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ پھر بیت المقدس میں دیکھا پھر آسمانوں پر تو کیا یہ جسم مثالی تھا۔

اب حضرت نے جب موسیٰؑ کو قبر میں دیکھا تو آپ کا جسم اصلی تھا یا مثالی؟ جب بیت المقدس میں دیکھا تو آپ کا جسم اصلی تھا یا مثالی؟ جب آسمانوں پر دیکھا تو آپ کا جسم اصلی تھا یا مثالی؟

جواب: یہ رات تو ساری معجزہ والی ہے موسیٰؑ قبر میں بھی وہی بیت المقدس میں بھی وہی آسمانوں پر بھی وہی ہوں تو اس میں کونسی انکار والی بات ہے، خود کہتے ہیں معجزات کا انکار نہ کرو اور یہ ساری رات معجزات والی ہے اس کا انکار کرنے کو تیار بیٹھے ہیں۔ یہ جو جھوٹ بولتے ہیں کہ ہمارے پاس قرآن ہے قرآن ان کے پاس سوائے ان وسوسوں کے اور کچھ نہیں ان پر ہی انکا مدار ہے۔

سوال: صلح حدیبیہ میں جب حضرت عثمانؓ کو قید کر دیا گیا تھا تو کیا انکا درود نہیں پہنچ رہا تھا پھر آپ کو کیسے پتہ نہ چلا کہ عثمانؓ زندہ ہیں آپ نے موت پر کیوں بیعت لی۔

جواب: بڑا پرانا سوال نکالا ہے آجکل تو یہ سوال چھوڑ گئے ہیں کیونکہ ہم پر یہ وارد ہی نہیں ہوتا، سب دھوکہ ہے حضرت عثمانؓ جو تین دن رہے تو اطلاع پہلے دن ہی کیا آ گئی تھی کہ

انہوں نے نمازیں پڑھیں تو درود نہیں پہنچا، اطلاع تو تیسرے دن صبح آئی ہے اور حضرت عثمانؓ دوپہر تک واپس بھی آ گئے اب اس دوران نماز کا کوئی وقت ہی نہیں کہ آپ نماز پڑھیں اور سوال پیدا ہو کہ نہیں پہنچا، پھر یہ کہ تفصیلی طور پر درود جمعہ کے دن پیش ہوتا ہے آیا ان تین دنوں میں جمعہ کا دن ہے؟ یہ ثابت ہی نہیں اس قسم کے وسوسوں سے حیات کا انکار کرتے ہیں۔

سوال: یونس نعمانی سے آپ کا مناظرہ ہوا اور وہ کہتے ہیں کہ آپ ہار گئے تھے۔

جواب: یہ تو سارے ہی کہتے ہیں کہ ہار گیا ہے عیسائی کہتے ہیں ہم سے ہار گیا مرزائی کہتے ہیں ہم سے غیر مقلد کہتے ہیں ہم سے ہار گیا ہے کبھی کسی نے یہ نہیں کہا کہ جیت گیا ہے۔ اب میں کہوں کہ وہ ہار گیا ہے تو بات تو اتنی ہی رہے گی مناظرہ میں جو بات ایسی ہے کہ مجھے جواب نہ آیا ہو وہ پیش کریں یا جو میں نے ان سے پوچھا ہو اور اس نے جواب دیا ہو۔ اس سے طے یہ ہوا تھا کہ قادیانیوں کی طرح صرف آیتیں نہیں پڑھنی بلکہ مفسرین کے حوالے پیش کرنے ہیں وہ کہیں بھی نہیں کر سکا اور میں باقاعدہ آیت یا حدیث پڑھنے کے بعد بتاتا تھا کہ میں مرزے کی طرح نیا مطلب نہیں گھڑ رہا بلکہ وہی مطلب بیان کر رہا ہوں جو مفسرین و محدثین نے بیان کیا ہے۔

سوال: جنت میں یہی جسم جائیں گے یا جسم مثالی؟ اس کی کیا دلیل ہے؟

جواب: قل یحییها الذی انشاها اول مرة. منها خلقنکم وفیها نعیدکم ومنها نخرجکم تارة اخرىٰ انہی جسموں کو عذاب وثواب ہے ساری بحث انہی جسموں کے متعلق ہے۔

خلاصہ کلام!

خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلے میں نہ ان کے پاس قرآن ہے نہ حدیث نہ عنایت اللہ شاہ سے پہلے کسی کا قول ہے نہ کسی چور کا نہ زانی کا نہ ڈاکو کا اور اس فرقے کی عمر قادیانیوں سے بھی چھوٹی ہے کیونکہ وہ پہلے کے ہیں یہ ۱۹۵۸ء میں بنا ہے اس سے پہلے ان کا کوئی وجود نہیں تھا۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ وسوسوں سے محفوظ رکھیں۔ آمین

آپ کو یاد ہوگا کہ پہلے درس میں عذاب وثواب قبر کے بارہ میں، میں نے قرآن پاک کی روشنی میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ واضح کیا تھا۔ دوسرے درس میں حیات النبی ﷺ کے بارے میں کچھ بیان ہوا۔ اسی سلسلے میں حیات عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں، میں نے ایک حدیث ذکر کی تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لائیں گے آپ حج فرمائیں گے اور حج کے دوران مدینہ منورہ روضہ اطہر پر حاضری ہوگی، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سلام عرض کریں گے۔ نبی اقدسؐ ان کے سلام کا جواب دیں گے جو سب حاضرین سنیں گے، تو ایک عادت ہوتی ہے اور ایک خرق عادت ہوتی ہے۔ عادت تو یہی ہے کہ حالات پردے میں ہیں لیکن بطور خرق عادت کسی وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کوئی چیز ظاہر فرمائیں تو یہ اللہ کی قدرت ہے جیسے حضرت پاک ﷺ کو دو قبروں سے عذاب کا پتہ چلا بلکہ ایک روایت میں ہے کہ خچر بدکنے لگی اور فرمایا کہ ان قبروں والوں کو عذاب ہو رہا ہے تو یہ واقعات خرق عادت ہوتے ہیں خرق عادت ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کی جو اطلاع ہوتی ہے یہ خرق عادت ہے یہ نہیں کہ عذاب خرق عادت ہے یعنی کبھی کبھی ہوتا ہے۔

خرق عادت کا ایک واقعہ:

جیسے بخاری شریف میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں ہے کہ آپ ایک دن دیر سے تشریف لائے کچھ مہمان بیٹھے تھے انہوں نے کھانا نہیں کھایا، تو آپ غصے ہو گئے کہ کھانا لیٹ کیوں کیا؟ قسم کھالی کہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا مہمانوں نے کہا کہ ہم بھی نہیں کھائیں گے اس کے بعد پھر آپ نے کھانا شروع کیا جو لقمہ اٹھاتے اس میں تسبیح کی آواز آرہی تھی اور لوگ سن رہے تھے قرآن پاک یہ بتاتا ہے کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے تو تسبیح کرنا تو عادت ہے ہر چیز کی لیکن سنائی دینا یہ خرق عادت ہے کہ کسی کو سنائی بھی دے۔

اسدی فتنہ: یہیں ایک بات یہ بھی سمجھ لیں کہ آج کل اسدی فتنہ بڑے زوروں پر ہے ہمارے ملتان اور اس کے گرد و نواح میں، اور ان کو حقیقت محمدیہ کا مطلب نہیں آتا اور یہ اسدی کہتے ہیں کہ دیکھو جی! یہ نبی پاکؐ کو خدا مانتے ہیں دنیا میں اللہ نے جو چیزیں پیدا

فرمائی ہیں ان میں کوئی نہ کوئی خاصیت رکھی ہے۔ آگ جلاتی ہے، پانی پیاس بجھاتا ہے۔ ان باتوں کو فلسفی لوگ جو ہیں وہ صورت نوعیہ کہتے ہیں اور صوفیہ کرام کی اصطلاح میں اس کو روح کہا جاتا ہے۔ ان خواص کو پہلا درجہ جمادات کا ہے ان کی روح کا اتنا کام ہوتا ہے کہ وہ اس جسم کی ترکیب کو محفوظ رکھیں بکھرنے نہ دے۔ اب ایک بت بنا ہوا ہے گھڑا ہوا ہے اس کی روح کا کام یہ ہے کہ اس کے اجزاء کو بکھرنے نہ دیں۔ جب آپ توڑ دیں گے اس کے اجزاء بکھر جائیں گے تو سمجھو کہ اس کی موت آگئی تو یہ روح جمادی روح ہے۔ اس کے بعد اوپر کا درجہ ہے جس کو آپ جسم نامی کہتے ہیں۔

نباتات: نباتات جو ہیں ان کی روح میں دو چیزیں ہیں ان کی ڈیوٹیاں اور بڑھ جاتی ہیں، ایک تو یہی کہ یہ درخت ہے۔ اس کے اجزاء بکھرتے نہیں یہ روح کا کام ہے دوسرا یہ کہ چونکہ یہ جسم نامی ہے اور نمو کیلئے غذا کی بھی ضرورت ہے اس لیے اب روح کی دو ڈیوٹیاں اور بڑھ گئیں، ایک تو وہ غذا چوسے گی زمین سے اور پھر ایک ایک پتے کو ایک ایک ٹہنی تک غذا پہنچائے گی، تغذیہ اور تربیہ یعنی اس سے پھر درخت بڑھے گا بھی تو اب روح کی جب نباتات کے درجے میں روح پہنچ گئی تو تین ڈیوٹیاں ہو گئیں۔ ایک جسم کی حفاظت کہ اس کے ذرات بکھرنے نہ پائیں، دوسرا غذا حاصل کرنا، تیسرے غذا سے اس کا نمو کہ وہ درخت بڑھتا چلا جائے۔

حیوان: اس کے بعد پھر آپ جسم نامی کے بعد حیوان کا درجہ رکھتے ہیں۔ تو یہاں روح کی دو ڈیوٹیاں اور بڑھ جاتی ہیں۔ پہلی تینوں بھی برقرار رہتی ہیں۔ حیوان کو غذا کی بھی ضرورت ہے نمو بھی ہو رہی ہے لیکن ساتھ ہی متحرک بالا رادہ بھی ہے، اس میں ارادی قوت ہے اپنے ارادے سے حرکت کر رہا ہے، اور تولید بھی اس میں آجاتی ہے اب ان میں نسل کشی ہے، نر مادہ ملتے ہیں تو آگے نسل بڑھتی ہے، تو اب یہ روح کی ڈیوٹیوں میں بات شامل ہے اس کو روح حیوانی کہتے ہیں۔

انسان: پھر جب انسان کی روح ہوئی اس میں ایک درجہ اور بڑھ گیا کہ پہلی

ساری ڈیوٹیاں موجود ہیں۔ لیکن ساتھ ساتھ مدرک الکلیات بھی ہے اور اس طرح صرف محسوسات نہیں معقولات کا ادراک بھی اس کو ہو جاتا ہے اس لیے اس روح کو باقی ارواح کے مقابلے میں قابل روح کہا جاتا ہے اور یہ سب جزوی روحیں ہیں اور یہ ساری جزوی ارواح جو ہیں وہ روح اعظم جو ہے پوری کائنات کی اس کے ساتھ اسی طرح تعلق ہے جیسے یہ آپ کے پنکھوں کا کنکشن بجلی کے پاور ہاؤس کے ساتھ تعلق ہے بلبوں کا تعلق ہے تو وہ روح اعظم جو ہے وہ ان سب ارواح کی تربیت کرتی ہے مربی ہے۔ جو ساری کائنات کی روح ہے اسی روح اعظم کا دوسرا نام روح محمدی ﷺ ہے جو تمام کائنات کی مربی ہے اور ساری کائنات کی تربیت کر رہی ہے۔ اور یہ روح اعظم جو ہے اس کی مربی جو ہے وہ وجوب کا مرتبہ ثانیہ ہے صفات اجمالیہ جس کو حقیقت محمد یہ کہتے ہیں وہ مربی ہے روح محمدی کی۔ روح محمدی مخلوق ہے اور ممکنات میں ہے لیکن حقیقت محمد یہ مخلوق نہیں یہ اللہ تعالیٰ کی صفات اجمالیہ کا نام ہے۔ اسی لیے وہ جو کہتے ہیں کہ تم حضور پاک ؐ کو خدا مانتے ہو یہ بات نہیں یہ ایک اصطلاحی نام ہے جیسے ہر فن کی اصطلاحات ہوتی ہیں اب فلسفے والے بھی مقرر کرتے ہیں کہ یہ مادیات ہیں یہ مجردات ہیں یہ الٰہیات ہیں، مادیات کن کو کہتے ہیں؟ جن کا ذہن میں بھی تصور ہو خارج میں بھی موجود ہو۔ خارج میں وجود موجود ہو۔ یہ ترپائی کا خاکہ ذہن میں بھی ہے اور باہر بھی موجود ہے۔ کمرے کا خاکہ ذہن میں ہے باہر بھی موجود ہے۔ ایسی چیز کو اہل فلسفہ ریاضیات کہتے ہیں۔

مجردات: ان کو کہتے ہیں کہ ذہن میں تصور موجود ہے باہر اس کا کوئی وجود ہی نہیں کسی کے ضمن میں ہوگا جس کو ریاضیات بھی کہتے ہیں۔ مثلاً دو، چار، سات، نو، ذہن میں ہیں آپ کو پتہ ہے کہ یہ دو ہیں چار ہیں سات ہیں لیکن خود دو کا خارج میں کوئی وجود نہیں۔ دنیا میں کوئی جسم بھی ایسا نہیں جس کو ہم نو کہیں۔ فنی طور پر تو آئے گا جیسے آٹھ کتابیں نو قلمیں خارج میں آٹھ اور نو کا کوئی وجود نہیں ان کو ریاضیات کہتے ہیں، تیسری وہ چیزیں ہیں جن کا نہ ذہن میں تصور ہو نہ خارج میں کوئی وجود ہو۔ جیسے جنات اور فرشتے ایسی چیزوں کو

اہل فلسفہ الٰہیات کہتے ہیں، حالانکہ عوام الناس کی اصطلاح میں اللہ کا لفظ اللہ کیلئے استعمال ہوتا ہے، تو یہ اصطلاحات ہوتی ہیں اہل فن کی تو آدمی جس فن والوں سے بحث کرے پہلے اس فن کو سمجھنا چاہیے۔

مسئلہ وحدت الوجود:

میں ایک دفعہ ختم نبوت کے دفتر میں پڑھا رہا تھا پانچ سات آدمی میرے پاس آگئے۔ آکر کہنے لگے کہ جی وحدت الوجود کا مسئلہ سمجھنا ہے میں نے کہا وحدت الوجود کا مسئلہ نہ ہمارے عقائد میں سے ہے نہ ضروریات. دین میں سے ہے نہ ضروریات اہلسنت والجماعت میں سے ہے، نہ وہ احکام کا مسئلہ ہے کہ اسے فرض، واجب، مستحب، مباح کہا جاسکے۔ یہ تو احوال کا مسئلہ ہے جیسے خواب ہوتا ہے کہ وہ خواب دیکھنے والے کے اختیار میں نہیں ہوتا اس طرح یہ صوفیا کرام کے احوال ہیں، انہیں میں سے ایک نے کہا، کیا یہ کفر نہیں ہے؟ میں نے کہا اس کا جو مطلب تیرے ذہن میں ہے وہ ہمارے ہاں بھی کفر ہی ہے، لیکن جو صوفیا کرام کے ہاں ہے وہ کفر نہیں ہے وہ عین ایمان ہے، تو جو اس کا مطلب سمجھتا ہے وہ یہ ہے کہ وحدت الوجود کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز خدا ہے، لیکن صوفیا کے ہاں یہ اصطلاحی لفظ ہے وحدت الوجود سے مراد ما بہ الموجودیت ہے تو ان کا بڑا جلدی سے بولا یہ اصطلاح قرآن حدیث میں آتی ہے، میں نے کہا قرآن وحدیث میں کسی فن کی اصطلاح نہیں آتی نہ اسم، فعل، حرف کی اصطلاح قرآن وحدیث میں ہے، نہ صحیح، نہ ضعیف، حسن، مضطرب کی اصطلاحات قرآن حدیث میں ہیں، تو اگر اس کے غلط ہونے کی یہی دلیل ہے کہ یہ اصطلاح قرآن حدیث میں نہیں تو اصول حدیث بھی سارے کا سارا غلط ہو جائے گا کیونکہ اس کی اصطلاحات قرآن حدیث میں نہیں ہیں اسی طرح فلسفہ، منطق، صرف، نحو، یہ جتنی اصطلاحات ہیں ساری کی ساری غلط ہو جائیں گی اسلئے کہ قرآن وحدیث میں نہیں ہیں، میں نے کہا تمہارا یہ قاعدہ ہی غلط ہے پھر میں نے مثال سے سمجھایا کہ ہر فن کی اصطلاح ہوتی ہے وہ اسلئے اصطلاحی لفظ بناتے ہیں تا کہ بڑے مطلب کو سمیٹا جاسکے اور بات سمجھانی آسان ہو جائے۔

اصطلاح کی مثال:

میں نے کہا آپ یہاں سے اٹھ کر قاری عبدالرحیم صاحب کے پاس جاتے ہیں وہ فرماتے ہیں ذرا بچوں کا امتحان لیں، تو آپ ایک بچے کو کہتے ہیں کلمہ سناؤ وہ سناتا ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تو کیا یہ کلمہ ہے؟ یقیناً نہیں۔ اس کے بعد آپ اٹھے اور مولانا شمشاد صاحب کے پاس جا بیٹھے وہ صرف ونحو پڑھا رہے تھے اب وہ بھی کہتے ہیں کہ بچوں سے کوئی بات پوچھو تو وہاں ایک لڑکا دوسرے کو ماں کی گالی بک رہا تھا، اب آپ ان سے پوچھتے ہیں یہ جو گالی ہے یہ کلمہ ہے یا مہمل ہے؟ اب بچے کہتے ہیں کلمہ ہے، تو کیا بچے کا جواب صحیح ہے یا غلط ہے؟ یقیناً صحیح ہے، اب دیکھیں ایک فن میں پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی کلمہ نہیں ہے اور ایک فن میں یہ گالی بھی کلمہ ہے تو اس لئے جس فن والوں سے بات کریں اس فن والوں کی اصطلاحات کا جاننا ضروری ہے۔ میں نے کہا اسی لئے صوفیا کرام نے منع کر دیا ہے کہ جو لوگ ہمارا فن نہیں جانتے وہ ہماری کتابیں نہ پڑھیں چنانچہ اس کے ہاتھ میں شمائم امدادیہ تھی میں نے اسے کھول کر دکھایا کہ لکھا ہے کہ جو لوگ ہمارے فن کے نہیں ان پر حرام ہے کہ ہماری کتابیں پڑھیں تو میں نے کہا آپ کیوں پڑھتے ہیں؟

اب دوسرا بولا، دیکھیں جی یہ صوفیا کرام کیسی باتیں کرتے ہیں صوفیا کہتے ہیں کہ مومن کا دل جو ہے اس کا مقام عرش سے زیادہ بلند ہے۔ میں نے کہا اتنا ہی کہتے ہیں یا آگے بھی کچھ کہتے ہیں صوفیا یہ کہتے ہیں کہ عرش بھی اللہ کی تجلی گاہ ہے اور ولی کا دل بھی اللہ کی تجلی گاہ ہے تجلی وہاں بھی پڑ رہی ہے۔ یہاں بھی لیکن عرش بے شعور مخلوق ہے دل باشعور ہے۔ جیسے دھوپ دیوار پر بھی پڑ رہی ہے آپ پر بھی پڑ رہی ہے دیوار بے شعور ہے اور آپ باشعور ہیں آپ کو اس کا پورا احساس ہے اگر سردی ہے تو آپ کو خوشی محسوس ہو رہی ہے اور اگر گرمی ہے تو آپ ادھر ادھر بھاگتے ہیں لیکن یہ دیوار ادھر ادھر نہیں بھاگتی تو یہ دھوپ دیوار پر بھی پڑ رہی ہے۔ لیکن یہ دیوار بے شعور ہے اور آپ پر بھی پڑ رہی ہے آپ باشعور ہیں تو جب ولی کے دل پر تجلی ہو گی تو اس تجلی کی وجہ سے اللہ کی معرفت نصیب ہو گی اور اسی معرفت کی وجہ سے اللہ

کی محبت نصیب ہوگی اس معرفت اور محبت سے عرش محروم ہے اور ولی کے دل کو یہ چیز نصیب ہوگی تو صوفیا نے یہ بات پوری بیان کی آپ نے آدمی شیطان کی طرح اچک لی، جیسے شیطان ملاء اعلیٰ سے آدمی بات اچکتا ہے اور پھر شور مچانا شروع کر دیتا ہے، تو یہ ٹھیک ہے کہ صوفیا کرام کی بعض باتیں ذوقیات سے تعلق رکھتی ہیں اور ذوقیات کو آپ لفظوں میں بیان کر ہی نہیں سکتے۔ ذوقیات کیلئے دائرہ بالکل تنگ ہے۔

ذائقہ کی مثال:

ایک آدمی کو آپ سیب کی مٹھاس سمجھانا چاہتے ہیں اس نے کبھی سیب کھایا نہیں اس کے ذہن میں جو پہلے مٹھاسیں ہیں وہ ان کی مثال پوچھے گا کبھی پوچھے گا کہ گنے جیسا میٹھا ہوتا ہے آپ کہیں گے نہیں پھر وہ پوچھے گا کہ آم جیسا میٹھا ہوتا ہے آپ کہیں گے نہیں نہیں آم کی مٹھاس اور ہوتی ہے سیب کی مٹھاس اور، پھر پوچھے گا گڑ جیسا ہوتا ہے آپ کہیں گے نہیں نہیں گڑ کی مٹھاس اور ہے اور سیب کی اور۔ اب جتنی مٹھاسیں اسے یاد ہیں وہ سب کے نام لیتا رہے گا آپ کو بھی کھپائے گا خود بھی کھپتا رہے گا، لیکن آپ سیب کی مٹھاس کا مزہ اسے سمجھا دیں یہ آپ کے بس کی بات نہیں، اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ سیب کو کاٹ کر اس کے سامنے رکھ دیں اور وہ کھائے اب اس کو خود بخود سیب کی مٹھاس سمجھ میں آجائے گی، اب اس کو کہو کہ لکھ دے کہ سیب اور گڑ کی مٹھاس میں کیا فرق ہے اس میں اور آڑو کی مٹھاس میں کیا فرق ہے تو وہ بھی یہی کہے گا میں کچھ نہیں لکھ سکتا۔ تو ذوقیات جو ہیں ان کے لئے الفاظ کا دائرہ تنگ ہے، اولیاء اللہ جو صاحب ذوق ہوتے ہیں وہ اپنے ذوق میں جو کہتے ہیں وہ کہتے ہیں لیکن پوری بات اس میں آتی نہیں اسلئے وہ کہتے ہیں جو صاحب ذوق نہ ہو وہ ہماری کتابیں نہ پڑھے۔ ہاں جب اس ذوق پر آدمی پہنچ جائے جیسے کسی کو آپ نے سیب دے دیا اس نے کھالیا اب وہ خود ہی مان جائے گا کہ سیب ایک مٹھاس رکھتا ہے اور اس مٹھاس کو میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا تو صوفیاء کرام باذوق ہیں ہم لوگ بے ذوق اور یہ لوگ عثمانی اور

اسدی پارٹی والے کم بخت بدذوق ہیں ان کا ذوق بگڑا ہوا ہے جب ذوق بگڑ جاتا ہے تو چینی بھی کڑوی لگتی ہے، چلو ہمیں اگر اچھی نہیں لگتی کیونکہ ہم بے ذوق ہیں لیکن بری بھی تو نہیں لگتی لیکن چونکہ ان بدبختوں کا ذوق بگڑا ہوا ہے اس لئے ان کو بری ہی لگتی ہے لیکن صوفیا کو پتہ ہے کہ ان اذواق میں کیا مزا ہے۔ اب اسی طرح جب تک یہ موت کا مزا نہیں چکھیں گے موت سمجھ نہیں آئے گی خواہ ان کو ہزار سمجھاتے رہو، تو روح اعظم روح محمد ﷺ ہے اور یہ مخلوقات میں ہے اب ان کو اس پر جو پریشانی لگی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ جب روح اعظم ساری کائنات کی مربی ہے تو بریلویوں کی بات صحیح ہوگئی کیونکہ جن کی تربیت کرے گی ان سب کو علم ہونا چاہئے لہٰذا نبی پاک کو عالم الغیب ہونا چاہیے اور بریلویوں کی بات صحیح ہے کہ جب اسے تربیت کرنی ہے تو ان کو اختیار بھی تو ہونا چاہیے پھر نبی پاک کو مختار کل بھی ہونا چاہیے یہ وجہ ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ صوفیاء کرام سے دور ہو جاتے ہیں بدک جاتے ہیں۔ لیکن بات وہی ہے کہ یہ صوفیاء کی پوری بات سنیں بھی تو، کہ وہ کہتے کیا ہیں، صوفیاء کرام کہتے ہیں یہ تربیت تکوینی اور اضطراری ہے، اختیاری ہے ہی نہیں، جیسے وجعلنا من الماء کل شیء حی (الآیۃ) درخت کے ہر ہر پتے کی تربیت پانی نے کی ہے لیکن پانی کو کوئی معلوم نہیں کہ میں نے کتنے پتوں کی تربیت کی ہے نہ گنتی یاد ہے نہ علاقہ یاد ہے نہ پانی کو اس بارے میں اختیار ہے کیونکہ یہ تربیت اضطراری ہے اختیاری نہیں۔ جیسے سورج ساری دنیا کو گرمی اور روشنی دے رہا ہے لیکن سورج سے روشنی اور گرمی کا صدور اضطراری ہے اختیاری نہیں۔ یہ تو ہم کہیں گے کہ دس فٹ زمین کے نیچے جو گرمی ہے یہ سورج کا ہی اثر ہے جہاں جہاں بھی یہ گرمی ہے اسی سورج کا اثر ہے جہاں جہاں پھول نظر آئے گا پھل نظر آئیں گے پتے نظر آئیں گے ٹہنی نظر آئے گی ہم سارے کہیں گے یہ پانی ہی کا فیض ہے، لیکن اس کے باوجود کوئی بے وقوف دنیا میں ایسا نہیں ملے گا جو پانی کو عالم الغیب کہتا ہو پانی کو مختار کل کہتا ہو کیونکہ اسے پتہ ہے کہ یہ تربیت میں مضطر ہے اس کی حالت اضطراری ہے اختیاری نہیں تو جب سرے سے اختیار ہی نہیں ہے تو وہ مختار جز بھی نہیں چہ جائیکہ مختار کل بنے۔ تو صوفیاء

کرام نے جو بات کی یہ آدمی لے لیتے ہیں آدمی چھوڑ دیتے ہیں اور اس کو بیان ہی نہیں کرتے یا سمجھتے نہیں، اسلئے صوفیاء کرام کے پیچھے لگ جاتے ہیں کہ سارا شرک صوفیاء کرام نے پھیلایا ہے، تو حقیقت محمد یہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے اجمالی تصور کا اصطلاحی نام ہے اور وہ تربیت کرتی ہے روح اعظم روح محمد ﷺ کی اور روح محمدی یہ مربی ہے ساری کائنات کی جیسے میں نے پانی اور سورج کی مثال دی، کہ پانی کو فلاسفہ رب الاشجار اور رب نباتات کہتے ہیں، کہ یہ درختوں اور نباتات کی پرورش کر رہا ہے تو پرورش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں اللہ نے یہ تاثیر رکھی ہے خود اس کا کوئی اختیار نہیں جیسے آپ کے ہاتھ میں قلم ہے آپ اس سے لکھتے ہیں یہ وہی کچھ لکھتا ہے یہ نہ نقطہ بڑھا سکتا ہے نہ گھٹا سکتا ہے اس کو اس میں کوئی اختیار نہیں ہے، جو آپ کے ذہن میں ہے یہ اس کو آگے منتقل کر رہا ہے اگر آپ نے اس قلم سے دس بڑی بڑی کتابیں لکھ لیں تو کوئی نہیں کہے گا کہ یہ قلم عالم الغیب ہو گیا ہے، یہ اب فارغ التحصیل ہو گیا ہے اس کو سند ملنی چاہیے، کوئی بھی ایسی بات نہیں کہتا کیونکہ قلم میں کوئی اختیار ہے ہی نہیں نہ قلم میں کوئی علم ہے یہ تو آلہ جارحہ ہے آپ کی معلومات کو کاغذ پر منتقل کر رہا ہے۔

سوال: ایک دن ایک آدمی نے یہ سوال کیا کہ دیوبندیوں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ صوفیاء کرام وفات کے بعد بھی دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔

جواب: تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات خرق عادت ہے مدبرات امر میں جس طرح فرشتے شامل ہیں، جیسے کہا جاتا ہے فلاں فرشتہ بارش برساتا ہے فلاں روزی دیتا ہے، تو ان فرشتوں کو ہم مختار مانتے ہیں نہ عالم الغیب، کبھی کسی نے یہ نہیں کہا یا میکائیل آج روٹی دے دے، پانی دے دے، کیونکہ لوگوں کو پتہ ہے کہ میکائیل تو آلہ جارحہ کی حیثیت رکھتا ہے اسے جو حکم اوپر سے ملے گا اس نے وہی کرنا ہے، نہ وہ ایک دانہ کم کر سکتا ہے نہ زائد کر سکتا ہے، کیونکہ وہ تو آلہ جارحہ کی حیثیت رکھتا ہے، تو مدبرات امر کی تفسیر میں مفسرین نے مختلف اقوال لکھے ہیں، بعض نے ستارے مراد لئے ہیں، کہ ان کی تاثیرات زمین پر اثر کرتی ہیں، لیکن یہ تاثیرات اضطراری ہیں اختیاری نہیں، سورج کی تاثیرات اضطراری ہیں اختیاری

نہیں، چاند کی تاثیرات اضطراری ہیں اختیاری نہیں۔ پانی کی تاثیر اضطراری ہے پانی کو اختیار نہیں ہے کہ پیاس بجھائے یا نہ بجھائے، یہ اللہ کے اختیار میں ہے۔ ابراہیم علیہ السلام آگ میں چلے گئے آگ میں اگرچہ اللہ نے جلانے کی تاثیر رکھی ہے لیکن آگ کو اختیار نہیں ہے کہ جلا ڈالے کیونکہ تاثیر اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے جب چاہے اثر کرے جب چاہے نہ کرے، تو مدبرات امر میں اللہ تعالیٰ جس طرح فرشتوں کی ڈیوٹی لگا دیتے ہیں اسی طرح اگر ارواح کی بھی لگا دیں تو اس میں کونسی ایسی بات ہے وہ آلہ جارحہ کی حیثیت رکھتی ہیں اور ان کا یہ کام اضطراری ہوتا ہے اختیاری نہیں ہوتا، اس سے نہ تو ان کا عالم الغیب ہونا ثابت ہے نہ ان کا مختار کل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اب یہ باتیں چونکہ صوفیاء کرام کی ہیں جس کا نہ آپ کو تجربہ نہ مجھے تجربہ اسلئے میں نے پہلے بھی مثال دی تھی کہ جس طرح خواب آپ کو بھی آتا ہے مجھے بھی آتا ہے لیکن خواب نہ آپ کے اختیار میں ہوتا ہے نہ میرے اختیار میں ہوتا ہے، اب مثلاً اللہ تعالیٰ نے آپ کو کوئی بات بتانی ہے تو آپ کو خواب میں کوئی آدمی ملے گا کہ جو چیز تو تلاش کر رہا ہے فلاں جگہ رکھی ہوئی ہے، اب آپ کو پتہ بھی نہیں کہ وہ کون ملا ہے اور اس کو کیسے پتہ چلا کہ آپ فلاں چیز کے بارے میں پریشان ہیں، لیکن وہ چیز بتاتا ہے اور اس جگہ آپ کو مل بھی جاتی ہے، اس طرح کبھی آپ کو اجنبی کی بجائے آپ کا بھائی یا شیخ یا اور کوئی قریبی رشتہ دار نظر آجاتا ہے تاکہ توجہ زیادہ کرے تو چونکہ خواب میں حافظہ اتنا مضبوط نہیں ہوتا اسلئے قریبی کی طرف توجہ زیادہ رہے گی اور بات یاد رہ جائے گی، اور اس کا مطلب پورا ہو جائے گا، اب آپ کے استاد صاحب ملے انہوں نے بتایا جس چیز کو تو تلاش کر رہا ہے وہ فلاں الماری میں رکھی ہے، آپ نے صبح اٹھ کر تلاش کی وہ مل گئی لیکن اس سے آپ کے ذہن میں کبھی نہیں آیا کہ استاد جی عالم الغیب ہیں، کہ وہ کراچی میں بیٹھے ہیں پہلے ان کو میرے دل کی بات کا پتہ چلا کہ یہ فلاں چیز تلاش کرنا چاہتا ہے پھر انہوں نے اس چیز کی تلاش کی اور مجھے آکر بتایا بھی ہے، یہ خیال آپ کو اس لئے نہیں آیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ وہ اطلاع آپ کو اللہ نے دی ہے۔ استاد صاحب کو پتہ بھی نہیں کہ میں خواب میں کس کو ملا ہوں اور کیا کہا

ہے، تو خواب کا تجربہ اکثر کو ہے اور یہ بسا اوقات بالکل سچے بھی ہو جاتے ہیں، اب ان میں جو اطلاع آپ کو ملتی ہے اس میں آپ جس کو دیکھتے ہیں اس کو پتہ بھی نہیں ہوتا بسا اوقات وہ بیچارا فوت شدہ ہوتا ہے، اس کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ کیا ہو رہا ہے، میں کہاں گیا ہوں، کس کو ملا ہوں کس کو نہیں ملا، اس طرح صوفیاء کرام کے جسم مثالی کہیں آ کر مدد وغیرہ کر جاتے ہیں ان کو پتہ بھی نہیں ہوتا، قرآن پاک میں لولا ان را برھان ربہ کے تحت تفاسیر میں یہ مسئلہ لکھا ہوتا ہے اور ایسے اقوال ملتے ہیں کہ جب زلیخا نے یوسف علیہ السلام کو تنگ کرنا شروع کیا تو انہوں نے دیکھا کہ یعقوب علیہ السلام کھڑے ہیں حالانکہ یعقوبؑ وہاں رو رہے ہیں ان کو پتہ بھی نہیں کہ یوسف کہاں ہے۔ ان کی رو رو کر بینائی بھی ختم ہو گئی انہیں پتہ نہیں کہ یوسف کہاں ہے لیکن ادھر یوسف علیہ السلام کو نظر آ رہے ہیں اور وہ بھاگ گئے انہیں دیکھ کر، تو جس طرح ہمیں خواب آتا ہے اور کچھ معلوم ہو جاتا ہے اسی طرح اللہ والوں کو بیداری میں بعض چیزیں نظر آ جاتی ہیں لیکن جس طرح خواب میں ہمیں اختیار نہیں ہوتا اسی طرح کشف کا انہیں اختیار نہیں ہوتا، جب اللہ تعالیٰ چاہیں تو آنحضرتؐ کو مکہ میں بیٹھے ہوئے بیت المقدس دکھا دیں، جب نہ چاہیں تو حدیبیہ کے مقام پر حضورؐ موجود ہیں قریب ہی مکہ میں حضرت عثمان ہیں اور خبر ملی کہ عثمان شہید کر دیئے گئے ہیں اب آپ عثمان کو نہیں دیکھ رہے، بلکہ بدلہ لینے کیلئے بیعت لے رہے ہیں، تو جس طرح خواب اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کشف بھی اللہ کے اختیار میں ہوتا ہے۔ ہم علماء دیوبند تصوف کے قائل ہیں، اور یہ عثمانی پارٹی والے صوفیاء کرام کی آدھی باتیں اچک لیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہ باتیں توحید کے خلاف ہیں، دیوبندی مشرک ہیں اب یہ لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو لکھا ہے کہ مرنے کے بعد حضرت نانوتوی مٹھائی لے کر آئے تو ہم یہی کہتے ہیں کہ یہ جو چیزیں ہیں یہ اضطراری ہیں اختیاری نہیں ہوتیں۔ جس طرح پانی پہاڑوں سے چلا اور یہاں آ کر درختوں کو سیراب کیا اس میں پانی کو نہ تو کوئی عالم الغیب کہتا ہے نہ مختار کل کیونکہ پانی کے اختیار کو اس میں دخل ہی نہیں۔ اب بریلوی صوفیاء کرام کی اس بات کو سمجھ نہ سکے وہ کہنے لگے کہ یہ مختار کل ہیں عالم

الغیب ہیں کیونکہ سب کی تربیت کر رہے ہیں، اب یہ بریلویوں کی بیوقوفی ہے جس کی تردید ضرور کرنی چاہیے لیکن یہ عثمانی پارٹی والے وہی بے وقوفی علمائے دیوبند کے ماتھے لگا دیتے ہیں، اور کہتے ہیں دیوبندیوں نے بھی یہ لکھ دیا ہے، اب عبارت دیوبندیوں کی کتاب کی ہوتی ہے اور مطلب بریلویوں والا مراد لیتے ہیں یہ کوئی انصاف تو نہیں ہے۔ مطلب وہ لینا چاہیے جو ہماری کتابوں میں لکھا ہے نہ کہ جو دوسروں نے لکھا ہو۔

حضرت گنگوہی کی ایک عبارت پر اشکال اور جواب:

یہ لوگ اشکال کرتے ہیں کہ حضرت گنگوہی نے لکھا ہے کہ باطن شیخ ہر جگہ موجود ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت کی خاص اصطلاح ہے کہ وہ باطن شیخ سے اللہ کی صفت الھادی مراد لیتے ہیں، اور اللہ کی صفت الھادی ہر جگہ موجود ہے، اگر کسی مرید کو شیخ کی شکل حالت کشف میں نظر آجائے اور شیخ اسے کوئی بات بتائے تو اس میں شیخ کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ میں نے بتائی ہے لیکن صوفیاء کرام لکھتے ہیں کہ یہ جو یہاں شکل نظر آئی ہے یہ اصل میں اللہ کی صفت الھادی کی تجلی شیخ کی شکل میں متشکل ہوئی ہے، شیخ کو وہاں پتہ بھی نہیں کہ میں نے کسی کو کچھ بتایا ہے یا نہیں بتایا، آپ ایک ہی رات دس ملکوں میں دس آدمیوں کو خواب میں نظر آسکتے ہیں یا نہیں؟ یقیناً آسکتے ہیں۔ اسی طرح اگر ایک وقت میں کسی بزرگ کی دس جگہ دس شکلیں نظر آئیں تو جیسے آپ کو پتہ بھی نہیں کہ میں کسی کو نظر آیا ہوں اور آپ کو ان لوگوں نے خط لکھ کر بتایا کہ آپ فلاں وقت میں خواب میں ہمیں نظر آئے ہیں اور آپ نے یہ بات کہی تھی، اسی طرح اس بزرگ کو بھی معلوم ہونا ضروری نہیں کہ میں کس کس کو نظر آیا ہوں اور میں نے کیا کہا تھا، تو جس طرح آپ کے خواب میں آپ کا اختیار نہیں ہوتا اس طرح صوفیاء کے کشوف میں انکا اختیار نہیں ہوتا، جس طرح ایک آدمی خواب میں دس آدمیوں کو نظر آسکتا ہے اسی طرح صوفیاء کا جسم مثالی کئی آدمیوں کو بیک وقت نظر آسکتا ہے لیکن اس میں نہ ان کا علم ہے نہ اختیار سب علم اور اختیار اللہ تعالیٰ کو ہے، تو میں عرض کر رہا تھا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضر ہوں گے تو سلام عرض

کریں گے تو نبی اکرم ﷺ ان کے سلام کا جواب دیں گے اور سب لوگ سنیں گے تو ایسے واقعات بطور خرق عادت بعض اوقات امت میں پیش آجاتے ہیں۔

اشرف الجواب کے صفحہ ۹۹ پر لکھا ہے کہ شیخ کا ایک مرید حج کو گیا تو آپ نے اس کے ہاتھ روضہ اقدس پر سلام بھیجا جب مرید نے شیخ کا سلام پہنچایا کہ حضرت شیخ سلام عرض کرتے تھے تو روضہ اقدس سے آواز آئی کہ اپنے بدعتی پیر کو ہمارا بھی سلام کہہ دینا، شیخ کو یہ واقعہ مکشوف ہو گیا اور کشف میں معلوم ہو گیا کہ حضرت نے یہ جواب ارشاد فرمایا ہے جب مرید واپس آیا تو پوچھا کیا ہمارا سلام بھی پہنچایا تھا اس نے کہا جی حضرت پہنچایا تھا، رسول اللہ نے بھی آپ کو سلام فرمایا ہے شیخ نے فرمایا نہیں وہی لفظ بتاؤ جن لفظوں میں حضرتؐ نے فرمایا ہے تو مرید نے عرض کیا کہ حضرت اگر آپ کو کشف میں پتہ چل گیا ہے تو پھر میں اپنی زبان سے وہ لفظ کیوں استعمال کروں آپ کی بے ادبی ہوگی، انہوں نے فرمایا بے ادبی نہیں ہوگی تو اس وقت سفیر ہے اور حضرت پاک کی بات، مجھ تک پہنچائے گا تو اس لئے وہی الفاظ مجھے سناؤ جو حضرتؐ نے مجھے فرمائے ہیں تو پھر اس نے بتایا کہ حضرتؐ نے فرمایا تھا کہ اپنے بدعتی پیر کو ہمارا بھی سلام کہہ دینا، اب بدعت کیا تھی کیونکہ یہ چشتی بزرگ تھے اسلئے سماع سنتے تھے تو شعر و اشعار میں ایک خصوصیت ہے کہ اس سے دل میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے۔

مسئلہ سماع میں صوفیا کا اختلاف:

اسلئے صوفیاء کرام میں سماع کے مسئلے میں سخت اختلاف ہے امام غزالی رحمۃ اللہ نے دو سو صفحات اس مسئلہ پر لکھے ہیں اور دونوں طرف کے دلائل لکھے ہیں لیکن آخر میں فیصلہ دیا ہے وہ اگرچہ ایک فقرے میں ہے لیکن ہے بہت اچھا لکھتے ہیں جس کے دل میں حب رب غفور ہے اس کے لئے سماع لازم ضرور ہے کیونکہ جتنا اشعار سنے گا اتنی محبت بڑھے گی جس قدر محبت بڑھے گی اسی قدر مطلوب ہے، اور جس کے دل میں حب باطل ہے اس کے لئے سم قاتل ہے کیونکہ اس کے دل میں تو کسی عورت کی محبت ہوگی کسی مرد کی محبت ہوگی وہ جب شعر سنے گا تو محبت بڑھے گی تو گناہ کا جذبہ بڑھے گا۔ تو شعر میں تاثیر یہ ہے کہ دل

میں جوش پیدا کرتا ہے تو اس لئے صوفیاء کرام اللہ کی حمد کے، حضورؐ کی نعت کے اشعار بیٹھ کر سنا کرتے تھے تا کہ اللہ کی توحید کا جذبہ بڑھے حضورؐ پاک کی محبت بڑھے لیکن چونکہ ان اشعار میں بسا اوقات حضورؐ کا اسم گرامی نہیں ہوتا تھا اب جو شعر سنیں گے میرے دل میں جس کی محبت ہے میرا دل اسی کی طرف جائے گا دوسرے کے دل میں جس کی محبت ہے اس کا دل اسی کی طرف جائے گا تو اگرچہ صوفیاء اس بات کی احتیاط بھی کرتے تھے کہ عام عوام نہ بیٹھیں بلکہ خاص ذوق والے حضرات ہی بیٹھیں لیکن فقہاء ان کی اتنی بات بھی پسند نہ کرتے تھے وہ کہتے تھے تمہارے اس کام سے عوام سماع کا جواز مراد لیں گے کہ جب بزرگ سنتے ہیں ہم بھی سنیں تو جس طرح اپنا دین بچانا ضروری ہے دوسروں کا دین بھی بچانا ضروری ہے۔

مفتی وجیہ الدینؒ و خواجہ نظام الدینؒ کا واقعہ:

ایک مرتبہ مفتی صاحب بیمار ہوئے خواجہ صاحب بیمار پرسی کیلئے تشریف لائے تو مفتی صاحب بہت بیمار تھے جب خواجہ صاحب دروازے پر پہنچے تو اطلاع کروائی کہ نظام الدین بیمار پرسی کیلئے آیا ہے مفتی صاحب نے فرمایا مجھے پتہ نہیں کہ یہ میری آخری بیماری ہو میں بدعتی کا چہرہ دیکھ کر نہیں مرنا چاہتا اسے کہو بالکل اندر نہ آئے اندر آنے کی اجازت نہیں ہے واپس چلا جائے۔ اب جب یہ پیغام خواجہ صاحب کو پہنچا تو انہوں نے اسی وقت سماع سے توبہ کر لی اور اندر پیغام بھیجا کہ حضرت میں نے توبہ کر لی ہے اب اندر آنے کی اجازت دے دیں۔ جب مفتی صاحب کو پتہ چلا کہ انہوں نے توبہ کر لی ہے مفتی صاحب نے مریدوں سے فرمایا میری پگڑی دروازے پر بچھا دو اس پر خواجہ صاحب چل کر آئیں۔ مفتی تو دین کا پہرے دار ہوتا ہے اسلئے مفتی اتنی گنجائش نہیں دینا چاہتا جس سے عوام کسی غلطی میں مبتلا ہو جائیں، لیکن چونکہ صوفیا کے الگ ذوقیات ہوتے ہیں اسلئے وہ الگ مجالس میں سماع کر لیتے ہیں تو حضورؐ کے سلام میں جو بدعتی کا لفظ آتا ہے وہ یہی بدعت تھی یہ نہیں کہ ان کے عقیدے اور تھے یا اعمال اور تھے، صرف یہ لوگ اکیلے بیٹھ کر سماع منعقد کر لیتے تھے تا کہ اللہ کی محبت بڑھے مفتیان کرام فرماتے ہیں کہ تمہارے بعد لوگ اس کا جواز بنالیں گے تمہاری

قبروں پر قوالیاں کریں گے عرس کریں گے جس میں عوام شامل ہوں گے مرد عورت سب شامل ہوں گے اور یہ سماع فتنہ بن جائے گا اسلئے مفتیان کرام فتنوں کا سوراخ بند کرنا چاہتے تھے، اب سماع کیوجہ سے حضورؐ نے شاہ ابو معالی کو بدعتی فرمایا اور ان کو یہ بات مکشوف ہوگئی اور انہوں نے فرمایا وہی لفظ کہو جو حضورؐ نے ارشاد فرمائے کیونکہ ان لفظوں میں جو لطف اور مزا ہے وہ تیرے الفاظ میں نہیں ہے۔ اب دیکھیں کہ حضرت پاکؐ نے قبر مبارک سے سلام کا جواب دیا ہے۔

دوسرا واقعہ: حضرت تھانویؒ اشرف الجواب کے ص ۱۷۰ پر لکھتے ہیں حضورؐ قبر شریف میں زندہ ہیں اسلئے زیارت کرنے والے کو یہ نہ کہنا چاہیے کہ میں نے قبر کی زیارت کی کیونکہ حضورؐ زندہ ہیں غرض دنیا میں ایسے بھی خشک مزاج لوگ موجود ہیں جن کو زیارت قبر کا خود تو کوئی شوق ہوتا نہیں ہے اور اس کو حرام کہتے ہیں، دوسروں کو بھی روکنا چاہتے ہیں مگر جو زیارت کر چکے ہیں ان سے پوچھو کہ کس قدر برکات حاصل ہوتی ہیں بس اب میں بیان کو ایک واقعہ پر ختم کرتا ہوں جس سے زیارت قبر شریف کی برکات اور حضورؐ کا زندہ ہونا معلوم ہوگا۔

حضرت سید احمد رفاعی کبیرؒ کا واقعہ ہے کہ جب وہ مزار شریف پر حاضر ہوئے تو عرض کیا **السلام علیکم یا جدی** تو جواب آیا **وعلیکم السلام یا ولدی** اس سے ان پر وجد طاری ہوگیا اور بے اختیار ہوگئے اور پھر حضرت پاک کی نعت پڑھنے لگے۔ پس فوراً قبر شریف سے ایک منور ہاتھ جس کے روبرو آفتاب بھی ماند تھا حضرت پاک کا باہر نکلا انہوں نے بے ساختہ دوڑ کر اسے بوسہ دیا اور وہاں ہی گر گئے ایک بزرگ تھے جو اس واقعہ میں حاضر تھے کسی نے پوچھا کیا آپ کو اس وقت رشک ہوا تھا اس پر کہ اللہ نے ان کو کیا مقام دیا ہے وہ بزرگ فرمانے لگے اس وقت ہم تو کیا ملائکہ کو بھی رشک آنے لگا تھا، تو ایسے واقعات خرق عادت کے طور پر ہوتے ہیں اور خرق عادت کے بارے میں میں ہر درس میں سمجھاتا ہوں کہ اس میں نہ اختیار ہوتا ہے نہ دوام ہوتا ہے، نہ کلیت ہوتی ہے، نہ قطعیت ہوتی ہے، تاریخی واقعات میں، یہ چار لفظ اگر آپ کے ذہن میں ہیں تو نہ بریلویت کا نہ آپ کو

تنگ کرسکتا ہے اور نہ عثمانیوں کا فتنہ آپ کو تنگ کرسکتا ہے، حضرت نے مزید فرمایا ہے حضورؐ کی قبر مبارک کو بہت سے شرف حاصل ہیں کیونکہ جسم اطہر اس کے اندر موجود ہے بلکہ حضور پاک خود موجود ہیں یعنی جسد مع تلبس روح اس کے اندر تشریف رکھتے ہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ قبر پاک میں جو حیات ہے وہ تلبس روح سے ہے یا تعلق روح سے، تلبس روح ہے جیسے اب ہمارے پورے جسم میں روح موجود ہے اس کو تلبس روح کہتے ہیں اور تعلق روح کہتے ہیں جیسے نیند میں روح آپ کی کہاں پھر رہی ہے لیکن جسم سے تعلق موجود ہے، تو ابن قیم ابن تیمیہ وغیرہ یہ لوگ تعلق روح سے حیات مانتے ہیں علامہ سبکی علامہ زرقانی اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ وغیرہ یہ تلبس روح سے حیات کے قائل ہیں، یہ فرماتے ہیں روح پاک کیلئے اعلیٰ مقام جسد اطہر ہے عرش اس سے اعلیٰ نہیں جنت اس سے اعلیٰ نہیں تو اس لئے اس جسم کے علاوہ اس کو کسی اور جگہ رکھنا یہ اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف لے جانا ہے، تو اسلئے حضرت نے لکھا ہے کہ آپ بمع تلبس روح قبر مبارک میں تشریف رکھتے ہیں کیونکہ آپ قبر میں زندہ ہیں قریب قریب تمام اہل حق اس پر متفق ہیں۔ حدیث میں بھی نص ہے صحابہ کا بھی یہی اعتقاد ہے حدیث مبارکہ میں ہے نبی اللہ حی یرزق آپ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کو رزق پہنچتا ہے مگر یہ یاد رہے اس حیات سے مراد کھلی حیات نہیں جو آپ کو بھی نظر آنے ان کو اپنی حیات کا پورا احساس ہے لیکن ہمیں ان کی حیات کا شعور نہیں ہے۔ اس کی وجہ میں نے بتادی تھی کہ ہمارا شعور فانی ہے یہ فانی حیات کیلئے ہمیں ملا ہے اور وہ حیات کامل اور باقی ہے تو اگر فانی شعور اس کا ادراک نہیں کرسکتا تو قصور ہمارے شعور کا ہے نہ کہ اس حیات کا، وہ دوسری قسم کی حیات ہے جس کو حیات برزخیہ بھی کہتے ہیں۔ برزخیہ ناسوتی کے مقابلے میں ہے کہ ان کو پورا احساس ہے لیکن ہمیں احساس نہیں ہے باقی یہ بات کہ حیات برزخیہ تو سب کو حاصل ہے پھر اس میں نبی کی کیا تخصیص۔ تو اس کی تحقیق یہ ہے کہ حیات برزخی کے کئی مراتب ہیں ایک مرتبہ تو تمام مؤمنین کو حاصل ہے جس کے ذریعہ نعیم قبر کی ہر مومن کو حس ہے دوسری مرتبہ کی حیات شہداء کی ہے جو تمام مومنین کی حیات برزخیہ سے

اقویٰ ہوگی عام مومنین کی حیات برزخیہ بنسبت شہید کی حیات برزخیہ کے کمزور ہوتی ہے اگر چہ اس حیات ناسوتیہ سے وہ بھی بدرجہا اعلیٰ ہے (یہ فقرہ غور سے پڑھیں جیسے میں نے عذاب وثواب قبر کے مسئلہ میں بتایا تھا کہ وہاں جو حیات ہے احساس اور شعور کے اعتبار سے یہاں سے وہاں کا احساس اور شعور بہت زیادہ قوی ہے) حضرت نے بالکل یہی الفاظ لکھے ہیں کہ اس کھلی حیات میں چونکہ روح کی ذمہ داریاں زیادہ ہیں (چونکہ وہاں روح کی ساری ذمہ داریاں ختم ہیں) اس لئے وہاں عام مسلمان کی حیات بھی عام مسلمان کی اس حیات سے اقویٰ ہوتی ہے ان کا ادراک اور شعور اس حیات کے ادراک اور شعور سے اقویٰ ہوتا ہے اس لئے آپؐ اسمع فرمارہے ہیں کہ زیادہ سننے والے ہیں۔ بعض لوگوں نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ بعض جگہ شہداء کی قبریں کھودی گئیں تو ان کی لاش صحیح سالم نہیں ملی۔ حضرتؒ فرماتے ہیں کہ مشاہدہ دونوں طرف ہے۔ بہت سارے مشاہدات ایسے ہیں کہ شہداء کے جسم صحیح سالم ملے ہیں اور اگر کسی جگہ نہیں ملے تو پہلی بات تو یہ ہے ہوسکتا ہے کہ ہم اس کو شہید سمجھتے ہیں اور وہ عند اللہ شہید نہ ہوں کیونکہ شہادت کیلئے کچھ باطنی شرائط بھی تو ہیں کہ اس میں اخلاص ہو دین اسلام کیلئے لڑ رہا ہو وغیرہ وغیرہ۔ دوسرا یہ کہ شہید کے جسم کو زمین نہیں کھاتی بعض جگہ زمین میں تیزابی مادے ہوتے ہیں جو زمین نہیں ہوتے تو ایسا ہوسکتا ہے کہ شہید کے جسم کو زمین نے نہ کھایا ہو بلکہ زمین میں جو تیزابی مادے ہیں انہوں نے ختم کر دیا ہو تو یہ اس بات کے خلاف نہیں دیکھیں بحیرہ لوط جس کا دوسرا نام بحیرہ مردار ہے یہ نمکین سمندر ہے۔ جب لوطؑ کی بستیاں الٹ دی گئیں تو یہ سمندر وہاں بنا تھا آج تک اس پانی میں عذاب کا اثر موجود ہے اگر اس میں آدمی گر جائے تو ایسے ختم ہو جاتا ہے جیسے نمک پانی میں۔ سائنس دان اس پانی کو لیبارٹریوں میں لے گئے اور خوب چیک کیا کہ اس میں کونسا تیزاب موجود ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ جتنے تیزاب ہم نے دریافت کیے ان میں سے کوئی تیزاب بھی اس میں موجود نہیں تو جیسے اس پانی میں آج تک اثر موجود ہے اسی طرح زمین میں بھی مٹی کے علاوہ کئی ایسے مادے ہوتے ہیں، ایسے چشمے نکلنے شروع ہو جاتے ہیں جس سے غسل

کرنے سے بیمار تندرست ہونا شروع ہو جاتے ہیں بسا اوقات پتہ چلتا ہے کہ اس پانی میں گندھک زیادہ ہے اب گندھک چونکہ مصفی خون ہوتی ہے اس لئے پھوڑے پھنسی والے آدمی جب غسل کریں گے تو شفا ہو جاتی ہے۔ اس لئے حضرت فرماتے ہیں اگر کسی جگہ ایسا واقعہ ہوا ہو کہ واقعۃً کوئی آدمی شہید تھا لیکن جسم پاک صحیح سالم نہیں نکلا تو اس زمین میں کوئی اور مادے ہوں گے جو شہید کے جسم پر اثر انداز ہوتے ہوں گے، فرمایا اب شہید کی حیات میں دوسرا اثر بھی ہوگا کہ اس کے جسم کی حفاظت بھی روح کر رہی ہے۔ تیسرا درجہ جو سب سے قوی ہے وہ انبیاء کرامؑ کی حیات برزخیہ کا ہے، برزخیہ کا معنی وہ نہیں جو یہ مماتی لوگ لیتے ہیں یہ کہتے ہیں برزخی کا معنی ہے کہ روح اعلیٰ علیین میں ہے جسد اطہر مدینے میں ہے اور درمیان میں اللہ نے دیواریں کھڑی کردی ہیں تاکہ ان کی آپس میں بات چیت نہ ہو جائے کوئی تعلق قائم نہ ہو جائے۔ یہ مطلب جو مماتی لیتے ہیں دنیا کی کسی کتاب میں قطعاً موجود نہیں۔ برزخ کا تعلق جسم کے ساتھ ہوتا ہے روح تو ہمیشہ ہی ہم سے پردے میں ہے جسم کبھی پردے میں چھپ جاتا ہے کبھی ظاہر ہو جاتا ہے تو اسلئے روح کیلئے برزخیہ کا لفظ کہنا تحصیل حاصل ہے کیونکہ وہ ہمیشہ چھپی ہی رہی اور نظر نہیں آتی اب برزخ کا معنی یہ ہے کہ جو حیات جسم کی کھلی ہے سب کو نظر آرہی ہے وہ کھلی حیات ہے اور جو جسم کی حیات چھپی ہوئی ہے وہ برزخی حیات ہے۔ تو برزخ کا تعلق جسم کے ساتھ ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخیہ شہداء کی حیات سے بھی زیادہ قوی ہوتی ہے چنانچہ اس کا ایک اثر تو محسوس ہے وہ اثر وہی جو شہید کیلئے ہے کہ ان کے اجسام مبارکہ کو زمین نہیں کھاتی اور جیسے میں نے بتایا جسم کی حفاظت کرنا روح کی ذمہ داری میں شامل ہے اب جسم کا محفوظ رہنا یہ روح کا اثر ہے تو جیسے دھوپ کو دیکھ کر جو سورج کا اثر ہے ہمیں سورج کا پکا یقین ہو جاتا ہے اس لئے حضرت فرماتے ہیں کہ جسم کا محفوظ رہنا حیات کی زبردست دلیل ہے کہ روح کا تعلق موجود ہے اور روح جسم کی حفاظت کر رہی ہے یہ اثر تو محسوس ہے اور حدیث میں بھی آگیا ہے ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔ دوسرا اثر محسوس تو نہیں لیکن منصوص

ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی حیات کے دوسرے اثرات یہ ہیں کہ باقی لوگ حتیٰ کہ شہید بھی اگر شہید ہو گیا تو اس کے اموال اس کی ملکیت سے نکل گئے، اس کی ازواج اس کے نکاح سے نکل گئیں، لیکن انبیاء علیہم السلام کے اموال بھی ان کی ملکیت رہتے ہیں، اسلئے ان کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی، ان کی ازواج بھی ان کے نکاح میں رہتی ہیں اسلئے ان پر عدت ہے نہ عدت کے بعد کسی اور جگہ نکاح ہو سکتا ہے ملا علی قاریؒ نے اس کو مرقات میں بڑی وضاحت سے لکھا ہے، تو فرمایا حیات انبیاء علیہم السلام کے یہ وہ آثار ہیں جو حیات شہداء میں بھی پائے نہیں جائے، تو اس لئے فرماتے ہیں کہ یہ حیات شہداء کی حیات سے بھی زیادہ قوی ہے آگے فرماتے ہیں انبیاء علیہم السلام کی حیات پر سب کا اتفاق ہے، اور جسم پاک کا محفوظ ہونا تو کافر بھی مانتے ہیں، چنانچہ اسی پر واقعہ لکھا ہے۔

تاریخی واقعہ: ایک مرتبہ دو کافر آپ کا جسد اطہر نکالنے کیلئے آگئے تھے تاریخ مدینہ میں یہ واقعہ لکھا ہے اور میں نے خود پڑھا ہے کہ حضورؐ کی وفات کے چند صدی بعد پانچویں صدی کا یہ واقعہ ہے۔ دو کافر مسلمانوں والا لباس بنا کے تسبیحات گلے میں لٹکا کر ہاتھوں میں ڈال کے آگئے۔ اور روضہ اطہر کے قریب ہی کوئی کمرہ کرایہ پر لے لیا۔ اب وہ سارا دن تسبیحیں چلاتے۔ نفل پر نفل پڑھے جا رہے ہیں۔ اور نہ کسی کی دعوت قبول کرتے ہیں بلکہ خود لوگوں کی دعوت کرتے ہیں اسلئے خوب شور تھا کہ بڑے نیک صوفیاء کرام آگئے ہیں۔ اور رات کو سرنگ نکالتے جتنی مٹی نکالتے دور جا کر پھینک آتے۔ اور صبح پھر اوپر مصلی بچھا کر نفل شروع کر دیتے۔ یہ کام وہ کر رہے تھے تو سلطان نور الدین زنگیؒ کو حضور پاکؐ خواب میں ملے اور فرمایا کہ دو کتے مجھے ستا رہے ہیں اور ان کی شکل بھی دکھائی کہ یہ ہیں۔ نور الدین زنگی اٹھا اور وزیر کو بلوا کر مشورہ کیا کہ حضرت پاکؐ خواب میں ملے ہیں اور یہ فرمایا ہے۔ شاید مدینہ میں کوئی حادثہ پیش آنے والا ہو۔ پھر حضرت پاک کی دوبارہ زیارت ہوئی اور فرمایا تو دیر کر رہا ہے جلدی پہنچ تو پھر سلطان نے کسی کا انتظار بھی نہیں کیا جلدی سے گھوڑے پر سوار ہوا اور بھاگ نکلا۔ اور جو دو چار ساتھی ملے وہ ساتھ لے لیے۔ مدینہ منورہ پہنچے تو پتہ کیا لوگوں نے

کہا یہاں تو کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ سلطان نے حکم دیا سب کی دعوت کر دو مدینہ سے باہر آ کر دعوت کھائیں۔ اور سلطان خود کھڑے ہو گئے اور جو بھی آتا تھا اسے دیکھتے تھے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ کون کون رہ گیا ہے لوگوں نے کہا کوئی بھی نہیں رہ گیا۔ بادشاہ نے کہا بالکل غلط ہے۔ حضرت مجھے خواب میں ملے ہیں اور حضرت کا دیکھنا حق دیکھنا کوئی رہ گئے ہیں۔ لوگوں نے کہا جی دو بزرگ ہیں وہ کسی کی دعوت میں نہیں جاتے وہ رہ گئے ہیں فرمایا ان کو گرفتار کر کے لاؤ کیوں میری دعوت پر نہیں آئے، لوگوں نے کہا وہ بہت بزرگ ہیں کیسے گرفتار کریں، بادشاہ نے کہا جو بھی ہیں ضرور گرفتار کر کے لاؤ۔ جب لائے تو دیکھا تو وہی شکلیں تھیں جو بادشاہ نے خواب میں دیکھی تھیں اب فرمایا ان کو دعوت نہیں کھلانی، ان کی پٹائی کرو، جب خوب پٹائی کی تو پھر انہوں نے بتایا کہ ہم سرنگ لگا رہے ہیں ان کو لے گئے جا کر دیکھا بادشاہ سرنگ میں اترا۔ تو دیکھا حضرت پاک کا قدم مبارک تھوڑا سا ننگا ہو چکا تھا بادشاہ نے قدم مبارک کو بوسے دئے اور پھر باہر آ کر روضہ پاک کے ارد گرد پانی تک کھدوا کے سکہ اس میں بھروا دیا، تا کہ آئندہ کوئی آدمی نقب لگانے کی کوشش ہی نہ کرے۔ اب یہ واقعہ حضرت تھانویؒ نے لکھا اس سے پتہ چلا کہ کافروں تک کو اعتبار ہے کہ حضرت کا جسد اطہر محفوظ ہے، اس لئے انہوں نے کوشش کی کہ حضرت کے جسد اطہر کو چوری کر لیا جائے اور پھر ہم شور مچائیں گے کہ تم جو کہتے ہو کہ نبی قبر میں زندہ ہوتا ہے اور اس کا جسم پاک محفوظ ہوتا ہے ہمیں دکھاؤ کہاں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے بطور خرق عادت نور الدین زنگی کو خواب میں حضرت پاک کی زیارت کروا دی اور اس وجہ سے حضرت پاکؐ کا جسد اطہر محفوظ رہا۔

دوسرا واقعہ: اس طرح کا واقعہ ابن حجر نے صحابہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک آدمی تھا وہ روضہ پاک کے پاس بیٹھا درود شریف پڑھتا رہتا تھا کوئی کھانا لا دیتا تو کھا لیتا ورنہ بھوکا ہی بیٹھا رہتا تھا روزہ رکھ لیتا شام کو کوئی کھانا دیتا تو کھا لیتا ورنہ بھوکا رہتا، عاشورے کے دن آ گئے کسی نے اعلان کیا کہ دعوت ہے جتنے لوگ مسجد نبوی میں ہیں سب چلو وہ چلے گئے۔ اس کو کہا تو کونسی دعوت کھائے گا وہ سمجھ گیا کہ یہ شیعہ ہے اس نے کہا میں تو حضرت عمرؓ

کی دعوت کھاؤں گا بس حضرت عمر کا نام سنتے ہی اس کو غصہ آیا اور پکڑ لیا اور بہت پیٹا اور پیٹنے کے بعد ناک کان کاٹ ڈالے جب وہ فارغ ہوئے تو اس نے ناک اور کان ہاتھ میں لئے اور روضہ پاک پر حاضر ہو کر رونے لگا۔ روتا رہا نیند آ گئی تو خواب میں حضور اقدس کی زیارت ہوئی اور ناک اٹھائی اور اس کو لعاب مبارک لگا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا اسی طرح کان اٹھائے اور کانوں کی جگہ پر رکھ دیئے اب یہ صبح اٹھا تو ناک کان بالکل ٹھیک تھے پھر ایک سال گزر گیا پھر جب عاشورے کا دن آیا تو لوگ آئے تو انہوں نے دعوت کا اعلان کیا، اب میں پھر دعوت کھانے کیلئے چلا گیا دعوت میں کیا دیکھا کہ گھر تو وہی ہے لیکن آدمی اور ہے اور نوجوان ہے انہوں نے مجھے وہی بات پوچھی کہ کس کی دعوت کھاؤ گے حضرت حسین کی یا بی بی فاطمہ کی یا حضرت عمرؓ کی میں نے کہا میں نے تو حضرت عمر والی دعوت کھانی ہے جب یہ جملہ منہ سے نکالا تو میں تیار ہو کے بیٹھ گیا کہ اب پھر پٹائی ہوگی میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ اب پہلے سے زیادہ پٹائی ہوگی لیکن جب یہ جملہ میرے منہ سے نکلا تو وہ دونوں نوجوان مجھے پیٹنے کی بجائے دھاڑیں مار مار کے رونے لگے، رو رہے تھے اور ٹکریں مار رہے تھے دیواروں پر، اور میں بیٹھا سوچ رہا ہوں کہ میں تو سوچ رہا تھا کہ ابھی پٹائی ہوگی لیکن یہ رونا شروع ہو گئے ہیں وہ جب رو رو کے تھک گئے تو میں نے پوچھا کہ بات کیا ہے تو وہ ایک کمرے میں مجھے لے گئے وہاں دو خنزیر باندھے ہوئے تھے انہوں نے کہا یہ ایک باپ ہے ہمارا دوسرا چچا ہے انہوں نے کہا پچھلے سال یہاں کوئی آدمی دعوت کھانے آیا تھا اور اس نے یہی فقرہ کہا تھا جو تو نے کہا تھا اور انہوں نے خوب پٹائی کی اور اس کے ناک اور کان کاٹ ڈالے تو وہ چلا گیا اس کے بعد ہم بھی سو گئے یہ بھی سو گئے ہم سوئے ہوئے تھے کہ اچانک چیخ کی آواز آئی جب ہم اٹھے تو یہ دونوں خنزیر بنے ہوئے تھے۔ وہ کہنے لگے اب ہمیں یہ تو پتہ نہیں کہ وہ آدمی زندہ ہے یا نہیں لیکن یہ دونوں خنزیر بنے ہوئے ہیں تو پھر اس نے کہا آپ جو قسم کہیں میں اٹھاتا ہوں میں وہی آدمی ہوں جس کے انہوں نے ناک کان کاٹے تھے، اس کے بعد میں نے انہیں کہا تمہیں ابھی تک شرم نہیں آئی ابھی تک شیعہ ہو تو پھر وہ کہتے ہیں تو واقعی وہ ہے میں

نے کہا چل کر پتہ کرلیں وہ آئے میرے ساتھ اور لوگوں سے پوچھا کہ یہ بچہ وہی ہے جو پچھلے سال تھا یا نیا ہے لوگوں نے کہا وہی ہے تو پھر وہ دونوں سنی ہو گئے۔ یہ لوگ چونکہ اشرف الجواب کا نام بہت لیتے ہیں اسلئے تین واقعات میں نے اشرف الجواب سے ہی سنا دیئے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کے بارے میں یہ تصور کرنا کہ وہ حیات کے قائل نہیں ہیں یہ تصور بالکل غلط ہے تو عذاب قبر اور حیات النبی کے بارے میں میں نے بات واضح کردی۔

عبدالرحیم نظامی مماتی کا طریقہ:

شاہ صدر دین میں ان کا آدمی ہے عبدالرحیم نظامی اس کا طریقہ یہ تھا کہ ہر دو ماہ کے بعد اپنا عقیدہ لکھ کر یہاں بھیج دیتا۔ اب یہاں سے جواب جاتا پھر وہی سوال لکھ کر بھیج دیتا۔ تو دارالافتاء والوں نے مجھے کہا کہ یہ چار پانچ مرتبہ آیا ہے اب کیا کریں؟ میں نے کہا سوال مجھے دے دیں تو اس نے عقیدہ لکھا تھا میں نے جواب لکھا اور ساتھ لکھا کہ اب اس کا جواب لانا ہے صرف عقیدہ نہیں لانا اب تک تین سال گزر چکے ہیں وہ واپس نہیں آیا۔ اب میں نے سنا ہے کہ اس نے کہیں اپنا عقیدہ چھپوا دیا ہے۔ اس نے یہ عقیدہ لکھ کر بھیجا تھا۔ حضرت محمد ﷺ کی موت بصورت خروج روح واقع ہوئی، آپ ﷺ کی روح مبارک جسم سے جدا ہونے کے بعد مقام رفیق اعلیٰ میں چلی گئی۔ قیام قیامت تک وہیں عیش وعشرت میں رہے گی، قیام قیامت کے وقت آپ ﷺ کی روح آپ ﷺ کے جسم مبارک میں داخل ہوگی، پھر آپ ﷺ زندہ ہو کر قبر مبارک سے باہر تشریف لائیں گے، باقی موت سے تا قیام قیامت آپ کا جسم اگرچہ محفوظ ومعطر رہے گا جیسا کہ اب بھی ہے مگر اس میں روح موجود نہیں حاصل یہ کہ ہم حضور ﷺ کی حیات روحانی برزخی کے قائل ہیں۔

جواب از اوکاڑوی ؒ:

میں نے اس کے جواب میں لکھا کہ یہ عقیدہ اس تفصیل کے ساتھ اہلسنت کی کونسی کتاب میں مذکور ہے، پوری عبارت با حوالہ لکھیں۔ کیونکہ اگر یہ عقیدہ اہلسنت کا ہے تو اہلسنت کی کتابوں میں مذکور ہونا چاہیے۔ ہم حضور ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہیں اور یہ عقیدہ

ہماری کتابوں میں ہے، ہم حیات مسیح کے قائل ہیں اور یہ عقیدہ ہماری کتابوں میں مذکور ہے، ہم تقدیر کے قائل ہیں ہماری کتابوں میں تقدیر کا عقیدہ ہے، ہم عذاب وثواب قبر کے قائل ہیں ہماری کتابوں میں یہ عقیدہ مذکور ہے، لیکن جو فرقے نئے عقیدے بناتے ہیں ان کے نئے عقیدے پرانی کتابوں میں مذکور نہیں ہوتے، اب مرزائی اگرچہ قرآن کا نام لیتے ہیں کہ قرآن میں ہے کہ عیسیٰ فوت ہو گئے لیکن کسی عقائد کی کتاب میں یہ بات نہیں ملے گی اور یہ بات میں نے آپ کو ہر مسئلہ بتانا اور مسئلہ بنانا کے عنوان سے پہلے بتادی تھی۔ اس لئے پہلا سوال میں نے یہی کیا ہے کہ کیا یہ عقیدہ سنیوں کی کسی کتاب میں ہے؟ اگر ہے تو حوالہ دیا جائے، اگر نہیں ہے بلکہ قادیانیوں کی طرح نیا گھڑا گیا ہے تو یہ نہیں کہ ہم اس پر بات نہیں کریں گے بات تو پھر بھی کرلیں گے لیکن پھر آپ کو سنی سمجھ کے نہیں کریں گے۔ اب پہلی بات اس نے لکھی ہے آپ کی موت بصورت خروج روح واقع ہوئی۔

جواب: اس کے بارے میں میں نے وضاحت کردی تھی کہ وقوع موت نہ کسی آیت میں ہے نہ کسی حدیث میں ہے اور یہ کہا کرتے ہیں کہ عقیدہ وہی ہے جو قرآن کی آیت قطعی سے ثابت ہو یا حدیث متواتر سے ثابت ہو۔ تو عبدالرحیم نظامی کے اس پہلے عقیدے کا ذکر نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں ہے۔ میں نے بتایا تھا کہ ایک ہے وعدہ موت ایک ہے وقوع موت، وعدہ موت تو ہمارا بھی ہے قرآن میں ہے کل نفس ذائقة الموت۔ لیکن وقوع موت قرآن میں کہیں نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ حضورؐ فوت ہو چکے ہیں یا حدیث میں ہو کہ حضورؐ نے فرمایا ہو کہ میں فوت ہو کر قبر میں دفن ہو چکا ہوں۔ تو ان کا پہلا عقیدہ وقوع موت والا نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں، دن رات رٹ یہ لگاتے ہیں کہ عقیدہ وہ ہوتا ہے جو قرآن میں ہو یا حدیث متواترہ سے ثابت ہو اور ان کا یہ عقیدہ نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں۔

دوسرے نمبر پر لکھا ہے آپؐ کی موت بصورت خروج روح واقع ہوئی اور روح مبارک جسم سے جدا ہونے کے بعد مقام رفیق اعلیٰ میں چلی گئی۔

جواب: اس نے جو یہ لکھا ہے کہ آپؐ کی وفات خروج روح سے ہوئی ہے روح تو کسی کو

نظر نہیں آتی اس کو کیسے نظر آ گئی کہ خروج روح سے وفات ہوئی، اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا اللہ تعالیٰ روحوں کو قبض کرتے ہیں۔

میں رحیم یار خان گیا تو مولانا عبدالرؤف صاحب نے فرمایا بیان کردیں میں نے کہا ٹھیک ہے بیان کردوں گا لیکن کھانا بھائی اسلم صاحب کے ہاں ہی کھاؤں گا، کیونکہ وہ ناراض ہوتا ہے کہ آپ آتے ہیں اور ہمارے گھر کھانا بھی نہیں کھاتے۔ اب انہوں نے سارے رحیم یار خان میں اعلان کردیا۔ جب میں واپس آیا تو مجھے کہا یہاں صرف غیر مقلدین کے بارے میں تقریر کرنی ہے حیات ممات کا مسئلہ نہیں چھیڑنا کیونکہ میرے اباجی بھی حیات کے قائل نہیں تھے، تو میں نے کہا جب درد آنکھوں میں ہو تو پٹی پیر پر تو نہیں باندھنی چاہئے، بلکہ آنکھوں پر ہی باندھنی چاہئے۔ وہ کہنے لگا نہیں جی آپ ایسا نہ کریں۔ میں نے کہا پھر میں تقریر کرتا ہی نہیں، وہ کہنے لگے اب اعلان ہوگیا ہے لوگ جمع ہیں آپ تقریر کردیں۔ خیر پھر میں نے سوچا کہ چلو غیر مقلدین کے بارے میں ہی کردیتے ہیں میں نے تقریر کردی۔ اب مجھے تو روکا کہ اس بارے میں بات نہیں کرنی جب تقریر کے بعد فارغ ہو کر دفتر میں آئے کھانا تو میں کھا چکا تھا بھائی محمد اسلم صاحب کے ہاں تو محمدان کا کوئی مفتی ہے مولوی عبدالغنی صاحب کا لڑکا پانچ چھ آدمیوں کو ساتھ لے کر بیٹھا تھا مجھے کہنے لگا آپ سے بات کرنی ہے میں نے کہا مجھے تو بات کرنے سے روک دیا تھا آپ کو کیسے اجازت دے دی۔

حضرت نانوتویؒ پر اعتراض اور اس کا جواب:

مجھے کہنے لگا کہ حضرت نانوتویؒ نے یہ جو لکھا ہے کہ حضرت پاک کی روح جسم میں مرکوز کردی گئی تھی دل میں باہر نہیں نکالی گئی تھی۔ یہ قرآن کی نص قطعی کے خلاف ہے۔ میں نے کہا کونسی نص قطعی کے خلاف ہے۔ کہنے لگا اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا کے خلاف ہے میں نے کہا اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اس نے کہا اللہ قبض کرلیتا ہے روح کو۔ میں نے کہا قبض کے کتنے معنی ہوتے ہیں۔ اب اس کے ہاتھ میں رومال تھا میں نے پکڑ لیا میں نے کہا ایک تو یہ قبض ہے کہ تیرے پاس تھا میں نے پکڑ لیا اب

یہ تیرے پاس نہیں رہا۔ تیرے ذہن میں بسط کا یہ معنی ہے اور ایک قبض بسط کے مقابلے میں ہے میرا ہاتھ کھلا تھا میں نے بند کرلیا یہ بھی قبض ہے۔ روح پورے جسم میں پھیلی ہوئی تھی اس کو دل میں مرکوز کرلیا یہ بھی تو قبض ہے۔ میں نے کہا اس کا مطلب ہے کہ مولانا نانوتوی کو دونوں معنی آتے تھے تجھے ایک آتا ہے حضرت نانوتوی قرآن کے مخالف نہیں تھے۔ وہ کہنے لگا اس پر کوئی دلیل میں نے کہا دلیل وہی نیند والا مسئلہ کہ انبیاء علیہم السلام کی نیند بھی عام لوگوں سے مختلف ہوتی ہے نیند میں وضو نہیں ٹوٹتا، اور ان کی آنکھیں سوتی ہیں دل بیدار رہتا ہے، تو جیسے نیند میں یہ بات ہوتی ہے تو چونکہ موت نیند کی بہن ہے یہاں بھی یہی بات ہوئی۔ بات پوری یہ ہے کہ حضرت نانوتوی ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو اس دنیا میں جو اجسام دیئے ہیں وہ بھی جنت کے خواص والے ہیں جیسے جنت کے جسموں کے بارے میں آتا ہے کہ وہاں پیشاب پاخانہ نہیں ہوگا خوشبودار پسینہ نکلے گا تو حضرت پاک کا پسینہ یہاں بھی خوشبودار تھا یہ احادیث میں منصوص اور بالکل واضح ہے۔ جیسے جنت کی چیز کے بارے میں آتا ہے کہ وہ چیز گلے سڑے گی نہیں اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے اجسام مطہرہ گلتے سڑتے نہیں کیونکہ ان کے اندر جنت کی مٹی کا اثر شامل ہے۔ چونکہ اصل حیات ہے اسلئے ان کا سارا علم کلام دو باتوں پر چلتا ہے کہ ایک وصف ہوتا ہے موصوف بالذات ایک ہوتا ہے موصوف بالعرض۔

موصوف بالذات:

موصوف بالذات اس کو کہتے ہیں اگر چہ وہ خدا ہی کی عطا ہو لیکن اس سے جدا نہ ہو سکے سورج کو روشنی کا وصف اللہ ہی نے عطا کیا ہے لیکن اب اس کے ساتھ لازم ہے جدا نہیں ہوسکتا لیکن یہ جو زمین پر روشنی پڑ رہی ہے یہ سورج کے فیض سے آرہی ہے یہ رات کو یہاں سے چلی جائے گی اور تاریکی آجائے گی تو یہ روشنی سورج کا ذاتی وصف ہے اور زمین کا عارضی وصف ہے۔ اس طرح آگ میں جلانے کا وصف ذاتی ہے اور پانی میں پیاس بجھانے کا وصف ذاتی ہے۔ اب دوسری بات وہ فرماتے ہیں کہ ذاتی وصف الگ نہیں ہوا کرتا

چھپ جایا کرتا ہے۔اب پانی کا ذاتی وصف تھا برودت ٹھنڈک اس کو آپ نے گرم کرلیا اب اس کے ذاتی وصف کو ختم کرنے کے لئے آپ کو آگ یا سورج کی ضرورت پڑی اب یہ گرم ہوگیا ہے مولانا یہ فرماتے ہیں اب اس کی ٹھنڈک کہیں گئی نہیں یہیں ہے،دلیل یہ ہے کہ جب آپ اس کو رکھ دیں گے تو جو باہر سے گرمی آئی تھی وہ جب اٹھ جائے گی تو ٹھنڈک نیچے سے خود ہی آجائے گی اب اس کو ٹھنڈا کرنے کے لئے باہر سے کسی چیز کو لانے کی ضرورت نہیں ہے،تو پتہ چلا کہ اس کی ٹھنڈک کہیں گئی نہیں تھی وہ اسی گرمی کے غلاف کے نیچے چھپی ہوئی تھی،جیسے یہاں جو اندھیرا ہے وہ کہیں گیا نہیں ہوا یہ جو روشنی کا غلاف اوپر چڑھ گیا ہے اس کے نیچے چھپا ہوا ہے جب روشنی کا غلاف اٹھ جائے گا تو پھر آپ کو باہر سے گٹھڑیاں باندھ کر اندھیرا لانا نہیں پڑے گا،وہ یہاں پہلے ہی موجود ہے چھپا ہوا ہے خود بخود نکل آئے گا،تو فرمایا اسی طرح انبیاءؑ کو جو اللہ نے حیات عطا فرمائی ہے تو جس طرح سورج کی روشنی اللہ ہی کی عطا ہے اسی طرح یہ حیات بھی اللہ ہی کی عطا ہے ان کی ذاتی نہیں لیکن ان کی صفت ذات میں رکھ دی ہے اس لئے موت ان کے لئے ساتر حیات ہے کہ حیات چھپ جاتی ہے قلب میں محفوظ ہوگئی اسی لئے اس میں بعض احکام زندگی کے باقی رہے کہ نہ وراثت تقسیم ہورہی ہے،نہ نکاح ختم ہورہا ہے۔میں نے کہا مولانا یہ فرمارہے ہیں آپ مولانا نانوتوی کی پوری بات کو پڑھتے نہیں اور یہ فتویٰ جلدی سے لگادیتے ہیں کہ مولانا نانوتوی قرآن کے منکر ہیں۔تو اس لئے انہوں نے یہاں لکھا ہے کہ اگر قبض کا دوسرا معنی مراد لیا جائے کہ موت ساتر حیات ہے تو پھر عبدالرحیم نے جو لکھا ہے کہ نکل کر چلی گئی تھی،تو جاتی کس نے دیکھی اب جب وہ مرکوز ہوگئی تو ہاتھ حرکت نہیں کررہا کیونکہ ہاتھ میں تو روح نہیں رہی۔لیکن آیا یہ روح اکٹھی کرکے دل میں مرکوز کردی گئی ہے یا اوپر کہیں لے گئے ہیں؟تو یہ تو کسی نے نہیں دیکھا کہ اوپر گئی ہے عبدالرحیم نظامی مماتی کو نظر آگئی ہوگی اور تو کسی کو نظر نہیں آئی۔آگے عبدالرحیم لکھتا ہے پھر مقام رفیق اعلیٰ میں چلی گئی۔اب ان لوگوں کا دعویٰ تو یہ ہوتا ہے کہ عقیدہ قرآن سے ثابت ہوتا ہے یا حدیث متواترہ سے۔اب اس

حدیث کی راویہ صرف حضرت عائشہؓ ہیں اور کسی نے بھی یہ روایت بیان نہیں کی۔ تو یہ خبر واحد ہے اور یہ خود کہتے ہیں کہ خبر واحد سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ اب ان کو کیا مجبوری پڑ گئی ہے کہ یہ خبر واحد پیش کرنے لگے ہیں۔ پھر اگلی بات میں نے یہ پوچھی ہے کہ یہ الفاظ جنہوں نے کانوں سے سنے ہیں یعنی سیدہ عائشہؓ وہ تو اسی قبر میں حیات کی قائل ہیں۔ وہ فرماتی ہیں جب صرف حضور پاکؐ اور میرے اباجی تھے تو قبر پر جاتے وقت پورے کپڑے نہیں سنبھالتی تھی اب عمرؓ سے حیا کی وجہ سے سنبھالتی ہوں تو قبروں میں کچھ ہے تو اماں عائشہؓ اتنا اہتمام کرتی ہیں۔ تو جنہوں نے اپنے کان سے یہ سنا ہے انہوں نے تو حیات فی القبر کا انکار نہیں کیا، اور یہ چودھویں صدی میں اس کا یہ مطلب لینے لگے ہیں۔ تو بخاری میں باب وفات نبی میں یہ روایت موجود ہے وہاں حضرت عائشہؓ سے ایک ہی راوی ہیں حضرت سعید ابن مسیبؒ اب جنہوں نے یہ روایت حضرت عائشہؓ سے نقل کی ہے وہ تو حیات فی القبر کے قائل ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے تین دن روضہ پاک سے اذان کی آواز سنی ہے، دارمی شریف میں یہ روایت صحیح سند سے موجود ہے حیات انبیاء للبیہقی میں بھی یہ روایت صحیح سند کے ساتھ موجود ہے۔ جب حرہ کا واقعہ پیش آیا تو مسجد نبوی کے دروازے بند کر دیئے گئے یہ کہیں اندر رہ گئے کہتے ہیں رات کو نماز کے وقت کا پتہ نہیں چلتا تھا تو روضہ پاک سے باقاعدہ اذان کی آواز آتی تھی، اور میں نے اپنے کانوں سے سنی ہے اب جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ اس قبر میں حیات کے قائل ہیں۔ شفاء السقام میں ہے کہ ہمسائے دیوار میں میخ ٹھونک رہے تھے تو کھٹ کھٹ کی آواز آ رہی تھی تو اماں جی نے پیغام بھیجا کہ اس آواز سے حضرت پاکؐ کو پریشانی ہو رہی ہے تو یہ پریشانی اسی قبر میں ہو رہی تھی یا کسی اور جگہ؟ یقیناً اسی قبر میں ہو رہی تھی۔ تو معلوم ہوا کہ اماں جی اسی قبر میں حیات کی قائل ہیں۔ اب اس حدیث کا مطلب اماں جی زیادہ سمجھتی ہیں یا عبدالرحیم نظامی زیادہ سمجھتا ہے؟ حضرت سعید بن مسیب زیادہ سمجھتے ہیں یا عبدالرحیم؟ تو پہلے بات تو یہ ہے کہ یہ حدیث ہے ہی خبر واحد، دوسرے نمبر پر اس کے جو روایت کرنے والے ہیں وہ حیات فی القبر کے قائل ہیں۔ اور

مماتی جو دوسری روایت پیش کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے فرمایا و الجنة ماواہ اس کے راوی حضرت انسؓ ہیں جو پکے حیات فی القبر کے قائل ہیں اور صرف نبیوں کی حیات کے نہیں بلکہ عام مردوں کی حیات اور سماع کے بھی قائل ہیں کیونکہ بخاری میں انه یسمع قرع نعالھم کے راوی بھی یہی ہیں۔ اب ان حدیثوں کے راویوں نے تو ان احادیث کی بنا پر عوام کے سماع کا انکار نہیں کیا چہ جائیکہ نبی پاک کی حیات کا انکار کریں۔ اور ڈیرہ غازی خان میں اب نبی پاک کی حیات کا انکار ہونے لگا ہے۔

پھر میں نے یہ پوچھا ہے کہ رفیق الاعلیٰ ہے کہاں۔ اس کا معنی تو اعلیٰ مقام ہے۔ اور حضرت پاک کے روضہ پاک سے اعلیٰ دنیا میں اور کوئی مقام ہے ہی نہیں کہ اس کا مقام تو عرش اعظم سے بھی زیادہ ہے تو اس کو رفیق اعلیٰ کیوں نہ مانا جائے۔ میں نے سوال میں یہی پوچھا ہے کہ جب حضرت پاک نے فرمایا تھا اللھم بالرفیق الاعلی تو اس جسم اور روح دونوں نے کہا تھا یا صرف روح نے اور کیا جسم مثالی نے کہا تھا؟ اگر اسی جسم اور روح نے کہا تھا تو پھر جہاں یہ دونوں پہنچے ہیں وہی رفیق الاعلیٰ ہے۔ اب یہ بات تو نہیں ہو سکتی کہ کہیں دونوں اور ایک بے وفائی کر جائے کہ روح تو رفیق اعلیٰ میں چلی جائے اور جسم یہیں رہ جائے۔ جب اسی جسم اور روح دونوں نے کہا ہے تو جہاں یہ دونوں پہنچے ہیں وہی رفیق اعلیٰ ہے۔ اور وہ جگہ روضة من ریاض الجنة ہے۔

آگے لکھتا ہے کہ قیامت تک وہیں رہے گی۔

مشکوٰۃ کتاب الجنائز میں عوام کے بارے میں بھی یہی ہے کہ روح جاتی ہے علیین میں نام لکھا جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ردوہ الی الارض اس کو زمین کی طرف لے جاؤ منھا خلقنکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃً اخریٰ اسی زمین میں یہ جائیں گے۔ اب وہاں تو ہے کہ روح علیین سجین میں جاتی ہے پھر واپس لوٹا دی جاتی ہے۔ یہ کہتا ہے قیامت تک وہیں رہے گی۔ اس پر کوئی خبر واحد بھی ان کے پاس نہیں ہے چہ جائیکہ خبر متواتر ہو یا قرآن پاک کی کوئی آیت ہو اور یہ خود کہا کرتے ہیں کہ خبر

واحد سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔اب ان سوالات کے تین صفحات میں نے لکھ کر بھیجے ہوئے ہیں لیکن ابھی تک جواب نہیں آیا اسی کے آگے اس نے لکھا ہے قیامت میں وہ روح داخل کی جائے گی۔اس کے بارے میں بھی کوئی آیت یا حدیث صراحتاً ہماری نظر میں نہیں ہے۔اور جو خبر واحد میں آتا ہے رد روح کے بارے میں تو یہ ایسے ہے جیسے نیند کے بعد کہتے ہیں **الحمد لله الذی رد الی روحی** حالانکہ نیند میں روح کا تعلق جسم کے ساتھ ہوتا ہے لیکن وہ چھپا ہوتا ہے بیداری میں کھلا ہوتا ہے تو چھپے تعلق سے کھلی حیات میں آنے کو رد روح کہا جاتا ہے۔اسلئے اگر کہیں رد روح کا لفظ آ بھی جائے تو اس سے یہی مراد ہے کہ قیامت کو کھلی حیات مل جائے گی اور اس سے پہلی جو حیات ہے وہ چھپی حیات ہے،ہم بھی اس کو چھپی حیات ہی کہتے ہیں نہ کہ کھلی حیات۔

اور اس نے جو یہ لکھا ہے کہ آپ کا جسد اطہر محفوظ ہے۔تو میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ جس حدیث میں جسد اطہر کے محفوظ ہونے کا ذکر ہے اسی میں حیات کا ذکر ہے اب یا تو پوری حدیث کا انکار کرنا چاہیے یا پوری کو ماننا چاہیے۔یہ کوئی ایسی آیت یا حدیث لائیں جس میں جسم کے محفوظ ہونے کا ذکر ہو اور حیات کے نہ ہونے کا ذکر ہو۔

پھر اس نے آگے لکھا ہے کہ ہم حیات روحانی برزخی کے قائل ہیں میں نے جواب میں یہ لکھا کہ ہم حیات کے قائل ہیں تو آیتیں حیات والی پڑھتے ہیں حدیثیں وہ پڑھتے ہیں جن میں حیات کا لفظ ہے اور تم قائل حیات کے ہو اور پڑھتے **انک میت وانهم میتون** ہو۔اسلئے اگر تم تقیہ باز نہیں ہو تو وہ آیات اور احادیث لکھ کے بھیجو جن میں لفظ حیات کا ہو۔میں نے کہا چور کو پکڑنے کا یہی طریقہ ہے،اب وہ کہے گا میں حیات کا قائل ہوں جب اس کو کہیں گے کہ آیت پڑھو تو پڑھے گا **انک میت وانهم میتون** یہ حیات کا عقیدہ تو نہ ہوا بلکہ موت کا ہوا تو اس لئے میں نے لکھ کے بھیجا تھا کہ جس طرح ہم حیات کے قائل ہیں اور آیتیں بھی حیات والی پڑھتے ہیں ہم حیات کے قائل ہیں حدیثیں بھی حیات والی پڑھتے ہیں،ہم حیات کے قائل ہیں اجماع والی نصوص لفظ حیات سے پیش کرتے ہیں،

آپ بھی اگر اس عقیدے میں حیات کے قائل ہیں تو ایسی آیات اور احادیث پڑھیں جن میں حیات کا ذکر ہو۔ ہمارے مولوی اسماعیل کاظمی صاحب کہتے ہیں شیعوں نے تو تقیہ کیا ہے لیکن انہوں نے تو تقیہ کا لحاف اوڑھا ہوا ہے۔ حیاتی بن کے ہمارے مدرسوں میں پڑھتے رہتے ہیں پھر باہر جا کر مماتی بن جاتے ہیں اور کہتے ہیں بڑی تحقیق کے بعد ہم مماتی ہوئے ہیں۔ یہ تو وہ مسائل ہیں جو اہلسنت والجماعت کے اتفاقی مسائل ہیں۔

غیر انبیاء کا سماع:

غیر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں اختلاف ہے۔ لیکن وہ اختلاف کیسا ہے؟ جو عقیدہ موجودہ اشاعتیوں کا ہے اس کا تو کوئی بھی دنیا میں قائل نہیں یہ بالکل سماع کی نفی کرتے ہیں، اس کا دنیا میں کوئی بھی قائل نہیں، یہ۔ ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سماع فی الجملہ ہے کہ جو باتیں نصوص میں آگئیں مثلاً سلام کریں گے وہ سنیں گے تلقین کی جائے وہ سنیں گے۔ اور جن کا نصوص میں صاف طور پر ذکر نہیں آیا اس میں دو مسلک ہیں ایک یہ ہے کہ ہم خاموشی اختیار کریں گے، نہ اس میں سماع کے قائل ہوں گے نہ عدم سماع کے اور ایک مسلک یہ ہے کہ ہم نفی کریں گے وہ کہتے ہیں اصل عدم سماع ہے اب یہی بات سوچنے کی ہے کہ اصل سماع ہے یا عدم سماع؟

صوفیاء کرامؒ کا مسلک:

صوفیاء کرام غیر انبیاء کے سماع کے سو فیصد قائل ہیں کہ اسی قبر میں مردہ سنتا ہے اور فقہاء اٹھانوے فیصد قائل ہیں، دو فیصد قائل نہیں وہ بھی ابن ہمامؒ نے قسم والے مسئلے سے جو استدلال کیا ہے چونکہ وہ بڑے آدمی ہیں جیسے ان کے بعض اور تفردات ہیں مثلاً سارے لوگ کہتے ہیں کہ بیس تراویح سنت ہے وہ کہتے ہیں آٹھ سنت ہیں بارہ مستحب ہیں یہ شیخ ابن ہمام کا اپنا تفرد ہے۔ اس طرح اس مسئلے میں بھی ان کا یہ تفرد ہے۔ اب وہ کہتے ہیں کہ سماع فی الجملہ ہے اور ضابطہ عدم سماع ہے اور جتنا ثابت ہو جائے گا وہ مان لیں گے جو ثابت نہیں ہوگا وہ نہیں مانیں گے، لیکن مماتی تو یہ بھی نہیں مانتے کہ مردہ سلام سنتا ہے اور یہ تو تلقین کے

بھی قائل نہیں ہیں۔ ابن ہمام نے سلام کے سماع کا قول بالکل واضح لفظوں میں کیا اور تلقین کے بارے میں پورا باب لکھا ہے۔

سماع موتی کا تعلق کفر اسلام سے نہیں:

ایک اہم بات یہ یاد رکھیں کہ سماع موتی کے مسئلہ کا تعلق نہ کفر کے ساتھ ہے نہ توحید کے ساتھ ہے، اتنی بات تو سارے مانتے ہیں مثلاً یہ زید بیٹھا ہے زندہ ہے اس کے سماع میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ قریب سے سنتا ہے دور سے نہیں سنتا۔ تو زندہ کے سماع میں کوئی اختلاف نہیں، البتہ عبدالرحیم نظامی سوال پوچھا کرتا ہے کہ حضرت پاک ﷺ کتنے فٹ سے سنتے ہیں کوئی آیت یا حدیث ہونی چاہئے، میں نے جواب میں لکھا کہ آپ زندہ ہیں آپ کتنے فٹ سے سنتے ہیں کوئی آیت یا حدیث ہونی چاہیے کیونکہ تو آخر اپنے سماع کا قائل ہے تو تو بھی فٹ اور انچ گن کے حدیث سے دکھا، دیکھیں بات سیدھی سی ہے کہ قریب سے سنتا ہے دور سے نہیں سنتا اسی طرح جہاں سے حضرت خود سنیں گے تو سن لیں گے جہاں سے نہیں سنیں گے تو فرشتے پہنچادیں گے، اور اگر سماع کیلئے فٹ انچ بھی چاہئیں تو پھر تیرا اپنا سماع بھی ثابت نہیں ہے کیونکہ یہ کسی حدیث میں نہیں آیا کہ نظامی اتنے فٹ سے سنتا ہے اتنے انچ سے سنتا ہے، اب یہ زید کا ایک بت ہے اس میں بھی اتفاق ہے کہ یہ نہ قریب سے سنتا ہے نہ دور سے۔ ان دونوں باتوں میں اتفاق ہے، تیسری بات ہے زید کی قبر کہ یہ قبر میں سنتا ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، اب زندہ زید سنتا ہے اس میں اتفاق ہے اور کیوں سنتا ہے اسلئے کہ اس میں روح ہے وہ بت کیوں نہیں سنتا اسلئے کہ اس میں روح نہیں، تو پتہ چلا کہ سننے نہ سننے کا تعلق کفر اسلام سے نہیں، روح سے ہے، خود مولانا غلام اللہ خاں نے جواہر القرآن میں یہ لکھا ہے کہ جو روح کو قبر میں مانتے ہیں وہ سماع کے قائل ہیں، جو روح کو علیین سجین میں مانتے ہیں وہ سماع کے قائل نہیں، تو مولانا غلام اللہ خاں بھی یہ مان گئے ہیں کہ سماع کا تعلق روح کے تعلق سے ہے کفر اسلام سے تعلق نہیں ہے، اب یہ دیکھنا ہے کہ اگر

قبر میں روح کا تعلق ثابت ہو جائے تو پھر سماع اصل ہے، اور اگر تعلق ثابت نہ ہو تو عدم سماع اصل ہے، جیسے لکڑی اس میں عدم سماع اصل ہے، اگر سنتی ہے تو خرق عادت کے طور پر سنتی ہے، اگر بولتی ہے تو خرق عادت کے طور پر بولتی ہے، اصل نہ بولنا ہے، اب جب یہ ثابت ہو گیا کہ اگر روح کا تعلق ہو تو اصل سماع ہے، اور روح کا تعلق ہوتا ہے، کیونکہ عذاب وثواب قبر تب مانا جاسکتا ہے جب روح کا تعلق مانا جائے۔ جو لوگ بھی عذاب وثواب قبر کے قائل ہیں وہ یہی مانتے ہیں کہ روح کا تعلق ہے تو روح کا تعلق ماننے کے بعد اصل سماع ہے۔ عدم سماع اصل نہیں ہے، عدم سماع اصل وہاں ہے جہاں روح کا تعلق ثابت نہ ہو۔ تو جب عذاب وثواب قبر ثابت ہو گیا تو روح کا تعلق ثابت ہو گیا تو اصل سماع ہے، اب عدم سماع والوں کو دلیل دینی پڑے گی۔ میں کہتا ہوں وہ آدمی سن رہا ہے دوسرا کہتا ہے نہیں بہرا ہے، اب وہ بہرا ثابت کرے گا تو عدم سماع ہو گا جب تک اس کو بہرا ثابت نہیں کرے گا اس وقت تک اس کا عدم سماع نہیں ہو گا، اب یہ لوگ خود بھی تقریروں میں کہا کرتے ہیں آدمی سنتا تھا، بولتا تھا، چلتا تھا روح گئی سب کچھ ساتھ لے گئی، لیکن ہمیشہ آدھی بات کرتے ہیں اگلی بات بتاتے ہی نہیں۔ ہم کہتے ہیں جب روح قبر میں آئی پھر کیوں ننگی ہو کر آئی سب کچھ ساتھ لے آئی ہے اسلئے وہ سنتی بھی ہے دیکھتی بھی ہے اس جسم سے چلتی بھی ہے جیسے خواب میں چلتی ہے، لیکن چونکہ وہ ہم سے پردے میں ہے اسلئے وہ بات پردے میں رہ جاتی ہے، تو ہم یہی کہیں گے کہ ہمیں احساس نہیں یہ نہیں کہیں گے کہ اسے بھی احساس نہیں تو عذاب وثواب قبر روح کا تعلق ماننے کے بعد اصل سماع ہے۔

عدم سماع کی دلیل کس کے ذمہ:

یہ آپ کو دھوکہ دیتے ہیں کہیں سے سن لیا یا رشیدیہ میں پڑھ لیا کہ ثبوت مدعی کے ذمہ ہوتا ہے، اسلئے کہتے ہیں کہ تم سماع کے مدعی ہو اور ہم انکار کرتے ہیں دلیل تمہارے ذمہ ہے ہمارے ذمہ نہیں، مماتیوں کی یہ بات اصول کے خلاف ہے، مدعی وہ ہوتا ہے جو خلاف

اصل بات کہتا ہے اب جب روح کا تعلق ثابت ہو گیا تو اصل سماع ہے اب دلیل اس کے ذمہ ہے جو عدم سماع کا قائل ہے۔

ایک پروفیسر کا واقعہ:

ایک دن ایک پروفیسر صاحب میرے پاس آ گئے ان کے ساتھ ایک اور آدمی بھی تھا۔ کہنے لگے مولوی صاحب قرآن پاک میں سینکڑوں آیتیں ہیں سینکڑوں کہ مردہ نہیں سنتا، آپ کے پاس کوئی آیت ہے کہ مردہ سنتا ہے، میں نے کہا آپ اپنی بات سیدھی کر لیں کہ قرآن میں سینکڑوں آیتیں ہیں کہ مردہ نہیں سنتا، میں نے کہا اس کو صحیح کر لیں فقرہ صحیح یہ ہے قرآن پر سینکڑوں جھوٹ بولے جاتے ہیں کہ مردہ نہیں سنتا۔ قرآن میں ایک بھی آیت نہیں ہے کہ مردہ نہیں سنتا، وہ کہنے لگا وہ تو بہت سے آیتیں پڑھتے ہیں۔ میں نے کہا نکالو کونسی آیتیں ہیں۔ وہ کہنے لگا مجھے اب یاد نہیں۔ میں نے کہا یاد کر کے آنی تھیں۔ وہ کہنے لگا وہ پڑھتے ہیں اور یاد تو آپ کو بھی ہو نگی خیر میں نے کہا وہ یہ آیت تو نہیں پڑھتے؟

آیت سے عدم سماع کا غلط استدلال:

انک لا تسمع الموتی وہ کہنے لگا جی ہاں یہی پڑھتے ہیں میں نے کہا اس کا معنی یہ تو نہیں کہ مردہ نہیں سنتا، اس کا تو معنی ہے کہ آپ مردوں کو نہیں سناتے، یہ کہاں ہے کہ مردہ نہیں سنتا، اس نے کہا جب آپ نہیں سناتے تو وہ سنتا بھی تو نہیں، میں نے کہا میں نے آج صبح آپ کو ناشتہ نہیں کروایا آپ نے کیا بھی نہیں، میں نے آج آپ کو پانی نہیں پلایا آپ نے پیا بھی نہیں۔ میں نے کہا ایک ہے نزل اترنا ایک انزل اتارنا اترنا اور ہے اتارنا اور ہے۔ یہاں نفی سننے کی نہیں سنانے کی ہے، آپ نے کہاں سے سننے کی نفی نکال لی۔ میں نے کہا سننے اور سنانے میں فرق ہے دعویٰ تیرا یہ ہے کہ مردہ نہیں سنتا دلیل یہ دیتا ہے کہ حضورؐ نہیں سناتے کہنے لگا جی ہاں سناتے نہیں۔ میں نے کہا پھر عدم سماع تو ثابت نہ ہوا۔ میں نے کہا یہ آیت بھی تجھے آدھی سناتے ہیں آدھی سناتے ہی نہیں۔ آیت میں بات پوری ہے کہ کن کو سناتے نہیں اور کن کو سناتے ہیں ان تسمع الا من یؤمن بآیتنا فھم

مسلمون، قرآن نے تو بات پوری بتائی ہے کہ آپ کن کو سناتے ہیں اور کن کو نہیں سناتے اب جن کو سناتے ہیں ان کی وضاحت کر دی ہے کہ مسلمان ہیں تو پتہ چلا کہ جن کو نہیں سناتے وہ کافر ہیں۔ تو قرآن میں انک لا تسمع الموتی میں موتی سے کافر مراد ہوئے تو کافروں کو مردوں سے تشبیہ دی ہے۔

تشبیہ میں ایک وصف مشترک ہوتا ہے:

اب میں نے کہا تشبیہ میں کوئی وصف ہوتا ہے جو دونوں میں مشترک ہو اب جن کو مردوں سے تشبیہ دی ہے یہ زندہ کافر ہیں یا مردہ، زندہ کافروں کو دی ہے۔ تو زندہ کافر حضرت پاک کا وعظ سنتے تھے یا نہیں سنتے تھے؟ سنتے تھے، جب حضرت پاک وعظ فرماتے تو کیا خیال ہے کہ ابو بکر صدیق وعظ سنتے تھے اور ابو جہل سنتا ہی نہیں تھا، اگر وہ سنتا ہی نہیں تھا تو پھر اس کو کافر کیوں کہتے ہو کیونکہ کافر تو وہ ہے جو سن کر نہ مانے، جس نے سنا ہی نہیں اس کو کافر کیوں کہتے ہو۔ تو اگر وجہ تشبیہ عدم سماع مراد لی جائے تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ زندہ کافر بھی نہیں سنتے، اور اس کو کافر کہنا بھی غلط ہو جائے گا، اور یہ بات بالکل خلاف ہے، تو پتہ چلا کہ وجہ تشبیہ عدم سماع نہیں عدم انتفاع ہے۔ جیسے آپ کہتے ہیں کیا کریں تین ماہ ہو گئے ہیں ڈی سی سنتا ہی نہیں، کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت نے بہرے آدمی کو ڈی سی لگایا ہوا ہے، اب میں لڑکے کو کہتا ہوں سبق لکھ۔ وہ نہیں لکھتا تو میں اسے کہتا ہوں تو سنتا نہیں، تو کیا میرا یہ مطلب ہے کہ وہ واقعی نہیں سنتا، اگر وہ واقعی نہیں سنتا تو میں کہہ کیوں رہا ہوں، مراد یہ ہے کہ وہ فائدہ نہیں اٹھا رہا میری بات سے۔ تو علت جو ہے وہ عدم انتفاع ہے عدم سماع نہیں۔ تو کیا پتہ چلا کہ جس طرح زندہ کافر سنتا ہے فائدہ نہیں اٹھاتا اسی طرح مردہ بھی سنتا ہے فائدہ نہیں اٹھاتا، وجہ تشبیہ میں تو مردہ کا سننا ثابت ہوا کہ اب وہ سن کر نیا ایمان نہیں لا سکتا، اس کا ایمان قبول نہیں، کوئی نئی توبہ نہیں کر سکتا اس کی توبہ قبول نہیں، تو اسی آیت سے پتہ چلا اگر آیت پوری مانی جائے کہ وجہ تشبیہ عدم سماع نہیں عدم انتفاع ہے، تو اس سے تو پتہ چلا کہ زندہ کافر سنتے ہیں مانتے نہیں، فائدہ نہیں اٹھاتے تو پتہ چلا کہ قبروں والے بھی سنتے ہیں فائدہ

نہیں اٹھاتے ،اب یہ آیت ان کی دلیل نہ رہی بلکہ ہماری دلیل بن گئی ،لیکن وہ کبھی بھی پوری آیت نہیں پڑھتے آدھی آیت پڑھیں گے لا تقربوا الصلوة پر انکا پورا عمل ہے۔جب میں نے یہ سمجھایا تو کہتا ہے ایک اور آیت بھی ہے ،میں نے کہا کونسی؟ وہ کہنے لگا مجھے یاد نہیں ہے۔

دوسری آیت سے عدم سماع پر غلط استدلال:

میں نے کہا وما انت بمسمع من فی القبور تو نہیں؟ کہنے لگا یہی ہے۔ میں نے کہا اس کے آگے بھی ان انت الا نذیر ہے وہ نہیں پڑھتے کبھی وہ بھی سناتے ہیں یا اتنا ہی سناتے ہیں؟ کہنے لگے اتنا ہی سناتے ہیں ،میں نے قرآن کھول کر سامنے رکھا اور کہا تجھے وہ پوری آیت سناتے نہیں ، یہاں بھی وہی بات ہے۔اصل میں دونوں آیتوں کا مقصد حضور کو تسلی دینا ہے ،ایک ہمارا طریقہ ہے کہ ہم کسی کو مسئلہ سمجھاتے ہیں وہ نہیں سمجھتا تو ہم کہتے ہیں نہیں سمجھتا تو نہ سمجھے ہمیں کیا ہے لیکن یہ ہے ضابطے کا قاعدہ۔لیکن نبی کو امت سے باپ سے بھی زیادہ شفقت ہوتی ہے۔اب باپ بیٹے کو سمجھاتا ہے وہ نہیں سمجھتا تو پھر وہ باز نہیں آتا ،اس کے دوست کو کہتا ہے تو سمجھا شاید تیری مان لے ،اس کے ماموں کو کہتا ہے تو سمجھا شاید تیری مان جائے ،اللہ کے پیغمبر سمجھاتے ہیں بار بار سمجھاتے ہیں کافر نہیں سمجھتے تو انکی سوچ ہماری طرح نہیں ہوتی کہ نہیں سمجھتے تو نہ سمجھیں ،وہ سوچتے ہیں کہ شاید ہمارے سمجھانے میں کمی رہ گئی ہے پھر سمجھانا شروع کر دیتے ہیں اسلئے وہ بڑے پریشان ہوتے ہیں کہ یہ کیوں نہیں سمجھتے ،تو اس تسلی کیلئے آیتیں نازل ہوئیں کہ آپ کا کام مکمل ہو گیا آپ کے سمجھانے میں کوئی کمی نہیں رہی ،آپ کو نذیر بنا کے بھیجا ہے ،اسلئے آپؐ نے فرمایا انا النذیر العریان تو آپؐ نے کیا یہ حدیث قبرستان میں کہی تھی یا زندہ لوگوں کو کہی تھی؟ آپ نذیر بن کے زندوں کیلئے آئے تھے یا قبرستان والوں کیلئے؟ یقیناً زندوں کیلئے آئے تھے ،تو بات یہاں بھی وہی نکلی ،تو بات یہی ہے کہ کافروں کو قبروں والوں سے تشبیہ دی ہے۔کس بات میں تشبیہ دی ہے ،یہ کہتے ہیں اس بات میں دی ہے کہ سنتے نہیں۔ہم کہتے ہیں کہ اس بات میں تشبیہ دی ہے کہ مانتے نہیں فائدہ نہیں اٹھاتے ،اب آیت کو پورا پڑھنے سے بات یہی نکلی

ہے۔ اب جب ہم بتاتے ہیں کہ قرآن کا نام زیادہ لینے والے قرآن کی آیت بھی پوری نہیں پڑھتے اور قرآن کے نام سے دھوکہ دیتے ہیں، تو پھر ان کو اماں جی یاد آتی ہیں کہ اماں جی نے کہا تھا۔ ہم پوچھتے ہیں آپ کا استدلال قرآن سے ہے یا اماں جی کے فرمان سے، تو جیسے آیت کبھی بھی پوری نہیں پڑھتے اماں جی کی بات بھی پوری نہیں بتاتے۔ بخاری کے ص ۱۸۳ پر ہی یہ حدیث ہے تو اماں جی نے اگر یہ کہا ہے کہ وہ نہیں سنتے تو کچھ کہا بھی ہے، فرمایا ہے وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں، تو اماں جی علم میت کی قائل ہیں یہ علم میت کے قائل نہیں، علم کیلئے کچھ احساس ماننا پڑتا ہے یا نہیں ماننا پڑتا؟ یقیناً علم کیلئے احساس ماننا پڑتا ہے، اماں جی اس میت کو صرف عالم نہیں بلکہ اعلم مان رہی ہیں کہ ان سے زیادہ عالم ہیں، تو کیا اشاعتی لکھ دیں گے کہ ہم اس میت کو اپنے سے زیادہ عالم مانتے ہیں۔ تو اماں جی علم میت کی قائل ہیں، اماں جی عذاب میت کی قائل ہیں ص ۱۷۸ بخاری پر ان المیت لیعذب ببکاء اھلہ اس روایت کو اماں جی نقل کر رہی ہیں۔ اسی طرح اماں جی سلام میت کی بھی قائل ہیں کہ ان کو السلام علیکم بصیغہ خطاب کہنا چاہیے، اور خطاب کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ سن رہا ہے۔ اب یہ تاویل کرنے لگے ہیں کہ یہاں السلام علیکم یا اھل القبور سے مراد میت کیلئے دعا کرنا ہے سلام کرنا مراد نہیں، میں نے کہا دعا تو ان کے لئے ہر جگہ ہو سکتی ہے۔ مردے کیلئے دارالحدیث میں دعا ہو سکتی ہے یا نہیں ہو سکتی ہے؟ مسجد میں؟ ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی مماتی آ رہا ہو تو آپ بار بار کہیں السلام علیکم یا اھل القبور السلام علیکم یا اھل القبور وہ لڑے گا، آپ کہیں میں تو دعا کر رہا ہوں قبر والوں کیلئے آپ کو کیا کہہ رہا ہوں، ان کی مسجد میں جائیں تو کہیں السلام علیکم یا اھل القبور اب وہ لڑیں گے آپ کہیں میں تو قبر والوں کیلئے دعا کر رہا ہوں، تو معلوم ہوا کہ دعا ہر جگہ ہو سکتی ہے لیکن خطاب ہر جگہ نہیں ہو سکتا۔ تو خطاب کا کوئی خاص مقصد ہے۔ پھر اماں جی تو خطاب میت کی بھی قائل ہیں ترمذی شریف میں حدیث ہے کہ اپنے بھائی کو خطاب کر کے اشعار پڑھے ہیں۔ اماں جی معرفت میت کی بھی قائل ہیں، پردہ کرتی ہیں گویا حضرت عمرؓ پہچان رہے ہیں

کہ اماں جی آئی ہیں، جتنی باتوں کی اماں جی قائل ہیں یہ ان میں سے ایک کے بھی قائل نہیں، وہ بار بار کہتے ہیں کہ ہم اماں جی کو مانتے ہیں وہ تو بات صرف اتنی ہے کہ اماں جی کا ایک اپنا ذوق تھا کہ حدیث کے الفاظ چونکہ حدیث روایت بالمعنی ہے باللفظ نہیں قرآن باللفظ روایت ہے اسلئے اگر کوئی حدیث کا لفظ بظاہر قرآن کے لفظ سے ٹکرائے تو قرآن نہیں بدلنا چاہئے حدیث روایت بالمعنی ہے اس کا لفظ اس کے ہم معنی کوئی اور کرلو، تو اماں جی کے خیال میں لا سمع کا لفظ بظاہر لا تسمع سے ٹکرار ہا تھا تو انہوں نے فرمایا لا علم کہہ لو، ورنہ وہ باقی سب باتوں کی قائل ہیں اس طرح تو اماں جی نے تو یہاں تک فرمادیا قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ حضور پاکؐ کو خاتم النبیین کہو یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں صحیح سند سے موجود ہے اور مرزائی اس کو پیش بھی کرتے ہیں۔ تو چونکہ پہلے زمانے میں مصنف ابن ابی شیبہ چھپی ہوئی نہیں تھی اسلئے مولانا لال حسین اختر نے لکھ دیا اس کی کوئی سند نہیں اگر کوئی مرزائی اس کی سند پیش کردے ہم دس ہزار روپے انعام دیں گے۔ لیکن اب کتاب چھپ کر آگئی ہے سند اس کی ہے۔ میں نے کئی دفعہ ختم نبوت والوں کو کہا کہ حاشیہ پر لکھ دو کہ اس کی سند آگئی ہے۔ لیکن آگے بھی لکھا ہے کہ اماں جی نے یہ بات کیوں کہی انہوں نے اس لئے کہا تا کہ کوئی لا نبی بعدی سے عیسیٰؑ کے نزول کا انکار نہ کردے۔ انہوں نے آنا ہی آنا ہے۔ تو اماں جی نے اس خطرے کی وجہ سے فرمایا لا نبی بعدی کا لفظ ختم کردو اور قرآن کا لفظ خاتم النبیین باقی رکھو تو کیا یہ مماتی اماں جی کے کہنے سے ختم نبوت کا بھی انکار کردیں گے حالانکہ اماں جی ختم نبوت کی قائل ہیں وہ کہتی ہیں عقیدہ بیان کرو لیکن عقیدے میں ایسا لفظ نہ لاؤ جو بظاہر قرآن سے ٹکرا جائے، بس اتنی بات ہے اور کچھ بھی نہیں۔ ورنہ جیسے میں نے کہا ہے کہ صحیح احادیث میں وہ سماع میت کی بھی قائل ہیں ان ساری باتوں کی قائل ہیں، تو اسلئے میں نے بتایا کہ سماع کے مسئلے کا تعلق روح کے تعلق سے ہے۔ کفر اسلام سے اس کا تعلق نہیں، اور جب عذاب وثواب قبر مانا جائے تو روح کا تعلق ماننا لازمی ہے، اسلئے سماع اصل ہے عدم سماع خلاف اصل ہے۔ دلیل

ان کے ذمہ ہے جو سماع کا انکار کرتے ہیں جو اصل پر قائم ہیں ان کے ذمہ دلیل نہیں ہوتی۔

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں فتاویٰ دار العلوم میں عدم سماع کا فتویٰ ہے تو حیاتی دیوبندی نہ ہوئے۔

جواب: فتاویٰ دار العلوم میں بہت سے فتویٰ سماع کے بھی ہیں۔ مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کا پہلے عدم سماع کا فتویٰ تھا بعد میں اسی میں ان کا فتویٰ اس کے خلاف آ گیا۔ اصل میں بعض اوقات اس ذہن سے کہ بریلوی اس سے فائدہ نہ اٹھائیں انہوں نے ایسی بات لکھی کیونکہ قول تو دونوں ہیں یہ تو میں نے ابتداء میں کہہ دیا تھا کہ غیر انبیاءؑ کے سماع میں اختلاف ہے ایسے موقع پر مفتی صاحبان یہ کوشش کرتے ہیں کہ ایک قول بیان کرنے سے اگر کوئی بدعتی فائدہ اٹھا رہا ہے تو دوسرے قول پر فتویٰ دے دیتے ہیں، لیکن اب دوسرے قول پر فتویٰ دینے سے عذاب وثواب قبر کا انکار ہونے لگ گیا ہے تو جب مفتی صاحب کو اس کا احساس ہوا کیونکہ انہی کے دستخط المہند پر بھی ہیں۔ ان کا دوسرا فتویٰ بھی موجود ہے ضرب المہند میں وہ ساری عبارتیں لکھ کر اس کے بعد والی عبارتیں نقل کر دی گئی ہیں۔ ضرب المہند ان (اشاعتیوں) نے ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام تھا ''القول المسدد فی رد علی المہند'' اس کے رد میں مولانا حبیب اللہ ڈیروی نے کتاب لکھی ''ضرب المہند'' اس میں ان کے سارے مسئلوں کا جواب دیا ہے۔

سوال: قرآن میں ہے ثم انكم يوم القيمة تبعثون۔

جواب: تبعثون سے کھلی حیات مراد ہے۔ یعنی چھپی حیات سے کھلی حیات میں آنا۔ ویسے یہ لفظ بعث کا مردوں کیلئے خاص بھی نہیں آپ روز کہتے ہیں حضورؐ چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے تو کیا آپ چالیس سال کی عمر میں دوبارہ زندہ کیے گئے تھے تو لفظ بعث مردوں کیلئے خاص ہے بھی نہیں اسلئے اگر کسی نے لکھا ہے تو اس سے مراد کھلی حیات ہے۔ اور یہ میں نے پہلے بھی بتایا ہے کہ جب مسئلہ چھڑا ہوا نہ ہو تو بعض اوقات کوئی بات لوگ اجمالی بھی لکھ جاتے ہیں لیکن جب دعوے آنے شروع ہو جائیں تو لوگ تفصیل سے بات لکھتے ہیں دیکھو ختم نبوت اجماعی مسئلہ ہے لیکن اس کو بھی کچھ لوگ اجمالی لکھ جاتے تھے جس سے

آج مرزائی غلط فائدہ اٹھا رہے ہیں جیسے ملا علی قاری لکھ گئے ہیں اور مرزائی اسے اٹھائے پھرتے ہیں، کہ دیکھو جی ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ عیسیٰ آئیں گے وہ صاحب شریعت نبی نہیں ہوں گے تو غیر تشریعی نبی آسکتا ہے، حالانکہ یہ مراد نہیں جو مرزائی لیتے ہیں۔ چونکہ اس زمانے میں کوئی مدعی نبوت تھا نہیں، تو انہیں کیا پتہ تھا کہ لوگ میری بات کا غلط مطلب لے لیں گے۔ اس لئے جس زمانے میں یہ فرقہ پیدا نہیں ہوا تھا اس زمانے میں اگر کسی کتاب میں مجمل بات ہو تو پہلے تو اسی کتاب میں تفصیلی بات مل جائے گی، اگر نہ ملے تو اہلسنت کا جو عقیدہ ہے اس کے مطابق سنیوں کی عبارت کی تشریح کی جائے گی۔

سوال: امام ابوحنیفہؒ کی کتاب میں لکھا ہے کہ وہ سماع کے قائل نہیں تھے ایک آدمی روضہ پاک پر شکایت کر رہا تھا امام صاحب نے فرمایا حضور پاک تیری بات نہیں سن رہے"

جواب: یہ تو بالکل جھوٹ ہے۔ روضہ پاک کے بارے میں تو بات ہی نہیں ہے وہ بات تو یہ ہے کسی اور قبر کے بارے میں کہ کوئی اور آدمی کہہ رہا تھا تو امام صاحب نے فرمایا انک لا تسمع الموتیٰ یہ آیت پڑھی۔ لیکن یہ واقعہ قطعاً امام صاحب سے ثابت نہیں، غرائب الفتاویٰ کا حوالہ دیتے ہیں جو نہ انہوں نے دیکھی ہے کہ کہاں ہے یہ حوالہ سب سے پہلے بشیر احمد سہوانی غیر مقلد نے اپنی کتاب صیانۃ الانسان عن فتنۃ ابن دحلان میں دیا تھا، یہ بشیر احمد کون ہے یہ حج کیلئے گیا لیکن روضہ پاک کی زیارت کیلئے نہیں گیا، کہتا تھا روضہ پاک کی زیارت کیلئے جانا جائز نہیں ہے، وہاں بھی اس پر فتویٰ لگے۔ یہاں مولانا عبدالشکور لکھنویؒ نے السعی المشکور اس کے خلاف کتاب لکھی اس نے جواب لکھا پھر انہوں نے جواب الجواب لکھا، تو اس نے پھر کتاب لکھی تھی صیانۃ الانسان عن فتنۃ ابن دحلان، اس میں امام صاحب کا واقعہ لکھا جو عام مردوں کے بارے میں ہے نہ کہ روضہ پاک کے بارے میں، اور غرائب الفتاویٰ کا حوالہ دیا۔ لیکن غرائب الفتاویٰ نہ آج تک کہیں چھپی ہے بلکہ کہیں چھپی ہوئی ہے، رافضیوں کے بارہویں امام کی طرح پوشیدہ ہے، اس کی پہلی جلد جو کہ چار پانچ سو صفحات کی ہے اس کا فوٹو سٹیٹ میں نے دیکھا بلکہ پڑھا بھی ہے اس میں یہ مسئلہ نہیں۔ اس پر جلد اول لکھا ہے باقی پتہ نہیں اس کی جلدیں کتنی ہیں اور کہاں ہیں۔ تو اس

لئے اس کی کوئی سند امام تک وہ ثابت نہیں کر سکتے، جو امام صاحب کی اپنی کتاب فقہ اکبر ہے اس میں صاف لکھا ہے کہ عذاب وثواب جو ہوتا ہے اعادہ روح سے ہوا ہے، اور اعادہ روح میں جب روح آئی تو اپنے اوراکات لے کر آئی ہے، پھر عقیدہ طحاوی میں بھی عذاب وثواب قبر روح کے اعادہ کے ساتھ صاف طور پر لکھا ہے تو اس لئے یہ اس کو ثابت کردیں صحیح سند کے ساتھ پھر دیکھیں گے، سعید نے ایک تقریر میں کہا کہ وہ کتاب چھپ گئی ہے میں لے کر آیا ہوں اٹھارہ جلدوں میں، اس کے بعد ہم نے بڑے آدمی بھیجے کہ ہمیں بھی دکھاؤ اٹھارہ جلدیں، لیکن یہ بالکل جھوٹ ہے وہ کتاب ابھی تک چھپی نہیں اس لئے یہ بالکل جھوٹ ہے۔

سوال: کیا حیات النبیؐ کا منکر اہلسنت والجماعت سے خارج ہے؟

جواب: اس پر تو فتویٰ آچکا ہے دیو بند سے اور خیر الفتاوی میں تفصیل سے درج ہے کہ حیات النبیؐ کا منکر اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔ بدعتی ہے معتزلہ کی طرح عقائد میں بدعتی ہے اس لئے اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

سوال: معراج والی رات حضورؐ نے عذاب ہوتے دیکھا تو یہ قبر کہاں تھی؟

جواب: جھوٹ تو ان کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے یہ معراج کا واقعہ نہیں بلکہ اس خواب کا واقعہ ہے جو بخاری شریف میں ہے خواب میں آپ دیکھیں کہ آپ کا بھائی اس کمرے میں بیٹھا ہوا ہے تو کیا سمجھتے ہیں کہ وہ رات اس کمرے میں آیا ہوا تھا، اندازہ لگاؤ قرآن کا نام لیکر دھوکہ دیتے ہیں یہ خواب ہے خواب میں کوئی کسی جگہ نظر آجائے تو کیا اصل جگہ وہ مر چکا ہوتا ہے اور اس کو معراج کا واقعہ کہنا درست نہیں۔

سوال: عذاب وثواب قبر کہاں ہوگا؟

جواب: جہاں جہاں ذرات ہیں تعلق روح کے ساتھ ان کو عذاب ہوتا ہے۔

سوال: کیا یہ لوگ فاسق ہیں؟

جواب: ان کا فسق اعتقادی ہے عملی نہیں جیسے زانی کا فسق عملی ہوتا ہے ان کا فسق معتزلہ، جبریہ، قدریہ کی طرح اعتقادی ہے اور اعتقادی فسق عملی فسق سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔

سوال: مماتیوں کی اقسام بھی ہیں یا ایک ہی عقیدہ ہے؟

جواب: ان میں ہر ہر آدمی علیحدہ عقیدے والا ہوتا ہے۔ ملتان میں میٹنگ ہو تو عقیدہ اور بن جاتا ہے، لاہور میں ہو تو اور، میانوالی میں ہو تو عقیدہ نیا بن جاتا ہے، اور پھر جتنے آدمیوں سے بات کرو ان سب کا عقیدہ الگ الگ ہوتا ہے

سوال: ان کا جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: کیا باقی بدعتیوں کا آپ پڑھتے ہیں؟ مولانا حبیب اللہ صاحب یا کی والی ضلع مظفر گڑھ کے تھے دار العلوم دیوبند کے فاضل تھے ان کا لڑکا پروفیسر محمد مکی مجھے لینے آیا کہ ابا جی بہت بیمار ہیں آپ کی حیات النبیؐ کے مسئلہ پر کیسٹیں سنی ہیں کہتے ہیں میں نے اس سے ملنا ضرور ہے۔ میں گیا مجھے ملے فرمایا میں روز دعائیں کرتا تھا کہ یا اللہ امین سے میری ملاقات ہو جائے، پھر انہوں نے میرا تین دن کا وہاں پروگرام رکھا اسی مسئلہ پر علماء کو اکٹھا کیا۔ میں نے بڑی وضاحت سے مسئلہ بیان کیا۔ پھر وہ اتنے سخت ہو گئے تھے کہ ان کا جنازہ پڑھنا تو کجا وہ کسی کا جنازہ پڑھاتے تو اعلان کرتے کہ اگر کوئی مماتی ہے تو نکل جائے ورنہ میں جنازہ نہیں پڑھاؤں گا، انہوں نے صاف فتویٰ دے دیا تھا اگر قربانی میں مماتی شامل ہو جائے تو قربانی کسی کی نہیں ہوگی، کہتے تھے ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی اصل بات یہ ہے کہ آدمی اپنی بات پر پکا ہو، میں پہلے ان کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا تھا ایک دن مجھے قاضی عصمت صاحب نے کہا کہ میں نے جہلم کے جلسے کے اشتہار پر تمہارا نام پڑھا ہے۔ پھر اس کا مطلب ہے کہ آج ہماری آپ کی آخری ملاقات ہوگی۔ کہنے لگے پھر وہ آپ کو ہمارے پاس آنے نہیں دیں گے، میں گیا ہی پہلی مرتبہ تھا جہلم مجھے نہیں پتہ تھا۔ جب میں جہلم پہنچا تو مجھے انہوں نے پانی وغیرہ پلا کر مجھ سے کہا یہ لیں اپنا کرایہ اور واپس تشریف لے جائیں یا وہ تمام تاریخیں ابھی منسوخ کرو جو مماتیوں کے اسٹیج پر ہیں یا مماتیوں کے ساتھ کسی دوسرے اسٹیج پر ہیں میں نے سب کی تاریخیں منسوخ کیں پھر رات کو میرا بیان ہوا۔ ان کے پاس اس قسم کے دعووں کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(خطاب: بمقام تلہ گنگ)

خطبہ مسنونہ!

الحمد للّٰہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ ولا نبوۃ بعدہ و لا رسول بعدہ ولا رسالۃ بعدہ اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. ولو تریٰ اذ الظّٰلمون فی غمرات الموت والملٰئکۃ باسطوا ایدیھم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الھون.

وقال تعالٰی سنعذبھم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم.

وقال تعالٰی وحاق باٰل فرعون سوء العذاب النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا اٰل فرعون اشد العذاب.

وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عذاب القبر حق

وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علی وسلم الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون

صدق اللّٰہ مولانا العظیم وبلّغنا رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذٰلک من الشٰھدین والشّٰکرین والحمد للّٰہ رب العٰلمین.

رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدة من لسانی یفقهوا قولی رب زدنی علماً وارزقنی فهما.

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم.

اللّٰهم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلی ال سیدنا ومولانا محمد وبارک وسلّم وصل علیه.

تمہید:

برادران اہل سنت والجماعت! جیسا کہ مولانا ارشاد فرما رہے تھے کہ فتنے بہت اٹھ رہے ہیں لیکن جب ہم ان کا تعاقب شروع کرتے ہیں تو یہ ہوتا ہے کہ یہ بات ضروری تھی۔ میں نے ظہر کے بعد بھی عرض کیا تھا کہ یہ فیصلہ کرنا کہ یہ عقائد ضروریات دین میں سے ہیں یا ضروریات اہل سنت والجماعت میں سے ہیں۔ یہ فیصلے ہو چکے اب ہم پر اس کی بنیاد نہیں ہے۔ جو عقیدے ضروریات دین میں سے ہیں ان میں سے کسی ایک عقیدے کا بھی انکار کفر ہے اور جو عقیدے ضروریات اہل سنت والجماعت میں سے ہیں ان میں سے کسی ایک کا انکار کرنے سے انسان اہل سنت والجماعت سے خارج ہو جاتا ہے اور اہل بدعت میں پہنچ جاتا ہے۔ تو جب یہ عقائد ہیں ہی ضروری اور اس پر امت کا اتفاق چلا آرہا ہے اور جوں جوں زمانہ قریب آرہا ہے قیامت کا، تو فتنے پھیلتے چلے جا رہے ہیں اور یاد رکھیں فتنوں کی اصل بنیاد ضد پر ہوتی ہے۔ جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے رد کیا ہے منکرین کا وہاں بتایا ہے کہ وہ سرکشی کرتے ہیں، ضد کرتے ہیں۔ اسلام کو اللہ تعالیٰ نے امت وسط قرار دیا ہے اس میں ضد نہیں۔ اہل سنت والجماعت بھی امت وسط ہیں ان میں بھی ضد نہیں۔

ایصال ثواب:

ایک شخص کہتا ہے کہ میں اگر تلاوت کروں گا تو یہ ثواب میرے اباجی کو پہنچ جائے گا؟ ان کو حصہ ملے گا یا نہیں؟ میں نے کہا کہ حصہ ملے گا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا کہ جو

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ والدین کے لئے دعا مانگا کرو۔ رب ارحمهما كما ربياني صغيرا . یہ دعا ہم مانگیں گے تو ان کو فائدہ پہنچے گا یا نہیں پہنچے گا۔ کہتا ہے کہ دعا کا ہم فائدہ مانتے ہیں کہ پہنچے گا۔ تو پھر میں نے کہا کہ لیس للانسان الا ما سعی. پھر کہا گیا کہ دعا تو اس کی کوشش ہے نا اور آپ کہتے ہیں کہ فائدہ پہنچ رہا ہے کہ وہ جی ذریعہ بنے ہیں نا اس کی پیدائش کا تو میں نے کہا کہ اس کا مطلب ہوا کہ نماز جنازہ بھی اب صرف بیٹا ہی پڑھے اور تو کوئی نہ پڑھے نا۔ ربنا اغفر لی و لوالدی. میں نے کہا کہ آگے۔ وللمومنین آ گیا پھر ان مومنوں کو فائدہ پہنچے گا یا نہیں ہماری دعا کا، کہنے لگا کہ جی پہنچے گا۔ تو میں نے کہا کہ اسی کو ایصالِ ثواب کہتے ہیں اور کوئی چیز نہیں ہوتی ایصالِ ثواب، تو ایک تو ضد میں آ گیا کہ

یا بہاؤ الحق، بیڑا دھک

وہ کہتا ہے کہ ان کو پکارنا چاہئے، لے لگڑتے دے پتر

اور دوسرا کہنے لگا کہ ان کے وسیلے سے دعا بھی نا جائز ہے۔ تو یہ ساری ضدیں ہیں۔ مسئلہ کوئی اسلام کا مشکل نہیں ہے لیکن ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

ضد کا کوئی علاج نہیں:

مولانا رومؒ نے مثنوی میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ایک آدمی کھڑا ہے دیکھ کیا رہا ہے کہ سیدنا عیسیٰؑ بڑی تیز بھاگے جا رہے ہیں۔ بہت تیز اور پھر کبھی کبھی یوں پیچھے مڑ کر دیکھتے ہیں اور تیز بھاگنا شروع کر دیتے ہیں۔ تو وہ آدمی کہنے لگا کہ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا کوئی چیز نہیں،، نہ کوئی انسان نہ کوئی جانور، پتہ نہیں عیسیٰؑ ڈر کس سے رہے ہیں؟ تو میں ان کے پیچھے بھاگا کہ حضرت میرے سوال کا مجھے جواب سمجھائیں، پیچھے مجھے کوئی چیز نظر نہیں آ رہی، نہ انسان نہ حیوان، آپ پیچھے دیکھتے ہیں اور تیز بھاگنا شروع کر دیتے ہیں۔ کیا چیز پیچھے تھی؟ فرمایا کہ جلدی بھاگے آؤ آج ایک ضدی سے پالا پڑ گیا ہے۔ اس سے بھاگ رہا ہوں کہ اس پر عذاب آئے تو میں نہ لپیٹ لیا جاؤں۔ تو کہتے ہیں کہ حضرت پہلے سوال کا تو جواب مل گیا لیکن ایک نیا سوال اس سے بڑا ذہن میں آ گیا ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اسم

اعظم سے نوازا ہے۔ یہ اسم اعظم پڑھ کر آپ مردے پر پھونک مارتے ہیں، مردہ زندہ ہو جاتا ہے۔تو آپ حضرت اسم اعظم پڑھ کر اس پر پھونک مارتے اس کی ضد ٹوٹ جاتی ؟ تو عیسیٰ نے فرمایا کہ یہ ضد خدا کے قہر کی وہ مہر ہے کہ جس کو اسم اعظم بھی توڑ نہیں سکتا۔ فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا. ہدایت کے لئے انابت شرط ہے اگر انابت نہیں ،کوئی نہیں سمجھنا چاہتا۔تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم خواہ مخواہ آپ کے ساتھ چپکائیں گے نہیں اس لئے انابت ہو تو بات سمجھ میں آتی ہے۔

موت برحق ہے:

بات یہ ہے کہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ جو بھی اس دنیا میں پیدا ہوا اس کو ایک نہ ایک دن مرنا ہے۔ کل نفس ذائقة الموت. اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اس پر بھی اتفاق ہے کہ مرنے کے بعد جو قیامت تک کا زمانہ ہے اس زمانے میں انسان یا دکھ میں رہے گا یا سکھ میں رہے گا یا عذاب میں یا ثواب میں،اس پر بھی اتفاق ہے۔

عذاب وثواب روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے:

ایک تیسرا قدم ہے اس میں اختلاف ہوا ہے وہ یہ ہے کہ یہ دکھ اور سکھ،عذاب و ثواب یہ روح اور جسم دونوں کو ہوگا یا ایک کو ہوگا؟

ہم اہل سنت والجماعت یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تین قسم کی سزاؤں کا ذکر فرمایا ہے۔ایک حدود وتعزیرات ہیں چور کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں، زانی کو اگر وہ شادی شدہ ہو تو سنگسار کر دیا جائے۔اب جو یہ دنیا میں سزائیں مقرر کیں ہیں، اس میں ج[illegible] اور روح دونوں شریک ہیں،ایک شریک ہے یا دونوں؟ (دونوں شریک ہیں)

آخرت کا جو عذاب ہے اس میں بھی سب کا اتفاق ہے کہ دونوں شریک ہیں کافروں کو سب سے بڑا شبہ یہی ہوتا ہے کہ،من یحی العظام و ھی رمیم. کہ یہ ہڈیاں تو گل سڑ جائیں گی ان کو کون زندہ کرے گا؟ کیسے عذاب ہوگا، اگر عذاب میں جسم شریک نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ صاف ارشاد فرما دیتے کہ تمہیں کیا پریشانی؟ ہمیں نہ جسم زندہ کرنا ہے نہ اس

کو عذاب دینا ہے روح کو عذاب ہونا ہے روح نہ پگھلتی ہے نہ سڑتی ہے۔ بھئی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، قل یحییھا الذی انشاھا اول مرۃ. اللہ تعالیٰ ان ہڈیوں کو زندہ کرینگے جس نے پہلے زندگی عنایت فرمائی ہے اب وہی دوبارہ زندگی دے گا تو معلوم ہوا کہ اب جو جنت اور دوزخ کا عذاب وثواب ہے اس میں جسم اور روح دونوں شریک ہونگے۔

ہم اہلسنت والجماعت کہتے ہیں کہ اس میں بھی جزا وسزا میں جسم اور روح دونوں شریک ہیں۔ عقل بھی یہی کہتی ہے کہ جو نیکیاں کیں حج کیا، نمازیں پڑھیں تو یہ جسم اور روح دونوں نے مل کر کیں۔ گناہ کیا، چوری کی، بدکاری کی تو جسم اور روح دونوں نے مل کر کی تو یہ کام دونوں نے کیا ہے۔ اس کا ثواب بھی دونوں کو ملنا چاہئے، عذاب بھی دونوں کو ملنا چاہئے۔ قرآن پاک میں جس طرح پانچوں نمازوں کا ذکر آتا ہے لیکن ہر نماز کی رکعتیں وغیرہ بیان نہیں کی گئیں، اسی طریقے سے قرآن پاک میں عذاب قبر کا ذکر موجود ہے اگر چہ لفظ عذاب قبر قرآن میں نہیں۔ اس وقت میں نے دو تین آیتیں پڑھی ہیں۔ یہ اس وقت بخاری شریف میرے سامنے ہے، آپ سوچیں گے کہ آیتیں قرآن کی ہیں، قرآن سامنے رکھ کر پڑھ لیتے میں نے صحیح بخاری سامنے رکھ کر اس سے قرآن کی آیتیں پڑھی ہیں تا کہ پتہ چلے کہ جو استدلال کرنے میں چلا ہوں، میں مرزا قادیانی کی طرح کوئی نیا مسئلہ نہیں نکالنے لگا ہوں یہ وہی آیتیں ہیں جن سے امام بخاری نے استدلال کیا ہے اور مجھ سے پہلے بھی علماء اہل سنت والجماعت استدلال کرتے چلے آرہے ہیں۔ قرآن پاک سے اگر میں پڑھتا تو قرآن پاک سے قادیانی بھی پڑھتا ہے لیکن اس کے پیچھے نسب نامہ کوئی نہیں ہے۔

آیات قرآنی سے غلط استدلال:

میں جب کراچی جاتا ہوں تو دو تین جگہ میں پڑھاتا ہوں۔ ایک لڑکیوں کا مدرسہ ہے مدرسۃ البنات، تو وہاں ایک دن میں درس دینے لگا تو مہتمم صاحب نے کہا کہ میری بیوی کی چٹ آئی ہے کہ ایک بچی آج درس میں شریک ہے جو اول آئی ہے اپنے امتحان سالانہ میں اس مدرسہ سے، اور اس کا تعلق اشاعۃ التوحید والسنۃ والوں کے ساتھ ہے۔ اور وہ

آج درس سننے آئی ہے۔ ٹیپ بھی ساتھ لائی ہے اور کہتی ہے کہ میں کچھ سوال پوچھنا چاہتی ہوں۔ میں نے کہا کہ ٹھیک ہے، وہ سوال کرے!

میں نے بچیوں سے کہا کہ جلالین نکال کر سامنے رکھ لیں۔ انکم و ما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم. یہ آیت میں نے نکلوالی۔ اس کے حاشیہ پر لکھا ہوا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو عبداللہ نام کا ایک کافر تھا، وہ اور اس کے چند ساتھی کافروں کو ساتھ لے کر آئے اور آ کر اس نے یہ کہا کہ جی حضرت آپ پر یہ جو آیت نازل ہوئی ہے کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو، تم بھی دوزخ میں جاؤ گے وہ بھی دوزخ میں جائیں گے۔ تو اس سے پتہ چلا کہ عیسائی بھی دوزخ میں جائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی معاذ اللہ دوزخ میں جائیں گے، یہودی بھی دوزخ میں جائیں گے اور عزیر علیہ السلام بھی دوزخ میں جائیں گے۔ بہت سے اہل عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں سمجھ کر پکارتے ہیں وہ بھی دوزخ میں جائیں گے اور فرشتے بھی دوزخ میں جائیں گے۔ بڑے بڑے اولیاء اللہ جائیں گے کیونکہ لوگوں نے ان کی عبادت کی تو اگر ہمارے پتھر کے بت چلے بھی گئے تو یہ کون سی بڑی بات ہے؟ دیکھیں یہ اس نے کیسا اعتراض کیا؟

ہمارے پاک پیغمبر ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جواب میں جلدی نہیں فرماتے تھے، پہلے انتظار ہوتا تھا کہ اللہ ہی کی طرف سے کوئی جواب آجائے تاکہ اسی کو بیان کر دیا جائے، تو اس لئے حضرت ؐ نے توقف فرمایا، انہوں نے تالیاں بجانا شروع کر دیں، شور اور نعرہ بازی شروع کر دی کہ یہ لاجواب ہو گئے۔ حضرت ﷺ انتظار میں تھے کہ اللہ نے آیت نازل فرمادی کہ ان الذین سبقت لھم منا الحسنی اولئک عنھا مبعدون کہ بھائی جو لوگ نیک ہیں، ان کا کوئی گناہ نہیں ہے، اس لئے وہ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے وہ دوزخ میں نہیں جائیں گے۔ تو اس میں بتوں کا ذکر ہے، نبیوں کا ذکر نہیں، فرشتوں کا ذکر نہیں، ولیوں کا ذکر نہیں۔ میں نے یہ ان بچیوں کے ہاتھ میں جلالین دی تھی میں نے ان کو پڑھا دیا۔ میں نے کہا کہ بات سمجھ میں آئی یا نہیں؟

میں نے کہا کہ اب سمجھو یہ جو قرآن میں آیتیں بتوں کے بارے میں ہیں ان کو نبیوں پر چسپاں کرنا، ولیوں پر چسپاں کرنا یہ اصول عبداللہ بن زبعری کافر کا تھا۔ اصول اسی نے بتایا اگرچہ اس نے پوری ایک جماعت بنا کر اس کا نام ''اشاعۃ التوحید والسنۃ'' تو نہیں رکھا لیکن اس جماعت کو اصول وہی دے گیا ہے۔ اگر عثمانی کی طرف سے اپنی کوئی جماعت بنا کر نام ''حزب اللہ'' تو نہیں رکھا لیکن اصول یہ ہے کہ بتوں والی آیات نبیوں پر چسپاں کردیں۔ فرشتوں پر چسپاں کردیں۔ یہ اصول وہی دے گیا ہے اور اصل میں ان کا اصول بنیادی ہے ہی یہی، یہ قبر اور بت کو برابر سمجھتے ہیں۔

مسئلہ سمجھنے کی کوشش کریں دیکھیں جہاں تک شرک اور توحید کا تعلق ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا کے سچے نبی ہیں نا؟ (جی) زندہ بھی ہیں۔ وہ خدا کے شریک ہیں؟ (نہیں) ابراہیم علیہ السلام خدا کے شریک نہیں ہیں، زندہ ہوتے ہوئے بھی خدا کے شریک نہیں ہیں، تو کیا ان کا بت خدا کا شریک ہے؟ (نہیں) ان کی قبر خدا کی شریک ہے؟ (نہیں) نہ ابراہیمؑ زندہ خدا کے شریک ہیں نہ ان کا بت خدا کا شریک ہے اور نہ ہی ان کی قبر ہی خدا کی شریک ہے۔ شریک نہ ہونے میں تو بات ٹھیک ہے لیکن کیا آپ جس طرح بت توڑیں گے تو ابراہیم علیہ السلام کی مرمت بھی معاذ اللہ اسی طرح کریں گے۔

ابراہیم علیہ السلام آپ کو ملیں تو کیا آپ ان کو سلام عرض کریں گے یا نہیں؟ (کریں گے) تو ابراہیمؑ کے بت کو بھی آپ کہیں گے '' السلام علیکم یا ابراھیمؑ'' بت کو؟ نہیں ان کی قبر پر جا کر سلام عرض کریں گے یا نہیں کریں گے؟ (کریں گے) ان کے بت کی کوئی تعظیم نہیں۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ ابراہیمؑ جو حیات ہیں،

ساری دنیا کے مسلمان اور کافر بھی جانتے ہیں کہ زندہ آدمی قریب سے سنتا ہے دور سے نہیں سنتا۔ ابراہیمؑ کا اگر چہ بت ہو تو سب مانتے ہیں کہ نہ دور سے سنتا ہے نہ قریب سے سنتا ہے۔ اس میں اتفاق ہے نا سب کا؟ (جی) اب جھگڑا ہے قبر کا یہ قبر والا سنتا ہے یا نہیں سنتا؟ تو اب ابراہیمؑ زندہ ہیں وہ بھی سنتے ہیں کیا وہ اس لئے سنتے ہیں کہ وہ خدا ہیں؟ یا

اس لئے کہ روح کا تعلق ہے جسم کے ساتھ۔

یہ کہا کرتے ہیں کہ روح ہے تو آنکھ دیکھتی ہے، پاؤں چلتا ہے، زبان بولتی ہے کان سنتا ہے۔ جب روح چلی گئی تو سب کچھ ساتھ چلا گیا۔ نہ اب آدمی کچھ سنتا ہے۔ اب دیکھیں کہ قبر جو ہے یہ بت کی طرح ہے کہ اس کے ساتھ روح کا کوئی تعلق نہیں یا روح کا کوئی تعلق ہے؟ جہاں قبر کا عذاب وثواب موجود ہے تو روح کے تعلق کے بغیر روح کا تعلق مانے بغیر عذاب وثواب قبر مانا ہی نہیں جا سکتا۔

اب ہم ان سے یہی پوچھتے ہیں کہ تم کہتے ہو کہ روح چلی گئی اور سب کچھ ساتھ لے گئی، تو اب جب آئی ہے تو ننگی ہو کر کیوں آئی ہے؟ وہ اپنے عوارضا دے کر آئے گی نا؟ تو اس لئے جس طرح روح آئی تو اب یہ قبر کو بالکل بت کے برابر سمجھتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ قبر کے ساتھ روح کا تعلق ہے اس کے احکام اور ہیں۔ بت کے احکام اور ہیں۔ یہ اصول ان کو عبداللہ بن زبعری کافر دے گیا تھا وہ تو بعد میں مسلمان ہو گیا تھا دعا کریں کہ اللہ ان کو بھی ہدایت نصیب فرمائیں (آمین)

میں نے جب یہ بیان کیا وہ لڑکی پردے میں بیٹھی تھی اس نے کہا کہ آپ نے بہت سخت بات کی ہے۔ میں نے کہا کہ بات اگرچہ سخت ہے لیکن ہے سچی۔ تو خیر جو آیتیں میں نے ان سے نکلوا کر جلالین کی شرح سے ان کو سمجھایا، وہ مسئلہ ٹیپ کر کے چلی گئی۔ اگلے دن آئی تو پھر وہ اپنا پرچہ لکھ کر لائی کہ وہاں ہم لے کر گئے تھے اپنے اساتذہ کے پاس انہوں نے کہا کہ ہم تو پہلے ہی کہتے تھے کہ یہ بالکل جاہل اور ان پڑھ ہے۔ اس آیت میں، انکم وما تعبدون، میں لفظ "ما" آیا ہے جو غیر ذوالعقول کے لئے ہے اور یہ بتوں کے لئے ہے۔ اس میں نبی شامل نہیں ہو سکتے ہیں۔ عبداللہ بن زبعری نے اس میں نبی شامل کئے، یہ اس کی غلطی تھی۔ تو آپ نے فرمایا کہ تو نہیں جانتا کہ، "ما" غیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے اور عقل والوں کے لئے "من" آتا ہے۔ یہ قرآنی آیات کی غلط تشریح کرتے ہیں جس طرح قادیانی کرتے ہیں۔

خاتم النبیینؐ کے لفظ سے قادیانیوں کا غلط استدلال:

حضرت پاک ﷺ نے فرمایا، متواتر احادیث میں ہے کہ خاتم النبیینؐ کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہوگا دنیا میں۔ پھر اس نے کہا کہ ''خاتم'' کے معنی ہوتے ہیں مہر، ''خاتم النبیین'' کا معنی کیا ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نبی بنایا کرتا تھا حضرت آدمؑ سے لے کر حضور پاک ﷺ تک جتنے نبی آئے وہ اللہ نے بنائے تھے، اب اللہ تعالیٰ نے نبی بنانے والی مہر نبی پاک ﷺ کو دے دی ہے کہ جس پر دل آئے اس پر مہر لگا کر نبی بنا دینا دیکھو یہ کیسا معنی ہو گیا؟

مراز (غلام احمد قادیانی) کے لفظ یہ ہیں ''ہمارا پختہ ایمان ہے کہ ہمارے نبی پاک ﷺ خاتم النبیین ہیں اور کوئی نبی خاتم النبیین نہیں۔ آپ اس لئے خاتم النبیین ہیں کہ آپ کی روحانی توجہ نبی تراش ہے''۔

اب دیکھیے وہ خاتم النبیین کا معنی کرتے ہیں کہ ''نبی تراش''، ''نبی بنانے والا'' اور مسلمان معنی کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد نبی کوئی نہیں آئے گا۔

موت وحیات:

تو مقصد یہ ہے کہ یہ اسی طرح جس طرح میں نے ایک مثال قادیانیوں کی دی۔ انہوں نے پانچ الفاظ کا معنی بدل دیا۔ یہ بات اگر آپ سمجھ جائیں تو آپ بھی ان کے دھوکے میں نہیں آ سکتے (انشاء اللہ) ایک تو قبر کا معنی بدل دیا، قبر کا جو معنی قرآن نے بیان کیا اور احادیث میں آیا ہے اس کو بدل دیا، صاف قرآن کے منکر ہیں۔ کبھی یہ کہتے ہیں کہ جسم مثالی کا نام قبر ہے، کبھی کہتے ہیں کہ علیین، سجین کا نام قبر ہے۔ جس کو قرآن وحدیث نے قبر کہا اس کو یہ قبر نہیں مانتے اس لئے آپ ان کو یوں پکڑیں کہ آپ پہلے قرآن کو مانیں پھر قرآن کا نام لیں۔

انہوں نے اسی طرح موت وحیات کا معنی بدل دیا۔ ایک مناظرے میں میں نے پوچھا ان کے مناظر صاحب سے کہ موت کا کیا معنی ہے؟ کہتا ہے، ابانته الروح عن الجسد، کہ جسم سے روح نکل جائے۔ یہ موت کا معنی ہے، میں نے کہا کہ روح تو نیند میں

بھی جسم سے نکل جاتی ہے۔ پھر قرآن کا کہنا ہے احادیث کہتی ہیں کہ نیند میں بھی روح جسم سے نکل جاتی ہے اور تو کہتا ہے کہ روح جسم سے نکل جائے اور جسم کے ساتھ تعلق نہ رہے۔

تو میں نے کہا کہ کون سا تعلق جو ہمارے شعور میں آتا ہے یا ہمارے شعور میں نہیں آتا وہ؟ دیکھیں ایک بیداری کی زندگی ہے، یہاں جو کچھ آپ کر رہے ہیں، میں کر رہا ہوں، وہ میرے اور آپ کے شعور میں آتا ہے۔ میری باتیں آپ سن رہے ہیں نا؟ (جی) اگر میں سو جاؤں گا اب روح باہر ہے لیکن ابھی کچھ تعلق محسوس ہے، کچھ تعلق غیر محسوس ہے۔ میری نبض چل رہی ہے آپ کی بھی نبض چل رہی ہے خواب میں اگر میں تقریر کر رہا ہوں تو کیا آپ سن رہے ہیں؟ (نہیں) میں ہوائی جہاز میں اڑ رہا ہوں، تو آپ کو نظر آ جائے گا؟ میں اٹھتا ہوں میں بیٹھتا ہوں یہ ہمارے شعور میں آتا ہے اور نیند میں کچھ حصہ ہے جو ہمارے شعور میں نہیں آتا۔

اصل محبت کس سے ہے؟

میں نے کہا دیکھئے تجھے عثمانی سے محبت ہے اور مولوی سے نفرت ہے۔ کیوں تیرے دل میں ایک بات ہے کہ عثمانی ہم سے پیسے بھی نہیں لیتا اور ہمیں قرآن سناتا ہے اور یہ مولوی ہم سے تنخواہ بھی لیتا ہے اور ہمیں صحیح قرآن نہیں سناتا، یہی ان کا ذہن ہوتا ہے نا؟ میں نے کہا اصل محبت نہ تجھے اس مولوی سے ہے نہ عثمانی سے اصل محبت ہے۔ اصل محبت تجھے قرآن سے ہے۔ کہتا ہے کہ بالکل اب تک تیرے ذہن میں ہے کہ عثمانی ہمیں قرآن سناتا ہے تجھے اس سے محبت ہوگئی۔ مولوی کے بارے میں ہے کہ یہ قرآن صحیح نہیں سناتا، تمہیں نفرت ہوگئی۔ اب اگر میں تمہیں دکھاؤں کہ عثمانی قرآن کو نہیں مانتا اور ہم قرآن کو مانتے ہیں، تو پھر تیری وہ محبت ادھر آ جائے گی اور نفرت چلی جائے گی، یا نہیں؟ کہتے ہیں کہ چلی جائے گی۔

عذابِ قبر برحق ہے:

دوسرے صفحے پر آیت تھی، قتل الانسان ما اکفرہ مارا جائے کہ انسان اتنا

ناشکرا ہے۔ اب میں اس سے صاف صاف پوچھتا گیا میں نے کہا کہ یہ جو ناشکرا انسان ہے اسی جسم والا ہے یا خواب خیال والا جسم ہے؟ وہ ناشکری اسی جسم کے ساتھ کرتا تھا یا کسی اور جسم سے کرتا تھا۔ من ای شیء خلقه من نطفة، تو اللہ نے پیدا کیا بوند سے تو بوند سے یہ جسم پیدا ہوا یا خواب خیال والا؟ کہتا ہے کہ یہی پیدا ہوا ہے۔ پھر فرماتے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ، خلقه فقدره، اس کو ماں کے پیٹ میں بنایا اور پورے اندازے سے بنایا، دونوں آنکھیں ایک جیسی ہیں، یہ نہیں کہ ایک اتنی موٹی ہو اور ایک چھوٹی سی ہو۔ دونوں ہاتھ اندازے سے بنائے۔ دونوں پاؤں اور دونوں کان اندازے سے بنائے، یہ نہیں کہ ایک ہاتھ دس فٹ لمبا ہو اور دوسرا دو انچ کا ہو۔ تو ماں کے پیٹ میں جو جسم اللہ نے بنایا وہ یہی ہے یا خواب خیال والا ہے؟ یہی ہے۔

ثم السبیل یسره. پھر ماں کے پیٹ سے پیدائش کا راستہ آسان کر دیا تو ماں کے پیٹ سے یہی جسم پیدا ہوا یا خواب خیال والا؟ (یہی جسم پیدا ہوا) ثم اماته. پھر اس کو اللہ نے موت دی، تو موت اسی جسم کو آتی ہے یا خواب خیال والے جسم کو؟ (اسی جسم کو) فاقبره. پھر اس کو قبر میں رکھنے کا حکم دیا، اب اللہ تعالیٰ قبر اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں وہ جسم رکھا جاتا ہے جو ناشکریاں کرتا ہے اور اس کو قبر کہتے ہیں جہاں وہ جسم رکھا جاتا ہے جو اللہ نے ماں کے پیٹ میں تیار کیا ہے جہاں وہ جسم رکھا جاتا ہے جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا جہاں وہ جسم رکھا جائے جس پر موت آئی۔ ثم اذا شاء انشره. پھر اسی جسم کو اللہ قیامت کے دن اٹھائیں گے تو میں نے کہا کہ جہاں یہ جسم رکھا جائے گا وہ قبر ہے۔ تم اس کو قبر نہیں مانتے قرآن پاک کی یہ قطعی نص ہے اور تم اس کا انکار کر رہے ہو۔

اب وہ آیت جو امام بخاریؒ نے لکھی ہے پہلی آیت یہ ہے۔ ولو تری اذ الظلمون فی غمرات الموت. اب آیت سمجھتے جائیں قرآن کی آیت پڑھ رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کاش تو اس وقت دیکھے جس وقت ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے، کون لوگ؟ ظالم لوگ، یہ ظالم ظلم اس جسم سے کرتے ہیں یا خواب خیال والے

جسم سے؟ (اسی جسم سے) موت کی سختیاں اس جسم پر آتی ہیں یا خواب خیال والے جسم پر (اسی جسم پر) اب یہ جو عذاب وثواب میں دونوں شریک ہیں روح وجسم یا نہیں؟ (شریک ہیں) و الملئکة باسطوا ایدیھم اخرجو انفسکم. فرشتے ہاتھ بڑھاتے ہیں کہ نکالو جان۔ تو جان اس جسم سے نکالتے ہیں یا خواب خیال والے جسم سے؟ اسی جسم سے، اب اس جسم کو مخاطب کر کے فرشتے کہہ رہے ہیں کہ الیوم تجزون عذاب الھون. آج ہی تمہیں عذاب دیا جائے گا رسوا کرنے والا، دوزخ کا عذاب تو شروع ہوگا بعد میں حساب وکتاب کے بعد یہ جو آج ہی عذاب دیا جائے گا اسی جسم کو دیا جائیگا جسم اور روح کو اب اسی عذاب کا نام یہاں قرآن میں نہیں لکھا گیا ہے۔

اب سمجھانے کے لئے اللہ کے نبی نام رکھ دیں کہ اس کا نام عذاب قبر ہے تو وہ فرماتے ہیں کہ یہ عذاب قبر ہے، عذاب القبر حق. قرآن میں عذاب قبر کا صاف صاف ذکر ہے اگر چہ نام قرآن میں نہیں ہے۔

اگلی آیت یہ ہے، سنعذبھم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم. دیکھو اس میں تین عذابوں کا ذکر ہے۔ ایک موت سے پہلے اور ایک موت کے بعد اور آخری آخرت کا۔ اب جو موت سے پہلے عذاب ہے کہ جہاد سے قتل کئے گئے یا حدود یا تعزیرات جاری کی گئیں، یہ عذاب بالاتفاق روح اور جسم دونوں کو ہے اور جو عذاب عظیم ہے وہ بھی یقیناً روح اور جسم دونوں کو ہے۔ تو درمیان والا عذاب بھی روح اور جسم دونوں کو ہے۔ آگے فرمایا، وحاق بال فرعون سوء العذاب النار یعرضون علیھا غدوا و عشیا ویوم تقوم الساعة ادخلوا ال فرعون اشد العذاب.

اب دیکھو آل فرعون کو جب غرق کیا گیا دریا میں تو یہ عذاب جو تھا موت سے پہلے یہ جسم اور روح دونوں کو ہوا یا ایک کو ہوا؟ (دونوں کو ہوا) اور جب ان کو داخل کیا جائے گا اشد العذاب. میں تو دونوں جائیں گے یا ایک؟ دونوں۔ اب جو عذاب ہو رہا ہے وہ بھی دونوں کو ہو رہا ہے فرق کیا ہے؟ فرق یہ ہے کہ وہ عذاب دخولِ نار سے ہوگا، نار میں

داخل کر کے اور یہ عرض نار سے ہے۔ آگ کی لپیٹیں پہنچ رہی ہیں اس وقت وہ آگ میں داخل نہیں ہے۔ اب دیکھو اس عذاب کا ذکر آیا یا نہیں؟ (آیا) اسی عذاب کا نام اللہ پاک کے نبی نے عذاب قبر رکھ دیا۔

یہ نہیں ہے کہ عذاب کا ذکر صرف حدیث میں ہے۔ عذاب کا ذکر تو قرآن میں بھی ہے لیکن اس کا نام کیا ہے؟ یہ حدیث میں آگیا تو ہم نے قرآن اور حدیث دونوں کو ماننا ہے، اس لئے جب یہ ثابت ہو گیا کہ اس دن عذاب شروع ہو گیا اسی وقت عذاب شروع ہو گیا اور یہ قیامت تک جائے گا عذاب اور یہ جسم اور روح دونوں کو ہوگا۔

اب متواتر احادیث ہیں جس میں عذاب قبر کا ذکر ہے۔ اور دوسرا لفظ حضرت ﷺ نے عذاب میت فرمایا ہے۔ کہ میت کو عذاب دیا جاتا ہے، دنیا جسم کو میت کہتی ہے روح کو کوئی میت نہیں کہتا اب جس طرح یہ آیت میں آگیا ہے کہ عذاب پیش کیا جاتا ہے ان پر صبح و شام۔

اسی بخاری میں حدیث ہے فرمایا کہ "سب پر روزانہ جنت اور دوزخ کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے۔ اب یہ تو عوام کے بارے میں آگیا کہ جنت اور دوزخ کا ٹھکانہ میت پر پیش کیا جاتا ہے اور میت کہاں ہے؟ (قبر میں) وہاں پیش کیا جاتا ہے۔

حیات شہداء:

شہداء کا مقام کچھ بلند ہے، ان پر صرف پیش نہیں کیا جاتا بلکہ صبح و شام وہاں پر روح کو جانے کی اجازت بھی دی جاتی ہے۔ اور اسی آیت کی تشریح میں جو حدیث ہے کہ صبح و شام آل فرعون کی روحوں کو اجازت ہوتی ہے کہ وہ دوزخ میں جا کر رزق لیں، وہ سیاہ پرندوں کی شکل میں دوزخ میں جاتی ہیں اور شہداء کی ارواح سبز پرندوں کی شکل میں جنت میں جاتی ہیں۔ تو شہداء کو ایک امتیاز ہے جو عام لوگوں سے زیادہ امتیاز حاصل ہو گیا۔

اس لئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ **ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات۔** جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل ہو گئے ان کو مردہ نہ کہنا، تو قتل یہ جسم ہوتا ہے یا

خواب خیال والا؟ (یہ جسم ہوتا ہے) مردہ لوگ اس جسم کو کہتے ہیں یا خواب خیال والے جسم کو؟ (اسی جسم کو)

آخر موت ہے!

جب قتل ہو گیا۔ کل نفس ذائقة الموت. یہ وعدہ پورا ہو گیا یا نہیں ہوا؟ (ہو گیا) جب موت آگئی۔ کل نفس ذائقة الموت. قرآن میں ذائقہ کا لفظ ہے۔ ذائقہ، چکھنا ہوتا ہے، تھوڑا سا، تو جیسے آپ کسی چیز کو چکھتے ہیں تو یہ تھوڑی سی موت ہوتی ہے۔ اس آیت کی تشریح میں علماء لکھتے ہیں کہ موت ایک آنی چیز ہے۔ جیسے آنا اور جانا۔

آپ مسجد میں آئے تو آپ کے آنے کا فعل ختم ہو گیا اب آپ نماز پڑھ رہے ہیں۔ لیٹ گئے ہیں، تقریر کر رہے ہیں یا سن رہے ہیں۔ تو دوسرا کام شروع ہو گیا نا؟ مسجد سے باہر نکل گئے تو آپ کے جانے کا فعل ختم ہو گیا اس کے بعد اب کیا کر رہے ہیں؟ دوکان پر بیٹھے ہیں یہ کیا کر رہے ہیں۔ سامان خرید رہے ہیں۔ اگلا کام شروع ہو گیا۔

موت کا ذائقہ چکھنے کے بعد حالت بدل گئی۔ اب اس کے بعد کیا ہو رہا ہے فرمایا کہ اس موت کو دوام نہیں۔ بل احیاء. بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حیات عطا فرمائی تو حیات اسی جسم کو ملے گی جس پر موت آئی تھی یا کسی اور کو ملے گی؟ (اسی جسم کو ملے گی) اب دیکھو یہ کیا کہتے ہیں کہ موت تو جسم کو آئے گی حیات صرف روح کو ملی۔

اسی لئے میں کہتا ہوں کہ یہی بات قادیانی کہتے ہیں۔ وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه. وہاں بھی بل سے پہلے قتل کا لفظ ہے اور بل کے بعد رفع کا لفظ ہے ہم کہتے ہیں کہ اس جسم کو یہودی قتل کرنا چاہتے تھے۔ اسی جسم کو اللہ نے اٹھا لیا۔ قادیانی کہتے کہ نہیں؟ (کہتے ہیں) وہ قتل تو جسم کو کرنے آئے تھے۔ لیکن اللہ نے روح کو اٹھایا وہ تو سب کی اٹھ جاتی ہے۔ اگر قادیانی آیت کا ترجمہ یہ کریں تو یہ بھی کہتے ہیں کہ انہوں نے قرآن کا معنی غلط کیا ہے جو کچھ اس آیت میں قادیانی کرتے ہیں۔ وہی کچھ اس آیت میں مماتی کر رہے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ بل احیاء. اللہ تبارک وتعالیٰ نے حیات دی اور جب میں نے

اس مناظر سے کہا کہ موت کا معنی کیا ہے؟ کہتا ہے، کہ موت کا معنی یہ ہے کہ جسم سے روح نکل جائے اور روح کے ساتھ کوئی تعلق نہ رہے اب میں نے تین دفعہ خود لوگوں کو سنایا کہ موت کا معنی مولوی صاحب نے یہ بتایا ہے کہ روح جسم سے نکل جائے اور جسم کے ساتھ کوئی تعلق نہ رہے۔ میں نے پھر یہی آیت پڑھی میں نے کہا کہ ذرا حیات کا معنی بھی سنا دیں اب اسے معنی سنانا تھا کہ روح سبز پرندوں میں ہوتی ہے اور یہاں کوئی تعلق نہیں؟ یہی کہنا تھا نا اس نے؟ (جی) یہی تو موت کا معنی تھا۔ اب میں نے حیات کا معنی پوچھا کہ حیات کا معنیٰ۔ بل احیاء. قرآن میں کہا کرتا ہے۔ کبھی ادھر دیکھے کبھی یوں اُدھر کو کرے۔ کیونکہ اب جو اس نے معنی کرنا تھا۔ وہ تو موت والا تھا حیات والا تو تھا ہی نہیں۔

اب جو آدمی یہ کہتا ہے کہ جس شہید کے جسم کے ساتھ روح کا تعلق نہیں اللہ نے منع کیا تھا کہ مردہ نہ کہنا اگر چہ اس نے لفظ مردہ نہیں بولا لیکن معنی تو مردوں والا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ نہ زبان سے مردہ کہنا نہ دل میں وسوسہ لانا۔ جو اللہ کے راستے میں شہید ہوئے ان کے لئے دل میں بھی خیال نہ کرنا کہ وہ مردے ہیں، اور پھر دل سے گزر کر زبان اور زبان سے گزر کر منہ پر آرہی ہے۔ اور یہ بات کہی جارہی ہے تو دیکھو۔ بل احیاء۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو حیات دی ہے۔ اب یہاں کافروں کے ذہن میں ایک سوال آیا کہ

حیات شہداء:

حضرت حمزہؓ کے شہید ہونے سے پہلے جو حیات تھی وہ تو ہم دیکھتے تھے۔ اب حضرت سید الشہداء کھڑے ہیں۔ تلوار ہاتھ میں لی ہوئی ہے۔ کھانا کھا رہے ہیں۔ تلوار چلا رہے ہیں، لیکن یہ جو بتایا کہ بل احیاء ہے تو ان کے جسم اطہر کے ٹکڑے پڑے ہیں ہمیں تو اس میں کوئی حیات نظر نہیں آرہی۔ تو یہ فرق بتا دیا کہ وہ حیات تمہارے شعور میں آتی تھی۔ یہ حیات تمہارے شعور میں نہیں آئے گی۔ اس بات کا تعلق کفر ایمان سے نہیں تھا۔ وہ کافر بھی جانتا تھا کہ وہ زندہ ہیں۔ یہ حیات اللہ کے بتانے سے مانی جائے گی۔ اس کا تعلق ایمان سے ہے۔ کافر اس کو نہیں مانیں گے۔ جو اللہ پر یقین رکھتا ہے وہ مانے گا جو اللہ پر

یقین نہیں رکھتا وہ کہے گا کہ میں دیکھتا ہوں کہ یہ میرے سلام کا جواب مجھے دیتا ہے یا نہیں تو۔ ولکن لا تشعرون. اب یہ بھی سمجھیں کہ شعور ہمیں نہیں ہے۔ انہیں عذاب وثواب اور حیات کا کامل ترین شعور ہے۔

اس کی میں عام فہم مثال دیا کرتا ہوں کہ یہ سعید اور اس کی پارٹی جو دھوکہ دیتی ہے۔ جو عام لوگوں کے ذہن میں جم جاتا ہے کہ دیکھو بھئی جب حضرت پاک دنیا میں تھے۔ تو صحابہؓ میں تھوڑا سا اختلاف ہوتا تو جا کر پوچھ لیتے تھے حضرت ﷺ سے حضرت پاکؐ کے وصال کے بعد ان میں لڑائیاں بھی ہوئیں اور کسی فریق نے قبر پر جا کر یہ نہیں پوچھا کہ حضرت ہم میں حق پر کون ہے؟ اور معاذ اللہ صحابہؓ حضرت پاک ﷺ کی حیات مانتے تو جا کے پوچھتے، یہ ایک ان کی بات ہے جو عوام کے ذہن میں آتی ہے کہ واقعی ایسا ہونا چاہئے تھا۔ تو صحابہ نے کیوں نہیں پوچھا اس لئے نہیں پوچھا کہ صحابہ کا اس آیت پر ایمان تھا کہ ہم جو عرض کریں گے وہ حضرت سن لیں گے حضرت جواب بھی ارشاد فرمائیں گے لیکن وہ جواب ہمارے شعور میں نہیں آئے گا۔ ولکن لا تشعرون. سمجھانے کے لئے میں عام فہم مثال دیا کرتا ہوں۔

مثال:

کہ مولانا کی گھڑی گم ہوگئی مولانا پریشان پھر رہے ہیں۔ کبھی اس سے پوچھتے ہیں کبھی اس سے پوچھتے ہیں۔ کبھی اس سے، کبھی اس سے۔ میں پوچھتا ہوں کہ مولانا آپ پریشان کیوں ہیں، کہ پتہ نہیں کہ گھڑی کہیں گر گئی کسی سے پوچھا بھی آپ نے۔ ایک سے نہیں بیس سے پوچھ چکا ہوں۔ کہ تو یہاں بیٹھا ہے تجھے نظر نہیں آئی تو مولانا آپ خود بھی پریشان ہوئے اس آدمی کو بھی پریشان کیا۔ آپ کراماً کاتبین سے کیوں نہیں پوچھتے کہ گھڑی کہاں ہے؟ تو مولوی صاحب ہمیں پوچھتے تو اب میں پوچھتا ہوں کہ آپ سمجھتے ہیں کہ کراماً کاتبین مر چکے ہیں۔ کہتے ہیں کہ زندہ ہیں۔ آپ کا عقیدہ ہے کہ جب میں پوچھوں گا کہ

گھڑی کہاں ہے اور یہ بات کراماً کاتبین سنیں گے۔ یا نہیں؟ (سنیں گے) اور وہ بول نہیں سکتے جواب تو نہیں دیں گے نا؟ کہتے ہیں جواب بھی دیں گے لیکن جواب میرے شعور میں نہیں آئے گا۔ اور مجھے گھڑی ملے گی نہیں۔ اب کراماً کاتبین سے نہ پوچھنے کی وجہ یہ رہی کہ کراماً کاتبین مر چکے ہیں وہ دیکھتے نہیں۔ وہ سنتے نہیں۔ انہیں پتہ نہیں گھڑی کہاں ہے وہ بولتے نہیں بلکہ یہ ہے کہ ان کی حیات ہماری شعور میں آتی نہیں۔ انہیں اپنی حیات کا شعور ہے یا نہیں جی کراماً کاتبین کو اپنی حیات کا کامل ترین شعور ہے۔

انبیاء کی توہین نہ کیا کرو:

اب دیکھو یہاں میں ایک بات عرض کروں یہ جو میری اور آپکی حیات ہے۔ فانی ہے یا باقی ہے؟ (فانی ہے) اور جو بعد میں ملنی ہے۔ وہ باقی ہے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ اب اگر فانی حیات والے کو مردہ کہا جائے، تم مردو سن رہے ہو؟ آپ کو غصہ لگے گا یا نہیں؟ (لگے گا)۔ اس کو آپ اپنی توہین سمجھیں گے یا نہیں؟ (سمجھیں گے)۔ تو یہ فانی حیات اس کے بعد موت آنی ہے اب مردہ مردہ کہنے سے توہین ہوتی ہے یا نہیں؟ (ہوتی ہے)۔ تو جن کو اللہ نے ہمیشہ کے لئے باقی حیات دے دی تو ان کو مردہ کہنا ان کی توہین ہے یا نہیں؟ (ہے) اس لئے اب انہیں کہتے ہیں کہ مردارو! ان کو مردہ نہ کہا کرو اور نبیوں کی توہین نہ کیا کرو۔

لطیفہ:

ایک لطیفہ یاد آیا۔ آپ تھک ہی نہ جائیں؟ (نہیں) حضرت سلیمان کے بارے میں آپ نے علماء سے سنا ہوگا پڑھا بھی ہوگا کہ وہ جانورروں کی بولی سمجھ لیتے تھے۔

تاریخ میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہے ایک جانور کو بلانے کے لئے حضرت سلیمان نے دوسرے جانور کو بھیجا کہ فلاں جانور کو بلا لاؤ۔ بلانے گیا اکیلا ہی واپس آ گیا۔ سلیمان نے پوچھا کہ جانور ملا نہیں، کہا ملا، اور آیا کیوں نہیں۔ کیوں دیر کی اس نے میرا حکم ماننے

میں۔اس نے عرض کیا کہ حضرت وہاں پرندوں میں آپس میں مناظرہ ہو رہا تھا جس کو میں بلانے کے لئے گیا تھا۔ وہ جج تھا۔ ثالث تھا مناظرے کا۔ تو میں نے اسے آپ کا پیغام دیا۔ تو اس نے اللہ کا حکم سنایا۔ کہ جب تم حاکم بن جاؤ تو انصاف میں دیر نہ کرو اب چونکہ میں حاکم بن بیٹھا ہوں۔ تو میں اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرتے ہی اللہ کے نبی کا حکم سننے آجاؤں گا۔ حضرت سلیمان مسکرا رہے ہیں۔ کہ بھئی مناظروں کا اتنا شوق بڑھ گیا کہ پرندے بھی آپس میں مناظرہ کرنے لگ گئے۔ اتنے میں وہ بھی گھسٹتا گھسٹتا دبا ہوا آرہا ہے۔ سلیمان نے ڈانٹا کہ دیر کیوں کی؟ کہنے لگا کہ وہاں مناظرہ تھا۔ میں منصف تھا کہ مناظرہ کس بات پر تھا؟ عرض کیا کہ مناظرہ اس بات پر تھا کہ منہ افضل ہے یا دبر افضل ہے۔ تو سلیمان نے فرمایا کہ بے وقوف پرندے ہیں یہ بھی کوئی مناظرے والی بات تھی تو پھر پوچھا کہ جو کہتا تھا کہ منہ افضل ہے اس کے پاس تو کوئی دلائل ہوں گے جو دوسرا مناظر تھا اس کے پلے بھی تھا کچھ؟ کہا کہ حضرت دونوں طرف بڑے زبردست دلائل تھے جی ہاں تو سناؤ کوئی۔ وہ کھڑا ہوا جو کہتا تھا کہ منہ افضل ہے اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے منہ کو اوپر رکھا ہے۔ یہ سب کے سامنے کھلا رہتا ہے اور دبر اس کو اللہ نے رکھا ہے نیچے اور بے چاری ہر وقت منہ چھپائے رکھتی ہے تجھے شرم نہیں آتی کہ اس کا مقابلہ کس سے کر رہا ہے؟ یہ اس نے دلیل بیان کی دوسرا مناظر کھڑا ہوا اس نے کہا کہ میں پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ دنیا میں انصاف ختم ہے۔ یہ اوپر ہونا تکبر ہے نیچے ہونا تواضع ہے تکبر اللہ کو پسند نہیں ہے۔ تواضع پسند ہے اللہ کو جس شاخ کو پھل لگتا ہے وہ جھک جاتی ہے نیچے کی طرف آتی ہے۔

سلیمان فرمانے لگے۔ مناظر دونوں ٹائٹ ہیں پھر پہلا مناظر کھڑا ہوا کہتا ہے کہ تجھے تو شرم آتی ہی نہیں کہاں سے بے شرم آگیا ہے یہ وہ منہ ہے جس سے انسان قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔ درود پڑھتا ہے، کلمہ پڑھتا ہے، وعظ کہتا ہے کتنی نیکیاں کرتا ہے اور وہاں سے سوائے گندگی کے اور کوئی چیز نکلتی دیکھی نہیں دوسرا مناظر پھر کھڑا ہوا اس نے کہا کہ میں پہلے ہی کہتا تھا کہ دنیا میں انصاف نہیں رہا۔ انصاف ختم ہو گیا تو نے ایک پہلو منہ کا

بیان کیا دوسرا کہتا ہے میں انکار نہیں کرتا کہ وہاں سے گندگی نکلتی ہے لیکن وہ گندگی ایک لوٹے پانی سے صاف ہو جاتی ہے یہ جو منہ سے گندگیاں نکلتی ہیں کبھی صحابہؓ کو بھونکتا ہے۔ کبھی اہل بیت کو بھونکتا ہے اور کبھی نبیوں کی شان میں گستاخیاں کرتا ہے کبھی آئمہ کی شان میں گستاخیاں کرتا ہے۔ یہ گندگی لوٹا تو کجا دنیا کے سمندروں سے پاک نہیں ہو سکتیں اور مجھے کہتا ہے کہ شرم ہی نہیں آتی ایک بات کہتا ہے دوسری سمجھا تا ہی نہیں۔ لوگوں کو کفر بکتا ہے تو بھی منہ بکتا ہے۔ گالیاں بکتا ہے تو یہ منہ بکتا ہے تو اس سے جو گندگیاں نکلتی ہیں وہ لوٹے پانی سے صاف نہیں ہوتیں۔

سلیمان علیہ السلام سن رہے تھے فرمایا کہ مناظر تو دونوں ہی زبردست ہیں۔ دلائل دونوں کے بڑے قوی ہیں۔ کہتے ہیں تو پھر تو نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے یہ فیصلہ کیا حیاتی کا منہ افضل ہے۔ مماتی کی دبر افضل ہے کیونکہ حیاتی کے منہ سے حیات کا مسئلہ نکلتا ہے نبیوں کی شان نکلتی ہے اور یہ یقیناً افضل ہے اور اس کے منہ سے جو نبیوں کی شان میں گستاخی نکلتی ہے وہ اس پاخانے سے بہت گندی ہے۔ سنی کا منہ افضل ہے رافضی کی دبر افضل ہے۔ کیونکہ سنی کے منہ سے صحابہ کی تعریفیں نکلتی ہیں اور دوسرے کے منہ سے صحابہ کی تنقیص توہین نکلتی ہے۔ غیر مقلد کی دبر افضل ہے کیونکہ مقلد تو تعریفیں کرتا ہے نا آئمہ دین کی مجتہدین کی اور وہ ان کو برا بھلا کہتا ہے، سنی کا منہ افضل ہے خارجی کی دبر افضل ہے کیونکہ خارجی اہل بیت کو بھونکتا ہے۔ حضرت سلیمان نے فرمایا کہ مناظر بھی ٹائٹ تھے اور ثالث بھی بڑا ٹائٹ ہے فیصلہ بالکل صحیح کیا ہے۔ اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ دیکھو یہ گستاخیاں چھوڑ دو ان گستاخیوں میں انسان دنیا میں بھی ذلیل ہوتا ہے اور آخرت میں بھی۔ خسر الدنیا والاخرۃ کا مصداق بن جاتا ہے۔

محبت و پیار کا مسلک:

اہل سنت والجماعت وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو محبت اور پیار کا مسلک دیا

ہے۔ دیکھو یہ کتنا پیار کا مسلک ہے۔ ہمارے ہاں تو سارا پروگرام ہی پیار کا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ سب صحابہ سے محبت ہے۔ کہتے ہیں یا نہیں کہتے؟ (کہتے ہیں) اور ساتھ ہی یہ کہتے ہیں یا اللہ جن کے دل میں صحابہ کے خلاف میل ہے ان کے دل کو پاک کر دے کہ وہ صحابہ سے محبت کرنے لگیں۔ تمام صحابہ اور اہل بیت سے محبت رکھو یہی کہتے ہیں۔ نا؟ (جی) آئمہ دین سے محبت رکھو اکابرین دین سے محبت رکھو اور جو گستاخیاں کرتے ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔

اب ولکن لا تشعرون اب یہ دیکھو یہ شہداء کی حیات ہے۔ شہداء کی حیات اس آیت سے ثابت ہوئی۔ اور شہداء کی حیات لفظوں میں آگئی۔ اور اب کتاب وسنت کا تعلق کیا ہوتا ہے۔ ایک چیز کا ذکر قرآن میں آجاتا ہے اس کے دوسرے قصے کو اللہ کے نبیؐ کی سنت میں بیان فرما دیتے ہیں۔

اب دیکھو قرآن پاک میں عیسیٰ کے آسمان پر جانے کا ذکر ہے۔ بل رفعه الله الیه احادیث میں ہے نہیں اس میں نزول کا ذکر ہے۔ اترنے کا تو دونوں مصادر سامنے آگئے نا؟ (جی) اب یہاں حیات شہداء کا ذکر ہے۔ تو شہداء کو حیات کیوں ملی اللہ کے نبیؐ کی تابعداری کی برکت سے ملی نا۔ تو جن کی تابعداری سے اتنی عظیم حیات ملتی ہے۔ تو ان کی حیات کتنی اعلیٰ ارفع ہوگی۔ (نعرے)

چار طبقات:

قرآن پاک میں ترتیب بیان کی ہے۔ نبیین صدیقین شہداء اور صالحین، شہداء کی حیات کی نص قرآن میں آگئی۔ تو صدیقین کی حیات بھی ثابت ہوگئی انبیاء کی اس سے بھی زیادہ اولیٰ ثابت ہوگئی۔ تو یہ کہنا کہ قرآن سے حیات ثابت نہیں۔ تو یہ قرآن پر جھوٹ بولنا ہے۔ اور قرآن کا انکار کرنا ہے۔

کبھی فلاں آیت پڑھ کر اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں حیات کا لفظ نہیں ہے تو میں نے کہا جہاں ہے وہ مان لو۔ تو دیکھو کہ جہاں ہے۔ ولا تقولوا لمن يقتل فى سبيل الله اموات . بل احياء صرف اتنا ہے اور دوسری آیت میں یہ بھی ہے کہ تم نطفہ

تھے پھر علقہ بنے مضغہ بنے۔ یہ سارا اب اس آیت میں نہیں تو جس آیت میں آگیا تو اس کو ماننا چاہئے کہ نہیں ماننا چاہئے؟ (ماننا چاہئے) یا یہ اس آیت کا انکار کر دیں کہ چونکہ ان چیزوں کا ذکر اس آیت میں نہیں اس لئے ہم نہیں مانتے بس جس آیت میں جو آگیا ہے اس کو ماننا ہے اگر ایک آیت میں ایک چیز سے خاموشی ہے۔ تو دوسری میں ذکر ہے تو اس کو ماننا چاہئے۔ تو جب بل احیاء قرآن پاک میں آگیا تو بات واضح ہوگئی۔

اور پھر انبیاء کی حیات شہداء کی حیات سے تو اعلیٰ اور ارفع ہوتی ہے اللہ تبارک وتعالی نے جیسے نبی کی نیند میں اور غیر نبیؑ کی نیند میں فرق رکھا ہے یہی پھر حالت وہاں ہوتی ہے۔ دیکھو اللہ کو نیند نہیں آتی۔ لا تاخذہ سنۃ و لا نوم نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ آتی ہے اور یہاں انسانوں اور نبیوں کو نیند آتی ہے لیکن فرق اس میں کیا ہے؟ کہ نبی کی نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا ہماری نیند سے وضو جاتا ہے کیوں فرماتے ہیں۔ ہمارا وضو کیوں ٹوٹتا ہے کہ جسم ڈھیلا پڑ گیا..........اب ہمیں ہوش نہیں کہ پتہ نہیں ہوا خارج ہوگئی لیکن نبی کو نیند میں پورے جسم کا پتہ ہوتا ہے کنٹرول ہوتا ہے ان عینی منامان ینوما و لا ینام قلبی ان کا دل بیدار رہتا ہے ہم سوتے ہوں تو فرشتوں میں اختلاف نہیں ہوتا نبی سویا ہو تو فرشتوں میں اختلاف ہوتا۔ ایک کہتا ہے کہ جاگ رہے ہیں، دوسرا کہتا ہے سو رہے ہیں۔ (نعرے)

مماتیوں نے معنی تبدیل کردیئے:

تو ایک معنی انہوں نے حیات کا بدل دیا۔ کہیں حیات کا معنی نہیں ہے کہ جسم سے روح کا تعلق نہ ہو اور اس کو حیات کہہ دیں ایک معنی برزخ کا بدل دیا۔

ہم کہتے ہیں کہ برزخ کا معنی ہوتا ہے پردہ تو جو عذاب اور ثواب قبر میں ہے وہ پردے میں ہے۔ وہاں کی حیات بھی پردے میں ہے۔ اور قرآن میں آتا ہے۔ ومن وراء ھم برزخ الی یوم یبعثون. ومن وراء ھم پردہ آگے ہوتا ہے یا پیچھے ہوتا ہے؟ (آگے ہوتا ہے)۔ قرآن کہتا ہے کہ پیچھے ہے سمجھیں بات کو دیکھو عورت کو پردے کا حکم

ہے۔سامنے سے عورت گزری اس نے ہمارا چہرہ دیکھا ہم نے اس کا دیکھا،(نہیں) ایک دوسری عورت گذری ہم نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا اس نے ہمارا چہرہ نہیں دیکھا اس کو آپ بے پردہ کہتے ہیں یا باپردہ کہتے ہیں؟(باپردہ)

کیونکہ پردے کا تعلق اس کے چہرے کے ساتھ ہے ہمارے ساتھ نہیں ہے اس کا چہرہ کھل جائے گا تو بے پردہ کہلائے گی۔اور اس کا چہرہ نہیں کھلا ہمارا چہرہ بے شک اس نے دیکھ لیا پھر بھی کہیں گے کہ وہ باپردہ ہے۔

اس لئے یہ جو پردہ ہے پچھلا یہ ہمارے لئے ہے۔کیونکہ اگر وہ عذاب وثواب کھل گئے۔تو ہمارا ایمان بالغیب ختم ہو جائے گا۔اور اگر وہ ہمیں دیکھ لے تو وہ سب کچھ ہمیں دے کر گئے ہوئے ہیں اس لئے وہ عذاب وثواب اور حیات پردے میں ہے ہم ان سے یہی کہتے ہیں کہ یہی جسم اطہر فائز الحیات ہے اور پردہ ہے ہمارے شعور اور حیات کے درمیان۔

گجرات سے نیا معنی برزخ کا بنایا گیا ہے کہ روح علیین میں جسد اطہر یہاں ہے۔ درمیان میں موٹا پردہ لگا دیا کہ کہیں آپس میں کوئی تعلق ہی قائم نہ ہو جائے۔یہ معنی برزخ کا کبھی نہیں بیان کیا گیا سوائے گجرات کے۔وہاں سے چلا ہے یہ گجرات برانڈ معنی ہے۔(نعرے)

اسی طرح جب ہم کہتے ہیں نا کہ بھئی سب پہلے حیات کے قائل تھے۔تو پھر کہیں سے یہ نکال لیتے ہیں روحانی کا لفظ تو بڑے خوش ہوتے ہیں۔کہ فلاں شخص روحانی حیات کا قائل تھا۔یہ دھوکہ ہے کچھ بھی نہیں۔یہ آپ کی حیات جسمانی ہے یا نہیں؟(ہے) روح کا تعلق ہے یا نہیں؟(ہے) اور جو خواب میں حیات ہے۔اس میں روح کو اولیت حاصل ہے۔دیکھو پہلے روح ساری کاروائی کرتی رہی آخر میں جسم بھی ناپاک ہو گیا تو روح کے تعلقات کیوجہ سے ہوا نا یہاں؟(جی)

تو اس لئے ہم کہتے ہیں کہ وہاں اولیت روح کو حاصل ہے۔اس طرح عذاب ثواب قبر میں اول روح پر آتا ہے اس کے واسطے سے جسم پر آتا ہے تو اولیت کے اعتبار سے اس کو روحانی بھی کہا جاتا ہے ان لفظوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

سوال:

صلح حدیبیہ کے موقع پر عثمانؓ نے مکہ میں کوئی نماز پڑھی؟ اور آپ ؐ پر درود پڑھا؟ تو آپ ؐ نے درود کس طرح سنا اور کیوں نہیں سنا؟

جواب:

ہم تو یہ سوال تو بھول چکے تھے شاید انہیں اپنوں نے یاد دلایا ہے پہلے پہلے جب یہ فتنہ شروع ہوا تو یہ سوال انکا بڑا مشہور تھا۔ حالانکہ سوال کی بنیاد ہی نہیں ہے کوئی۔ میں جب جیل میں تھا تو میرے ساتھ مودودیوں کا جنرل سیکرٹری بھی تھا اور وہ شیعہ تھا۔ تو مجھے ایک دن وہ مودودی کہنے لگے کہ آپ کے یہ درس سے متاثر بہت ہے۔ اگر اس سے کوئی بات کریں سمجھ جائے گا، میں نے کہا کہ ان کو تو میں جانتا ہوں۔

اور ہمارے مولانا غلام غوث ہزاروی فرمایا کرتے تھے کہ مودودیوں کو دوست بنانے کے بعد کسی دشمن کی ضرورت نہیں رہتی میں نے کہا کہ آپ یہاں یہ بات خود چھیڑیں گے اور باہر جا کر یہ پروپیگنڈہ کریں گے کہ یہ مولوی اندر جا کر بھی لڑتے تھے۔ تو میں نے کہا کہ یہ اس وقت ہمارے مشن کے خلاف ہے۔ اگر وہ سمجھنا چاہتا ہے تو جب سب سو جائیں گے تو ہم دو تین ایک طرف بیٹھ کر بات کرلیں گے رات ایک بجے ہم ایک طرف بیٹھ گئے تو اس نے کہا کہ آپ کے خیال میں ہمارے درمیان بنیادی اختلاف کون سا ہے؟ تو میں نے کہا قرآن کے مسئلے میں آپ کہتے ہیں کہ یہ قرآن صحیح نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ قرآن صحیح ہے۔ کہتا ہے کہ یہ بات نہیں ہے۔ آپ فرمائیں؟ کہتا ہے کہ ہمارے ہاں مسئلہ امامت اصل مسئلہ ہے۔ میں نے کہا کہ میری اور آپ کی بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اب میں وضاحت کر دیتا ہوں اصل مسئلہ اور اختلاف یہی عقیدہ امامت ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ توحید و رسالت اور قیامت یہ اصول دین ہیں یہ قرآن میں اتنے واضح الفاظ میں آئے ہیں کہ کسی کافر عربی دان کے سامنے توحید والی آیتیں رکھو تو وہ توحید ہی سمجھے گا اور کچھ نہیں سمجھے گا، رسالت والی آیتوں کو وہ رسالت ہی سمجھے گا، تو اور کچھ نہیں سمجھے گا۔ قیامت والی

آیتیں رکھو تو وہ صرف قیامت ہی سمجھے گا اور کچھ نہیں سمجھے گا تو اصول دین ایسے ہوتے ہیں۔ اب سنیوں کا ایک معقول سوال تھا کہ اگر امامت کا عقیدہ بھی اسی طرح ہے۔ تو ایسی آیتیں بارہ اماموں والی دکھاؤ جس کو ہر آدمی یہ سمجھے کہ یہ بارہ اماموں کا ذکر ہے، اب یہ سوال معقول تھا۔ اس کے دو ہی حل تھے۔ یا یہ انکار کرے کہ امامت تمہارے اصول دین میں نہیں ہے۔ اور یا دکھایا جاتا کہاں سے دکھاتے؟ پھر انہوں نے تیسرا راستہ نکالا کہ جس طرح توحید و رسالت قیامت کا مسئلہ صاف لفظوں میں قرآن میں تھا۔ امامت کا بھی تھا۔ لیکن ان صحابہؓ نے نکال دیا تحریف کر دی۔ اس لئے ان کو تحریف کا عقیدہ بنانا پڑا۔ تو اب وہ سمجھ گیا کہ میں اس پر چل نہیں سکوں گا۔ کہنے لگا جی میں بات نہیں کرتا

دوسرا سوال:

مولوی صاحب کہنے لگے کہ اس کے ایک دو اور سوال بھی ہیں۔ ہمیں بڑا تنگ کرتا ہے۔ میں نے کہا پوچھ کیا ہے؟ دیکھو ایک غیر جانبدار آدمی جب تاریخ کا مطالعہ کرتا ہے ابوبکر صدیقؓ نے اپنے دور خلافت میں اہل بیت میں سے کسی کو کسی صوبے کا گورنر نہیں بنایا نہ فوج کا سپہ سالار بنایا کوئی عہدہ نہیں دیا۔ حضرت عمرؓ نے بھی نہیں دیا حضرت عثمانؓ نے بھی نہیں دیا۔ تو آخر ایک غیر جانبدار آدمی کہے گا نہیں کہ بھائی ان کو نظر انداز (Egnor) ضرور کیا گیا ہے اہل بیت کو تو سارے مودودی کہنے لگے کہ دیکھو کتنا زبردست سوال ہے ہمیں اطمینان کا جواب نہیں ملا میں نے کہا کہ سوال ہی غلط ہے۔ غلط کیسے؟ میں نے کہا کہ ابوبکر صدیقؓ سے شروع نہ کرو حضور پاکؐ سے شروع کرو کہ حضور پاکؐ نے کتنے لوگوں کو گورنر بنایا تھا؟ جب میں نے یہ پوچھا تو کہنے لگا چھوٹی عمر تھی حسن وحسین کی اس وقت۔ تو ابوبکر کے زمانے میں ہو گئی تھی اتنی عمر؟

جو حضور پاکؐ کے سامنے بات تھی۔ وہی ان کے سامنے تھی ہاں ان کے ابا جی کو ہمیشہ مشیر رکھا اب وہ کہنے لگے کہ واقعی یہ سوال ہی بے بنیاد تھا۔

تیسرا سوال اور اس کا جواب:

کہ جی ایک سوال اور یہ کرتا ہے۔اور بڑا پریشان کرتا ہے؟ کیا ایک کافر انگریز نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کا دعویٰ یہ ہے کہ اسلام جو ہے اس میں زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے یہ کامل قانون ہے۔لیکن یہ قانون صرف تیس سال چلا ہے۔پھر اس کے بعد خود مسلمانوں نے اس کو دور کر دیا۔اب دو ہی صورتیں ہیں کہ یا تو یہ دعویٰ غلط تھا۔اس نے مسلمانوں کے سارے مسائل حل نہیں کئے تھے چھوڑ دیے تھے یا مسلمان سارے اسلام سے برگشتہ ہو گئے۔ہوا کیا ہے؟ کہ جی یہ بھی بڑا اہم سوال ہے۔

میں نے پوچھا کہ وہ کافر مر گیا ہے یا زندہ ہے؟ پتہ نہیں آپ نے کیا کرنا ہے؟ میں نے کہا اگر وہ زندہ ہوتا تو میں اس کے پاؤں چومتا جا کر اب سارے حیران وہ کیوں؟ میں نے کہا کہ وہ کافر ہو کر بھی تیس سال مان رہا ہے۔یہ منکر اسلام مودودی بارہ سال بھی نہیں مانتا کہتا ہے کہ خلافت عثمانی میں بھی جاہلیت آ گئی تھی۔تو اس سے وہ اچھا ہے نا جو تیس سال کو مان رہا ہے۔یہ منکر اسلام تو تیس سال بھی نہیں مانتا میں نے کہا۔سارے کھڑے ہو گئے کہ جی ہم آئندہ بات نہیں کریں گے میں نے کہا بات تو آپ کر بھی نہیں سکتے تو میں نے کہا کہ کوئی بات ہی نہیں ہے آپ کے پاس، کرنا آپ نے کیا ہے؟ تو مقصد یہی ہے۔میں نے کہا کہ اس نے بھی غلط کہا اس نے بھی غلط کہا۔

تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی اٹھا کر دیکھیں۔اس کے بعد کی تاریخیں دیکھیں وحید الدین سلیم تک خدمتِ دین نافذ رہی ہے۔یہ خلفاء تاریخ میں آتے ہیں اب ان میں اپنے ذاتی طور پر اعتراض کی باتیں ہوں تو اور بات ہے لیکن دین کو انہوں نے نافذ کر رکھا ہے۔ یہ بات غلط ہے کہ دین بارہ سال یا تیس سال نافذ رہا، یہ دین نافذ رہا ہے۔

یہ پرچی تو میں نے پڑھی ہے۔یہ سوال ہی غلط ہے اب یہ سوال کس لئے کیا جاتا ہے؟ حضرت عثمانؓ تین دن وہاں رہے۔تو یہ اطلاع پہلے ہی دن آ گئی یا آخری دن آئی تھی؟ کہ ان کو شہید کر دیا گیا۔آخری دن آئی تھی۔اور فجر کے بعد اسی دن حضرت نے بیعت

لینی شروع کر دی۔ اور حضرت بیعت لے رہے تھے کہ حضرت عثمان آ گئے۔ تو سات آٹھ سے لے کر دس گیارہ تک کتنی نمازیں فرض تھیں۔ حضرت عثمان پر؟ پہلے کوئی نماز تو فرض کرو۔

اس علاقے میں ان پر نماز ثابت کرو پھر پوچھو کہ پہنچا تھا یا نہیں پہنچا تھا؟ اس میں سرے سے ان کا نماز پڑھنا ہی ثابت نہیں ہے۔ عوام بے چارے یہ سمجھتے ہیں کہ شاید تینوں دن کا نہیں پہنچا۔ بات تو ختم نہیں ہے۔ اطلاع تو آئی اسی وقت، اسی وقت آپ نے بیعت شروع کر دی بیعت کرتے کرتے حضرت عثمان تشریف لے آئے۔ اس میں نماز کا وقت کون سا تھا؟ اور ضروری تھا کہ درود پڑھنا ہے۔ اس لئے سرے سے سوال ہی بے بنیاد ہے اس لئے ہمارے علاقے میں تو یہ نہیں پوچھتے کیونکہ میں کہتا ہوں کہ نماز ثابت کریں۔ فرض کون سی ہے؟

سوال:

غیر مقلدوں کی جہادی تنظیم کے متعلق تھوڑی سی وضاحت فرمائیں علاقے میں یہ فتنہ شدومد سے پروان چڑھ رہا ہے قربانی کی کھالیں اور زکوۃ وعشر دینا کیسا ہے؟

جواب:

اس پر تو کشمیر کے مفتی آصف کا فتویٰ چھپ چکا ہے، اصل بات یہی ہے کہ یہ ہمارے جہاد کو ناکام کرنے کے لئے ایک تنظیم بنائی گئی ہے تا کہ ہمارا چندہ بھی وہ لے جائیں۔ اور آگے جا کر جاسوسی کر کے ہمارے مجاہدوں کو گرفتار بھی کروائیں۔ اس کے سوا ہمارے سامنے ان کا کوئی کام نہیں آیا۔ اور یہ مشاہدہ میں بات آچکی کہ طالبان نے جب ان کی ریاست میں ان سے اسلحہ چھین لیا۔ انہوں نے بڑا واویلا کیا یہاں کہ دیکھو جی ہمارا اسلحہ چھین لیا۔ ملاں ربانی نے پھر مفصل بیان دیا کہ ہم نے وہ اسلحہ چھین کر کھا نہیں لیا۔ گھر میں وہ جہاد کے لئے تھا اس سے جہاد ہی ہو رہا ہے اور فرمایا کہ ہم نہیں چاہتے تھے کہ تمہارے راز کھولیں جتنے جاسوس پکڑے گئے وہ غیر مقلد پکڑے گئے۔ اور جس وقت روس کا جہاز بمباری کے لئے یہاں آیا تھا۔ تو ہم نے دیکھا کہ تمہارے معسکر پر سرخ جھنڈا ہوتا تھا تا کہ بمباری نہ ہو۔ تو اس لئے یہ صرف چندہ ہی اکٹھا کرنے کے لئے ایک تنظیم بنائی

ہے تاکہ جہاد کا چندہ ہمیں ملے، ان مجاہدوں کو نہ ملے اور ان کی جاسوسی کرنے کے لئے تنظیم بنائی ہے۔ جہاد کی تنظیم ان کی سرے سے ہے ہی نہیں۔ اور مجھے خود مجاہدین نے بتایا۔ میرا بھتیجا قاری عبدالواحد تھا اس جہاد میں، اس نے کہا کہ ہمارے ساتھ تھا ایک آدمی جہاد میں، لمبی لمبی اس کی داڑھی تھی ماشاء اللہ جب کوئی گولہ گرتا تو وہ کہتا یا اللہ تیرا شکر ہے کہ اگر یہ چار فٹ ادھر گرتا تو کتنا نقصان ہوتا اور اگلا گولہ وہیں گرتا جہاں اس نے نام لیا چار فٹ ادھر آ کر گرتا۔ تو جس وقت ہم نے دیکھا تو اس کی داڑھی کے نیچے وائرلیس تھی جوان کو اطلاع دے رہا تھا۔ یہاں جو گرانا کام ہو گیا ہے۔ یہاں گرے گا تو فائدہ ہوگا تو اس لئے رہا یہ کہ ان کو چندہ دینا جہاد کے نام پر یا قربانی کی کھالیں وغیرہ دینا یہ تو بات ہی غلط ہے۔ کیونکہ یاد رکھیں قربانی کی کھالیں میں نے اس مسئلے کو اچھی طرح واضح کیا تھا کہ قربانی کی کھال کا حکم بالکل قربانی کے گوشت کا ہے جب تک گوشت ہے اس کو آپ خود بھی کھا سکتے ہیں۔ امیر کو بھی کھلا سکتے ہیں، غریب کو بھی کھلا سکتے ہیں۔ کھال جب تک کھال ہے آپ اپنے لئے بھی جائے نماز بنا سکتے ہیں اپنے امیر دوست کو بھی جائے نماز کے لئے دے سکتے ہیں۔ لیکن جب کھال فروخت ہو جائے تو پیسوں کی بن جائے گی اب نہ وہ پیسے آپ خود استعمال کر سکتے ہیں نہ کسی امیر کو دے سکتے ہیں اب ان پیسوں کے حقدار وہی ہیں جو زکوٰۃ کے حقدار ہیں اور اس میں ہمارے ہاں تملیک ضروری ہے۔ یہ لوگ تملیک کے قائل نہیں ہیں اس لئے ان پیسوں کو غلط خرچ کریں گے۔ تو جب تک اتنے پیسے آپ مستحقین زکوٰۃ کو نہ دیں گے۔ آپ کی قربانی ناقص رہے گی۔ تو کھالوں کا تو شوق سب کو ہوتا ہے آج کل۔

لطیفہ:

مجھے ایک مولوی صاحب ایک لطیفہ سنا رہے تھے کہ ایک آدمی تھا اس کی شادی کے بیس پچیس سال بعد خدا نے اس کو بیٹا دیا اب وہ میاں بیوی آپس میں بحث کر رہے تھے بیوی کہہ رہی تھی اس کا ختنہ ڈاکٹر سے کرانا ہے نائی اچھا نہیں ہے۔ بڑے ترسیویں کے بعد بیٹا ملا ہے کہیں خراب نہ ہو جائے تو میاں کہتا ہے کہ وہ اتنے عرصے سے ہمارے خاندان کی

خدمت کررہا ہے اس سے کرواتا ہے۔

ایک جماعت اسلامی کا آدمی وہاں سے جارہا تھا اس نے سنا اس نے کہا کہ یہ فیصلہ تم خود کر لینا کہ کہاں سے کراتا ہے ختنہ لیکن ختنے میں جو کھال اترے گی وہ جماعت اسلامی کو دینا یہ بات یاد رکھنا بھولنا نہیں وہیں بھیجنی ہے۔

تو اس لئے یہ لوگ تملیک کے قائل نہیں ہیں، اس لئے ان کی قربانی ناقص رہ گئی ہے جنہوں نے غیر مقلدوں کو کھال دی ہے۔ اب بھی اتنے پیسے جب تک یہ خیرات نہ کریں گے اور مستحقین زکوٰۃ کو نہ دیں گے اس وقت تک ان کی قربانی ناقص ہے۔

سوال:

دین کامل ہو گیا تو فقہ کی کیا ضرورت ہے؟ اور تقلید کے بارے میں چند باتیں فرمائیں؟

تو یہ تو دوسرے بھی کہتے ہیں کہ جو اہل قرآن کہلاتے ہیں کہ دین کامل ہو گیا تو صحاح ستہ کی کیا ضرورت ہے؟ نہ تو دین کے کامل ہونے کا معنی ان کو آتا ہے نہ ان کو آتا ہے۔

لطیفہ:

یہاں پر ایک لطیفہ یاد آیا ایک گاؤں گیا۔ تو وہاں ان لوگوں نے کچھ محنت کی تو کچھ لوگوں کو غیر مقلد بنا لیا۔ انہوں نے تقلید چھوڑ کر نام اہل حدیث رکھ لیا کچھ حنفی رہے۔ تو دو تین سال کے بعد شکایت یہ آئی کہ وہ جو حنفی ہیں وہ اب بھی حنفی ہیں۔ لیکن جن کو اہل حدیث بنایا تھا وہ اب اہل قرآن ہو گئے ہیں۔ ترقی کر گئے۔

اب بنارس کا شیخ الحدیث ان کے مدرسے کا پوری صحاح ستہ ساتھ لے کر پھر ان کے پاس گیا۔ سنا ہے کہ تم گمراہ ہو گئے ہو؟ تم تو پہلے اہلحدیث تھے صحیح تھے۔ کہنے لگے ہم اب اہل قرآن ہو گئے ہیں۔ تو کیا قرآن گمراہ کرتا ہے؟ تم لکھ دو کہ قرآن گمراہ کرتا ہے۔ کہنے لگے کہ دیکھو تقلید کے تم بھی خلاف ہو ہم بھی خلاف ہیں کہ تقلید شرک ہے تو اس بارے میں ہم اکٹھے ہیں اس بارے میں ہمیں مل کر کام کرنا چاہئے انہوں نے کہا بات تو ٹھیک ہے۔ آپ ان کو بھی بتا کر گئے تھے کہ تقلید شرک ہے نہیں کرنی چاہئے تم تو روزانہ کرتے ہو۔

لیکن تم فقہاء کی تقلید شرک کہتے ہو اور محدثین کی تقلید تم روزانہ کرتے ہو کہ فلاں محدث نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے فلاں حدیث ضعیف ہے۔ تو تم تو پکے مشرک ہو تم بھی کہتے ہو کہ ہم غیر مقلد ہیں۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ ہم بھی غیر مقلد ہیں۔ ہم خالص غیر مقلد ہیں۔

تم منافق غیر مقلد ہو۔ اور ساتھ ہی اس نے کہا کہ فقہاء کی تقلید کا ذکر اللہ نے کیا ہے فقہاء کی تقلید کا ذکر تو اللہ نے قرآن میں کیا ہے **لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون** اور محدثین کی تقلید کا تو کہیں ذکر ہے ہی نہیں جو تم کرتے ہو اس لئے ہم خالص غیر مقلد اور تم غیر خالص غیر مقلد۔

پھر دونوں ہی یہ کہتے تھے کہ صحابہ کا قول فعل بھی حجت نہیں ہم ترقی کر گئے ہم کہتے ہیں کہ نبیؐ کا قول بھی حجت نہیں اور یہ عجیب بات ہے کہ تم کہتے ہو کہ صحابہ کی بات حجت نہیں۔ ائمہ مجتہدین کا قول حجت نہیں اور فتاوی ثنائیہ تمہارے ہر گھر میں ہوتا ہے یہ کہاں سے حجت ہو گئے اس لئے کہتے ہیں کہ تم جس راستے پر لگے ہو ہمیں پتہ چلا کہ تم جھوٹ بولتے تھے اور اب ہم سچ پر آ گئے ہیں۔

تو اس لئے تقلید تو یہ غیر مقلدین بھی کرتے ہیں اور تقلید کے بغیر چارہ کار ہے ہی نہیں۔

تقلید ضروری ہے:

ایک صاحب سے میں نے پوچھا میں رحیم یار خان میں تھا پانچ سات مولوی صاحبان آ گئے کتابیں اٹھائے ہوئے مناظرہ ہوگا میں نے کہا چلو کر لیں گے کس مسئلے پر ہوگا کہ جی مسئلہ تقلید پر۔ میں نے کہا کہ تقلید عربی زبان کا لفظ ہے یہ لوگ پنجابی ہیں ان کو سمجھا دو تقلید کہتے کس کو ہیں؟ تا کہ پھر پتہ چلے گا کہ یہ واقعی تقلید بری چیز ہے، یا اچھی چیز ہے؟

تقلید کہتے ہیں کہ کسی امتی سے دین کا مسئلہ پوچھنا اور پھر دلیل نہ پوچھنا قرآن حدیث سے دلیل کے بغیر عمل کر لینا یہی تقلید ہے۔ جی ہاں میں نے کہا کہ حضرت عثمانؓ نے جب جمعہ کی ایک اور اذان کا اضافہ فرمایا تو ساتھ کونسی آیت سنائی تھی؟ کہتے کوئی نہیں، کون سی حدیث سنائی تھی؟ کہتے کوئی نہیں۔ میں نے کہا کہ صحابہؓ نے بغیر دلیل عمل کر لیا؟ جی کر لیا۔

میں نے کہا کہ صحابہؓ نے بغیر دلیل پوچھے حضرت عثمانؓ کے مسئلے پر عمل کر لیا؟ تو آپ ان کو کیا کہتے ہیں؟ مشرک تھے حضرت عثمانؓ کے مسئلے پر عمل کر لیا؟ تو آپ ان کو کیا کہتے ہیں مشرک تھے، وہ مشرک تو نہیں تھے۔ غلطی بہر حال صحابہؓ نے کی تو ان کے دو غیر مقلدین ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے کہ مولوی صاحب پہلے اماموں کو گالیاں دلواتے تھے۔ اب ہم سے صحابہ کو گالیاں دلوائی ہیں؟ کہ وہ بھی غلطی کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ آدمی سمجھ گئے ہیں ان میں سے ایک کا نام اصغر تھا۔ میں نے کہا کہ اصغر صاحب آپ نماز پڑھ آئے ہیں ظہر کی جی ہاں تو میں نے کہا کہ رکوع میں جو آپ نے تسبیح پڑھی تھی وہ اونچی آواز میں پڑھی یا آہستہ آواز میں؟ کہتا ہے کہ آہستہ آواز سے میں نے کہا کہ جی ذرا حدیث سنا دیں یا آیت؟ کہتا ہے کہ آیت یا حدیث تو ہمیں یاد نہیں ہے میں نے کہا کہ کس کی تقلید میں پڑھی تھی کہ جی مولوی صاحب نے کہا تھا۔ میں نے کہا مولوی صاحب یہ آپ کا ایک مقلد بیٹھا ہے۔ یہ مشرک ہے اور آپ مشرک گر ہیں۔ آپ ان کو مشرک بناتے ہیں۔ میں نے کہا اصغر صاحب وہ تو آپ کرتے ہیں اندھی تقلید یہ آپ کے پاس ہے تو اندھا ہے۔ یہ بھی اندھے ہیں۔ اس کو بھی حدیث نہیں آئی۔ اور ہماری تقلید اندھی نہیں۔ ہم آنکھوں والے کی تقلید کرتے ہیں۔ یہ اندھی تقلید آپ کے پاس ہے اس کو کہو کہ حدیث سنائے۔ اب تو یاد نہیں ہم تلاش کریں گے جا کر۔ میں نے کہا کہ اب تک جو نمازیں پڑھیں ہیں وہ کسی کی تقلید میں پڑھی ہیں؟ وہ ہو گئیں یا نہیں ہوئیں؟ بس جی ہم جا کر حدیث تلاش کریں گے۔

دیکھو یہ بات تو اتنی واضح ہے تقلید کی آپ قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں نا؟ (جی) تو ہر ایک کو ہر زبر کی دلیل یاد ہے کہ یہاں زبر کیوں لگی ہوئی ہے؟ (نہیں) یہاں زیر کیوں لگی ہوئی ہے؟ (نہیں) یہاں پیش کیوں لگی ہوئی ہے (نہیں) یہاں وقف کیوں ہے؟ یاد ہے (نہیں) لیکن آپ کس یقین سے تلاوت کر رہے ہیں کہ اگر چہ ہمیں دلیل کا پتہ نہیں لیکن قرآن کی ایک زبر بھی بغیر دلیل کے لگی ہوئی نہیں ہے۔ قرآن کی ایک زیر بھی بغیر دلیل کے لگی ہوئی نہیں ہے۔ ایک بھی وقف بغیر دلیل کے لگا ہوا نہیں ہے۔ اب یہ جو

لوگ تلاوت کرتے ہیں اور ان کو دلائل یاد نہیں ہیں۔ نہ لفظوں کے نہ زبر نہ زیر کے نہ اوقاف کے۔ تو یہ ہر زبر پر تقلید کرتے ہیں یا نہیں؟ (کرتے ہیں) ہر زیر پر تقلید کرتے ہیں یا نہیں کرتے؟ (کرتے ہیں) ہر پیش پر تقلید کرتے ہیں یا نہیں کرتے؟ (کرتے ہیں)۔ تو یہ تو ایک پاؤ قرآن پڑھتے ہوئے اتنے شرکوں میں غرق ہو جائیں گے کہ شاید فرشتوں کو بھی نہ ملیں کہ کہاں ڈوبے ہوئے ہیں۔

کسی پوتی کا بیٹا کنوئیں میں گر گیا اس نے آواز دی ابا جی میں کنوئیں میں گر گیا ہوں اچھا بیٹا اللہ تجھے وہیں خوش رکھے جہاں تو ہے۔

اب فرشتہ بھی یہی کہہ کر چلا جائے گا کہ جہاں غرق ہوا ہے وہیں رہے۔ ملتا تو ہے نہیں۔ تو دیکھو کوئی غیر مقلد سے لمبی بحث کی ضرورت ہی نہیں اس کے سامنے قرآن کھول کر رکھ دے اور کہو کہ اس پر لگی زبر کی دلیل سناؤ اب جو تم بلا دلیل تلاوت کرتے ہو یہ شرک ہے یا ایمان ہے؟ اس سے فوراً پوچھو تم نے جو اللہ اکبر کہا نماز کے شروع میں یہ فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے، کوئی نہیں بتا سکتا۔ اس سے پوچھو کہ یہ جو اللہ اکبر آہستہ جو تم نے کہا اکیلے یہ اس کی حدیث سناؤ۔ نہیں سنا سکتا آپ کو، تو یہ پوری نماز سلام تک تقلید سے پڑھتے ہیں اس لئے تقلید کے بغیر نہ تو کوئی نماز پڑھتا ہے، میرے سامنے لاؤ کون سا ہے؟ نہ کوئی قرآن کی تلاوت کر سکتا ہے یہ تقلید تو اتنی ضروری ہے کہ ساری عبادات اس میں ہیں۔

ایک غیر مقلد حج کر کے آیا میں نے کہا کہ اب صحاح ستہ کھولو ترجمہ والی اور مجھے پوری ترتیب سے حج دکھا دو۔ کہتا ہے میں تو نہیں دکھا سکتا۔ میں نے کہا کہ پھر تو حج کیسے کر کے آیا؟ کہتا کہ میں تو نہیں دکھا سکتا کہ جس طرح لوگ کر رہے تھے اسی طرح میں کرتا رہا، میں نے کہا کہ اسی کا نام تقلید ہے اگر تقلید جائز ہے تو جس وقت تو یہاں سے گیا تھا اس وقت حاجی نہیں تھا۔ آیا ہے تو حاجی بن کر اور اگر تقلید شرک ہے تو جب تو گیا تھا تو مشرک نہیں تھا اب آیا ہے تو مشرک بن گیا ہے پکا۔

سوال:

حضرت حسینؓ کی تین شرائط یزید کے ساتھ ملاقات کا ذکر یزید فاسق وفاجر تھا تو

سیدینہ منورہ واپس کیوں نہیں گئے؟

جواب:

یہ تو موضوع الگ ہے۔ یہاں میں عرض کرتا ہوں پہلے تو یہ کہ صحابہ کا دفاع اہل سنت والجماعت کے فرائض میں سے ہے یزید کا دفاع اہل سنت کے فرائض میں نہیں ہے ہم اہلسنت والجماعت ہیں نا؟ (جی)

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کی تین جگہ لڑائی ہوئی پہلی جنگ جمل ہے دونوں طرف جو لوگ ہیں (ایک طرف) حضرت علیؓ ہیں ان کے فضائل بھی تواتر سے ثابت ہیں (دوسری طرف) سیدہ عائشہؓ ہیں حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ ہیں ان کے فضائل بھی تواتر کے ساتھ ثابت ہیں اس لئے دونوں کے فضائل سامنے رکھ کر ہم کسی کے خلاف زبان نہیں کھول سکتے۔ ہاں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ ترتیب ان کی افضلیت کی وہی ہے۔

اس کے مقابلے میں کچھ نہیں یہ اس کا عیب ہی عیب ہے۔ فضیلت کچھ نہیں اہل مدینہ میں سے جن صحابہؓ کو شہید کیا گیا۔ ان میں بہت سے بیعت رضوان والے تھے اور اب یہ جنھوں نے یزید سے لڑائی کی ہے، یہ صحابہ ہیں یزید تو صحابی نہیں ہے یہ مدینۃ الرسول کے رہنے والے ہیں۔

ایک مجھے کہنے لگا جی بخاری شریف میں حدیث ہے کہ جو اس لڑائی میں گیا غزوہ روم والا جو ہے وہ بخشے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا کہ ٹھیک ہے اس میں کوئی بات نہیں، میں نے ایک کو حدیث سنائی تو وہ لاجواب ہو گیا۔ کہ اس حدیث کا پہلا منکر یزید ہے آپ کو پتہ ہے کہ وہاں کون کون تھے؟ اسی لشکر میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ اب ہمیں تو کہتے ہو کہ جو اس لشکر میں گیا اس کو زبان سے بھی فاسق نہ کہو اور یزید اس حدیث کا اتنا بڑا دشمن تھا کہ ان کے بچے بھی نہیں چھوڑے۔

اب ایک ہے زبان سے فاسق کہنا اور ایک ہے کہ جو اس میں گیا اس کے بچے بھی نہ چھوڑے تو وہ منکر ہوا یا ہم منکر ہوئے؟ مدینہ منورہ میں واقعہ حرہ میں جو صحابہ شریک

ہوئے ان میں سے ۳۵۰ صحابہ وہ ہیں جو اس لشکر میں شریک ہوئے یزید نے ان کو مدینہ منورہ میں بھی معاف نہیں کیا۔ اور ان کو مدینۃ الرسول بھی پناہ نہ دے سکا یزید سے، ہمیں یہ کہتے ہو کہ وہ تخت پر بیٹھا تھا اس کو فاسق بھی زبان سے نہ کہیں وہ تو اس لشکر کو چھوڑتا نہیں جہاں مل جاتے ہیں۔ اور اسی لشکر میں حضرت عبداللہ بن زبیر جو تھے۔ جو حرم مکہ بیت اللہ میں کھڑے ہو کر کہتے تو فاسق ہے۔ اور یزید اس کو حرم مکہ میں بھی معاف نہیں کر رہا۔ وہاں حملے کروا رہا ہے۔ تو جب سے وہ بادشاہ بنا تو اس نے کوئی لڑائی کافروں سے نہیں کی۔ پہلی لڑائی نبی پاک کے اہل بیت سے کی۔ اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ دوسری لڑائی اس نے نبی پاک کے شہر والوں سے کی اور صحابہؓ سے کی، اس کا بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

تیسری لڑائی حرم پاک والوں سے کی اس کا بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اسی لئے یہ باتیں ایسی ہیں کہ اس سے اس کے فاسق ہونے میں کوئی شک نہیں ہے البتہ بعض لوگ اس کو کافر بھی کہتے ہیں۔

جو اس کو کافر کہتے ہیں اس کی بنیاد کچھ اشعار ہیں اگر وہ اشعار واقعۃً اسی کے ہوں تو اس کے کافر ہونے میں بھی کوئی شک نہیں ہے۔ "البدایہ والنہایہ" میں اشعار ہیں کہ جب حضرت حسین کا سر مبارک اس کے سامنے رکھا تو اس نے کچھ شعر پڑھے جن کا مطلب یہ تھا۔

"کاش آج عتبہ زندہ ہوتا، ابو جہل زندہ ہوتا، شیبہ زندہ ہوتا تو میں بتاتا کہ میں نے آج بدر کا بدلا لے لیا ہے"

اگر تو یہ اشعار واقعی اس کے ہیں تو پھر ایسے آدمی کے کافر ہونے میں شک نہیں ہے لیکن ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس کا ایک راوی یعقوب بن عبداللہ قمی شیعہ ہے اس لئے شبہ ہے کہ شیعہ نے اس کے ذمہ لگا دیئے ہوں۔ تو جس طرح شبہ سے قتل کی سزا معاف ہو جاتی ہے اس شبہ کی وجہ سے یہ کفر بھی اور اس کا فتوی بھی کم ہو جاتا ہے تو اس لئے اگر یقینی طور پر اس سے ثابت ہو جائے تو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے۔ بہر حال اس کے فاسق

ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

سیدنا حسینؓ کو کوفہ جانے سے روکنے کی وجہ کیا تھی؟

اب یہ کہتے ہیں کہ بہت سے صحابہؓ نے بیعت کی اور صحابہ روکتے بھی رہے کہ وہاں نہ جانا ہمارا ان سے ایک ہی سوال ہے کہ جو صحابہ روکنے والے تھے وہ کہتے کیا تھے؟ بتاؤ کسی ایک نے ان سے یہ کہا ہو کہ چونکہ یزید عادل ہے اس لئے نہ جانا جنہوں نے روکا انہوں نے بھی کہا کہ اہل کوفہ غدار ہیں۔ اب مسئلے میں اختلاف نہیں تھا واقعہ میں اختلاف تھا حضرت حسین اور روکنے والوں میں۔

اس کی مثال سمجھیں، یہاں پانی کھڑا ہے، میرے خیال میں وہ پاک ہے تو مجھے حکم ہے کہ میں وضو کروں۔ مولانا کے خیال میں وہ ناپاک ہے۔ تو یہ وضو نہیں کریں گے۔ تیمم کریں گے۔ مسئلہ دونوں کا ایک ہے کہ اگر پانی موجود ہے تو تیمم جائز نہیں پانی ناپاک ہے تو وضو جائز نہیں اب صرف اس پانی کے بارے میں اختلاف ہو گیا ہے۔

مسئلہ دونوں میں یہ تھا کہ اگر کوئی فاسق اوپر آ جائے اور تھوڑی سی لڑائی سے جس میں مسلمانوں کا زیادہ نقصان نہ ہو اس کو اتارا جا سکتا ہے تو اتار دو لیکن اگر اس کے اتارنے میں مسلمانوں کا بہت نقصان ہو تو پھر صبر کرو یہ دونوں کا مسئلہ ہے۔

اختلاف صرف اس بات میں ہوا کہ اہل کوفہ قوت ہیں یا نہیں؟ حضرت حسین ان کو قوت سمجھتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ وہ قوت نہیں جس سے ہم یزید کو ہٹا سکیں چونکہ وہ غدار ہے اور وہ غداری کر رہے ہیں۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ ثابت ہو گیا کہ وہ غدار تھے۔ بات یہ نہیں ہے اصل میں حضرت حسین کو کوفہ کیوں نہیں جانے دیا گیا یزید کو بھی پتہ تھا کہ وہ سارے غدار نہیں ہیں۔

جنہوں نے تاریخ کا مطالعہ کیا ہے کربلا کے آگے واقعات دیکھئے "فدائین" ایک مستقل عنوان آتا ہے۔ ان اہل کوفہ میں سے ہزاروں ایسے لوگ تھے جنہوں نے قسم

کھائی کہ حضرت حسینؓ ہمارے بلانے پر آئے تھے اب ہم پر غسل جنابت حرام ہے ہم بدلہ لیں گے یزید سے وہ لڑتے رہے۔ ابن زیاد کو وہاں سے کن لوگوں نے بھگایا انہی لوگوں نے بھگایا وہ سارے ایسے نہیں تھے۔ اب یہ جو بات لکھی ہے کسی نے کہ انہوں نے تین شرطیں مان لیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جو غلام شروع سے آخر تک ساتھ رہے ہیں۔ ان کا بیان "البدایہ والنہایہ" میں ہے کہ یہ لوگوں نے غلط بات مشہور کی۔ حضرت حسینؓ نے سرے سے کوئی شرط مانی ہی نہیں یہ دوسرے لوگوں نے مشہور کر دی کہ حضرت حسینؓ نے یہ شرط مانی۔ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ مانی ہی نہیں، اب سرے سے یہ بات ہی غلط ہے، بالفرض ہم مان لیں کہ ایسا ہوا تو بات وہ ہوئی جو میں نے پہلے عرض کی کہ اب چونکہ حضرت کو پتہ چل گیا تھا کہ حکومت میرے ساتھ نہیں رہی اس لئے صبر کرنا چاہئے تو ہو سکتا ہے کہ اس پر ہی بات مان لی چونکہ اب ان کو یقین تھا کہ اب وہ مجھے وہاں نہیں جانے دیتے لیکن یہ بھی ہے کہ اس روایت کو صحیح سند کیساتھ ثابت کریں اس کی صحیح سند ہے ہی نہیں بلکہ اس کے انکار کی روایتیں موجود ہیں۔

رافضیت کو برا کہنے کی وجہ!

تو اس لئے یاد رکھیں کہ رافضیوں کو ہم برا کہتے ہیں کس لئے؟ کہ وہ حضرت علیؓ کو حضرت ابو بکر صدیقؓ سے افضل کہتے ہیں۔ اور یہ جو یزیدی ہیں یہ ان سے بھی بدتر ہیں۔ یہ حسینؓ کو اس لحاظ سے گھٹانا چاہتے ہیں یہ یزید کو حضرت حسینؓ سے بڑھانا چاہتے ہیں۔ اس لئے رافضیوں سے برے یہ لوگ ہیں۔ جو یزید جیسے آدمی کو حضرت حسینؓ سے اوپر کرنا چاہتے ہیں۔

یزیدیوں سے بدتر کون؟

میں جب کراچی گیا تو ایک مولوی صاحب نے مجھے کہا کہ ذرا درس ہو جائے ہمارے مدرسے میں بڑے امیر لوگوں کے بچے پڑھتے ہیں۔ لوگوں کو بلا لیں گے۔ میں نے درس دیا درس کے بعد انہوں نے مجھے ایک کتاب دی جس کا نام تھا "جمع القرآن" اس میں

لکھا ہے کہ ساری قرأتیں ہی غلط ہیں۔ میں نے پہلے پڑھی نہیں۔ میں نے کہا کہ آپ نے مجھے مستقل طور پر دی ہے یا عاریتاً دی ہے۔ کہنے لگے کہ یہ میری نہیں دے ہے۔ ضرورت ہوگی تو ہم خرید لیں گے۔ میں نے جب آ کر کتاب پڑھنی شروع کی۔ تو سوچا کتاب میں یہ پڑھوں گا۔ اور نشان لگاؤں گا۔ پھر اپنی خریدوں گا۔ تو میں نے نام پڑھ کر پانچ کتابوں کا سیٹ خرید لیا۔

تین دن بعد ان کا پیغام آیا کہ آج کھانا ہمارے ہاں ہے۔ میں نے کہا کہ میں تو بیمار آدمی ہوں۔ پرہیزی کھانا کھاؤں گا۔ کہتے تھے جیسا فرمائیں گے کر لیں گے۔ انہوں نے مجھے نہیں بتایا کہ مسئلہ کیا ہے؟

اس آدمی کا بھائی اس پارٹی میں شامل تھا یزیدیوں میں تو اس نے اسے کہا کہ امین صاحب آرہے ہیں۔ تو بھی آجانا، کوئی بات پوچھنی ہو تو پوچھ لینا۔ وہ سب کو ساتھ لیکر آگیا جوان کے بڑے تھے۔ میں ان کے نام تو جانتا تھا۔ کتابیں بھی پڑھی تھیں۔ لیکن یہ پتہ نہیں تھا کہ یہ کون ہے؟ یہ کون ہے؟ یہ کتاب میں واپس لے گیا۔ کیونکہ میں نے اپنی خرید لی تھی۔ میں نے سوچا کہ اب ان کو واپس کر دوں گا۔

اب وہ گھر والا نہیں چاہتا تھا کہ بات ہو وہ جانتا تھا کہ ان کو جواب ملا تو یہ لڑ پڑیں گے۔ تو وہ کتاب سے بات شروع ہوگئی۔ اب مجھے پتہ نہیں کہ بات شروع کرنے والا وہی مولوی قاری طاہر ہے۔ جس کا یہ کتاب پر مقدمہ لکھا ہوا ہے۔ مجھے پوچھا کہ مولانا آپ نے یہ کتاب پڑھی ہے؟ میں نے کہا کہ پڑھی ہے۔ اس کے بارے میں آپ کا کیا تبصرہ ہے، مجھے تو پتہ نہیں تھا کہ یہی بیٹھا ہے کتاب والا۔ میں نے کہا کہ کتاب لکھنے والا یا تو پرلے درجے کا جاہل ہے یا پرلے درجے کا دجال ہے۔ مجھے نہیں پتہ تھا کہ یہی بیٹھا ہے۔ اس نے کہا اف آپ نے یہ جی کیسے کہہ دیا؟ میں نے کہا کہ اس نے پہلے ساٹھ صفحے لکھے ہیں۔ کہ زہری راوی شیعہ تھا۔ اور حدیث قرطاس غلط ہے کہ اس کا راوی زہری ہے اور وہ شیعہ ہے۔ اس نے کہا کہ اس میں شک ہے؟ میں نے کہا کہ مجھے ہو یا نہ ہو اس کو خود شک

ہے۔ دیکھو آگے اسی صفحہ پر لکھتا ہے کہ یہ حضرت عمر سے کتنی صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے انہوں نے فرمایا تھا کہ حسبنا کتاب اللہ ...... حالانکہ یہ جملہ اسی حدیث قرطاس کا ہے۔ جس کو یہ ساٹھ صفحے جھوٹ ہی کہتا چلا آرہا ہے۔ اس لئے میں نے کہا کہ یا تو اتنا بڑا جاہل ہے اس کو پتہ ہی نہیں کہ یہ جملہ اسی حدیث کا ہے جس پر میں نے ساٹھ صفحے کالے کئے ہیں۔ اور یا پرلے درجے کا دجال ہے کہ چونکہ یہ منکر حدیث ہے۔ اس سے یہ نکال سکتا تھا کہ حدیث ماننا ضروری نہیں ہے اس لئے اس جملے کو صحیح کہہ دیا اب یہ میری گرفت مضبوط تھی۔ اس کے ساتھی سمجھ گئے کہ یہ ہمارا ساتھی پھنس گیا ہے۔

تو دوسرا جلدی سے بول پڑا کہ آپ نے "عمر عائشہ" کتاب پڑھی ہے؟ میں نے کہا کہ نیاز فتح پوری کی؟ کہنے لگا ہاں، مجھے نہیں پتہ تھا کہ یہی نیاز بیٹھا ہے۔ میں نے کہا کہ کتاب تو میں نے پڑھی ہے۔ اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ کتاب پڑھ کر یہ مسئلہ تو دوسرے نمبر پر چلا گیا کہ سیدہ کی عمر کتنی تھی؟ سرے سے یہی مسئلہ ثابت نہیں ہوا کہ سیدہ عائشہ کا نکاح بھی حضور کیساتھ ہوا ہے یا نہیں؟ چونکہ بخاری کی جتنی صحیح حدیثیں تھیں وہ ساری جھوٹی ہوگئیں اب اس سے بڑی کوئی ہمیں دلیل دے کہ نکاح ہوا ہے یا نہیں ہوا تو سرے سے یہ نکاح ہی ثابت نہیں کرسکتا۔ یہ آدمی، پہلے تو یہ دیکھیں گے کہ نکاح کے وقت عمر کتنی تھی؟ اگر ہمت ہے تو کرے کوئی تو اس نے دیکھا کہ یہ بھی مضبوط اعتراض ہے۔ اور یہ پھنس گیا ہے۔

تو وہ مجھے کہتا ہے کہ جی آپ حضرت حسن وحسین کو صحابی کہتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں، کہ جی صحابی کی تعریف کیا ہے؟

میں نے کہا کہ جوان کے نانا پاک نے فرمائی ہے کہ طوبیٰ من رانی ولمن رای من رانی تو انہوں نے حضرت کی زیارت بھی کی ہے۔ حضرت کی کچھ حدیثیں بھی روایت کی ہیں اس لئے صحابی ہیں۔ آپ مروان کو صحابی کیوں نہیں کہتے؟ میں نے کہا کہ ثابت نہیں ہے اگر آپ ثابت کردیں تو میں مان لوں گا۔ کوئی بات نہیں، کریں ثابت وہ خاموش ہوگیا۔

چوتھا بولا کہ آپ فاطمہ کے بڑے فضائل سناتے ہیں۔ باقی صاحب زادیوں کے فضائل نہیں سناتے؟

انہوں نے کوئی نام عزت سے نہیں لیا، میں نے کہا کہ بھائی فضائل جو ہم سناتے ہیں۔ وہ اپنی طرف سے گھڑ گھڑ کر سناتے ہیں؟ یا یہ کہ جوان کے ابا نے سنایا ہم وہ سناتے ہیں؟ یا تو ہم گھڑ گھڑ کر سنائیں تو پھر آپ ہم پر اعتراض کریں ہم تو ان کے اباجی کی باتیں سنا دیتے ہیں۔ جو کچھ ان کے اباجی نے فرمادیا تو ہم نے سنا دیا اپنی طرف سے نہیں سناتے تو جب میں نے کہا تو کہتا ہے کہ "دین کا سب سے بڑا دشمن علی تھا" اب آ گیا اپنی بات پر اور کہتا ہے کہ اگر علی جنت میں جائے گا تو ہم نہیں جائیں گے۔

میں نے کہا کہ اللہ کے نبی نے اعلان فرمایا ہے کہ علی جنتی ہے وہ ضرور جائیں گے۔ تم جہاں مرضی گھومتے پھرو، میں نے کہا کہ تمہاری کوئی منت نہیں کرے گا کہ جنت میں آ جاؤ۔

سوال:

وہ انسان جس کی موت جہاد وغیرہ میں ہوئی ہو اس کو عذاب وثواب کیسے ہوگا؟

جواب:

یہ تو میں نے بھی بات عرض کر دی تھی کہ بھئی یہی اشکال پہلے لوگوں کو بھی ہوا۔ اس کے لئے صحیح بخاری کی وہ مشہور حدیث ہے کہ۔

حضرت نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے ایک آدمی نے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا پھر جلا کر راکھ جو ہے کچھ پانیوں میں بہا دینا کچھ ہواؤں میں اڑا دینا یہ حضرت نے واقعہ سنایا۔ اب نہ تو حضرت نے واقعہ سناتے ہوئے فرمایا کہ وہ آدمی بے وقوف تھا اس جسم کو تو عذاب ہونا ہی نہیں تھا۔ وہ خواہ مخواہ کٹوا تا رہا خود ہی جلواتا رہا۔

حضرت نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذرات کو حکم دیا اور پھر اس کو زندہ کیا، پوچھا تو نے یہ کیوں کیا؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے اس جسم کو عذاب نہیں دینا

تھا تو کیوں جلاتا رہا؟

فرمایا کہ جسم کو عذاب جو ہے جہاں بھی وہ جسم آ کر ٹک جائے گا خواہ سمندر کی تہہ میں ہو یا جہاں کہیں بھی ہو وہی اس کی قبر بھی جائے گی اور وہیں اس کو عذاب ہوگا۔ قرآن نے فیصلہ کر دیا ہے کہ سب اسی زمین سے نکلیں گے۔ کسی آیت میں نہیں کہ کوئی شیر کے پیٹ سے نکل کر بھاگا آ رہا ہوگا۔ میدان قیامت میں کوئی کوے کے پیٹ سے بھاگا آ رہا ہوگا۔ کوئی چیل کے پیٹ سے نکل کر آ رہا ہوگا۔ آخر وہ شیر، چیل، کوے بھی یہیں مٹی میں مل جائیں گے اس لئے قبر سب کو ملتی ہے۔ دیر یا سویر کوئی بھی ہو اور جہاں وہ رکھا ہوا ہے اس کو عذاب وہیں ہو رہا ہے۔ جو آیت میں نے پڑھی وہاں دیکھو کہ وہیں اس کی مار پٹائی ہو رہی ہے چارپائی پر۔

حضرت عمر کے سامنے ایک کافر ایک کھوپڑی لایا کہ حضرت آپ کہتے ہیں کہ عذاب ہوتا ہے کافروں کو، یہ کافر ہے، میں نے اپنے ہاتھ سے دفن کیا تھا۔ آج میں گذرا تو قبر کھلی تھی۔ یہ اس کی کھوپڑی ہے۔ کھال وغیرہ اتری ہوئی ہے۔ سارے ہاتھ لگا کر دیکھو کہ بالکل ٹھنڈی ہے۔ ذرا بھی گرم نہیں۔ اب حضرت عمر نے یہ نہیں فرمایا کہ اس کھوپڑی کو عذاب نہیں ہو رہا آسان بات تھی۔

فرمایا یہاں رکھ دو، رکھ دی فرمایا دو پتھر کے ٹکڑے اٹھا کر لاؤ۔ وہ لایا فرمایا، ہاتھ لگاؤ ٹھنڈے ہیں یا گرم ہیں۔ کہ جی ٹھنڈے ہیں۔ ٹکراؤ ذرا، ان کو ٹکرایا تو آگ کی چنگاری نکلنے لگی فرمایا کہ جس طرح یہ پتھر سراپا آگ ہیں۔ تو یہ کافر کی کھوپڑی بھی سراپا آگ ہے۔ لیکن چنگاریوں پر پردہ نہیں۔ اس عذاب پر اللہ نے پردہ ڈال دیا ہے۔

اس لئے میرا یقین یہی ہے کہ یہ اگر کافر کی کھوپڑی ہے تو اس کو عذاب ہو رہا ہے اور نری آگ ہے۔ اگر چہ اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے پردہ ڈال دیا ہے۔

سوال:

خلافت راشدہ کے جواب میں حق چار یار کیوں کہتے ہیں؟ اور حق سب یار کیوں نہیں کہتے؟

جواب:

بھائی حق تو سارے یار ہیں۔ لیکن یہاں نعرہ خلافت راشدہ کا ہے۔ سارے خلفاء راشدین تو نہیں ہیں۔ اس لئے یہاں خلافت راشدہ کا ذکر ہے اور خلافت راشدہ جو ہے اس کا قرآن میں واضح ذکر ہے۔ کہ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو آیت استخلاف کے نازل ہونے سے پہلے ایمان لا چکے تھے۔ ان میں سے یہ خلیفہ بنے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہم۔

ان کے بعد بھی بعض صحابہ خلیفہ بنے لیکن وہ اس آیت سے پہلے ایمان نہیں لائے تھے۔ اسی لئے ان کی خلافت اخبار احاد میں مذکور ہے۔ اس آیت میں مذکور نہیں ہے۔ اسی لئے ان چاروں کو خلفاء راشدین کہا جاتا ہے۔

اور ایک حدیث میں تیس سال کا ذکر آیا ہے تو وہ تیس سال تب پورے ہوتے ہیں اگر امام حسن والے چھ ماہ شامل کر لئے جائیں اس لئے وہ بھی اس حدیث کی وجہ سے شامل ہیں۔ ورنہ آیت میں وہ شامل نہیں ہیں۔ تو خلافت راشدہ جو ہے یہ ایک اصطلاحی لفظ ہے۔

میں ایک جگہ بیٹھا تھا۔ ایک صاحب (نواب بیچارے فوت ہو گئے ہیں) مجھے کہنے لگے کہ جب اللہ تعالی سب صحابہ کو راشد کہتا ہے اولئک ھم الراشدون. تو ان میں جتنے بھی خلیفے بنے وہ سارے خلفاء راشدین ہوں گے نا؟ میں نے کہا کہ ان کو تو تم بھی نہیں مانتے۔ عبداللہ بن زبیر بھی تو صحابی ہیں۔ ان کو تم کیوں نہیں مانتے؟ مجھے کہنے لگا کہ حضرت قائد اہلسنت قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم نے قرآن کا انکار کیا ہے جب قرآن سارے صحابہ کو راشد کہتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ خلفاء راشدین ہیں۔ وہ خلفاء راشدین میں نہیں ہیں۔ میں نے کہا کہ وہاں اصطلاح کا ذکر ہے۔ کہتا ہے کہ اصطلاح قرآن سے بڑی ہوتی ہے؟ میں نے کہا کہ دیکھئے کہ نبی کسے کہتے ہیں؟ کہ جو اللہ کی خبر دے یہ معنی تو اس کا یہ ہے نا؟ (جی) اب اگر تو دو آیتیں سنا دے تو، تو نبی اللہ کہلائے گا یا نہیں؟

اصطلاح میں نبی اللہ نہیں کہتے۔

اسی طرح میں نے کہا اولئک علیھم صلوٰت من ربھم و رحمۃ کہ یہ تو سب مومنوں کے لئے ہے کہ ان پر صلوٰۃ اور رحمت ہے۔ تو تیرا نام اشتہار میں لکھا ہوا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم یا رحمۃ اللہ علیہ، تو کیا تو مومن نہیں ہے؟؟ کہتا ہے کہ مومن تو ہوں۔ لیکن یہ اصطلاح خاص ہے میں نے کہا کہ حضرت کو تو اصطلاح یاد ہے تجھے اصطلاح یاد نہیں۔ اب پھر کہتا ہے کہ حضرت ٹھیک ہیں میں ہی غلط ہوں۔ تو بات یہی ہے کہ اصطلاح اور چیز ہوتی ہے اور معنی لفظ اور چیز ہوتا ہے۔ اسی پر تو دنیا سارے جھگڑے ڈالتی ہے۔ کہ صلوٰۃ کے معنی ہیں حضرت علی کو سلام۔

بعد از نماز عصر

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی!

تمہید!

کل ظہر کے بعد بھی اور رات بھی میں نے عرض کیا تھا کہ آج کل عجیب فتنوں کا دور ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ اہلسنت والجماعت قرآن کو نہیں مانتے۔ کوئی کہتا ہے کہ اہلسنت والجماعت حدیث کو نہیں مانتے۔ حالانکہ جو لوگ یہ کہتے ہیں وہ نہ خود قرآن کو مانتے ہیں اور نہ حدیث کو مانتے ہیں۔ جیسا میں نے رات عرض کیا تھا کہ ہم نے ملتان میں ایک پمفلٹ شائع کیا کہ اشاعتیوں کی قبر کہاں ہے؟ اور وہ آیتیں جو قبر کے بارے میں ہیں۔ ہم نے وہ لکھیں اور احادیث لکھیں۔ اور یہ پوچھا کہ جس کو تم قبر کہتے ہو نہ اس کا معاذ اللہ تعالیٰ کو پتہ ہے نہ اللہ کے رسول ﷺ کو پتہ ہے نہ محدثین کو پتہ ہے نہ فقہاء کو پتہ ہے۔ اس سے ہر آدمی کو یہ پتہ چل گیا کہ یہ قرآن کا نام زیادہ لینے والے خود قرآن کو نہیں مانتے۔

منکرینِ قرآن وحدیث کون؟

ایک دن دو پروفیسر انہوں نے میرے پاس بھیج دیئے۔ آ کر مجھے کہنے لگے کہ قرآن پاک میں سینکڑوں آیتیں ہیں کہ مردے نہیں سنتے۔ آپ کے پاس بھی کوئی آیت ہے کہ مردے سنتے ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ نہ کہو کہ قرآن پاک میں سینکڑوں آیتیں ہیں کہ مردے نہیں سنتے۔ بلکہ یوں کہو کہ ہم قرآن کا نام لیکر سینکڑوں جھوٹ بولتے ہیں کیونکہ قرآن میں ایک بھی آیت نہیں ہے کہ مردے نہیں سنتے۔ اگر کوئی ہے تو مجھے سنائیں کہ کون سی ہے؟ (وہ کہنے لگے کہ) بہت سی آیتیں وہ پڑھتے ہیں (میں نے کہا کہ) تم نے ان سے لکھوالائی تھیں۔

اب اصل میں بات یہاں سے شروع کرنی چاہئے تا کہ بات سمجھ میں آئے۔ کہ آپ عذاب وثواب قبر کے قائل ہیں یا نہیں؟ اگر قائل ہیں تو عذاب میت، عذاب قبر میں اس جسم کو شامل مانتے ہیں یا نہیں؟ جب اس جسم کو شامل مان لیا گیا تو روح کا تعلق اس میں مانا۔

اور میں نے رات عرض کیا تھا۔ کہ سماع کا مسئلہ روح سے تعلق رکھتا ہے توحید اور شرک سے تعلق نہیں رکھتا۔ جواہر القرآن میں بھی یہی لکھا ہے۔ بغیر حوالے کے انہوں نے ایک بات لکھی ہے کہ حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے کہ شافعی سماع موتی کے قائل ہیں۔ اور حنفی سماع موتی کے قائل نہیں ہیں۔ وجہ اختلاف کیا ہے؟ کہ شافعی یہ کہتے ہیں کہ روح قبر میں ہوتی ہے اس لئے وہ سماع کے قائل ہیں۔ اور حنفی کہتے ہیں کہ روح علیین یا سجین میں ہوتی ہے اس لئے وہ سماع موتی کے قائل نہیں۔ تو انہوں نے بھی مانا کہ سماع کا تعلق روح کے تعلق سے ہے۔ اس کا توحید اور شرک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

پہلی آیت:

مجھے کہنے لگے کہ آیتیں تو وہ بہت سی پڑھتے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ کوئی ایک آیت تم یاد کر کے آتے۔ پھر ہمیں بھی پتہ چلتا۔ کہتا ہے کہ آپ کو پتہ ہی ہوگا کہ وہ کیا پڑھتے

ہیں؟ میں نے کہا کہ مجھے تو پتہ ہے ہی کہ یہی پڑھتے ہیں۔ انک لا تسمع الموتی۔ کہتا ہے کہ ہاں ہاں یہی آیت پڑھتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اس کا ترجمہ کیا ہے؟ کہ مردے نہیں سنتے؟ کہ آپ مردوں کو نہیں سناتے کہ جب نہیں سناتے تو وہ نہیں سنتے۔

یہ یہاں سے لکھ کر لایا آج میں نے آپ کو کھانا نہیں کھلایا تو آپ نے کھانا کھایا بھی نہیں۔ آج میں نے آپ کو پانی نہیں پلایا تو آپ نے پانی پیا بھی نہیں۔ میں نے کہا کہ جب بھی وہ قرآن کی آیت پڑھتے ہیں تو آدھی پڑھتے ہیں۔ کبھی ان کو پوری آیت پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے دونوں باتیں ارشاد فرمائیں ہیں۔ کہ آپ کن کو سناتے ہیں اور کن کو نہیں سناتے۔ اب جن کو سناتے ہیں۔ ان تسمع الا من یومن بایتنا وھم مسلمون۔ ان کا ذکر کیا کہ آپ مسلمان، مومنوں کو سناتے ہیں۔ تو جن کو نہیں سناتے وہ یقیناً کافر ہوئے۔

اب جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وعظ فرماتے تو کیا ابو بکر صدیق سنتے تھے؟ ابو جہل سنتا ہی نہیں تھا؟ اگر وہ سنتا ہی نہیں تھا تو اسے کافر کیسے کہا جاتا ہے۔ کافر تو تب ہو جب انکار کرے، جب اس کو بات پہنچی ہی نہیں تو اس کو کافر کیوں کہا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ سنتا تھا اور اس سے فائدہ نہیں اٹھاتا تھا۔ اب یہاں تشبیہ دی گئی ہے زندہ کافروں کو مردوں کے ساتھ، اگر تو زندہ کافر نہیں سنتے تو پھر مردے بھی نہیں سنتے۔ اور اگر زندہ کافر سن کر فائدہ نہیں اٹھاتے تو یہاں بھی یہی ہے کہ اب سن کر مردے کوئی نیا ایمان نہیں لا سکتے، نئی توبہ نہیں کر سکتے۔ تو ایسی آیتیں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پاک پیغمبر کی تسلی کے لئے نازل فرماتے تھے۔

کیونکہ ایک ہے ہمارا طریقہ کار ہمارا حوصلہ بہت کم ہوتا ہے۔ ہم کسی کو ایک دفعہ سمجھائیں گے زیادہ سے زیادہ دو دفعہ سمجھائیں گے۔ وہ نہیں مانتا تو کہتے ہیں کہ دفع ہو جاؤ نہیں مانتا تو نہ سہی۔

لیکن اللہ کے پیغمبر کو اتنی ہمدردی ہوتی ہے امت سے، کہ وہ سو دفعہ سمجھانے۔ کے

بعد بھی اگر مخالف نہیں مان رہا تو یہ سوچتے ہیں کہ شاید ہماری طرف سے کوئی کمی رہ گئی ہو۔ پھر سمجھانا شروع کر دیتے ہیں۔ اس لئے کہ جب ان کے ذہن میں بات آئی کہ شاید ہمارے سمجھانے میں کوئی کمی رہ گئی ہے تو ایسی آیتیں اللہ تعالیٰ نازل فرماتے ہیں کہ آپ کی طرف سے کوئی کمی نہیں رہ گئی۔ آپ نے سمجھانے کا پورا حق ادا کر دیا ہے۔ اب اگر یہ نہیں مانتے تو آپ کا کام پورا ہو گیا اب ان سے حساب لینا میرے ذمہ ہے۔ اب جب پوری آیت پڑھی جائے گی تو اس سے صاف پتہ چلے گا کہ زندہ کافروں کو مردوں سے تشبیہ دی ہے۔ تو وجہ تشبیہ ایک ہی ہوتی ہے کہ اگر عدم سماع مانا جائے (یعنی) نہ سننا تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ زندہ کافر بالکل نہیں سنتے جو بالکل غلط بات ہے۔

اس لئے مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وجہ تشبیہ عدم انتفاع ہے کہ وہ سن کر فائدہ نہیں اٹھاتے ہر زبان میں ایسا محاورہ چلتا ہے۔

ایک آدمی کہتا ہے کہ چھ ماہ ہو گئے ڈی سی صاحب میری سنتے ہی نہیں۔ کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ بہرے آدمی کو حکومت نے ڈی سی لگا رکھا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ میری بات مانتے نہیں۔ تو اس آیت کا یہی مطلب ہے۔

دوسری دلیل:

دوسری آیت ہے وما انت بمسمع من فی القبور. اور نہیں آپ سنانے ان کو جو قبروں میں ہیں۔ اس کے ساتھ آگے یہ ہے۔ ان انت الا نذیر. یہ فقرہ بالکل نہیں پڑھتے ساتھ، کیونکہ اس کا مطلب یہی ہے کہ آپ ان کو ڈرانے آئے ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ الفاظ بجائے اس کے کہ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے ہو یہ ہے کہ تم ان سے زیادہ جانتے نہیں ہو۔ اب جاننا بھی روح کے ساتھ جاتا ہے۔ یا بغیر روح کے؟ یہ بات سیدہ کی کبھی نہیں بتاتے۔

اصل میں سیدہ عائشہ صدیقہ کی ایک عادت مبارکہ تھی وہ فرماتی تھیں کہ قرآن

پاک جو ہے وہی مطلوب ہے۔ احادیث میں مقصود معنی ہے۔ الفاظ مقصود نہیں۔ اس لئے حدیث میں اگر کوئی لفظ ظاہری طور پر بھی قرآن کے خلاف نظر آرہا ہے تو ایسا لفظ لے آنا چاہئے کہ ظاہری طور پر بھی جس سے مخالفت نہ ہوتی ہو اس لئے ان کے خیال میں لفظ سماع کا بظاہر ٹکراؤ نظر آتا تھا اس لئے فرمایا کہ تم اعلم کہہ دیا کرو۔

سماع موتی کی دلیل:

اب واقعہ یہ کیا ہے؟ کہ جب بدر میں کافر مارے گئے۔ تو تیسرے دن حضرت تشریف لے گئے۔ مسلم شریف میں حدیث ہے جس کے الفاظ ہیں کہ ان کی لاشیں پڑی تھیں، بدبو آرہی تھی، حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان کو گڑھے میں ڈال دو۔ گڑھے میں ڈالنے کے بعد حضرت پاکؐ نے فرمایا کہ اللہ نے جو وعدہ میرے ساتھ کیا تھا۔ الحمد للہ وہ پورا ہو گیا اور اللہ کی طرف سے جو وعدے میں تمہیں سناتا تھا تمہیں عذاب ہو گا وہ پورا ہو گیا یا نہیں؟

سیدنا فاروق اعظمؓ نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو پھٹی ہوئی لاشیں ہیں۔ کیا اس حالت میں بھی یہ سنتے ہیں؟ فرمایا کہ یہ تم سے زیادہ سن رہے ہیں۔ تم سے زیادہ سن رہے ہیں۔ اب اس میں بات وہی ہے جو میں نے ظہر کے بعد عرض کی تھی۔ کہ قبر میں احساس شدید تر سے شدید ترین ہوتا ہے۔ تو گویا روح کا تعلق شدید تر ہوتا ہے۔ اس لئے وہ بہ نسبت ہمارے زیادہ سنتے ہیں۔

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ ارشاد فرما دیا۔ اور وہ بھی کافروں کے بارے میں تو جب کافر زیادہ سنتے ہیں۔ تو مسلمان تو اور زیادہ سنیں گے۔ اور انبیاء کا مقام تو بہت اونچا ہوتا ہے۔ اس لئے اس سے اب یہ بڑے پریشان ہیں کہ اس کا جواب کیا دیا جائے۔ حدیث بھی بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے۔

اب سوچ ساچ کے قتادہ ایک معتزلی راوی تھا۔ اس نے یہ بات نکالی کہ حضرت جب پکار رہے تھے۔ آواز دے رہے تھے۔ اس وقت اللہ نے روح لوٹا دی تھی۔ اتنے

وقت کے لئے، اس لئے وہ سن رہے تھے۔ اب یہ بھی کہتے ہیں اس قتادہ کے کہنے پر، معتزلی کے کہنے پر کہ جی وہ وقتی معجزہ تھا زیادہ نہیں تھا۔

اب سوال سوچنے کا یہ ہے کہ کیا سیدہ عائشہ معجزات کا انکار کر رہی تھیں یا عادت کا انکار کر رہی تھیں۔ زیر بحث وہاں عادت تھی یا معجزہ؟

سماع موتی کے خلاف تاویل باطل:

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ جو تاویل قتادہ کی ہے یہ اللہ کے نبی کی متفق علیہ حدیث کے خلاف ہے کیونکہ دوسری حدیث بخاری و مسلم میں ہے کہ جب دفن کے بعد لوگ چلتے ہیں۔ انه يسمع قرع نعالهم. تو وہ جوتوں کی آواز سنتا ہے۔

تو اب اس پر بات بالکل واضح ہوگئی کہ یہ سننا سب کے لئے قاعدہ ہے یہ وقتی بات نہیں تھی۔ اب اس پر سوچنے لگے کہ اس کا کیا جواب دیا جائے؟ تو کہنے لگے کہ جب ابتداء ہوتی ہے آدمی کو قبر میں دفن ہوئے تو روح کا تعلق زیادہ ہوتا ہے بعد میں کچھ کم ہو جاتا ہے۔ تو پہلی بات تو یہ کہ جب روح کا تعلق مان لیا تو اپنا جو سارا کہتے تھے کہ ہمارے پاس ستر آیتیں ہیں۔ اٹھارہ سو حدیثیں ہیں کہ روح کا تعلق نہیں ہوتا اس کا تو رد ہو گیا۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ بات کہنا وہ اول وقت کے ساتھ خاص ہے۔ یہ بھی احادیث کے خلاف قیاس ہے۔ بہت سی احادیث میں آتا ہے کہ جب قبر پر حاضری ہو السلام عليكم يا اهل القبور کہا کرو، خطاب کے صیغے سے کہا کرو، کوئی ہو، خواہ سال بعد قبر پر جائے یا ہزار سال بعد قبر پر جائے یا ڈیڑھ ہزار سال بعد قبر پر جائے تو اسے یہی حکم ہے کہ خطاب کے صیغے سے سلام کرو السلام عليكم يا اهل القبور اس سے پتہ یہ چلا کہ یہاں یہ تاویل غلط ہے اور احادیث کے خلاف ہے کہ وقتی طور پر سنتا ہے بعد میں مردہ نہیں سنتا۔

حضرت ملا علی قاری اس بات کو بڑی تفصیل سے واضح فرما گئے ہیں۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ پہلے اصل میں سیدہ عائشہ پر عذاب و ثواب قبر جو ہے پہلے اس دور

میں جب جنگ بدر ہوئی پورا واضح نہیں تھا۔

دلیل:

اس کی دلیل بخاری کی اسی باب میں ہے۔ کہ ایک یہودی عورت آئی اور اس نے حضرت عائشہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھے عذاب قبر سے محفوظ رکھے حضرت عائشہؓ حضور پاک ؐ سے بڑی حیرت سے پوچھتی ہیں کیونکہ انہیں یہ تو پتہ تھا۔ قرآن میں پڑھا تھا کہ آل فرعون کا فروں کو قبر میں عذاب ہوتا ہے لیکن ان کے ذہن میں یہ بات نہیں تھی جیسا میں نے رات بتایا تھا کہ ایک بات قرآن میں آجاتی ہے ایک پہلو سے اور اس کا ایک پہلو حدیث میں آجاتا ہے۔ اب کافروں کے لئے عذاب جو ہے وہ صراحتہ قرآن میں آگیا۔ کیا مومنوں کو بھی عذاب ہوتا ہے یا نہیں ؟ اس سے قرآن کی وہ آیتیں خاموش تھیں اس لئے حضرت عائشہؓ نے پوچھا تو حضور پاک ؐ فرمایا کہ ہاں مومنوں کو بھی عذاب ہوتا ہے۔ اگر گناہ گار ہو۔

چنانچہ حضرت فاروق اعظم جب اماں جی کے حجرہ میں دفن ہوئے تو اماں جی فرماتی ہیں کہ پہلے یہاں میرے خاوند تھے یا باپ تھے۔ تو میں پورے کپڑے سنبھالے بغیر آجاتی تھی۔ لیکن جب سے حضرت عمر یہاں دفن ہوئے ہیں تو میں پورے پردے کیساتھ اور پورے کپڑے سنبھال کر یہاں آتی ہوں۔ اب وہی عائشہ صدیقہؓ ہیں تو اس وقت پتہ چلا کہ اب انہیں پتہ ہے کہ وہ دیکھتے بھی ہیں۔ چہ جائے کہ سننے کی بات ہو۔

حضرت صفدرؒ پر حملے کا پروگرام:

جہلم گجرات میں، میں نے تقریر کی تو گجرات میں مولوی عبد الحق صاحب نے میرا درس رکھ لیا، لوگ تو سارے جہلم گئے ہوئے تھے۔ جلسے سے واپسی پر رکھ لیا تو چھ آدمی پیچھے گئے مجھ پر حملہ کرنے کے لئے۔ میں نے جب حدیث پاک سنائی ایک پروفیسر صاحب کھڑے ہوئے انہوں نے کہا کہ اتنی بے عقلی کی بات اماں جی نہیں کر سکتیں (معاذ اللہ) کہ جو نظر چھ فٹ مٹی سے اوپر آسکتی ہے وہ کپڑے کے اندر کیوں نہیں جا سکتی؟ وہ

کپڑے سے بھی پار ہو سکتی ہے۔ تو یہ تو بے عقلی کی بات ہے۔ بے علمی کی بات ہے۔ ایسی بات اماں جی نہیں کر سکتی۔ اگر اس کی صحیح سند ہو تو لیکن ہم اس حدیث کو نہیں مانتے۔

میں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ بعض چیزیں موصل ہوتی ہیں۔ اس سے گزرتی ہے بعض سے نہیں گزرتی کیونکہ وہ غیر موصل ہوتی ہیں۔ مثلاً بجلی ہے یہ جتنی بڑی آپ کی سپر ہے اتنا بڑا لوہے کا ستون ہو اور ایک طرف آپ بجلی کا کرنٹ لگا دیں تو پوری میں پھر جاتا ہے یا نہیں؟ (پھر جاتا ہے) اس کے برعکس یہ کاغذ جیسی باریک ربڑ اس کے ساتھ آپ رکھ دیں تو بجلی اس سے نہیں گزرے گی۔ اب لوہے میں کرنٹ گزر جاتا ہے۔ خواہ کتنی دور ہو اور ربڑ میں نہیں گزرتا اور اب نظر وہاں سے گزرے اور کپڑے سے نہ گزرے پھر میں نے عام فہم مثال دی۔

مثال: اب دیکھئے مولانا قبلے کی طرف منہ کر بیٹھے ہیں اور آنکھیں کھلی ہیں۔ اب میں ان سے پوچھوں کہ آپ کو خانہ کعبہ شریف نظر آ رہا ہے؟؟ یہ فرمائیں گے نہیں اب مولانا سو جائیں پہلو بھی ادھر بدلا ہوا ہو قبلے کی طرف پشت ہو اب یہ کہتے ہیں کہ میں ابھی خواب میں خانہ کعبہ شریف کا طواف کر رہا تھا۔ تو ہم مولانا کو سچا مان لیں گے یا نہیں؟ (مان لیں گے) اب میں کہتا ہوں کہ مولانا میں یہ بات نہیں مانتا۔ اچھا یہ بتائیں کہ آپ جب وہاں طواف کر رہے تھے۔ وہاں کوئی اور آدمی بھی طواف کر رہا تھا یا نہیں؟ کہنے لگے جی مولانا کی صاحب طواف کر رہے تھے۔ میرے ساتھ مولانا عاشق الٰہی صاحب دامت برکاتہم طواف کر رہے تھے۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ اچھا یہ بتاؤ کہ مولانا عاشق الٰہی صاحب اور مولانا کی صاحب آپ کو ننگے نظر آ رہے تھے یا کپڑوں میں؟ (کپڑوں میں) اب میں بالکل آپ کی بات نہیں مانتا جو نظر یہاں سے کعبے تک چلی گئی۔ وہ کپڑوں سے پار کیوں نہیں گئی؟ آخر وہ آپ کو ننگے نظر آنے چاہئیں، یہ نظر جو یہاں سے وہاں تک چلی گئی تو کپڑوں سے پار کیوں نہیں ہوئی؟ تو پتہ چلا کہ کپڑے نظر کے لئے موصل نہیں ہیں۔

جب میں نے یہ بتایا تو وہی پروفیسر دوبارہ کھڑا ہو گیا اس کے ہاتھ میں اتنا بڑا چھرا تھا۔ اس نے کہا کہ میں کمان کر رہا ہوں اس پارٹی کی جو آج آپ پر حملہ کرنے آئی ہے۔ لیکن جس طرح بات آپ نے سمجھائی ہے۔ اگر کوئی ہمیں پہلے سمجھا دیتا تو ہم کبھی شاہ صاحب کا ساتھ نہ دیتے۔ اور ہم ان کے بڑے کارکن ہیں۔ اور انہوں نے ہمیں آپ پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ اب اس جماعت کو چھوڑنے کا ہمیں بہانہ چاہئے۔ اس لئے اگر آپ شاہ صاحب سے تھوڑی دیر مناظرہ کریں تو پھر ہم کہہ دیں گے کہ شاہ صاحب کو جواب مل گیا۔ اب ہم چھوڑ دیں گے۔

میں نے کہا کہ آپ کو پتہ ہے کہ میں سکول ٹیچر ہوں، مجھے صبح سکول پہنچنا ہے۔ تو میں زیادہ سے زیادہ تین گھنٹے یہاں ٹھہر سکتا ہوں۔ تو آپ اگر ان تین گھنٹوں میں شاہ صاحب کو تیار کر لیں تو میں کرتا ہوں۔ اور پھر اس کے بعد چونکہ میں نے حاضر ہونا ہے۔ اور پچیس میری چھٹیاں ہیں۔ اور پچیس چھٹیوں میں میں نے پورے ملک میں پھرنا ہوتا ہے۔ اس لئے زیادہ وقت میرے پاس نہیں ہے۔ پھر رکھنا ہو تو بعد میں رکھ لینا۔ وہ پھر چلے گئے اور تقریباً سوا گھنٹے بعد واپس آئے کہ شاہ صاحب بات کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں عالم ہوں اور وہ جاہل ہے۔ اور جاہل سے بات کرنا یہ میری توہین ہے۔ تو اس لئے میں ان سے بات کرنے کے لئے تیار نہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ اب ہمیں بہانہ مل گیا ہم شاہ صاحب کو کہہ آئے ہیں کہ ہمیں امین صاحب نے مسئلہ سمجھا دیا ہے۔ اب ہم آپ کے ساتھ نہیں رہیں گے۔

دوبارہ حملہ کی کوشش

اسی طرح میں ڈیرہ اسماعیل خان سے منڈی بہاؤ الدین پہنچا۔ لمبا سفر تھا۔ وہاں جب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ جہلم سے باقاعدہ پوری بس آئی ہوئی ہے۔ ہمارے ساتھیوں کی، اور وہ آ کر بالکل آگے بیٹھے، مجھے ملے تو بتایا کہ انہوں نے گوجرانوالہ میں مشورہ کیا کہ

ایک بس گوجرانوالہ سے جانی چاہئے اور ایک گجرات سے اور امین پور وہاں حملہ کرنا ہے۔ تو یہ بات حضرت مولانا عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوئی تو ہمیں حضرت نے پہلے بھیج دیا ایک بس بھر کر کہ ان کے قریب جا کر بیٹھ جاؤ خیر مجھے انہوں نے بتایا کہ یہ پوزیشن ہے لیکن اب ہم الحمد للہ اسلحہ لیکر آئے ہوئے ہیں۔ ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ بات پوری بیان کرنی ہے۔ میں نے کہا کہ ٹھیک ہے جیسے بات شروع ہوئی تو انہوں نے بڑے بڑے پہلوان دو تین سامنے بٹھائے ہوئے تھے۔ ایک کھڑا ہوا۔

کہ جی آپ صدیق اکبر کا خطبہ سنائیں جو انہوں نے پڑھا تھا۔ وہ آپ نہیں سناتے اور ادھر ادھر کی باتیں بہت سناتے ہیں تو میں نے کہا کہ اللہ کے بندے خطبہ سنا تا ہی میں ہوں پورا، یہ آپ کو آدھا سناتے ہیں۔ پورا خطبہ سنا تا ہی میں ہوں۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کا خطبہ!

میں نے اس طرح بخاری شریف منگوائی اور کھولی میں نے کہا کہ یہ دیکھو یہ پہلی جلد کے صفحہ ۵۱۷ پر یہ خطبہ موجود ہے۔ سیدنا صدیق اکبر والا۔ کہ جب حضرت پاک ﷺ کا وصال ہوا تو حضرت صدیق اکبرؓ اس وقت مدینہ منورہ میں نہیں تھے۔ جب واپس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا!

آپؐ کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ فقبله فقال بابی انت و امی طبت حیا و میتا فرمایا کہ آپ کی حیات بھی پاکیزہ تھی اور آپ کی موت بھی پاکیزہ ہے۔

میں کل سے عرض کر رہا ہوں کہ ہم موت کے آنے کا انکار نہیں کرتے موت کے بعد حیات کے قائل ہیں۔ اب ساتھ قسم کھا کر کیا فرما رہے ہیں؟ والذی نفسی بیدہ لا یذیقک اللہ الموتتین ابدا سیدنا صدیق اکبرؓ قسم کھائے بغیر بھی بات کرے تو کسی مسلمان کو اس میں شک نہیں ہے۔ لیکن بعض لوگ ایسے ہیں کہ اللہ کے نبی بھی قسم کھائیں تو ان کی بات نہیں مانتے۔

جیسے اللہ کے پاک پیغمبرؐ نے یہی قسم کھائی۔ والذی نفس محمد بیدہ لینزلن فیکم عیسی ابن مریم حکماً عدلاً کہ خدا کی قسم ہے تم میں ضرور بضرور نازل ہوں گے عیسیٰ جو مریم کے بیٹے ہیں۔ بادشاہ بن کر نازل ہوں گے۔ کافروں کے غلام بن کر نہیں آئیں گے۔ انگریزوں میں عادل بن کے آئیں گے۔ یہ نہیں کہ پچاس جلدوں کے پیسے لے لئے اور پانچ دے دیں اور کہہ دیا کہ ایک ہی نقطے کا فرق ہے۔ بے ایمانی کی ایسے نہیں ہوں گے۔ اللہ کے پیغمبر نے قسم کھا کر یہ فرمایا، لیکن مقابلے میں مرزا قسم کھا کر کہتا ہے

ے ابن مریم مر گیا حق کی قسم
داخل جنت ہوا وہ محترم

اللہ کے پیغمبر قسم کھا کر فرما رہے ہیں۔ کہ ابن مریم نازل ہوں گے۔ اور مرزا قسم کھا کر کہتا ہے کہ وہ مر چکے ہیں۔ اور وہ نہیں آئیں گے۔

حضرت جالندھریؒ سفر میں:

حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے ایک دفعہ لطیفہ سنایا کہ میں سفر میں تھا۔ تو بس اسٹینڈ کے ساتھ مسجد تھی۔ تو میں نے سوچا کہ وضو ہے۔ دو رکعت نماز پڑھ لوں، میں نے دو رکعت نماز کی نیت باندھی تو تین آدمی وہاں پہلے بیٹھے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا کہ عیسیٰ فوت ہو گئے۔ دو کہہ رہے تھے کہ نہیں فوت ہوئے۔ وہ پھر کہتا ہے کہ ہو گئے۔ یہ کہتے تھے کہ نہیں ہوئے اب یہ بات ہو رہی تھی۔ میں نے سلام پھیرا میں نے کہا کہ کوئی بے ایمان گمراہ کرنے لگا ہے۔ میں قریب ہو گیا۔ اور میں نے بڑی حیرت سے پوچھا کہ کون فوت ہو گئے؟ کہ جی عیسیٰ، اچھا مجھے پتہ نہیں چلا چلو دعا مانگو، میں نے ہاتھ اٹھا کر یوں کہا اب اگلی بات کیا ہے؟ کہ مرزا صاحب مسیح موعود ہیں۔ وہ کیسے مسیح موعود بن گئے؟ اور پھر کون ہے مسیح موعود؟ انہوں نے کہا کہ میں، آپ کیسے مسیح موعود ہیں؟ اللہ کے بندے میں مسلمان ہوں۔ مسلمانوں میں ہونا ہے مسیح یا کافروں میں؟ مرزا ہے ہی کافر عجیب بات ہے کہ مسلمان مسیح

موعود نہیں بن سکتا۔ کافر ہی مسیح موعود بنے گا؟ کہتے ہیں کہ وہ اٹھ کر بھاگ گیا۔ اب دوسرے اس کو پکڑیں کہ بیٹھو بات سنو!

تو مقصد یہ ہے کہ یہ مسئلہ اور ہوتا ہے بنانا تو مرزے کو مسیح موعود ہے۔

حیات انبیاء:

تو خیر میں عرض کر رہا تھا کہ وہ پہلوان صاحب چھرا لیکر کھڑے ہو گئے۔ منڈی بہاؤالدین میں، کہ جی صدیق اکبرؓ کا خطبہ سنائیں میں نے کہا کہ یہ خطبہ مرزا قادیانی نے بھی لکھا ہے۔ اور اس نے اس سے مسئلہ کیا نکالا ہے؟ کہ عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں۔ کیونکہ سارے نبی فوت ہو گئے۔ یہ تم بھی پڑھتے ہو اور حضورؐ پاک کی قبر کی حیات کا انکار کرتے ہو۔

لیکن صدیق اکبرؓ نے حضرت کی وفات کا اعلان کرنے سے پہلے فرمایا" کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دو موتیں نہیں چکھائیں گے اب دو موتوں میں سے کون سی دو موتیں مراد ہیں؟ اگر تو یہ موت مراد ہے۔ جو اس آیت میں آتی ہے۔ **کیف تکفرون باللّٰہ و کنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم.** تو وہ تو آ چکی ہے۔ تو یہ دوسری موت کون سی ہے؟

تو دیکھئے اہل سنت والجماعت علماء جو ہیں۔ وہ اسی پر لکھتے ہیں۔ ساتھ شارحین بخاری نے لکھا ہے۔ یہاں بھی بات انہوں نے ساتھ لکھ دیا ہے صفحہ ۵۱۷ ہے۔

والا احسن ان یقال ان حیاته صلی اللّٰه علیه وسلم لا یقبل موته لا یتعقبها موت بل لیستمر حیا والانبیاء احیاء فی قبورهم .

جب مردے کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس وقت اس سے سوال وجواب ہوتا ہے۔ تعلق روح کا زائل ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد حکم ہوتا ہے۔ "سو جا جیسے دلہن سو جاتی ہے" اور نیند میں بھی روح نکلتی ہے۔ کافر بھی قیامت کو یہ کہتے ہوئے اٹھیں گے۔ **من بعثنا من مرقدنا** گویا ان کی حالت بھی نیند جیسی تھی۔ اور نیند میں روح باہر ہوتی ہے۔ تو گویا سوال وجواب کے لئے ایک اعادہ ہوا کہ پھر روح کو نکال لیا گیا۔ اب تعلق باہر سے ہے۔ انبیاء کی

روح جب لوٹائی جاتی ہے۔ پھر نکالی نہیں جاتی بلکہ اسی حیات کو استمرار ہوتا ہے۔ اور انبیاء کرام اپنے روضہ پاک میں حیات ہیں۔

یہودیوں کے نقش قدم پر:

اب میں نے کہا کہ اسی خطبہ صدیق اکبرؓ میں موجود ہے اب آپ کو بھی سنایا تو وہ پہلوان اٹھ کر کہتا ہے کہ دیکھو اس نے جواب دیا ہے۔ تم بھی جواب دو، کہتے ہیں کہ نہیں نہیں اس سے پوچھو، کہتے ہیں کہ اس سے تو پوچھا ہے، اس نے جواب دے دیا تم کیوں جواب نہیں دیتے؟ اب وہ لڑ پڑے اب لائے تھے وہ ان کو مجھ پر حملہ کرانے کے لئے لیکن وہ ان سے لڑ پڑے کہ جب انہوں نے آپ کے سوال کا جواب دے دیا اور اتنا بڑا الزام لگایا کہ یہ آدھا خطبہ پڑھتے ہیں۔ آدھا نہیں پڑھتے اور یہ عادت قرآن نے یہودیوں کی بتائی ہے۔ افتؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض. اب اس نے تو اپنی صفائی بیان کی اب تم اپنی صفائی کیوں نہیں بیان کرتے؟ تو وہ اٹھ کر سارے چل دیئے۔ تو وہ پہلوان بھی پیچھے پیچھے چلا گیا کہنے لگے کہ تم تو مجھے شرارت کے لئے لائے تھے۔ اب اس نے جواب دے دیا، تمہیں جواب نہیں آیا وہ یہ کہہ کر اس کے پاس چلا گیا۔

الغرض چار گھنٹے میرا وہاں بیان ہوا تو مقصد یہی ہے کہ ان لوگوں کے پاس سوائے دھوکے اور فریب کے اور کوئی چیز نہیں ہے۔ اہلسنت کا مسلک بالکل حق اور سچ مسلک ہے۔ دعا کرو اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اسی حق اور سچ مسلک پر قائم رکھے (آمین)

اب یہ انک میت و انھم میتون. یہ بابے کی طرح جہاں دل چاہتا ہے۔ پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ موقع ہو یا نہ ہو اس لئے ہم دعا ہی کرتے ہیں کہ یا اللہ اگر ان کو ایک آیت یاد ہو گئی تو اس کا موقع محل بھی ان کو یاد ہو جائے تاکہ یہ تیرے قرآن کو بے موقع پڑھ پڑھ کر تیرے بندوں کو دھوکہ نہ دیں۔ تو اس لئے انہیں میں نے جب سمجھایا ان سے میں نے کہا کہ وہ آیت جو ہے اس پر ہمارا ایمان ہے جس طرح کنتم اموا تا. پر ہمارا

ایمان ہے کہ پہلے موت پھر حیات اس کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے یہ انہوں نے بے موقع ان کو سنائی ہے۔

اختلاف کا حق کس کے ساتھ؟

اب کہتے ہیں کہ ہمیں ان سے اختلاف کا حق ہے یا نہیں ہے؟ میں نے کہا کہ نہ تو آپ کو ہے نہ مجھے ہے۔ آپ وکیل صاحب ہیں۔ آپ کو وکیل کے ساتھ اختلاف کا حق ہے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب کیساتھ آپ کو حق نہیں ہے۔ ڈاکٹری میں انجینئر کیساتھ آپ کو اختلاف کا حق نہیں ہے۔ سنار کیساتھ سونے کی بحث میں آپ کو اختلاف کا حق نہیں ہے۔

اس لئے مجتہد کے ساتھ اختلاف کا حق صرف مجتہد کو ہے اور کسی کو نہیں ہوتا اور جن کو حق تھا انہوں نے اس حق کو پورا استعمال کیا ہے۔ امام شافعی نے اختلاف کیا ہے۔ امام مالک نے اختلاف کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل نے اختلاف کیا ہے لیکن آپ کو اور مجھے اختلاف کا کوئی حق نہیں ہے۔ اسی لئے کہ ہم مجتہدین نہیں ہیں۔

مسائل کی دو اقسام:

تو مسائل کی دو ہی قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو اجماع سے پہنچیں وہ حجت قاطعہ ہیں اور ایک وہ جو آئمہ مجتہدین سے پہنچے۔ وہ ہمارے لئے رحمت واسعہ ہیں۔ جو اجماع سے پہنچیں ہمارے ہاں شخصی طور پر نبیؐ کے بعد کوئی شخص معصوم نہیں ہے۔ یہ یاد رکھنا لیکن ایک معصوم ہے اس پر امت کا اجماع ہے۔ جو مسائل اجماع کے ذریعے ہم تک پہنچ گئے۔ وہ معصوم نبی کا طریقہ معصوم واسطے سے ہم تک پہنچ گیا۔ اس لئے وہ حجت قاطعہ ہیں۔ اس میں کسی کو اب گنجائش نہیں بات کرنے کی اور ائمہ مجتہدین معصوم نہیں عادل ہیں اس لئے عادلین کے ذریعے وہ مسائل ہمیں پہنچ گئے چونکہ ہم ان کے مقابلے میں نا اہل ہیں۔

اور اللہ کے نبی پاکؐ بیعت میں شرط لیتے تھے۔ کہ نا اہل کو اہل سے جھگڑنے کا

حق نہیں ہے اس لئے غیر مقلد جو یہ کہتے ہیں کہ ہم امام صاحب پر تنقید کرتے ہیں۔ یہ اہل سے نااہل کا تنازعہ ہے۔ جو حرام ہے۔ قطعاً ان کو اس بات کا حق نہیں ہے۔

ہم اہلسنت والجماعت ہیں:

ایک بات پر اور غور فرمالیں۔ ہمارے نام میں لفظ "والجماعت" ہے اور کسی کے نام میں یہ نہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم جماعت کے پابند ہیں۔

ایک جگہ مناظرہ تھا مولانا عبدالحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر حقانی والے حنفیوں کی طرف سے مناظر تھے اور ادھر سے غیر مقلد تھے۔ اور گیارہ جج بیٹھے تھے۔ جو مناظرہ سننے کے لئے بیٹھے تھے۔ انہوں نے کہا بھئی آپ اپنی اپنی کتابوں کے نام لکھ کر ہمیں دیں۔ انہوں نے لکھا کہ ہماری کتابیں صحاح ستہ اور تقریب التہذیب اور انہوں نے پوچھا کہ یہ کس چیز کی کتاب ہے؟ یہ حدیث کی ہیں۔ اور یہ راویوں کے حالات میں ہے۔

اور جب مولانا عبدالحق صاحب سے جج صاحبان نے کہا آپ بھی اپنی کتابیں لکھیں انہوں نے کہا کہ انہوں نے جو لکھیں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن ان کا نہیں ہے۔ یہی چھ کتابیں ہیں باقی جتنی کتابیں اہل سنت نے لکھی ہیں۔ وہ ساری ہی ہماری اور یہ بھی ہماری ہیں۔ یہ ان کو اپنا ثابت نہیں کر سکتے۔ لیکن باقی ساری ہماری ہیں۔ اب غیر مقلد سارے اس پر بہت خوش ہوئے کہ اب ہم جس کتاب پر چاہیں گے اعتراض کریں گے۔ لیکن مولانا نے ایک فقرہ نیچے لکھا فرمایا" کہ ہم نبی پاک ؐ کے بعد کسی شخصیت کو معصوم نہیں مانتے۔"

اس لئے کسی فن کی کتاب ہو، قرآن پاک کتاب ہے۔ ذلک الکتاب لا ریب فیه. اس کے علاوہ کوئی بھی کتاب ہو اس میں غلطی کا امکان ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ غلطیاں ہوں اس کا ہم انکار نہیں کرتے۔

لیکن اگلی بات سمجھ لیں ہم یہ تو کہتے ہیں کہ غلطی کا امکان ہے۔ بلکہ وقوع بھی

ہے بعض جگہ، لیکن جماعت نے کوئی غلطی چلنے نہیں دی۔ جیسے تراویح میں قاری صاحب قرآن پڑھ رہے ہیں۔ انہیں غلطی لگتی ہے۔ تو پیچھے سامع غلطی کو چلنے نہیں دیتا۔ غلطی وہ لقمہ دے کر ٹھیک کرا دیتا ہے۔ اگر کسی محدث سے کسی حدیث کی کتاب میں کوئی غلطی ہوئی تو محدثین کی جماعت نے واضح کر دیا کہ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ محدثین کی جماعت نے پھر وہ غلطی چلنے نہیں دی۔ اگر مورخین سے کہیں غلطی ہوئی تو مورخین کی جماعت نے واضح کر دیا کہ بھائی یہ بات شاذ ہے یا غلط ہے اس کو چلنے نہیں دیا گیا۔ اگر کسی فقیہ سے کوئی غلطی ہوئی تو غلطی ہونے کا ہم مانتے ہیں لیکن ہمارا پکا یقین ہے کہ جماعت فقہاء نے وہ غلطی چلنے نہیں دی۔ ہم غلطی لگنے کا انکار نہیں کرتے غلطی کے چلنے کا صاف انکار کرتے ہیں کہ جماعت نے غلطی چلنے نہیں دی یہ ہی اصل پیمانہ ہے۔

اب مودودی کتاب لکھتا ہے کہ میں اس کتاب سے لکھ رہا ہوں طبری کے حوالے، جہاں سے سنی لیتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ ان کتابوں میں ہر طرح کی چیزیں ہیں۔ لیکن اس کتاب کے رد اور قبول کا اختیار نہ مجھے ہے نہ مودودی صاحب کو ہے۔ وہ جماعت کو اختیار ہے ہمارے ہاں معیار جماعت ہے شخصیت نہیں ہے حدیث میں، میں نے بتایا کہ محدثین کی جماعت کو ہم معیار بناتے ہیں یہ جتنے نئے نئے فرقے آج کل نکل رہے ہیں۔ ان میں اور ہم میں یہی فرق ہے کہ ہم جماعت کے پابند ہیں۔ اور وہ جماعت کے خلاف جو غلطیاں ہوئیں ان کو معیار بنا کر اپنا مذہب بنا لیتے ہیں۔ لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ جی دیکھو اس کتاب سے ہم نے لیا ہے اور اسی کتاب سے یہ لے رہے ہیں۔ تو یہ ایک دھوکہ ہے۔ دیکھئے جتنے بھی اعتراضات ہوتے ہیں۔ فلاں کہتا ہے کہ مولوی صاحب نے یوں کیا، فلاں جگہ پر مولوی صاحب نے یوں کہا دیکھنا یہ ہے کہ جو وہ مولوی صاحب کی غلطی بتا رہا ہے کیا تمام علماء کہتے ہیں کہ یہ کرنی چاہئے۔ یہ نہیں کہتے ہیں تمام علماء اس میں ملوث ہیں۔

عجیب بات:

علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب دامت برکاتہم ان کی بعض باتیں عجیب ہوتی ہیں فرمانے لگے کہ اگر کسی مجلس میں بیٹھ کر کوئی علماء کو برا بھلا کہے تو کبھی علماء کی طرف سے صفائی نہیں دینی چاہئے کیوں کہ وہ مجلس ایسی ہوتی ہے کہ آپ ایک کی صفائی دیں گے تو دوسرا کہے گا کہ فلاں جگہ بھی ایک مولوی صاحب نے ایسے ہی کیا تھا۔ تیسرا کہے گا کہ فلاں جگہ بھی ایسے ہوا تھا۔ خواہ اسے جھوٹا واقعہ گھڑنا پڑے اس میں وہ حصہ ڈالتا ہے۔ آپ دو تین باتیں ان کی سن لیں اس کے بعد بالکل صفائی نہ دیں اس کو یہ کہیں کہ بھائی یہ باتیں، آپ قادیانی کب سے ہو گئے ہیں؟ یہ باتیں قادیانی کر رہا تھا۔ فلاں جگہ، اب بجائے اس کے کہ ہمیں علماء کی صفائی بیان کرنی پڑے وہ بے چارہ اپنی صفائی پر مجبور ہو جائے گا۔ کہ میں قادیانی نہیں ہوں، نہیں بھئی یہ طریقہ قادیانیوں کا ہے تا کہ علماء سے لوگوں کو متنفر کیا جائے۔

جدید فرقوں کی بنیاد:

کیونکہ جتنے باطل فرقے آپ دیکھتے ہیں ان کا سارا میدان سکول و کالج ہوتا ہے وہ کام کرنے سے پہلے دیکھتے ہیں کہ یہاں ہماری فصل آئے گی یا نہیں وہ تلاش کرتے ہیں ایسے لوگوں کو کہ جن کا علماء کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا نہیں ہے۔ تا کہ جو ہم ان کے دل میں وسوسے ڈالتے جائیں یہ ان کو قبول کرتے جائیں اگر کوئی مولوی صاحب کے ساتھ رہتا ہے وہ آ کر مولوی صاحب کو بتائے تو یہاں شور مچ جائے گا کہ فلاں پروفیسر صاحب غلط بات کر رہے تھے۔ فلاں وکیل صاحب غلط بات کر رہے تھے۔ اس لئے جتنے بھی نئے فرقے بنتے ہیں۔ وہ ان لوگوں کے پاس جاتے ہیں جو علماء سے ملتے جلتے نہیں ہیں۔ یہ بات یاد رکھ لیں کہ حفاظت دین کا سب سے اہم ذریعہ اللہ والوں کے ساتھ تعلق ہے۔ جتنا تعلق اللہ والوں کے ساتھ آپ کا قوی ہوگا اتنا ہی آپ کا دین محفوظ رہے گا۔ اور جتنا آپ

اللہ والوں سے دور رہیں گے۔ اتنا ہی یہ بھیڑیا شیطان آپ کو نوالہ بنا کر لے جائے گا۔ تو یہ بات اچھی طرح ذہن میں رکھیں جتنے باطل فرقے آج کل کتابیں لکھ رہے ہیں۔ خارجی بن کر لکھ رہے ہیں۔ کوئی کچھ بن کر لکھ رہا ہو، مماتی بن کر لکھ رہا ہے، وہ کوئی حوالے دیتے ہیں اول تو ان میں کچھ قطع و برید بھی کرتے ہیں۔ لیکن وہ ایسے اقوال تلاش کرتے ہیں۔ جو کسی سے بھول ہوئی ہو یا غلطی ہوئی ہو ان غلطیوں کو اکٹھا کر کے وہ ایک مذہب بنا لیتے ہیں۔

مسئلہ حیات النبیؐ بھی ضروریات اہلسنت میں سے ہے:

اور ہم اہل سنت والجماعت اس لئے اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ اس کو جماعت قبول کرتی چلی آرہی ہے اور جس کو جماعت نے رد کر دیا ہم اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ تو اس سلسلے میں جس طرح باقی عقائد ضروریات اہل سنت والجماعت میں سے ہیں۔ یہ عقیدہ حیاۃ النبی ﷺ بھی ضروریات اہل سنت والجماعت میں سے ہے۔

شجاع آباد میں جلسہ:

میں ایک دفعہ شجاع آباد تقریر کرنے کے لئے گیا مجھے نہیں پتہ تھا کہ ان کا مدرسہ ہے تو میں نے چھٹی ہونے کے بعد چلنا تھا۔ دس بجے رات کو وہاں پہنچا۔ تو انہوں نے کہا کہ آپ کھانا کھا کر کچھ دیر آرام کر لیں۔ آپ کی باری بارہ بجے آئے گی۔ میں نے کہا کہ میں نے واپس بھی جانا ہے کہنے لگے کہ عنایت اللہ شاہ صاحب کا بیان ہے۔ تو میں نے کہا کہ پھر میری تقریر کیا ہوگی؟ ان کے بعد تو میری تقریر چلے گی ہی نہیں۔ کیونکہ اگر میں ان کی تردید کروں گا تو پھر آپ کہیں گے کہ جلسہ خراب ہو گیا ہے۔ اور غیر مقلد مجھے مجبور کریں گے اس مسئلہ پر، اس لئے میرا ایک مشورہ ہے کہ ان کا درس صبح کرا لیں۔ اب اگر انہوں نے کچھ کرنا ہی ہے تو وہ دعا کروا لیں آخر میں، میں تقریر کر کے چلا جاؤں گا انہوں نے جب کہا تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں ابھی تقریر کروں گا اور اسی مسئلے پر کروں گا۔ تو پھر میں ایک

طرف کمرے میں چارپائی پر لیٹ گیا۔

شاہ صاحب نے شروع فرمایا کہ دیکھو مشرکوں کی تین قسمیں ہیں۔ ایک اعلیٰ درجے کے مشرک ایک اوسط درجے کے اور ایک ادنیٰ درجے کے، اعلیٰ درجے کے مشرک تو وہ ہیں۔ جو یہ کہتے ہیں کہ کافر مردے بھی سنتے ہیں۔ مسلمان مردے بھی سنتے ہیں۔ اوسط درجے کے وہ ہیں کہ جو کہتے ہیں کہ کافر نہیں سنتے مسلمان سنتے ہیں۔ ادنیٰ درجے کے مشرک وہ ہیں۔ جو یہ کہتے ہیں کہ نبی سنتے ہیں۔ غیر نبی نہیں سنتے۔ پھر اس کے بعد رعب ڈالنے کے لئے کہا، شاہ صاحب نے۔ کہ تمام نبی اسی عقیدے پر تھے تمام صحابہ اسی عقیدے پر تھے۔ تو اب ایسے موقع پر تماشہ دیکھنے والے لوگ بھی ہوتے ہیں۔

تو پانچ سات نوجوان اندر آگئے کہنے لگے کہ آپ سن رہے ہیں میں نے کہا کہ سن رہا ہوں، میں نے کہا کہ یہ شاہ صاحب غلط فرمارہے ہیں۔ انبیاء صحابہ مجتہدین، محدثین، فقہاء، اولیاء اللہ تو شاہ صاحب کی پیدائش سے پہلے کوئی چور، زانی، اچکہ، ڈاکو بھی اس عقیدے پر نہیں تھا۔ وہ ایک حوالہ پیش کریں اب انہوں نے جا کر یہ بات لکھ کر نیچے میرا نام لکھ کر بھیج دی۔ مجھے جب پتہ چلا جب شاہ صاحب نے رقعہ پڑھا نیچے میرا نام پڑھا میں نے کہا کہ آج یہاں دنگل لگے گا آج یہ لڑ کے لڑائیں گے۔ تو شاہ صاحب نے کہا کہ امین کا مطالعہ کمزور ہے۔ وہ ابن عبدالھادی کی ''الصارم المنکی'' پڑھ لیتا تو ایسی بات نہ کہتا اب جب میرا نام آگیا تو میں نے لکھ کر بھیجا کہ اب آپ نے نہ کسی نبی کا نام لیا ہے نہ کسی صحابی کا، نہ کسی مجتہد کا، ابن عبدالھادی کا آپ نے نام لیا ہے صرف چودہ سو سال میں، اور کہا ہے کہ وہ آپ کے عقیدے کا ہے۔ حالانکہ وہ تو اشاعۃ التوحید والسنہ کا ممبر بھی نہیں بن سکتا۔ کیونکہ وہ تو سب کے سماع کا قائل ہے۔ تو الصارم المنکی میں اس نے یہ واضح کر دیا ہے۔ کہ سب سنتے ہیں۔ آیئے! اسی پر فیصلہ کر لیں، آپ بھی اس عقیدے پر دستخط کریں میں بھی کرتا ہوں۔ تاکہ جھگڑا ختم ہو جب میرا رقعہ گیا تو پڑھ کر فرمانے لگے کہ مناظرہ کرنا تو علماء کا

کام ہے میں تو طالب علم ہوں اس کے بعد یہ بات ختم ہوگئی۔

تو مقصد یہ ہے کہ پہلے یہ عقیدہ کسی کا نہیں تھا اور یہ اصل میں انہوں نے کہاں سے لیا ہے۔ مرزا قادیانی نے حیات مسیح کا انکار کیا اب جو اس نے قاعدے بنائے وہ بھی کہتا تھا لوگوں کو یہ عیسیٰ کا فوت ہو جانا یہ قرآن کی آیتوں سے ثابت ہے اور جو میرے مخالف مولوی ہیں۔ وہ قرآن کے خلاف کچھ حدیثیں بیان کرتے ہیں۔ بالکل یہی بات آپ ان سے سنیں گے۔ کہ جی ہمارے پاس قرآن ہے اور ان کے پاس قرآن کے خلاف کچھ موضوع اور جھوٹی حدیثیں ہیں حیات النبی ﷺ کے مسئلے پر تو وہ تیس آیتیں اس نے لکھی ہیں۔

قرآن کے نام پر قرآن کا انکار:

میں ڈیرہ غازی خاں میں بیٹھا تھا اور میں وہاں احمد سعید کی کیسٹ سن رہا تھا۔ اس نے کہا کہ جی قرآن پاک میں تیس آیتیں ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی اپنی قبر میں بے جان ہیں اور کچھ نہیں سنتے۔ تو اس کے ساتھی بھی بیٹھے تھے۔ کہتے ہیں کہ جتنی محنت قرآن پر احمد سعید نے کی ہے۔ اتنی کسی نے نہیں کی۔ تیس آیتیں تلاش کیں ہیں تیس، تو میں نے کہا کہ یہ محنت تو مرزا قادیانی کی ہے۔ اس کی "ازالہ اوہام" لے آؤ میرے سامنے، میں آپ کو دکھاتا ہوں کہ اس نے تیس آیتیں لکھی ہیں۔ البتہ اس نے اس سے ایک نبی کی موت ثابت کی ہے یہ شاگرد سب کی ثابت کرتے ہیں۔

ان کا جو صدر تھا اشاعۃ التوحید والسنہ والوں کا بڑا گرم ہو گیا کہ جی آپ نے کیا کہا؟ میں نے کہا کہ آپ ازالہ اوہام لے کر آئیں وہ گیا کہتا ہے کہ میں ابھی تلاش کر کے لاتا ہوں۔ میں نے کہا کہ ضرور لائیں۔

میں نے دو تین لڑکے پیچھے بھیج دیے جن کو وہ نہیں پہچانتا تھا۔ میں نے کہا کہ اب یہ لائے گا نہیں، میں نے ان سے کہا کہ اگر یہ واپس نکلے تو اس سے کہنا کہ یہ امام مانگ رہا ہے کتاب، وہ گیا ان سے جا کر کہا کہ ازالہ اوہام ہے؟ اس نے کہا جی ہے۔ دکھاؤ،

دیکھی وہ تیس آیتیں دیکھیں دیکھ کر پھر رکھ دی الماری میں واپس نکل آیا مجھے آ کر کہنے لگا کہ ازالہ اوہام یہاں نہیں ہے۔

وہ جو لڑکے میں نے پیچھے بھیجے تھے رقعہ دیکر وہ پیچھے پیچھے کتاب لیکر آ گئے، میں نے کہا کہ اللہ کا بڑا شکر ہے ازالہ اوہام آ گئی ہے اور اسی دفتر سے آئی ہے۔ اب میں نے دکھائی وہ ازالہ اوحام کہ دیکھو یہ ہیں وہ تیس آیتیں جو احمد سعید پڑھتا ہے۔ اب جو ہمارا سوال قادیانی سے ہے وہ ہمارا سوال احمد سعید سے ہے، جو میں نے پہلی بات کہی تھی کہ آیا ان آیتوں کا یہ مطلب پہلے کسی نے بیان کیا ہے یا نہیں کیا؟ ہم مرزا قادیانی کو بھی یہی کہتے ہیں کہ تیس آیتوں میں سے انتیس آیتیں انہیں معاف، صرف ایک آیت ان تیس میں سے جن کے نیچے دو مسلمان مفسرین نے لکھا ہو کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی اپنی قبر میں بے جان ہوتا ہے اور روضہ پاک پر پڑھا ہوا صلوۃ وسلام نہیں سنتا؟ صرف ایک آیت کے نیچے دو یا ایک مفسر کا لکھا ہوا ہمیں دکھا دیں تا کہ پتہ چلے کہ یہ قادیانی کی طرح بالکل نیا ترجمہ پیش کر رہے ہیں، تو یہی ہم ان کو کہتے ہیں۔ کہ نہ قادیانی ان تیس آیتوں کے نیچے حوالہ دکھا سکا کہ کسی مسلمان مفسر نے لکھا ہو کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ فوت ہو چکے اور اب واپس نہیں آئیں گے۔ یہی ہمارا سوال احمد سعید سے ہے کہ تیس میں انتیس آیتیں اسے بھی معاف صرف ایک آیت ایسی دکھا دیں جس کے نیچے مفسرین نے لکھا ہو کہ انبیاء قبروں میں معاذ اللہ بے جان ہیں مٹی ہو چکے ہیں۔ اور وہ صلوۃ وسلام وہاں پڑھا ہوا نہیں سنتے۔ نہ قادیانی دکھا سکا اور اسی طرح مر گیا۔ اور نہ احمد سعید اور اس کی پارٹی دکھا سکتی ہے۔ اور پھر مجھے کہتے ہیں کہ دیکھو ہمیں قادیانی کہتا ہے میں نے کہا کہ میں نے کہا نا؟ اور تمہارے منہ میں بھی زبان ہے تم مجھے دس مرتبہ کہو تو قادیانی ہے۔ لیکن آگے بات وہی کہو جو میں کہہ رہا ہوں۔ مجھے بھی کہو کہ جو میں آیت پیش کر رہا ہوں تو اس پر حوالہ دکھاؤ ورنہ تو قادیانی ہے۔ اگر میں نہ دکھا سکوں تو ٹھیک ہے۔ تم مجھے قادیانی کہو۔ میں جو آپ کو قادیانی کا شاگرد کہتا ہوں

اس لئے کہتا ہوں کہ آپ قادیانی کی طرح قرآن کی نئی تشریح کرتے ہیں۔ نام تو قرآن کا قادیانی بھی لیتا ہے۔ اسی طرح آپ نئی تشریح کرتے ہیں۔ ہم وہی تشریح بیان کرتے ہیں جو پہلے مفسرین نے تشریح بیان کی ہے۔ اگر میں بھی نئی تشریح کروں قادیانی کی طرح تو آپ کو حق ہے کہ میں آپ کو ایک دفعہ قادیانی کہوں تو تم مجھے دس مرتبہ کہو۔

قرآن کے نام پر جھوٹ:

آج سے پہلے فتنہ یہ تھا قرآن کا انکار کرتے تھے کافر کہ ہم قرآن کو نہیں مانتے۔ اب زمانہ آگیا ہے کہ جس نے برائی پھیلانی ہو وہ قرآن کا نام لیکر پھیلاتا ہے۔ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ قرآن سنانا بہت بڑی نیکی ہے۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا کہ قرآن کا نام لیکر جھوٹ بولنا سب سے بڑا جھوٹ ہوتا ہے۔ ایک آدمی جھوٹ بولے قرآن لئے بغیر وہ بھی جھوٹا ہے۔ ایک قرآن سر پر رکھ کر جھوٹ بولے وہ زیادہ جھوٹا ہوا نا؟ (جی) اس لئے جو لوگ قرآن کا نام لیکر جھوٹ بولتے ہیں ان کی پہچان یہی ہے کہ وہ قرآن کے الفاظ میں تو مختلف تاویلیں کریں گے لیکن جب اکابر کا نام لیں گے کہ جی ہم نہیں مانتے کہ جی صرف قرآن، صرف قرآن۔

گمراہ کن فتنے:

سیدنا علی المرتضیٰؓ کا خارجیوں سے واسطہ پڑ گیا، یہی مسئلہ تھا وہاں وہ خارجی کہتے کیا تھے؟ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ جنہوں نے نبی سے قرآن پڑھا ہے۔ یعلمهم الکتاب والحکمة. ان کو قرآن نہیں آتا۔ اور ہمیں قرآن آتا ہے خارجی کہتے تھے۔ اسی طرح یہ کہتے ہیں کہ اکابر کو قرآن نہیں آتا ہمیں قرآن آتا ہے۔

وہ تو باب مدینۃ العلم تھے نا؟ (جی) انہوں نے بڑا عام فہم طریقہ اختیار کیا قرآن پاک منگوالیا اور قرآن پاک کو لیکر کھڑے ہو گئے اور تین مرتبہ اعلان کیا اے خدا کے قرآن!

میرے اوران کے درمیان فیصلہ سنادے۔ قرآن کیا بولتا؟ خاموش، دوسری مرتبہ فرمایا اے خدا کے قرآن! میرے اوران کے درمیان جوحق بات ہے وہ بتادے؟ پھر قرآن نہیں بولا تو تیسری مرتبہ پھر فرمایا اے خدا کے قرآن، پھر قرآن نہیں بولا تو لوگ سارے کہنے لگے اور خارجی بھی کہنے لگے کہ حضرت یہ تو نہیں بولتا فرمایا کہ بس بات یہیں پر آگئی کہ جھگڑا قرآن کے بارے میں ہے۔ اب قرآن کوتو عالم بتائے گا؟ سمجھائے گا نا؟ (جی) اب جس نے صاحب وحی سے قرآن پڑھا ہے تم کہتے ہو کہ تجھے قرآن نہیں آتا۔ اور تم جنہوں نے حضرت کی زیارت بھی نہیں کی اور تم کہتے ہو کہ ہمیں قرآن آتا ہے۔ تو یہی بات ہے جو بھی جھوٹے فرقے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ یہی کہتے ہیں۔

ماہر فن کی ضرورت:

میں جب بیرون دورے پر تھا تو اکثر بیمار رہتا تھا۔ ایک حکیم صاحب کے پاس میں گیا تو اوپر کتابیں رکھی تھیں۔ دینیات کی۔ ان بیٹھنے والوں میں ایک وزیر سندھ کا بیٹا تھا۔ وہ بہت بڑا حکیم تھا۔ تو اس کے پاس دو چار وکیل بیٹھے تھے۔ پروفیسر بیٹھے تھے۔ تو میں نے دیکھا کہ وہاں ایک کتاب رکھی ہے "المعجم المفہرس لالفاظ القرآن" میں نے کہا کہ حکیم صاحب! یہ کتاب ہے نا اس کو پہلی فرصت میں آپ کسی عالم کو دے دیں۔ یہ عالم کے لئے ہدایت ہے آپ کے لئے گمراہی ہے یہ کتاب، اب وہ وزیر صاحب بھی بولے اور جو اس کے ساتھی تھے کہ جی یہ تو اتنی اچھی کتاب ہے کہ ایک لفظ جتنی دفعہ آتا ہے وہ ساری ایک جگہ آیتیں لکھی ہیں۔ ہم لغت اٹھاتے ہیں ڈکشنری عربی کی اس سے ایک معنی دیکھ لیا تو دیکھو بیس آیتوں کا معنی آجاتا ہے۔ تو یہ تو اتنی اچھی کتاب ہے نا۔ اس نے تو قرآن کا سمجھنا آسان کر دیا ہے۔ میں نے کہا کہ اس لئے میں کہہ رہا ہوں کہ اس کو نکال دو اپنے پاس سے، قرآن علماء سے سمجھو تم نہیں سمجھ سکتے۔ اب وہ سارے انگریزی دان تھے میں نے کہا کہ ان کو ان کے ذہن کے مطابق مثال دیں تو پھر یہ سمجھیں گے۔

تو میں نے کہا کہ جس طرح انگریزی میں لفظ بریک ہے اس کا ایک معنی کیا ہے۔ لیکن جوں جوں صلہ (Preposition) بدلتی جائے گی۔ بریک کا معنی اور ہے بریک ڈاؤن کا معنی اور ہے۔ بریک آؤٹ کا معنی اور ہے۔ جوں جوں صلہ (Preposition) بدلتی جائے گی معنی بدلتا جائے گا یا نہیں؟ (بدلتا جائے گا) میں نے کہا کہ جس کو انگریزی میں (Preposition) کہتے ہیں عربی میں اس کو صلہ کہتے ہیں۔ جوں جوں صلہ بدلتا جائے گا معنی بھی بدلتا جائے گا۔ اسی لئے لغت میں تم نے ایک معنی دیکھ لیا اب صلہ کی تمھیں کوئی خبر نہیں ہے۔ اس لئے تم بہت غلط ترجمے کرو گے۔ اب جب میں نے مثال دی نا تو پھر وہ سمجھ گئے۔ کہ بات تو بڑی ٹھیک ہے۔ میں نے کہا کہ اب دیکھو صلوٰت کا معنی آپ نے دیکھ لیا کہ نماز پڑھنا بھی ہے نا؟

میں نے مثال دی اب آپ آیت پڑھیں۔ ان اللہ و ملائکہ یصلون. اللہ بھی نماز پڑھتا ہے فرشتے بھی نماز پڑھتے ہیں۔ تم بھی ترجمہ کرو گے نا؟ تو یہ ترجمہ تو غلط ہے بلکہ اس کے معنی رحمت بھیجتا ہے۔ جو صلے کے بدلنے کی وجہ سے ہے۔

پھر میں نے دوسری مثال دی مرزا قادیانی کی۔ ان البقر تشابہ علینا . میں نے کہا کہ یہاں صلہ (Preposition) علیٰ ہے۔ اور وہاں تھا۔ ولکن شبہ لھم. جو یہاں معنی تھا اس نے وہاں لگانا شروع کر دیا۔ کہ عیسیٰ صلیب پر مردے جیسے ہو گئے تھے اشتباہ ہو گیا تھا۔ کہ شاید مر گئے ہیں یا نہیں مرے، تو میں نے کہا کہ دیکھو اس نے کتنا خراب عقیدہ کیا صرف اسی صلہ (Preposition) کی وجہ سے، اب وہ وزیر صاحب کہنے لگے کہ واقعی بات تو ٹھیک ہے کہ علماء سے قرآن سمجھنا چاہئے۔ جو علماء سمجھاتے ہیں اس پر عمل کرنا چاہیے۔

ضروریات اہلسنت کا انکار کرنے سے......

تو اس لئے یہ جو عقائد ہیں۔ ضروریات اہلسنت والجماعت ان میں سے کسی ایک کا انکار کرنا یا اس کی باطل تاویل کرنا اس سے انسان اہلسنت والجماعت سے خارج ہو

جاتا ہے۔ اور اہل بدعت میں چلا جاتا ہے۔ اور اہل بدعت جیسے معتزلہ عقائد میں جو اہل بدعت ہیں۔ قدریہ ہیں جبریہ ہیں انکے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ واجب الاعادہ ہے۔

اسی طرح منکر حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھے تو ہماری نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ تو جس طرح فرض رہ جائے تو نماز دوبارہ پڑھنی ضروری ہے۔ واجب رہ جائے تو دوبارہ پڑھنی ضروری ہے۔ اگر سنت رہ جائے تو شامی نے لکھا ہے کہ دوبارہ پڑھ لے تاکہ سنت کا ثواب بھی پورا مل جائے۔

اور بعض اللہ والوں کا کوئی نفل بھی رہ جائے تو وہ بھی دوبارہ پڑھ لیتے ہیں تاکہ یہ نفل بھی پورا ہو جائے تو بہر حال ترک فرض سے نماز باطل ہو جاتی ہے دوبارہ پڑھنی فرض ہے، ترک واجب سے نماز جو ہے ناقص رہ جاتی ہے دوبارہ اس کو پڑھیں گے تو وہ نقص پورا ہو جائے گا۔

حیات بعد الممات:

اب کہتے ہیں کہ شیخ الحدیث زندہ ہیں کہتے ہیں کہ ہم نے تو ان کو یہی جواب دیا کہ شیخ الحدیث کو قرآن آپ سے زیادہ آتا تھا لیکن ایک وسوسہ انہوں نے ہمارے ذہن میں ڈال دیا اب آپ ہمیں مل گئے ہیں تو آپ ہمیں بات سمجھائیں کہ کیا ہے؟

میں نے کہا کہ اس آیت کو یہاں پڑھنا بے موقع ہے۔ اس مسئلے کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ تو میں نے ان کو سمجھانے کے لئے تاکہ بات سمجھ آجائے ان سے پوچھا کہ آپ اس وقت زندہ بیٹھے ہیں یا مردہ بیٹھے ہیں؟ زندہ ہیں نا؟ (جی) یہ جو آپ کی زندگی ہے۔ اس سے پہلی حالت کو قرآن نے موت کہا ہے کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا فاحیاکم. اب وہ جو موت کا حصہ ہے۔ اور اس حیات میں کچھ ٹکراؤ ہے؟ (نہیں) کیونکہ وہ زمانہ اور ہے۔ اور پھر اس موت کے بعد اللہ نے حیات عطا فرما دی۔ اب آپ اس کو مانتے ہیں یا نہیں مانتے؟ (مانتے ہیں) اور اب میں کہتا ہوں کہ کنتم امواتا. تم سارے ہی مردے ہو تو کیا آپ مان جائیں گے؟ (نہیں) میں قرآن پڑھ

پڑھ کر ثابت کروں کہ تم مردے ہو تو آپ یہی کہیں گے کہ قرآن کی آیت برحق ہے لیکن تم قرآن کی آیت کا غلط استعمال کر رہے ہو۔ یہ آیت تو انک میت و انھم میتون. یہ اس کے سامنے پیش کریں۔ جو حضرت پاک علیہ السلام کی موت آنے کا ہی انکار کرتا ہو اور جو یہ کہتا ہو کہ جس طرح پہلی موت کے بعد اللہ نے حیات عطا فرما دی اسی طرح موت آئی لیکن موت کے بعد اللہ نے حیات عطا فرما دی۔ تو یہ موت اس آیت سے نہیں ٹکرا رہی۔ تو جس طرح یہ فاحیا کم. جو ہے یہ اموا تا. سے نہیں ٹکرا رہا، وہ زمانہ اور ہے یہ زمانہ اور ہے اس لئے ہم موت کے قائل ہیں۔ اور موت کے بعد حیات کے قائل ہیں۔ شہداء کے لئے اموات کا لفظ ہے نا پھر بعد میں فاحیا کم. آیا نا؟ (جی) تو جب موت آ گئی کل نفس ذائقة الموت. کے وعدے سارے پورے ہو گئے۔ اب اس کے بعد کیا حالت ہے؟ قرآن میں ہے۔ بل احیاء. کا لفظ آ گیا نا؟ تو معلوم ہوا کہ بعد میں حیات ہے۔ اس لئے ان میں آپس میں کوئی ٹکراؤ نہیں۔

نمازیوں کی تین اقسام:

تو اس لئے میں ایک لطیفہ سنایا کرتا ہوں کہ آج کل تو نمازیوں کی کئی قسمیں بن گئی ہیں۔ کہتے ہیں اصلی، وصلی، فصلی، آٹھ کے، کھاٹ کے، تین سو ساٹھ کے۔

اصلی تو وہ ہیں جن کے سر پر کسی اللہ والے کا ہاتھ پھر گیا ہے اور وہ پانچوں نمازیں باجماعت ادا کر رہا ہے وہ تو اصلی نمازی ہے۔

وصلی وہ ہیں۔ وصل کے معنی ملاپ ہوتا ہے۔ حقے والے کے پاس بیٹھا تو حقہ ہی پیتا رہا تاش والے کے پاس بیٹھا ہو تو تاش ہی کھیلتا رہا نمازی کے ساتھ گیا تو نماز پڑھ کر آ گیا۔ جس کے ساتھ گیا ویسا ہی کام کر لیا۔

فصلی وہ ہوتے ہیں کہ جو رمضان کے آخری عشرے میں چاول کھانے والے

بٹیرے آتے ہیں۔ مسجد میں کہ چاول آتے رہیں وہ بٹیرے بھی آتے رہیں۔ جس دن چاول آنے بند ہو جائیں گے وہ بھی گیارہ مہینے کے لئے چھٹی کر جائیں گے۔ اور آٹھ کے، کہ باقی دن کو نماز نہیں پڑھنی جمعہ پڑھنا ہے آ کر، کھاہٹ یعنی جنازہ پڑھ لیا تین سو ساٹھ کے یعنی عید پڑھ لی۔

امت کی خوبی:

تو جب اللہ تعالیٰ کو پتہ تھا کہ چودہ سو سال میں قرآن کے سمجھنے والے دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوں گے اور قرآن پڑھ پڑھ کر لوگ گمراہ رہیں گے عرب والے بھی عجم والے بھی تو پھر اللہ تعالیٰ اس قرآن کو نہ بھیجتے چودہ سو سال اور لوح محفوظ میں رہ جاتا جب سمجھنے اور سمجھانے والا کوئی پیدا ہو جاتا تو اللہ تعالیٰ قرآن کو بھی بھیج دیتے خلاصہ یہی ہے ہم اہلسنت والجماعت یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جن اکابر نے ہمیں قرآن پاک کا ایک ایک نقطہ پہنچایا ہے انہوں نے قرآن پاک کے بیان کی بھی پوری پوری حفاظت کی ہے۔ ایک عقیدہ بھی ضائع نہیں ہونے دیا۔ اور ایک عمل بھی ضائع نہیں ہونے دیا۔

یہی تو ہم کہا کرتے ہیں کہ اس امت کی خوبی یہی ہے ساری دنیا کے یہودی اکٹھے ہو جائیں۔ تو وہ یہ نہیں بتا سکتے کہ موسیٰ سجدے کتنے کیا کرتے تھے؟ تسبیح میں کیا پڑھا کرتے تھے؟ آج تورات کے پانچ حصے ہمارے پاس ہیں۔ ان پانچوں میں موسیٰ کے سجدے کرنے کا کہیں نام ہی نہیں ہے۔ کہ انہوں نے کبھی اللہ کے سامنے سجدہ بھی کیا ہو؟ چار انجیلیں ہمارے ہاتھوں میں ہیں۔ کسی عیسائی سے پوچھو کہ عیسیٰ سجدے میں اللہ کی بارگاہ میں اپنا سر رکھ کر کون سی تسبیح پڑھتے تھے؟ پوری عیسائی دنیا عاجز ہے۔

لیکن ادھر اہل سلام ہیں۔ حضرت پاک ﷺ کی عبادات نہیں عادات تک آج تک محفوظ ہیں۔ الحمد للہ، ایک آپ ﷺ کی عادت مبارکہ بھی دنیا سے غائب نہیں ہوئی۔ جس طرح آج سے چودہ سو سال پہلے لوگوں کے سامنے سورج کی طرح چمک رہی تھی آپ

کی عادات وعبادات الحمدللہ آج بھی اسی طرح محفوظ ہیں۔ تو اصل بنیاد یہی ہے کہ اپنے اکابر پر اعتماد صرف الفاظ میں کرنا ہے یا معنی میں بھی کرنا ہے؟ ہم اہلسنت والجماعت یہ کہتے ہیں کہ دونوں میں اعتماد کرنا ہے۔ الفاظ میں بھی اور معنی میں بھی، اس لئے اب الفاظ اور ہوں معنی کوئی اور لیتا پھرے۔ ایک آدمی مجھے کہنے لگا کہ جب عربی لغت موجود ہے تو پھر قرآن پاک بھی موجود ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ سے قرآن سمجھنے کی کیا ضرورت ہے؟ (معاذ اللہ)

صلوٰۃ کا غلط مطلب:

تو میں نے ایک واقعہ سنایا کہ حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی مجھے ملا۔ اس نے کہا کہ میں اسلامیات میں پی ایچ ڈی کر کے آیا ہوں آکسفورڈ امریکہ سے، انہوں نے کہا کہ وہاں کیا سیکھا سمجھا؟ اس نے کہا کہ یہ جو آپ نماز پڑھتے ہیں اس کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں۔ اس نے ڈکشنری اٹھائی۔ اس میں سے لفظ صلوٰۃ دکھایا مجھے تو اس کا معنی تو لکھا ہے "تحریک الصلوین" اپنے جسم کو ہلا دینا، تو صلوٰۃ کا یہ معنی ہے۔ میں نماز کا پورا پابند ہوں۔ صبح مسجد کے سامنے تھوڑی سی دوڑ لگا لیتا ہوں تا کہ مولوی صاحب دیکھ لیں کہ اس کا جسم ہل رہا ہے۔ اور یہ نماز پڑھ رہا ہے۔ کبھی مسجد کے دروازے پر دو چار بیٹھکیں بھی لگا لیتا ہوں تا کہ تحریک الصلوین ہو جائے وجود ہل جائے، مولانا قاضی صاحب فرماتے ہیں میں اس کی باتیں سنتا رہا۔ اور مسکراتا رہا۔ تو میں نے پوچھا کہ نماز تو نے اللہ کے لئے پڑھنی ہے یا مولوی صاحب کے لئے؟ کہتا ہے کہ ار کے لئے تو پھر تو خواہ مخواہ مصیبت میں پڑا ہوا ہے کہ تو مسجد کے سامنے دوڑ لگاتا ہے اور کبھی بیٹھکیں لگاتا ہے۔ جب تو رات بیوی کے پاس گیا تھا تو دونوں طرف سے جسم ہل گیا تھا۔ تو تیری تو با جماعت نماز ہو گئی تھی، اس لئے جو معنی تو کر رہا ہے اس کے مطابق تو با جماعت نماز تو نے رات بھی ادا کر لی تھی۔ اب مولوی صاحب کی تجھے کیا فکر ہے؟ وہ تجھے نمازی کہیں یا نہ کہیں۔ تو ہر آدمی سکھ ہو یا ہندو یہ نماز با جماعت ادا کر لیتا ہے۔ رات کو، تو اس لئے ادھر

ادھر بھاگنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اختلافات کی اقسام:

لیکن ہم اہلسنت والجماعت ہیں تو یہ زمانہ اختلافات کا آ گیا۔ تو اختلاف کی تین قسمیں ہیں۔ پہلا اختلاف ہے کفر واسلام کا اختلاف، ضروریات دین کے جتنے عقیدے ہیں وہ ایسے عقیدے کہلاتے ہیں کہ اتنے تواتر اور یقین سے ثابت ہیں کہ مسلمان علماء نہیں عوام بھی بلکہ مسلمان عوام تو کجا جو کافر مسلمانوں میں بستے ہیں۔ وہ بھی جانتے ہیں کہ مسلمان قرآن کو خدا کی کتاب مانتے ہیں۔ یہ پانچ نمازوں کو فرض کہتے ہیں۔ یہ رمضان کے روزوں کو فرض کہتے ہیں۔ یہ اپنے نبی پاک ﷺ کو آخری نبی مانتے ہیں۔ ایسے عقائد جو اتنے یقین اور تواتر سے ثابت ہوں۔ ایسے عقائد کو ضروریات دین کہا جاتا ہے۔ ان سب کو ماننے کا نام ایمان ہے اور ان میں سے کسی ایک کا انکار یا اس کی باطل تاویل کردے تو انسان کافر ہو جاتا ہے۔

ایک جگہ قادیانیوں سے مناظرہ تھا۔ میں نے جب یہ تعریف بیان کی تو کہنے لگے جی یہ جو آپ نے تعریف کی ہے۔ تو یہ ماننے کے لئے ساری ضروریات دین ماننی چاہئیں اور کفر کے لئے ایک کا انکار کردے یا باطل تاویل کردے تو انسان کافر ہو جاتا ہے۔ یہ بات عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے۔ میں نے کہا کہ عقل اور نقل کا لفظ آپ نے کہیں سے سن لیا ہوا ہے۔ نہ آپ کے پاس عقل ہے اور نہ نقل ہے۔ آپ وہ عقلی دلیل بھی بیان کریں اور نقلی دلیل بھی بیان کریں؟ خاموش، میں نے کہا کہ مجھ سے عقلی دلائل بھی سنو اور نقلی دلائل بھی سنو!

میں نے کہا کہ عقلی دلائل تو یہ ہیں کہ دیکھئے میرا رومال ہے اس کے پاک ہونے کے لئے شرط ہے کہ کوئی گندگی نہ لگی ہو لیکن ناپاک ہونے کے لئے صرف دو آدمیوں نے پیشاب کیا ہے پاخانہ کیا ہے جب تک ساری دنیا پیشاب پاخانہ نہیں کرے گی۔ یہ رومال

ناپاک نہیں ہوگا۔تو میں نے کہا کہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ایک نجاست لگ جائے گی پھر بھی یہ ناپاک ہے۔ہاں پاک ہونے کی شرط ہے کہ کوئی گندگی اس کو نہ لگے۔

تندرستی کی تعریف یہ ہے کہ کوئی بیماری نہ ہو لیکن بیماری کے لئے آج تک یہ نہیں سنا کہ ابھی تو ہیضہ ہوا ہے۔بیمار تھوڑا ہوا ہے ابھی تو ہزاروں بیماریاں باقی ہیں۔جب تک ساری بیماریاں نہ لگیں گی۔اس وقت تک اس کو بیمار نہیں کہا جائے گا۔تو میں نے کہا کہ عقل بھی یہی کہتی ہے نقل بھی یہی کہتی ہے قرآن کہتا ہے قالوا کلمة الکفر و کفروا بعد اسلامھم. اللہ تعالیٰ مانتے ہیں کہ وہ مسلمان تھے اور ایک کفر کا کلمہ بکا وہ کافر ہو گئے۔

شیطان نے سارے حکم اللہ کے مانے ایک کا انکار کیا۔و کان من الکفرین. مسیلمہ کذاب ساری باتیں مانتا تھا لیکن ختم نبوت کا انکار کر دیا تو کافر ہو گیا منکرین زکوٰۃ سب کچھ مانتے تھے باطل تاویل کرتے تھے کہ حضرت پاک ﷺ زکوٰۃ لے سکتے تھے۔اب کوئی نہیں لے سکتا۔اس لئے ان کو کافر قرار دے دیا گیا۔

پہلا اختلاف:

تو پہلا اختلاف ہے کفر اسلام کا اختلاف اس کے مقابلے میں ہم اپنے آپ کو کافروں کے مقابلے میں مسلمان اور مومن کہتے ہیں پھر اسلام کے اندر آنے کے بعد کا اختلاف ہے عقائد میں اس کو سنت اور بدعت کا اختلاف کہا جاتا ہے۔حضرت نے خود فرمایا کہ تہتر فرقے بن جائیں گے۔بہتر جو ہیں وہ جہنم میں جانے والے ہوں گے۔اور ایک جماعت جنت میں جانے والی ہوگی۔اب یہی اختلاف جو ہے بدعت اور سنت کا ہے۔اہل سنت میں جن مسائل پر پورا اتفاق چلا آرہا ہے۔ان میں سب عقیدوں کو ماننے والا وہ اہل سنت والجماعت ہے۔اور کسی ایک عقیدے کا انکار کرنا یا اس کی باطل تاویل کر دینا اس کو بدعت کہا جائے گا۔یہ آدمی اہل سنت والجماعت سے خارج ہو گیا ہے۔

باطل تاویل کی مثال:

باطل تاویل کی ایک دو مثال عرض کر دوں، تا کہ پتہ چلے کہ تاویل کہتے کس کو ہیں؟ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نماز پڑھتا ہی نہیں ہوں، میں مانتا ہی نہیں کہ نماز فرض ہے۔ یہ نماز کا انکار ہے۔ ایک کہتا ہے کہ نماز فرض ہے۔ اور ہم سے زیادہ شور مچاتا ہے کہ نماز فرض، نماز فرض، نماز فرض، لیکن یہ جو نماز آپ پڑھتے ہیں۔ یہ نماز نہیں ہے۔ نماز کا معنی ہے دل میں اللہ کو یاد کر لینا۔

حکایت رومیؒ:

مولانا رومیؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک آدمی کسی کا مرید تھا کچھ پیر ہوتے ہیں اور کچھ پیڑ ہوتے ہیں۔ اب وہ پیر صاحب جب آئے تو تیس چالیس مرید ساتھ تو دس بارہ کتے ساتھ وہ آ گئے۔ اب مرید کی بیوی کسی مولوی صاحب کی لڑکی تھی۔ وہ کہے کہ صبح سویرے کھانا پکانا شروع کرتی ہوں ان کے لئے، شام ہو جاتی ہے اور پیر آپ کا نماز نہیں پڑھتا، یہ کہاں سے تلاش کیا ہے اپنا پیر، اس نے کہا کہ گھر سے یہ شکایت ہے کہ آپ نماز نہیں پڑھتے۔ اس نے کہا کہ واہ اس اللہ کی بندی کو بتا دو کہ ہم دکھاوے والی نماز نہیں پڑھتے ہم نماز کے مدینے میں جا کر پڑھتے ہیں۔ تو سب طرف سے سبحان اللہ کے نعرے بلند ہوئے کہ بہت پہنچے ہوئے بزرگ ہیں۔ اس نے کہا کہ اللہ کی بندی تو خواہ مخواہ بدگمانی کرتی ہے وہ تو نماز کے مدینے جا کر پڑھتے ہیں۔ اگر وہ نماز کے مدینے میں جا کر پڑھتے ہیں۔ تو وہاں کا کھانا حرام ہے ان کا، کھا بھی وہاں لیا کریں بلکہ ہمارے لئے بھی تبرک لے آیا کریں یہ اچھے پیر صاحب ہیں۔ کہ وہاں جا کر بھوکے آ جاتے ہیں واپس، ان سے کہو کہ وہاں کھا بھی لیا کریں۔ بلکہ ہمارے لئے بھی کچھ لے آیا کریں۔ میں کس مصیبت میں پکڑی ہوئی ہوں آ کر جب کہا تو اس کا جواب نہیں ہے۔

اگلے دن انہوں نے کیا کہا؟ کہ دس بارہ میل پر اس کا گھر تھا۔ دو چار آدمی بھیج

دیئے رات کو وہاں دن کو آٹھ نو بجے آگ لگا کر پھر بجھا دینا اب جو وقت بتایا ہوا تھا۔ شور مچا دیا کہ پانی لاؤ جلدی، پانی لاؤ جلدی، پانی لاؤ، پانی آ گیا اب پانی یوں پھینک رہے ہیں پھونکیں مار رہے ہیں۔ حضرت کیا ہو گیا؟ میرے گھر آگ لگ گئی ہے وہ بجھا رہا ہوں۔ دو چار آدمی گھوڑوں پر گئے دیکھا کہ وہاں واقعی آگ لگ کر بجھی ہوئی تھی۔ اب تو حضرت کی کرامت بھی سامنے آ گئی۔ وہ خاوند بیوی سے کہتا ہے کہ تم کم بخت مانتی نہیں یہ دیکھو بارہ میل سے آگ بجھا دی ہے۔

آخر وہ بھی مولوی صاحب کی لڑکی تھی اور پڑھی ہوئی تھی۔ اس نے جب کھانا بھیجا تو چینی نیچے ڈال دی۔ چاول اوپر ڈال دیئے۔ اب حضرت صاحب بیٹھے ہیں کہ چینی لاؤ وہ کہے کہ چینی بھیج دی ہے۔ کہا وہاں نہیں ہے۔ بھیج دی ہے۔ آخر جب دو چار دفعہ کہا پیر صاحب نے کہ چینی نہیں لاتے۔ تو وہ آ کر لڑا کہ تو نے اچھا تماشہ بنایا ہوا ہے۔ سب لوگ بیٹھے ہیں حضرت بھی بیٹھے ہیں۔ کھانا نہیں کھا رہے۔ تو وہ بیچاری کپڑے دھو رہی تھی۔ ڈنڈا لیکر اٹھی اس نے جا کر ایک رکھا اور کہا کہ بارہ میل سے آگ نظر آ رہی تھی۔ اور نیچے چینی نظر نہیں آ رہی ہے؟

اب پیر صاحب نے ارادہ کیا کہ یہاں سے چلنا ہی چاہیئے۔ یہاں ہمارا گزارہ مشکل ہے۔ صبح جانے کا ارادہ ہو گیا۔ لیکن آخر مریدوں کو بھی مطمئن کرنا تھا۔ کہنے لگے کہ بیٹی یہ دکھاوے کی نماز لوگوں کے لئے ہوتی ہے۔ ہم دل کی نماز پڑھتے ہیں۔ دل میں، آدمی کو اندر سے نمازی ہونا چاہیے۔ باہر سے نمازی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم جا رہے ہیں لیکن بدگمانی نہ رکھنا ہم نمازی ہیں اور دل میں نماز پڑھتے ہیں۔ اس کو کہتے ہیں تاویل باطل۔

تو اس عورت نے اپنے لڑکے سے کہا کہ آج حضرت جا رہے ہیں۔ تو انہیں عرض کر دینا کہ بھینس ہے جو دودھ کے وقت ٹانگیں اٹھاتی ہے۔ شوخی کرتی ہے۔ دم ہی کر دیں۔ تو لڑکے نے کہا کہ حضرت آپ تو جا رہے ہیں۔ امی کہتی ہے کہ بھینس کو دم کر دیں

ذرا، بڑے خوش ہوئے کہ ہمارا اعتقاد جم گیا۔ کہاں ہے بھینس، کہ جی باہر ہے۔ تو باہر نکلے اب وہ بار بار کہتے رہے کہ بھینس کہاں کھڑی ہے دم کردوں۔ تو گدھی کھڑی تھی کہا جی اس کو دم کردیں۔ تو کہتا ہے کہ بھینس کو دم کرنا ہے۔ کہ جی امی کہتی تھی کہ یہ اندر سے بھینس ہے باہر سے گدھی ہے۔ اس نے کہا کہ کم بخت یہ باہر سے گدھی ہے یہ اندر سے بھینس کیسے ہوگئی؟ جو باہر سے گدھی ہو وہ اندر سے بھی گدھی ہے۔ پھر تو امی یہی کہہ رہی تھی کہ جو باہر سے بے نماز ہے وہ اندر سے بھی بے نماز ہے۔ اس کو کہتے ہیں کہ باطل تاویل کرنا۔ کہ نماز، نماز، کا شور مچ رہا ہے۔ لیکن نماز پڑھنی نہیں۔ نماز کا معنی بدل دیا۔

اہل سنت والجماعت:

تو ضروریات اہل سنت والجماعت جو ہیں ان سب عقائد کو ماننے والا اہل سنت والجماعت کہلاتا ہے۔ اس میں کسی ایک عقیدے کا انکار کردے یا اس کی باطل تاویل کردے جو اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف ہو تو وہ آدمی اہلسنت نہیں رہتا اہل بدعت میں چلا جاتا ہے۔

تیسری اختلاف کی قسم ہے اجتہادی اختلاف جو ائمہ مجتہدین میں ہوتا ہے یہ چاروں کے چاروں اہل حق ہیں۔ اہل سنت والجماعت ہیں۔ اور چاروں کے اعمال عنداللہ مقبول ہیں۔ ایک ایک عمل کے اجر کا ہر ایک کو پکا یقین ہے اور دوسرے اجر کی بھی چاروں کو امید ہے اللہ کے ہاں، کیونکہ اگر مجتہد سے خطا ہو جائے تو پھر بھی اللہ تعالیٰ ایک اجر عطا فرماتے ہیں۔

ہم ہیں اہل سنت والجماعت حنفی دیوبندی، جب ہم نے اپنے آپ کو اہل سنت کہا تو اپنا تعلق ہم نے خدا کے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ جوڑا اور یاد رکھیں کہ جب اللہ کے آخری نبی ﷺ کے ساتھ تعلق جڑا تو اپنے نبی کے مقابلے میں ہم کسی نبی کی بات ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ اب آپ سب حضرات بیٹھے ہیں۔ آپ میں سے

کوئی ہے جو جمعہ چھوڑ کر نہیں ہفتہ بھی پڑھنے جائے موسیٰ کی تعلیم کے مطابق؟ (نہیں) اتوار پڑھنے بھی جائے عیسائیوں کی طرح، کوئی نہیں جاتا نا (نہیں) ایک تو یہ ہے کہ ہم جمعہ چھوڑ دیں۔ اللہ کے نبی والا طریقہ، پھر موسیٰ والا طریقہ اختیار کریں یہ تو بعد کی بات ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم جمعہ کے ساتھ بھی ہفتہ پڑھنے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں۔ انبیاء کی شریعات میں سے ہم کہتے ہیں کہ ہم اپنے نبی کی شریعت پر عمل کرتے ہیں۔ اور کسی کی شریعت پر عمل نہیں کرتے تو اہل سنت میں ہمارا تعلق اللہ کے نبی پاک ﷺ کے ساتھ جڑا جنہوں نے دین کی تکمیل کا اعلان فرمایا۔ **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا.**

والجماعت میں تعلق صحابہؓ سے:

والجماعت میں ہمارا تعلق صحابہ کرامؓ کی پاکیزہ جماعت کے ساتھ جڑ گیا۔ اللہ کے پیغمبر امت کو ایک قرآن دے کر گئے۔ اور ایک صحابہؓ کی جماعت تیار کر کے گئے۔ جس طرح اللہ کے پیغمبر قرآن کی تفسیر تھے، یہ سارے عملی نمونے تھے قرآن پاک کے اس لئے ہم نے قرآن دیکھنا ہے۔ اور پھر اللہ کے نبی اور صحابہ کو دیکھنا ہے۔ لغت نہیں دیکھنی یہاں لفظ صلوۃ دیکھیں گے اور دیکھیں گے کہ نبی پاکؐ نے نماز کیسے ادا فرمائی ہمارا ایمان ہے کہ وہ اس آیت صلوۃ کی تفسیر تھی۔ صحابہ کو نماز کیسی سکھائی؟ ہمارا ایمان ہے کہ وہ اسی قرآن کی آیات کی تفسیر تھی۔

حضرت حج فرما رہے ہیں قرآن پاک کی آیات حج کی تفسیر ہو رہی ہے۔ حضرت میدان جہاد میں ہیں۔ قرآن پاک کی آیات جہاد کی تفسیر ہو رہی ہے، حضرت صلح فرما رہے ہیں تو آیات صلح کی تفسیر ہو رہی ہے اور پھر آپ نے صحابہ کی جماعت تیار کی ہے۔ تو والجماعت جو ہے اس میں ہمارا تعلق صحابہ کرام سے جڑ گیا۔

عظمت صدیقؓ بزبان امام باقرؒ:

ایک دن امام باقر رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے تھے۔ کچھ عراقی رافضی آئے۔ تو انہوں نے مسئلہ پوچھا کہ حضرت اگر تلوار پر سونے کا نقل کر لیا جائے، سونے کے پانی کی پالش کر لی جائے تو جائز ہے یا نہیں، حضرت نے فرمایا کہ جائز ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت اس کی دلیل کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی تلوار پر سونے کا پانی پھروایا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کو جب صدیق فرمایا تو ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ وہ چیخ اٹھے کہ آپ بھی ان کو صدیق فرماتے ہیں، فرمایا وہ صدیق ہیں۔ صدیق ہیں۔ صدیق ہیں۔ جو ان کو صدیق نہیں کہتا وہ دنیا میں بھی جھوٹا ہے آخرت میں بھی جھوٹا ہے۔

اس کے بعد حضرت باقر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قرآن پاک منگوایا اور سورہ حشر کھول کر رکھ لی پہلے وہ آیت کریم تلاوت کی جس میں مہاجرین کا ذکر ہے۔ للفقراء المھاجرین. اب وہ سب عربی جانتے تھے۔ جب آیت پڑھی تو ان کو اس کا مطلب سمجھ آرہا تھا کہ یہ مہاجرین کے بارہ میں ہے۔ تو آیت پڑھنے کے بعد پوچھا کہ تم میں سے کوئی آدمی ہے کہ جو اس آیت میں شامل ہے؟ جو مکے سے ہجرت کر کے مدینہ آیا تھا؟ کہ جی نہیں

پھر آپ نے انصار والی آیت تلاوت فرمائی کہ جنہوں نے آنے والوں کو گھر بھی دیا، اور سب کچھ بانٹ بانٹ کر دیا، اور ایمان کو جگہ عطا فرمائی، ایمان کا گھر بن گیا مدینہ، فرمایا کہ تم میں سے کوئی انصاری بیٹھا ہے جنہوں نے آنے والے مہاجرین کی خدمت کی ہو؟ کہ جی نہیں۔

پھر تیسری آیت تلاوت فرمائی کہ پہلی دو آیتوں کے بارے میں تم نے مان لیا کہ ہم نہ مہاجرین میں شامل ہیں نہ انصار میں شامل ہیں۔ اب نجات پانے والی ایک ہی جماعت ہے جن کے بارے میں یہ ہے کہ وہ مہاجرین اور انصار کے لئے دعائیں مانگتے ہیں، تبرا نہیں کرتے۔ اور کیا دعائیں مانگتے ہیں کہ "یا اللہ ہمارا دل ان کی طرف سے صاف

رہے۔ تو نجات پانے والی جماعت صحابہ کی اور ان لوگوں کی جن کا دل صحابہ کی طرف سے بالکل صاف ہے۔ فرمایا کہ اب میں کہتا ہوں کہ تم اس جماعت میں سے بھی نہیں ہو اور آگے چوتھی جماعت منافقوں کی ذکر کی ہے۔ فرمایا کہ نہ تم پہلی جماعت مہاجرین میں رہے نہ انصار میں رہے نہ ان میں رہے، تو پتہ چل گیا کہ تم اس چوتھی جماعت والے ہو۔

عظمت صحابہؓ:

تو یہ وہ جماعت ہے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کہ جس طرح ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سارے نبیوں سے افضل ہیں۔ اسی طرح ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی کے صحابہ کرام سب نبیوں کے صحابہ سے زیادہ شان والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے دین کے لئے بہت قربانیاں لیں اور ان کو اللہ نے درجات بھی بہت بلند عطا فرمائے۔

تو والجماعت میں ذکر صحابہ کا ہے۔ اور صحابہ سے دین کا کون سا کام ہوا اللہ کے نبی ﷺ سے دین کی تکمیل ہوئی۔ صحابہ سے دین کو تمکین نصیب ہوئی۔ لیمکنن لهم دينهم الذى ارتضى لهم. اللہ کے نبی کا دین مضبوطی سے دنیا میں نافذ ہو گیا اور قائم ہو گیا۔ تو اللہ کے نبی سے دین کو تکمیل نصیب ہوئی اس جماعت سے دین کو تمکین نصیب ہوئی۔

ہم حنفی کیوں ہیں؟

اس کے بعد ہم حنفی ہیں۔ تو امام ابو حنیفہ سے کیا ملا؟ فرمایا کہ امام صاحب سے دین کو تدوین نصیب ہوئی۔ پہلے وضو ہوتا تھا۔ نماز پڑھتے تھے حج کرتے تھے۔ لیکن وضو پر بھی کوئی کتاب لکھی ہوئی نہیں تھی کہ وضو کی سنتیں اور فرض ہی مل جائیں کہیں لکھے ہوئے مل جائیں۔ یہ کام اللہ تعالیٰ نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے لیا۔

اللہ کے نبی سے تکمیل، صحابہ سے تمکین اور امام ابو حنیفہ سے اور ائمہ اربعہ سے

تدوین دین ہوئی۔ جس طرح وہ آیتیں سورہ حشر میں ہیں۔ آپ سورۃ جمعہ کھول کر دیکھ لیں پہلے حضور پاک ﷺ کا ذکر آیا، اللہ کے نبی پاک کا، نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کا جن کی طرف نسبت کر کے ہم اپنے آپ کو اہل سنت کہتے ہیں۔ ساتھ ہی تعلق جن کا فرمایا وہ صحابہ ہیں۔ اللہ کے نبی کی اس پاک جماعت کا ذکر بھی آ گیا جن کی طرف نسبت کر کے ہم اپنے آپ کو والجماعت کہتے ہیں اور پھر اس کے بعد آخرین منھم لما یلحقوا بھم. میں سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں پیش گوئی آئی ہے اُمِیّٖنَ. اہل عرب کو کہتے ہیں۔ تو آخرین سے اہل عجم مراد ہیں۔ جس طرح قرآن کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے سات قاریوں سے کروائی۔ اور اسی طرح اللہ کے نبی کی سنت کی حفاظت بھی چار اماموں کے ذریعے سے کروائی۔ ان چار اماموں میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبل ہیں۔ امام احمد بھی عرب کے شیبانی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کو بھی آخرین میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ امام شافعی بھی عرب کے مطلبی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ امیین میں جاتے ہیں۔ اخرین میں نہیں آ سکتے۔ امام مالک بھی عرب کے اصبحی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ اہل عرب میں ہیں۔ اہل عجم میں نہیں آئیں گے۔ ایک ہی امام اعظم ابو حنیفہؒ ہیں جو اہل فارس میں سے ہیں اور اہل عجم میں سے ہیں۔ اس لئے سب یہ بات مانتے ہیں کہ کامل مصداق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔

فضل ربی:

تو اللہ کے نبی سے دین کو تکمیل نصیب ہوئی۔ صحابہ سے دین کو تمکین نصیب ہوئی اور آئمہ اربعہ سے دین کو تدوین نصیب ہوئی۔

اسی ترتیب کو ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم. یہ جو کچھ بھی ہے یہ اللہ کا انعام اور فضل ہے۔ نہ تو سیدہ آمنہ کے لال نے درخواست دی تھی کہ یا اللہ ختم نبوت کا تاج میرے سر پہ

رکھ دیا۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء. نہ تو صدیق اکبر نے درخواست دی تھی کہ یا اللہ صداقت کا تاج میرے سر پر رکھ دیا جائے۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء. نہ امام اعظم ابوحنیفہ نے درخواست پیش کی تھی کہ یا اللہ تدوین کا پہلا سہرا میرے سر پر باندھ دیا جائے۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم.

دین کو بدلنے والے کون؟

اور جس طرح وہاں ترتیب وار مہاجرین، انصار اور اس کے بعد ان کے ماننے والے تھے۔ اور چوتھے نمبر پر کیا تھے؟ (منافقین) یہاں بھی نبیؐ، صحابہؓ، امام صاحبؒ، اور آخر میں گدھوں کا ذکر آ گیا کہ کچھ گدھے بھی آئیں گے جو کتابیں اٹھا کر پھرا کریں گے لیکن کتابوں کی سمجھ انہیں کچھ بھی نہیں ہوگی۔

اب وہ گدھے کیا کریں گے، ان گدھوں نے دو طرح سے حملے شروع کر دیئے۔ اللہ کے نبی کی سنت پر، کہ ایک فریق نے حدیث رسول ﷺ کا دھوکہ دے کر سنتیں مٹانی شروع کر دیں۔ ایک نے عشق رسول ﷺ کا دھوکہ دے کر سنتیں مٹانی شروع کر دیں۔

فتنوں کے دور میں دیوبند کا کردار:

تو علماء دیوبند نے جو کام کیا اس کا نام ہے تطہیر دین کہ الحاد اور بدعت کے ذریعہ جو خاک ڈال دی گئی تھی۔ اس کو صاف کر کے سنت کا چہرہ پھر لوگوں کے سامنے اجاگر کر دیا ہم اہلسنت والجماعت حنفی دیوبندی ہیں۔ اہلسنت میں نسبت اللہ کے نبی کیساتھ، جن کے ذریعے دین کو تکمیل نصیب ہوئی اور والجماعت میں نسبت صحابہ سے، جن سے دین کو تمکین نصیب ہوئی۔ اور حنفی میں نسبت امام صاحب سے، جن سے دین کو تدوین نصیب ہوئی، اور دیوبندی میں نسبت علماء دیوبند سے جن سے دین کو تطہیر نصیب ہوئی۔

تو طلباء پھر یہ یاد کر لیں گے؟ (جی) جو عربی نہیں جانتے ان کو تو شاید بھول

جائے۔ تو پورا مطلب نہ آئے تو لیکن ایک خاکہ ذہن میں رہ جائے گا کہ اہلسنت میں نسبت اللہ کے نبی پاک ؐ سے جو دین کو لانے والے، والجماعت میں نسبت صحابہ کے ساتھ جو دین کے پھیلانے والے، حنفی میں نسبت آئمہ کے ساتھ جو دین کے لکھوانے والے اور دیوبندی میں نسبت ان علماء کے ساتھ جو دین کے بچانے والے۔

ہم اہلسنت والجماعت حنفی دیوبندی ہیں۔ یہ میں نے عرض کیا کہ اللہ کے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے درمیان واسطہ امت ہے۔ اب جو مسائل ہمیں پہنچے، پوری امت کے اتفاق سے اجماع سے وہ ہمارے لئے حجت قاطعہ ہیں۔ ان میں کسی بحث کی ضرورت باقی نہیں ہے۔ اور جن میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہوا یہ مسائل اللہ کی طرف سے رحمت واسعہ ہیں۔ جس امام کا مذہب جس علاقے میں ہوگا اس کی تقلید میں سنت پر عمل کرلیا جائے گا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین.

اب اگر اس بارے میں آپ حضرات کے کچھ سوالات ہوں تو وہ آپ کرلیں۔

نشست سوال وجواب

سوال:

قرآن پاک میں آیات تفرق ہیں۔ قرآن تو تفرق سے منع کرتا ہے وضاحت فرمادیں؟

جواب:

یہ حضرت نے فرمایا کہ تفرق یہاں نہی ہے یا نفی ہے؟ منع کیا ہے کہ تفرق نہ کرو۔ نفی تو نہیں ہے نا؟ اب جو نہ مانے وہ تفریق کرسکتا ہے۔ یہ خبر تو نہیں کہ تفرق ہوگا نہیں ایک ہے کہ امت میں تفریق پیدا ہوگی نہیں، ایک ہے منع کرنا جیسا شراب سے منع کیا گیا، اور لوگ رک نہیں رہے؟ یا آپ یہ فرماتے ہیں۔ کہ میری امت میں کوئی شراب پئے گا نہیں۔ تو

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ شراب پینا قرآن کے خلاف ہے۔ تو یہ نفی نہیں ہے نہی ہے اور جیسے کفر کی نفی کی کہ کفر نہ کرو، شرک نہ کرو، تو لوگ شرک کر رہے ہیں۔ یا نہیں؟ تو اسی طرح یہاں منع کیا کہ تفریق نہ کرو یہ تو آپ کی بات کا جواب ہو گیا۔ تھوڑی سی میں اور تفصیل کر دوں۔

آج کل لوگ ان آیات کا بڑا غلط استعمال کر رہے ہیں۔ وہ ساری آیات اکٹھی کر لیتے ہیں کہ اللہ نے تفرق سے منع کیا ہے۔ اس کے بعد استعمال سب کا الگ الگ ہوتا ہے۔ جو صحابہ کے خلاف آپ کو کرنا چاہتے ہیں۔ وہ پہلے آیتیں سنا کر آپ کے ذہن میں ڈالے گا۔ اللہ نے تفرق سے منع کیا۔ پھر صحابہ کے دو چار اختلاف آپ کو سنا دے گا کہ دیکھو صحابہؓ نے یہ بات نہیں مانی ان میں اختلاف ہو گیا۔ صحابہ اچھے نہیں تھے (معاذ اللہ) جس نے اہل بیت کی مخالفت آپ کے ذہن میں ڈالنی ہو تو وہ اہل بیت کے دو چار اختلاف آپ کے سامنے رکھ دے گا اور ساتھ ہی آیات تفرق رکھ دے گا۔ جس نے آئمہ کے برخلاف آپ کو کرنا ہو تو وہ آئمہ دین کے چار اختلاف رکھے گا۔ اور ساتھ ہی آیات تفرق رکھ دیگا۔ جس نے محدثین کے خلاف کرنا ہو تو کہے گا کہ دیکھو محدث اس کو صحیح کہتا ہے اس کے یہ خلاف کہتا ہے۔ اختلاف ہوا نا؟ (جی) قرآن کہتا ہے کہ اختلاف نہ کرنا۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھیں۔ جہاں بھی تفرق سے قرآن نے منع کیا ہے۔ وہاں ساتھ یا دین کا لفظ ہے۔ یا بینہ کا لفظ آیا ہے کہ پوری وضاحت کے بعد تفریق کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور جہاں اختلاف صحابہ کرام اور ائمہ دین کا ہے۔ وہ اجتہادی ہے عنادی نہیں۔ اس کو بالکل عام فہم مثال سے سمجھیں۔

اس وقت ہم تلہ گنگ شہر میں بیٹھے ہیں۔ یہاں قبلے کی پکی وضاحت ہے کہ یہ قبلہ ہے۔ مسجدوں کے محراب نظر آ رہے ہیں۔ نمازی نماز پڑھتے نظر آ رہے ہیں۔ بتانے والے ہزاروں بیٹھے ہیں کہ یہ ہے قبلہ، اس طرف ہے۔ اب ایک آدمی یہاں ادھر کو منہ کر کے نماز پڑھ رہا ہے۔ تو یہ وہ تفرق ہے۔ جو بینہ اور پوری وضاحت کے بعد ہے۔ اس کو تسلیم

نہیں کہا جائے گا۔ کہ اس نے سب کو چھوڑ کر ادھر منہ کر لیا ہے۔ تو اس لئے ایسا تفرق جو ہے اس سے روکا گیا ہے اور وہ عقائد میں ہوتا ہے۔ اگر تو ضروریات دین میں ہے تو پھر ایسے تفرق سے انسان کافر ہی ہو جاتا ہے۔ اگر ضروریات اہلسنت والجماعت میں ہے تو اس تفرق سے انسان کفر پھر بھی بچ جاتا ہے۔

اور ایک اختلاف ہے ائمہ مجتہدین کا، اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کسی جگہ قبلے کا علم نہیں ہے نہ بتانے والا ہے نہ مسجد ہے۔ اب چار آدمی بیٹھے، نماز تو معاف نہیں اب بھی، اب وہ تحری کریں گے اور نماز پڑھیں گے۔ ایک نے نماز اس شمالی طرف پڑھ لی، ایک نے نماز اس جنوبی طرف پڑھ لی، ایک نے نماز اس مشرقی طرف پڑھ لی، ایک نے نماز اس مغربی طرف پڑھ لی۔ تو چاروں کی نماز اللہ تعالیٰ قبول فرمالیں گے، مجتہدین اور صحابہ کرام کے درمیان بھی اجتہادی اختلاف ہے۔ اور وہ اس نوعیت کا ہے۔ جیسے جس نے ادھر نماز پڑھی وہ یہ سمجھے کہ اللہ نے میری نماز قبول کر لی اور اس کو یہ نہ کہے کہ تیری قبول نہیں ہوئی۔ نہ وہ اس کو کہہ سکتا ہے کہ تیری قبول نہیں ہوئی۔ تو گویا ان آیات کو اجتہادی جگہ فٹ کرنا یہ وہی بابے والی بات ہے کہ وظیفہ کسی اور جگہ کا اور اس کو کسی اور جگہ پڑھنا شروع کر دیا۔ تو اس لئے آیات تفرق ٹھیک ہیں۔ منع کیا ہے۔ لیکن کہاں؟ جہاں بینہ جہاں پوری وضاحت ہو یا دین اور عقائد کا جو اختلاف ہے۔ یہ اس بارے میں باتیں ہیں۔ یہ بھی اسی بارہ میں ہے۔ تو اس لئے عقائد کا جو اختلاف ہے۔ اس سے یہاں منع کیا گیا ہے اجتہادی اختلاف کا ان آیات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اینما تولوا فثم وجه الله. کی مد میں آجاتی ہیں تو اس لئے عقائد میں بھی یہی دیکھا جائے گا۔ کہ اگر کسی نے تفرق کیا ہے۔ ایسے عقیدے میں جو ضروریات دین میں سے ہے تو اس کو کافر کہا جائے گا اور اگر ایسے عقیدے میں تفرق کیا ہے جو ضروریات اہلسنت والجماعت میں سے ہے تو اس کو اہل بدعت کہا جائے گا۔ تو یہ ہے اس کا مطلب تو جو یہاں منع کیا گیا ہے، وہ نہی ہے خبر نہیں دی گئی کہ تفرق

میری امت میں ہوگا نہیں۔

سوال:

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مدار کس پر ہے۔ مماتی یہ حدیث سناتے ہیں؟

جواب:

پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارے مسئلے کا مدار یہ حدیث ہے ہی نہیں مدار تو حیات ہے۔ زندہ قریب سے سنتا ہے دور سے نہیں سنتا۔ تو اصل مسئلہ ہے حیات کا یہ حدیث بھی ہو تو جب حیات مان لی گئی۔ تو پھر سماع تو ثابت ہو گیا۔ اور پھر نہ ماننے کے بہانے ہوتے ہیں۔ پھر ایک مجھے کہنے لگا کہ یہ صحاح ستہ میں نہیں ہے تو میں نے کہا کہ صحاح ستہ میں تو سب کے بارے میں ہے کہ وہ آواز جوتیوں کی سنتا ہے۔ انه يسمع قرع نعالهم. پھر آپ وہی مان لیں۔ تو اگر باقی سب سنتے ہیں۔ تو اللہ کے پیغمبر کیوں نہیں سنتے۔ تو اگر صحاح ستہ ہی ماننی ہے تو یہ حدیث موجود ہے۔ رہا یہ کہ اس کی دو تین سندیں ہیں جب میں نے کبیر والا میں تقریر کی تھی تو ایک نے مجھے لکھ کر بھیجا کہ اس میں سدی راوی ہے۔ میں نے کہا کہ آپ ایسی حدیث نہیں پیش کر سکتے کہ جس کا ترجمہ یہ ہو کہ انبیاء قبروں میں بے جان ہیں۔ اور وہ صلوۃ وسلام پڑھا ہوا نہیں سنتے۔ آپ کے پاس نہ سدی کی روایت ہے نہ غیر سدی کی روایت ہے۔ آپ کے پاس تو ہے ہی نہیں۔ آپ کے پاس کچھ بھی نہیں ہے تو اصل یہ ہوتی ہے کہ جب ایک مسئلہ ثابت ہوتا ہے اجماع سے پھر اگر اس کے موافق اگر کوئی روایت ہو تو اس کو علماء ذکر کر دیتے ہیں۔ اصل بنیاد تو ہماری ہے قرآن پاک اور باقی احادیث متواترہ کہ جب حیات ثابت ہوگئی۔ تو سماع ثابت ہے۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ یہ حدیث مسئلہ کا مدار نہیں اب مسئلہ تو یہی ہے اور بھی کہیں گے ایک نے سوال لکھ کر بھیجا کہ روضے پاک میں حضور ﷺ کتنے فاصلے سے سنتے ہیں دس فٹ سے یا پانچ فٹ سے؟ یہ ہمیں قرآن و حدیث سے دکھاؤ؟ میں نے کہا کہ آپ اس

وقت زندہ سنتے ہیں کہ نہیں؟ (سنتے ہیں) آپ اپنے فٹوں والی بات قرآن سے دکھادیں کہ میں اتنے فٹ سے سن سکتا ہوں۔ اتنے فٹ سے نہیں سن سکتا۔ اگر آپ کے پاس اپنے بارے میں کوئی پیمانہ نہیں ہے قرآن وحدیث میں، لیکن آپ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قریب سے سنتا ہوں دور سے نہیں سنتا۔ تو اس سوال کرنے کا آپ کو کیا فائدہ؟ جہاں قرب ہو حضرت خود سن لیں گے۔ اور جہاں نہیں سنیں گے وہاں سے فرشتے سنوادیں گے۔ اگر دور ہوں گے۔ البتہ ہمارے ہاں مسئلہ یہی ہے کہ وہاں آپ کے حواس دنیا سے بھی اعلیٰ اور اولیٰ ہیں۔

حکیم الامت مولانا تھانوی لکھتے ہیں کہ مسجد نبوی میں جہاں بھی حضرت پر کتنا ہی آہستہ درود پاک کوئی پڑھے حضرت اسے سنتے ہیں۔ ہمارے جامعہ خیر المدارس میں مولانا عابد صاحب ہیں۔ مدینہ یونیورسٹی کے فاضل ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ الحدیث صاحب کا خادم خاص ہے۔ وہی آکر کہتا تھا کہ حضرت کے پاس خطوط آتے کسی نے لکھا ہوتا کہ حضرت ہماری طرف سے حضرت پاک کو سلام عرض کر دینا تو مسجد نبوی میں جہاں بھی بیٹھے ہوئے خط کھول کر پڑھتے تو وہیں سے اس کا سلام عرض کر دیتے حضرت شیخ الحدیث صاحب کہ حضرت فلاں امتی نے آپ کو سلام لکھا ہے تو اس لئے حضرت مسجد نبوی میں جہاں بھی کوئی آہستہ آہستہ سے کوئی پڑھے تو حضرت پاک سنتے ہیں اس لئے یہ مدار نہیں ہے۔ اس مسئلے کا یہ روایت مدار ہے مسئلہ حیات پر،

سوال:

حیات انبیاء کے بارے میں کوئی ایسی حدیث جس پر کسی نے کوئی کلام نہ کیا ہو؟

جواب:

پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمیں سندوں پر بحث کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ سند کی بحث ہوتی ہے دیکھو گواہ تلاش کیا جاتا ہے پہلی رات کے چاند کے لئے، چودھویں رات کے چاند کے لئے گواہ کی ضرورت نہیں ہوتی نہ سورج کے لئے گواہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

آپ نے دیکھا کہ ہر ملک میں ہلال کمیٹی ہوتی ہے۔ بدر کمیٹی کوئی نہیں ہوتی۔ نہ آفتاب کمیٹی ہوتی ہے۔ اگر چہ عموماً ہوتا یہ ہے کہ ہلال کمیٹی کا چیئر مین اس کو بناتے ہیں جس کو دوپہر کو سورج بھی نظر نہ آتا ہو وہ ہلال کمیٹی کا چیئر مین بنادیا جاتا ہے۔

توایک ہے متواترات ان کے لئے سند کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ان میں سند پیش کر کے ایک یقینی کو ظنی بنانا ہے۔ ایک ہے مشہورات وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے۔ اس کے لئے سند کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تو یہ متواتر ہیں۔ عذاب وثواب قبر کی حدیثیں متواتر قدر مشترک سے ثابت ہیں۔ یہ بات بھی اصل میں انہوں نے کہاں سے لی ہے؟

قاضی نذیر نے ہمارے علماء کے جواب میں ایک کتاب لکھی ہے "تحقیق عارفانہ" ہم کہتے ہیں کہ حیات عیسیٰ کا مسئلہ تواتر سے ثابت ہے تواتر کے بعد سندوں پر بحث کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اس نے سندوں پر بحث شروع کردی۔

اور پھر سندوں پر بھی بحث دو طرح کی ہوتی ہے۔ یاد رکھو کہ جس طرح سارا علم حساب جو ہے اس کو آپ کتنا بھی پھیلالیں لیکن اس کی بنیاد دو ہی قاعدے ہیں تیسرا قاعدہ کوئی نہیں۔ ایک جمع اور ایک تفریق دو قاعدوں کا نام حساب ہے ضرب کوئی نیا قاعدہ نہیں۔ متواتر جمع کا نام ضرب ہے۔ پانچ پانچ لکھ کر جمع کرلیں یا ضرب دے لیں۔ متواتر تفریق کا نام تقسیم ہے۔ اس کے بعد پھر کبھی کلومیٹر آجائیں گے کبھی کسور عام آجائے گی تو یہ سارے حساب کا خلاصہ دو چیزیں ہیں۔

سند کی بحث میں دو ہی باتیں دیکھی جاتی ہیں کہ آیا راوی پر اعتراض اس کی عدالت پر ہے کہ فاسق اور بے دین آدمی ہے یا اس کے حافظے کی کمزوری کی وجہ سے ہے تو دوسری سند اس طرح کی بھی مل جائے تو یہ اعتراض ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ قرآن پاک نے خود یہ اصول بتادیا ہے کہ دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کے برابر کردیا ہے اور وجہ بھی بتائی کہ ایک بھول جائے گی۔ تو یہاں سے محدثین نے اصول لیا کہ اگر کسی کے حافظے پر جرح

ہو یا تدلیس ارسال اختلاج حالت کی جرح ہو تو پھر دوسری سند کے ملتے ہی ختم ہو جاتی ہے۔ہاں اگر فسق کی جرح ہو تو پھر وہ ختم نہیں ہوتی تو اس لئے اول تو ایسی جروحات ہیں ہی نہیں ایسی روایتوں پر اور اگر ہیں بھی کسی کے حافظے پر کوئی جرح ہے تو اس کے ساتھ متابعات اور شواہدات اتنے موجود ہیں کہ وہ متواتر تک پہنچ چکی ہے۔

تو اس لئے علامہ سبکی اور علامہ سیوطی نے اور سب نے لکھا ہے کہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث متواتر ہیں۔اور اب جس طرح سونے میں سنار کی بات مانی جاتی ہے،لوہار کی بالکل نہیں مانی جاتی جب محدثین اہل فن کہتے ہیں حدیث متواتر ہے اب اس کی کسی سند کے کسی راوی پر اعتراض کرنا یہ محدثین کے اصول کو ٹھکرانا ہے اور متواتر کا انکار کرنا ہے۔تو اسی لئے یہ ایک دھوکہ ہوتا ہے۔یاد رکھیں کہ ہمارے عقائد جو ہیں ضروریات دین قطعاً ایک سند کے بھی ہم محتاج نہیں ہیں۔ضروریات اہلسنت میں ہم کسی ایک سند کے بھی محتاج نہیں ہیں۔بلکہ اعمال میں وہ عمل جو روز کرنے والے ہیں۔ایک رکوع اور دو سجدے ایک رکعت میں،اس میں بھی ہم سند کے محتاج نہیں۔سندوں کے محتاج ہم ایسے مسائل میں ہیں جو زندگی میں کبھی کبھار پیش آتے ہیں کہ جناب وضو کے بعد بیوی سے بوس و کنار کرنے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا جواز ہے یا نہیں؟ ایسے صرف مسائل ہوتے ہیں جو کبھی کبھار ہونے والے ہوتے ہیں۔ان میں ہم سندوں کے محتاج ہیں۔باقی مسائل میں ہم سندوں کے محتاج ہیں ہی نہیں۔وہاں سندوں کی بحث چھیڑنا ہی غلط ہے۔

سوال:

کیا ہر عقیدے کے لئے آیت ہے؟ فریق مخالف یہی کہتے ہیں کہ ہے؟

جواب:

پہلی بات یہ کہ ہر عقیدے کے لئے آیت ہے یہی غلط ہے۔عقیدے کے لئے

قطعیت ضروری ہے۔ قرآن یہ ضروری نہیں۔

میں کراچی ایک جگہ گیا تو اس جماعت کا ایک آدمی تعلیم الاسلام پڑھا رہا تھا بچوں کو، جب بات شروع ہوئی تو کہنے لگا کہ ہر عقیدے کے لئے آیت چاہئے۔ میں نے کہا کہ ذرا تعلیم الاسلام کھولیں۔ یہاں لکھا ہے کہ حضرتؐ کے والد حضرت عبد اللہؓ تھے۔ آپ کا عقیدہ ہے یا نہیں؟ کہتا ہے جی، والدہ کا نام آمنہؓ تھا۔ قرآن کی کون سی آیت میں یہ ہے؟ آپؐ کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی؟ ۶۳ سال کی عمر میں آپؐ کا وصال ہوا؟ آپؐ کا روضہ پاک مدینہ منورہ میں ہے؟ یہ سارے عقیدے ہیں تعلیم الاسلام میں، میں نے کہا کہ ان میں کسی میں تو آیت پیش نہیں کرسکتا۔ یہ عقیدہ پھر کیوں مانتا ہے؟ اور پڑھا رہا ہے لوگوں کو، قطعیت ضروری ہے کہ یقین سے بات ثابت ہو چکی ہو۔ صرف قرآن ہونا ضروری نہیں۔ ایک بات۔

دوسرے یہ کہ انک میت وانھم میتون. میں نے بتایا کہ یہ آیت برحق ہے۔ اس کا ہم انکار نہیں کرتے لیکن جس طرح وہ آیت شہداء ہے نا، اموات کے بعد ہل احیاء آگیا، اب یہ موت اس جسم کو ہے۔ اس دنیا والے جسم کو یا خواب خیال والے جسم کو آئی؟ (دنیا والے کو) اسی کو آئی تھی۔ نا؟ (جی) تو حیات بھی اللہ تعالیٰ نے اس جسم کو عطا فرمائی اس لئے حیات کا لفظ جب شہداء کے لئے آگیا تو وہ جو ترتیب ہے۔ وہاں انبیاء صدیقین، شہداء، اور صالحین، تو شہداء سے اوپر صدیقین ہیں ان کی حیات بالاولی ثابت ہوگئی۔ صدیقین سے اوپر انبیاء ہیں۔ ان کی حیات بالاولی ثابت ہوگئی۔ اب بالاولی کو ایک مثال سے سمجھیں:

کہ جیسے قرآن پاک میں والدین کے بارے میں آیا۔ لا تقل لھما اف. کہ والدین کے سامنے اف بھی نہ کرنا، اف سے منع کر دیا گیا۔ اب کوئی آدمی باپ کو تھپڑ مار دے، جوتا مار دے منہ پر اور کہے کہ قرآن نے صرف اف سے منع کیا ہے جوتا مارنے سے

منع نہیں کیا۔ تھپڑ سے تو منع نہیں کیا۔ منہ پر تھوکنے سے منع نہیں کیا۔ تو اسے بھی کہا جائے گا کہ جب اف کہنے سے والدین کا تھوڑا دل دکھتا ہے اتنا بھی حرام ہے۔ تو جس سے زیادہ دل دکھے گا وہ بالاولیٰ حرام ہوگا۔ شہید کو جو اللہ نے حیات دی ہے وہ صرف نبی پاک ﷺ پر ایمان کی برکت سے دی ہے۔ اگر ایمان نہ ہو تو اس کو شہید کہتے ہیں؟ (نہیں) تو جس کی تابع داری میں اللہ تبارک وتعالیٰ اتنا بڑا انعام عطا فرمایا۔ تو سارے شہداء کی حیات اکٹھی کی جائے۔ تو نبیوں کی حیات اس سے اعلیٰ اولیٰ بنتی ہے۔ تو اس لئے یہ عقیدہ قرآن سے ہی ثابت ہے۔ جب بھی آپ ان سے بات کریں۔ تو آپ پوچھیں کہ آپ شہداء کی حیات کے قائل ہیں یا نہیں؟ تو جس طرح قرآن میں لفظ اف سے منع کر دیا گیا۔ لیکن اس سے جو بالاولیٰ دکھ دینے والی چیز ہے اس سے منع ہو گیا نا؟ (جی) اس طرح شہداء کی جو حیات ہے وہ قرآن پاک کی نص سے ثابت ہے عبارۃ النص سے اور انبیاء کی حیات دلالت النص سے، قرآن سے ثابت ہے اور عبارۃ النص سے احادیث سے ثابت ہے۔ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون.

سوال:

اس حیات کو دنیوی حیات کس معنیٰ میں کہتے ہیں؟

جواب:

یہ ایک چکر ہے۔ جس میں لوگوں کو ڈالا گیا ہے آپ نے پوچھا ہے تو اس کو اچھی طرح سمجھ لیں ہم اس حیات کو دنیوی اس معنیٰ میں کہتے ہیں کہ دنیا والا جسم فائز الحیات ہے اب اس کو مثال سے سمجھیں۔

آپ معراج کے قائل ہیں یا نہیں؟ (ہیں) مرزا قادیانی کہتا ہے کہ میں بھی معراج کا قائل ہوں لیکن معراج روح کو ہوئی خواب میں، جسم کو نہیں۔ اب جب یہ بات آئی تو ہم اس کے ساتھ لفظ جسمانی کا لگا دیں گے کہ ہم معراج جسمانی کے قائل ہیں اور جو

معراج جسمانی کا قائل نہیں ہم اس کو نہیں مانتے۔ تو اس لئے ہم اس حیات کو دنیوی حیات کہتے ہیں۔ اس لئے کہتے ہیں تا کہ پتہ چل جائے کہ دنیا والا جسم اطہر ہی فائز الحیات ہے پھر اس کو برزخی بھی کہتے ہیں اسی حیات کو، کہ یہ ایک بیداری کی حیات ہے۔ ایک نیند کی حیات ہے۔ اب آپ سب بیٹھے ہیں اور مجھے نظر آ رہے ہیں۔ اور میں آپ کو بیٹھا ہوا نظر آ رہا ہوں۔ اگر خواب میں آپ دیکھ رہے ہیں۔ میں تقریر کر رہا ہوں بیٹھ کر اور باقی سارے بیٹھے سن رہے ہیں۔ لیکن جو بیدار ہے اس کو بیٹھے نظر نہیں آئیں گے۔ لیکن لیٹے ہوئے نظر آئیں گے۔ کیونکہ وہ حالت پردے میں ہے نا خواب میں ایک آدمی رکوع کر رہا ہے۔ سجدے میں ہے۔ تو آپ کو رکوع سجدے میں نظر آئے گا یا لیٹے ہوئے اس اعتبار سے خواب والے حالات پردے میں ہیں تو قبر کے حالات بھی پردے میں ہیں۔

اگر روضہ پاک معاذ اللہ اس وقت کھل جائے تو ہمیں تو حضرت پاک آرام فرما نظر آئیں گے۔ ہوسکتا ہے وہ رکوع میں ہوں وہ سجدے میں ہوں۔ وہ التحیات میں بیٹھے ہوں تو اس معنی میں وہ برزخی بھی ہے اس معنی میں روحانی بھی ہے کہ دیکھو بیداری میں بھی اس وقت بھی روح جسم دونوں کا تعلق ہے خواب میں بھی دونوں کا تعلق ہے لیکن اس وقت جسم کو اولیت حاصل ہے۔ اگر کسی کی روح کو دکھ دینا ہے تو جسم پر پتھر ماریں گے نا؟ روح کو دکھ پہنچے گا۔ تو جسم کے واسطے سے روح کو تکلیف پہنچ رہی ہے۔ بیداری میں اسی جسم پر ٹھنڈا پانی ڈالیں گے روح بھی ٹھنڈی ہو جائے گی۔ جسم پر گرم پانی ڈالیں گے تو روح بھی گرم ہو گی لیکن آپ خواب میں دیکھتے ہیں کہ روح کی کاروائی پہلے ہوتی ہے اس کے واسطے سے جسم پر احکام آ رہے ہیں۔ یہ تو عام فہم بات ہے کہ ساری روح کاروائی کرتی رہی۔ آخر میں جسم بھی ناپاک ہو گیا، ہو جاتا ہے یا نہیں؟ (ہو جاتا ہے) آخر کاروائی تو پہلے ہو رہی تھی۔ اب روح کی کاروائی جسم تک پہنچی۔ تو چونکہ پہلے وہاں کارروائی روح پر آتی ہے۔

عذاب وثواب قبر اس کو اس لئے روحانی بھی کہتے ہیں ان میں کوئی فرق نہیں اس

اعتبار سے یہ مانا جائے کہ دنیا والا جسم ہی فائز الحیات ہے اس کو ہم دنیوی حیات کہتے ہیں۔ اس اعتبار سے کہ ہمارا یہ دنیا والا فانی شعور باقی حیات کا ادراک نہیں کر سکتا۔ وہ ہم سے پردے میں ہے۔ اس لئے ہم اس کو برزخی بھی کہتے ہیں۔ اس لئے وہاں احکام روح کے ذریعے جسم پر آرہے ہیں۔ جسم کے ذریعے روح پر نہیں جارہے اس لئے اس حیات کو روحانی بھی کہتے ہیں۔ یہ الگ حیات کے اوصاف ہیں وہی چیز ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اس کو احیاء فرمارہے ہیں اب ہمیں حقیقت مجاز کی طرف جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

سوال:

نیند والی حیات اور قبر کی حیات میں کیا فرق ہے؟

جواب:

نیند میں بھی روح زندہ ہوتی ہے۔ موتیں پھر کتنی ہیں کہ روز آدمی سوتا ہے جاگتا ہے۔ تو اس لئے یہ ایک حیات کی قسم ہے۔ یہ جو ایک بیداری کی حیات ہے ایک نیند کی حیات ہے۔ ایک قبر کی حیات ہے۔ بیداری کی حیات میں اور تفصیل کردوں تھوڑی سی۔

روح پر تین ذمہ داریاں ہیں۔ پہلی ذمہ داری ہے تدبیر بدن وہ کھانا ہضم کر رہی ہے تاکہ جسم کو پٹرول مہیا کرے اور یہ مشینیں چلتی رہیں۔ دوسری (ذمہ داری) ہے تکلیف شرعی، اس وقت ہم شرعی طور پر مکلف ہیں۔ حکومت کے بھی مکلف ہیں شریعت کے بھی مکلف ہیں۔ جو بات منہ سے نکالیں گے شریعت بھی ہمیں پکڑے گی حکومت بھی ہمیں پکڑے گی۔ اور تیسرا احساس ہے میں آپ سے باتیں کر رہا ہوں، نیچے سے ایک چیونٹی آئی اور پاؤں پر چڑھ گئی تو یہ جو پٹھوں کا نظام ہے یہ فوراً دماغ کو اطلاع دے گا کہ چیونٹی آگئی ہے، دماغ دل کو بتائے گا، دل ہاتھ کو بتائے گا اور ہاتھ وہاں پہنچ جائے گا۔ یہ احساس ہے جب ہم سو جائیں گے۔ تو ان تینوں ذمہ داریوں سے ایک ذمہ داری ختم ہوگئی۔ اب تکلیف شرعی اس کے ذمہ کوئی نہیں ہے سوئے ہوئے، لیکن ادراکات اب تیز ہو جائیں گے، اب

آنکھ دیکھنے میں محتاج ایسے نہیں رہی اندھا بھی خواب میں دیکھ رہا ہے۔ گونگا بھی لیکچر دے رہا ہے۔ جس کی دونوں ٹانگیں کٹی ہوئی ہیں وہ بھی ریس لگا رہا ہے۔

اور ایسی چیزیں نظر آ رہی ہیں جو بیداری میں نظر نہیں آ رہی تھیں تو یہ دو چیزیں ہوئیں۔ اب تکلیف شرعی اس کے ذمہ نہیں ہے۔ اس کو عام فہم مثال سے عرض کرتا ہوں۔

تو دیکھیں اس وقت ہم یہاں بیدار بیٹھے ہیں۔ تو کسی غیر محرم کو یوں گھور کر دیکھیں گے تو گناہ ہوگا یا نہیں؟ (ہوگا) تو خواب میں سب کچھ کر گزریں تو گناہ ہوگا؟ (نہیں) کیونکہ تکلیف شرعی ہمارے ذمہ نہیں رہی۔ نہ کوئی حلال ہے نہ حرام ہے۔ جب قبر میں چلا جائے گا تو تدبیر بدن بھی اس کے ذمہ نہیں رہی۔ اب نہ اس نے کھانا مانگنا ہے۔ نہ پٹرول مہیا کرنا ہے نہ خون کی گردش کی ضرورت ہے۔ اس لئے اب ادراکات اور زیادہ تیز ہو جائیں گے۔ کیونکہ بوجھ ہلکا ہوتا چلا جائے گا۔ اس لئے حدیث پاک میں آتا ہے کہ اب ہم بیٹھے ہیں بیداری میں تو ہمیں فرشتوں کی آواز سنائی دے رہی ہے؟ (نہیں) مردہ فرشتوں کی آواز سن رہا ہے؟ ادھر جوتوں کی آواز سن رہا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ادراکات اس ذمہ داری کی کمی سے بڑھے ہیں، کم نہیں ہوئے تو اسی لئے بیداری کی حیات بھی ایک حیات ہے۔ اس میں روح کی تین ذمہ داریاں ہیں۔ نیند میں ایک تکلیف شرعی والی ذمہ داری ختم ہو جائے گی دو ذمہ داریاں باقی رہیں گی۔ سوئے ہوئے کھانا پھر بھی ہضم ہو رہا ہے، اٹھ گئے تو بھوک لگی ہوئی ہوگی۔ اور جب انسان قبر میں چلا جائے گا تو پھر تدبیر بدن بھی روح کے ذمہ باقی نہیں رہتی پھر اس کے بعد ایک ہی ہے احساس اور وہ احساس شدید ترین ہو جائے گا اتنا کہ ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

اسی طرح دیکھو کہ روح اس پورے جسم میں ہے۔ یہاں آپ میرے ہاتھ پر ایک سیر مٹی رکھ دیں تو ٹھیک ہے کہ میں اٹھا لوں گا مگر پر من رکھ دیں اٹھا لوں گا۔ لیکن آنکھ میں کتنے سیر اٹھائیں گے حالانکہ روح ایک ہی ہے۔ لیکن آنکھ کے ساتھ احساس کا تعلق اتنا

شدید ہے کہ ایک ذرہ بھی چلا گیا جب تک اسے نکال نہیں لیں گے اس وقت تک چین نہیں آئے گا۔ اسی طرح جب انسان قبر میں چلا جائے گا تو احساس اتنا شدید ہو گا ثواب کا بھی اور عذاب کا بھی کہ جس کا ہم یہاں تصور بھی نہیں کر سکتے۔

ولکن لا تشعرون. کا معنی یہ ہے کہ وہ آپ کے شعور میں نہیں ہے۔ اب دیکھئے میں سمجھا دیتا ہوں یہ حیات (دنیاوی) ہمارے شعور میں آرہی ہے ٹھیک ہے نا (جی) نہ اس حیات کا کوئی کافر انکار کرتا ہے نہ کوئی مسلمان انکار کرتا ہے۔ اگر اس وقت ہمیں ہندو دیکھے گا تو ہمیں زندہ کہے گا یا مردہ کہے گا؟ (زندہ) اور کوئی بالفرض کہے اور کہے کہ تو مردہ ہے تو میں یہ نہ کہوں گا کہ تو کافر ہے۔ میں کہوں گا کہ تو اندھا ہے؟ تو بہرہ ہے؟ کیونکہ یہ حیات شعور میں آرہی ہے۔ اس لئے میں اعتراض بھی اس کے شعور پر کروں گا۔ لیکن اس کا تعلق نہ ایمان کے ساتھ ہے نہ کفر کے ساتھ ہے۔ وہ تو کافر بھی مانے گا کہ یہ حیات ہے۔ ایک حیات وہ ہے جو شہید ہو گیا، حضرت حمزہؓ کے جسم کے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ اب نہ اس میں آنکھوں سے، ہاتھ لگانے سے کوئی ہمیں شعور نہیں ہو رہا کہ یہ حیات ہے، اب اس کو کافر کبھی نہیں مانے گا کیونکہ یہ حیات اللہ اور اس کے رسولؐ کے کہنے سے ماننی پڑے گی۔ اور جو چیز ہمارے شعور میں نہیں آئی، ہم سے غیب ہے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے کہنے پر اس کو ماننے کا نام ایمان ہوتا ہے۔ آپ میرے سامنے بیٹھے ہیں میں آپ کے سامنے بیٹھا ہوں مجھے ماننا ایمان نہیں لیکن وہ حیات جو ہمارے شعور میں نہیں آتی اللہ کے رسولؐ کے بتائے بغیر پتہ نہیں چلے گا کہ ان میں حیات ہے اس لئے اس کا تعلق ایمان کے ساتھ ہے شعور کے ساتھ نہیں۔

(سوال کے جواب میں) اس کے لئے حدیث میں لفظ تعاد فی جسدہ. کہ قبر میں روح جسم میں لوٹائی جاتی ہے اعادہ کہتے ہیں اس کو جیسے جہاں سے نکالی گئی ہو اسی میں لوٹائی جائے تو پھر ہی اعادہ ہو گا اگر اس سے (ایک چیز) نکال کر اس (دوسری چیز) میں ڈال دی جائے تو اس کا نام اعادہ نہیں تو اس لئے اس بارے میں علماء میں اختلاف ہے ابن قیم نے

"کتاب الروح" میں سولہ اقوال لکھے ہیں کہ روح کہاں ہوتی ہے۔ مرنے کے بعد اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح خواب میں بھی روح نکل جاتی ہے نا؟ (جی) لیکن عالم خواب جس طرح میں لیٹا ہوا ہوں یہ بستر خواب ہے اور عالم خواب عرش تک پھیلا ہوا ہے۔

حضرت پاک کی لمبی حدیث بخاری شریف میں ہے خواب والی، حضرت کا جسد اطہر مدینہ منورہ میں آرام فرما ہے نا؟ (جی) آپ کی روح جنت کی سیر کر رہی ہے۔ تو یہاں نبض چل رہی تھی یا نہیں چل رہی تھی؟ (چل رہی تھی) کروٹیں بدلی جا رہی تھیں یا نہیں بدلی جا رہی تھیں؟ (بدلی جا رہی تھیں) یہاں سانس چل رہی تھی۔ اور اس طرح عرش کے نیچے بھی اگر روح سجدہ کرے جیسے بعض روایات میں آتا ہے۔ باوضو مسلمان سوئے تو اس کی روح عرش کے نیچے سجدہ کرتی ہے۔ تو یہاں نبض چل رہی تھی تو اس لئے یہ جو روح کا تعلق ہے۔ یہ خواہ کہیں بھی چلی جائے جیسے خواب میں، اب کوئی یہ کہے کہ میں نے آپ کو رات کو خواب میں کراچی دیکھا اور دوسرا کہتا ہے کہ میں نے آپ کو کل رات لاہور میں دیکھا تیسرا کہتا ہے کہ میں نے امریکہ میں دیکھا تو اس میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ عالم خواب سارا ہی ہے۔ کبھی وہ کہیں پھر رہی ہے اور کبھی کہیں پھر رہی ہے۔ لیکن جہاں بھی پھر رہی ہے اس بستر کیساتھ اس کا تعلق موجود ہے۔ اسی طرح مرنے کے بعد روح عالم علیین میں ہو یا سجین میں یا قبر میں ہو اس کا تعلق اس جسم کے ساتھ یقیناً ہے۔ اور اسی تعلق کی بناء پر اس کو عذاب کا اور ثواب کا احساس ہوگا۔

سوال:

کہتے ہیں کہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مسئلہ اختلافی ہے۔

جواب:

میں آپ کو مثال دیتا ہوں، دیکھئے عیسیٰ کی حیات کا مسئلہ اتفاقی ہے۔ اس میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ لیکن جب کوئی نیا مسئلہ چھڑتا ہے تو پہلے لوگوں کا ذہن خراب کرتا ہے

کہ اس مسئلے میں اختلاف ہے حالانکہ مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف کس بات میں ہے؟ کہ جب عیسیٰ کو جبرئیل امین اٹھا کر لے جا رہے تھے اس وقت آپ پر نیند طاری کی گئی تھی یا بیداری تھی؟ یا وقتی طور پر موت طاری کر دی گئی تھی۔ کیونکہ توفی کے تینوں معنی آتے ہیں اس لئے مفسرین نے تینوں معنی لکھ دیئے۔ لیکن جو کہتا ہے کہ اس وقت حضرت بیدار تھے۔ وہ بھی حیات کا قائل ہے جو کہتا ہے کہ اس وقت سوئے ہوئے تھے وہ بھی حیات کا قائل ہے۔ جو کہتا ہے کہ اس وقت آپ پر موت طاری تھی۔ وہ بھی حیات کا قائل ہے۔ تو جتنا عقیدہ اتفاقی ہے اس کو اتفاقی ماننا چاہئے۔ اس اختلاف کو بنیاد بنا کر یہ ایسا کہتا ہے جیسے ایک کہتا ہے کہ حضرت رفع یدین کر کے نماز پڑھتے تھے۔ ایک کہتا ہے کہ بغیر رفع یدین کے پڑھی، اس اختلاف کو بنیاد بنا کر تیسرا کہتا ہے کہ نماز پڑھی ہی نہیں۔ کیونکہ اختلاف ہے اور یہ اختلاف نماز میں نہیں ہے۔ نماز پڑھنا اتفاقی ہے۔ اسی طرح حیات میں اختلاف نہیں ہے۔

ابن قیم اور ابن تیمیہ وغیرہ اس نظریئے پر ہیں کہ جس طرح اس خواب والی حدیث میں ہے کہ جنت میں روح تھی اور تعلق جسم سے ہے یہاں نبض بھی چل رہی تھی اور سب کچھ ہو رہا تھا۔ سبکی اور علامہ سیوطی وغیرہ یہ فرماتے ہیں کہ تعاد فی جسدہ کے مطابق روح اندر ہے اور علیین کے ساتھ بھی اس کا تعلق ہے۔ جیسے آپ سوئے ہوئے تلہ گنگ میں ہیں اور آپ کی روح کراچی میں پھر رہی ہے تعلق یہاں بھی جسم کے ساتھ موجود ہے۔

سوال:

کہتے ہیں کہ جس کو قبر نہیں ملی اس کو عذاب وثواب کہاں ہوتا ہے؟

جواب:

جن کو دفن کیا جاتا ہے وہ تو ان سے لکھوا لیں کہ ان کی حیات ہے پھر اگلوں کی بات بعد میں کر لیں جتنا طے ہو گیا وہ تو ہو گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عذاب وثواب قبر تو حق ہو گیا۔ جن کو قبر مل گئی اب یہ جن کو جلا دیا جاتا ہے یہ کوئی نیا اعتراض نہیں پرانا اعتراض

ہے۔ اور یہ اعتراض ہوا جب کہ مسلمان قائل ہیں جسم کے عذاب کے کہ جسم کو روح کے ساتھ عذاب ہوتا ہے۔ اس لئے تو سوال پیدا ہوا کہ جب جسم جل گیا پھر کیا ہوگا؟ کیونکہ اعتراض کی بنیاد ہی یہی ہے کہ مسلمان اسی جسم کے عذاب اور ثواب کے قائل ہیں۔ تو یہ اعتراض ہوا ہی اس پر تو اب اس کے جواب تو کئی ہمارے حضرات نے دے دیئے ہیں کہ یہی وہ جسم جو ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اس کو قبر نہیں ملی ہم کہتے ہیں کہ وہ ہے کہ جس کو قبر نہیں ملی قبر جو ہے جہاں میت ٹھہر جاتی ہے جا کر اس کو ہی کہتے ہیں کہ شیر کھا کر کہاں گیا؟ اگر مر گیا تو بھی زمین میں گیا۔ کوے کھا گئے۔ چیلیں کھا گئیں وہ کہاں گئے کھا کر؟ زمین میں گئے نا؟ (جی)

تو جیسے شربت بنفشہ کا نام اسی لئے رکھا ہے کہ بنفشہ غالب جز ہے اس کو عذاب قبر اس لئے کہا گیا کہ زیادہ عرصہ یہ عذاب اس قبر میں ہوگا زمین میں عذاب تو قرآن کہتا ہے کہ چارپائی پر شروع ہو جاتا ہے۔ وہاں پر بھی شروع کر دیتے ہیں اس کو مار رہے ہیں۔ دبر پر بھی تو اس لئے قرآن نے خود اس کا جواب دے دیا ہے کہ منها خلقنكم و فيها نعيدكم و منها نخرجكم تارة اخرى. تو سارے یہیں سے نکلیں گے۔ یہ کہیں نہیں کہ کوئی ہوائی جہاز سے نکل کر آ رہا ہوگا، کوئی کوے کے پیٹ سے نکل کر آ رہا ہوگا۔ تو کوئی شیر کے پیٹ سے نکل کر آ رہا ہوگا کیونکہ وہ جہاں گئے وہ سارے آخر اسی زمین میں آ گئے۔ اور یہیں سے سارے نکلیں گے کیونکہ قرآن پاک کا ناطق فیصلہ موجود ہے تو اس کا مطلب ہے کہ پھر پھر کر سارے یہیں چلے گئے۔ اس لئے عذاب ہو رہا ہے وہ جہاں بھی ہے۔

ساؤتھ افریقہ جب میں گیا تو وہاں ایک نے عجیب سوال کیا کہ آج کل لوگ آنکھ دے دیتے ہیں مرتے وقت، اب اس آنکھ کو عذاب ہو رہا ہے یا نہیں ہو رہا؟

میں نے کہا کہ یقیناً ہو رہا ہے لیکن وہ عذاب شعور میں نہیں آئے گا کہتا ہے کہ اس

کو محسوس نہیں ہوتا۔ محسوس ہوتا ہے اگر وہ شعور میں آئے۔ میں نے کہا کہ اس سے واضح مثال کوئی نہیں کہ آپ کے پیٹ میں کیڑے پیدا ہو گئے اب آپ نے دوائی کھالی ان کیڑوں پر کیا گزر رہی ہے؟ کتنے مر رہے ہیں لیکن آپ کے پیٹ میں درد نہیں ہو رہا۔ وہ کیڑوں پر ہی گزر رہی ہے سب کچھ، آپ کہیں کہ چونکہ مجھے تکلیف نہیں ہوئی اسی لئے کیڑوں کو بھی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ تو یہ بات غلط ہے۔ یقیناً اگر وہ آگے عذاب میں ہے تو اس کو عذاب ہو رہا ہے ثواب میں ہے تو اس کو ثواب ہو رہا ہے۔ لیکن چونکہ وہ ہم سے پردے میں ہے۔ تاکہ ہمارا ایمان بالغیب خراب نہ ہو اس لئے ہمیں اس کا احساس نہیں ہوگا۔

سوال:

حیات انبیاء پر کسی نے اعتراض بھی کیا ہے آج تک معتزلی علماء کے بارے میں؟

جواب:

معتزلہ میں البتہ بعض نے یہ کہا کہ حضورؐ وصال کے بعد نبیؐ نہیں رہے اور یہ مسئلہ تو اتنا تھا۔ علامہ ذھبیؒ نے، امام وکیع بن جراح کا ترجمہ لکھا ہے۔ جو سب صحاح ستہ والوں کا استاد ہے۔ حج کے لئے گئے تو مکہ مکرمہ میں ایک حدیث سنادی۔

کہ دفن سے پہلے حضرت مبارک کا ناخن سبز ہو گیا تھا۔ بس یہ روایت سنادی۔ اسی وقت اطلاع ہوئی قاضی کو، قاضی نے پھانسی کی سزا کا حکم سنادیا کہ اللہ کے نبیؐ کے جسم میں کوئی تغیر نہیں آتا۔ تو نے کیا سنایا؟ اب وہ قسمیں کھائے کہ حضرت میرا عقیدہ نہیں ایک روایت سنی تھی وہ میں نے بیان کردی۔ کیوں بیان کردی؟ اب سارے اس کی منتیں کر رہے ہیں قاضی کی کہ چلو اس کا عقیدہ نہیں ہے۔ کہتا ہے کہ اس نے بیان کیوں کی ہے؟

اس کے بعد امام سفیان ثوری نے پھر اس سے کہا کہ بھئی آئندہ بالکل ایسی بات نہیں کرے گا۔ اگر ایسی غلط روایت ہے کسی کے پاس تو چونکہ محدثین کی عادت ہوتی ہے وہ غلط صحیح ساری بیان کر دیتے ہیں۔ پھر لوگوں کو وضاحت کرتے ہیں بعد میں تو بڑی مشکل

سے انہوں نے سزا کو معاف کیا۔

تو اس زمانے میں تو تصور بھی نہیں تھا کہ کوئی اس قسم کی باتیں اپنے منہ سے نکالے۔

سوال:

قبر میں مسلمان اور کافر کی حیات میں فرق ہے؟

جواب:

جیسے یہاں دنیا میں بھی فرق ہے کافر کی حیات، وہ بھی حیات ہے۔ لیکن کئی فرق ہیں اس میں، کوئی نیکیاں کر رہا ہے، کوئی گناہ کر رہا ہے، اسی طریقہ سے اس پر وحی آ رہی ہے، اس پر وحی نہیں آ رہی، عوام کی حیات ہوتی ہے قبر میں عذاب وثواب کے لئے اس لئے ان کی حیات کا اتنا تعلق ہوتا ہے اور شہداء جو ہیں ان کو یہ خصوصیت ہے کہ ان کو جنت سے رزق حاصل کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ اس لئے ان کی ارواح جو ہیں وہ جنت میں سیر کرتی ہیں۔ لیکن اس سیر کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہاں جسم سے تعلق نہیں ہوتا۔ جیسے حضرت پاکؓ کی روح نے جنت کی سیر کی اور جسم یہاں باقاعدہ موجود تھا۔ تو اس لئے اللہ تعالیٰ عام طور پر ان کے اجسام کو بھی محفوظ رکھتے ہیں۔ تو شہداء کی حیات عوام کی حیات سے اعلیٰ ہوتی ہے کہ اس میں بعض آثار دنیوی حیات کے ہوتے ہیں۔ یعنی شہید کی وراثت تقسیم ہو جائے گی۔ لیکن نبی کی وراثت تقسیم نہیں ہوگی۔ شہید کی بیوی عدت گزارنے کے بعد نکاح کر لے گی۔ لیکن نبی کی بیوی پر عدت ہے ہی نہیں۔ چونکہ ان کا نکاح باقی ہے۔ اور اسی طرح شہید کا جو جسم ہے اور نبی کا جسم بالکل محفوظ رہتا ہے۔ ایک بال بھی مٹی اس کو ضائع نہیں کر سکتی۔

مولانا قاسم نانوتوی نے اسی پر مدار رکھا ہے کہ جس طرح دھوپ کو دیکھ کر سورج کا یقین ہو جاتا ہے۔ اسی طریقہ سے یہ جو آثار ہیں کہ آپ کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی۔ یہ حیات کے آثار ہیں۔ آپ کی بیویوں کا نکاح ختم نہیں ہوتا۔ یہ دنیوی حیات کے آثار ہیں۔ تو اس لئے انبیاء کی حیات نہایت اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے۔

سوال:

انبیاء کی ازواج کا نکاح کیوں نہیں ہوتا؟

جواب:

انبیاء کی بیویوں کا نکاح اس لئے نہیں ہوتا کہ ان کو اللہ نے ایک خاص عزت بخشی ہے ورنہ پھر دوسری طرف پھر حضور پاک کا نکاح بھی امتیوں سے نہیں ہونا چاہئے تھا۔ آخر یہ بیٹیاں بنتی ہیں۔ نا ساری؟ آپ تو باپ ہیں نا؟ اور روحانی طور پر سیدہ عائشہؓ آپ کی بیٹی ہیں لیکن نکاح تو ہوا نا؟ (جی) دیکھئے نکاح کی حرمت کا یہ مدار نہیں ہے۔ نکاح کی حرمت کا مدار وہ حیات ہے۔ پانچواں پارہ والمحصنٰت من النسآء. وہ عورتیں جو کسی کے نکاح میں ہیں وہ آگے نکاح نہیں کرسکتیں لیکن جب تک ان کا نکاح قائم ہے یہ آگے نکاح نہیں کرسکتیں۔ رہی احترام والی بات اگر وہ ہوتی تو پھر سرے سے ان کا نکاح ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ حضرت ان کے روحانی باپ ہیں۔ اور یہ ان کی بیٹیاں ہیں۔

سوال:

نبی کی وراثت کیوں تقسیم نہیں ہوتی؟

جواب:

چونکہ وہاں جسم بھی محفوظ ہے مال بھی اس کی وراثت ہے۔ اس لئے وہاں جسمانی آثار موجود ہیں نا؟ اس لئے حیات قائم ہے۔ جس طرح نبی اور غیر نبی کی نیند میں فرق ہوتا ہے۔ ہم سو جائیں تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن نبی کا وضو نہیں ٹوٹتا اس کی نیند میں بعض احکام بیداری کے قائم رہتے ہیں۔ اس طرح ان کی حیات میں بعض احکام بالکل دنیوی حیات کے موجود ہیں۔ اس لئے آپ کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی آپ کی بیویوں سے نکاح نہیں ہوا۔ آپ کی بیویاں اپنے انہی حجروں کی مالک رہیں اس لئے قطعیت کس کو کہتے ہیں۔ دھوپ کو دیکھ کر سورج کا یقین قطعی ہے یا ظنی ہے؟ (قطعی ہے) تو جب ملکیت قائم

ہے تو ملکیت دلیل قطعی ہے حیات کی۔

وراثت نہیں ہے۔ یہی دلیل ہے نا وجہ یہی ہے نا کہ اس جسم نے مال کمایا جب یہ جسم اس کے قابل نہیں رہے گا تو اس جسم کے رشتہ داروں میں مال تقسیم کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر کوئی یہاں سے چلے میں بیٹھ گیا یا کسی دوسرے ملک میں چلا گیا تو اس کی وراثت تقسیم نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس کی ملکیت باقی ہے۔ وراثت کا تقسیم نہ ہونا دلیل ملکیت کی ہے۔ جیسے دھوپ کا نظر آجانا دلیل ہے کہ سورج موجود ہے۔ دھوئیں کا نظر آجانا دلیل ہے کہ یہاں آگ موجود ہے۔ اسی طرح یہ بات قطعی ہے اور مولانا نے اس کو قطعیات میں شمار کیا ہے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین.

SALMAN USMAN&COMPANY DEOBAND
MOB.9897260543-PH-01336223506